

محرمِ نبوت

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مفتی اعظم پاکستان

ادارۃ المعارف کراچی



معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مَجْلِسُ التَّحْقِيقِ الْإِسْلَامِيِّ کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 www.KitaboSunnat.com

وَلَكِنْ: رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ.

(فرمان باری تعالیٰ)

اور لیکن آپ ﷺ اللہ کے رسول اور تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں

ختم نبوت کابل

جس میں اکتیس سو سے زائد آیات قرآنی اور دو سو اسی احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع امت اور سینکڑوں اقوال صحابہ و تابعین و ائمہ دین سے مسئلہ ختم نبوت کے ہر پہلو کو واضح کیا گیا ہے، اور شبہات کے شافی جوابات دیے گئے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مفتی اعظم پاکستان

www.KitaboSunnat.com



إِذْ أَرَاهُ الْمَعَارِفِ كَمَا رَأَيْتُ

www.KitaboSunnat.com

باہتمام : محمد مسیح عثمانی

طبع جدید : ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ - مئی ۲۰۰۶ء

مطبع : زمزم پرنٹنگ پریس کراچی

ناشر : اذکار المصطفیٰ ارفقہ کراچی

فون : 5049733 - 5032020

ای میل : i_maarif@cyber.net.pk

ملنے کے پتے:

* اذکار المصطفیٰ ارفقہ کراچی

فون: 5049733 - 5032020

* مکتبہ شریعت القرآن کراچی

فون: 5031565 - 5031566

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۳۶	ختم نبوت کے معنی کی تحریف و تاویل میں متضاد اور بے تکی باتیں	۹	تمہید طبع چہارم
۳۸	مقصود کی تقسیم چار حصوں میں	۱۱	تمہید طبع اول
	ختم النبوة فی القرآن	۱۵	مقدمہ
۴۱	حصہ اول	۱۶	پہلا دور
۴۲	تفسیر قرآن کا معیار صحیح کیا ہے؟	۱۶	نبی اور رسول کی تعریف ۱۸۹۱ء میں
۴۵	تفسیر قرآن کا معیار اور اس کا صحیح طریق	۲۰	دوسرا دور ۱۸۹۹ء کے بعد
۵۵	ایک شبہ اور اس کا ازالہ	۲۰	نبی کی تعریف میں تبدیلی
۵۷	مرزا صاحب کے نزدیک تفسیر قرآن کا معیار	۲۰	ختم نبوت کے معنی کی تحریف اور دے دے لفظوں میں دعوائے نبوت
۶۱	ختم نبوت کے ثبوت میں پہلی آیت	۲۳	تیسرا دور
۶۱	شان نزول، یعنی نازل ہونے کا سبب	۲۴	کھلے طور پر دعوائے نبوت و رسالت و وحی نبوت
۶۵	آیت مذکورہ کے دونوں جملوں میں ربط	۲۸	تشریحی نبوت اور صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ
۷۱	آیت مذکورہ کی تفسیر لغت عرب سے حل لغت	۲۹	تمام انبیاء علیہم السلام کی ہمسری بلکہ ان سے افضلیت کا دعویٰ اور ان کی توہین خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے افضلیت کا دعویٰ
۷۲	رسول اور نبی کے معنی میں فرق	۳۰	حدیث رسول کی توہین
۷۴	لفظ خاتم کی لغوی تحقیق	۳۱	اپنے نہ ماننے والے تمام مسلمانوں کو مغفلت گالیاں اور سب کی تکفیر
۸۴	لفظ "النَّبِیْنِ" کی لغوی تحقیق		
۹۰	آیت مذکورہ کی تفسیر خود قرآن مجید سے		
۹۴	آیت مذکورہ کی تفسیر احادیث سے		

صفحہ نمبر	عنوان

صفحہ نمبر	عنوان

۲۳۷	ختم النبوة فی الحدیث حصہ دوم
۲۳۸	ختم نبوت کی احادیث متواتر ہیں
۲۴۱	صحیحین یعنی بخاری و مسلم کی احادیث
۲۴۳	ایک شبہ اور اس کا ازالہ
۲۴۶	حدیث مذکور سے غیر تشریحی یا ظلی اور بروزی یا لغوی نبوت کا انقطاع
۲۴۸	ایک اور شبہ اور اس کا جواب
۲۴۹	حضرت عائشہؓ خود ختم نبوت کی قائل ہیں اور اس کی احادیث روایت کرتی ہیں
۲۵۱	ایک اور شبہ اور اس کا جواب
۲۵۳	ایک اور شبہ اور اس کا ازالہ
۲۵۴	ایک شبہ اور اس کا جواب
۲۵۶	ایک لطیفہ
۲۵۹	محدث یا مکلف کون ہوتے ہیں؟
۲۶۲	ایک سوال
۲۶۲	جواب
۲۶۵	ایک شبہ اور اس کا ازالہ
۲۶۷	نبوت بروزیہ یا ظلیہ وغیرہ بالفرض اگر نبوت ہے تو وہ بھی آپؐ کے بعد منقطع ہے
۲۷۳	صحیحین کے علاوہ وہ احادیث جن کو ائمہ حدیث نے صحیح کہا ہے

۱۰۰	آیت مذکورہ کی تفسیر صحابہؓ و تابعینؓ سے
۱۰۷	آیت مذکورہ کی تفسیر ائمہ تفسیر کے اقوال سے
۱۲۰	آیت ”خاتم النبیین“ میں تاویل کرنے والا قتل کیا گیا
۱۲۰	چند اوہام اور ان کا ازالہ
۱۳۲	ایک شبہ اور اس کا ازالہ
۱۴۴	ایک اور قلابازی
۱۴۵	ایک نئی کروش
۱۴۷	ظلی اور بروزی نبوت کی کہانی
۱۵۵	ختم نبوت کے ثبوت میں دوسری آیت
۱۵۶	شان نزول
۱۶۴	ایک شبہ اور اس کا ازالہ
۱۶۵	ختم نبوت کے ثبوت میں تیسری آیت
۱۷۳	فائدہ
۱۸۶	ایک لطیفہ
۱۸۹	ایک نرالی منطق
۲۱۵	تنبیہ
۲۲۳	غیر تشریحی یا ظلی، بروزی نبوت کا انقطاع بلکہ ابطال
۲۳۴	ایک ضروری تنبیہ
۲۳۵	ضمیمہ ختم نبوت حصہ اول
۲۳۵	ایک اور شبہ اور اس کا ازالہ

صفحہ نمبر	عنوان

صفحہ نمبر	عنوان

۳۷۵ نتائج

۳۷۷ { دوسرے مدعیان نبوت اور سلف صالحین کا ان کے ساتھ برتاؤ

۳۸۱ { حضرات صحابہ و تابعین کی شہادتیں ختم نبوت پر

۳۸۷ { ان صحابہ کرام کے اسمائے گرامی جو ختم نبوت کے شاہد ہیں

۳۸۹ ضروری اطلاع

۳۹۰ طبقات الحمدین

۳۹۷ طبقات المفسرین

۳۹۸ حضرات فقہاء

۴۰۳ حضرات متکلمین

۴۰۹ صوفیائے کرام

۴۱۸ { کتب قدیمہ توراۃ و انجیل میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور مسئلہ ختم نبوت پر انبیائے سابقین اور ان کی امتوں کی شہادتیں

۴۱۹ { حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کی قوم

۴۲۱ حضرت شعیب علیہ السلام

۴۲۲ حضرت دانیال علیہ السلام

۴۲۲ { حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کی قوم کی شہادت اور اُس کا قابل دید واقعہ

۲۸۳ { سنن اربعہ یعنی صحاح ستہ کی باقی احادیث نسائی، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ

۲۸۳ خیر الأُمم اور کمالات نبوت

۲۸۶ { نبوت بروزیہ اگر بالفرض نبوت ہے تو وہ بھی آپ کے بعد منقطع ہے

۲۸۹ مسند امام احمد بن حنبل کی احادیث

۲۹۶ باقی مستند کتب کی احادیث

۳۳۵ ایک حیرت انگیز واقعہ

۳۴۱ { وہ احادیث جن سے مسئلہ ختم نبوت بطور استنباط سمجھا جاتا ہے

۳۵۲ نادرہ

۳۶۴ { احادیث مذکورۃ الصدر سے ختم نبوت کا ثبوت

۳۶۷ ختم النبوة فی الآثار حصہ سوم

۳۶۹ ایک ضروری گزارش

۳۶۹ اجماع کی حقیقت اور اس کی عظمت

۳۷۲ { صحابہ کرام کا سب سے پہلا اجماع مسئلہ ختم نبوت پر اور اُس کے منکر کے مرتد، واجب القتل ہونے پر ہوا ہے

۳۷۲ { مسیلہ کذاب کا دعویٰ نبوت اور صحابہ کرام کا اس پر جہاد

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
	ضمیمہ نمبر ۱	۴۲۷	حضرت ابراہیم علیہ السلام
۴۵۵	مسح موعود کی پہچان	۴۳۰	حضرت یعقوب علیہ السلام
۴۶۰	مسح موعود کا نام، کنیت اور لقب	۴۳۱	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم نبوت کی عقلی دلیلیں
۴۶۰	مسح موعود کے خاندان کی پوری تفصیل	۴۳۷	مرزائیوں سے میرا سوال
۴۶۱	والدہ مسح موعود علیہ السلام	۴۳۳	قادیانیوں سے ایک سوال
	حضرت مریم کے بعض حالات	۴۳۵	قانون فطرت بھی ختم
۴۶۲	حضرت مسیح علیہ السلام کے ابتدائی حالات استقرار حمل وغیرہ	۴۳۵	نبوت کا مقتضی ہے
۴۶۲	آپ کی ولادت کس جگہ اور کس طرح پر ہوئی؟	۴۳۵	قانون فطرت کی دوسری نظیر
۴۶۳	حضرت مسح موعود کے خصائص	۴۳۵	تیسری نظیر
۴۶۳	حضرت مسح موعود کا حلیہ	۴۳۷	مسئلہ زیر بحث یعنی ختم نبوت پر میرے گواہ
۴۶۵	آخر زمانہ میں آپ کا دوبارہ نزول	۴۳۷	خداوند عالم جل ذکرہ و مجدہ
۴۶۵	بوقت نزول آپ کے بعض حالات	۴۳۷	انبیاء علیہم السلام
۴۶۵	مقام نزول اور وقت نزول کی مکمل تعین و توضیح	۴۳۸	حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
۴۶۶	بوقت نزول حاضرین کا مجمع اور ان کی کیفیت	۴۳۸	صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین
۴۶۶	بعد نزول آپ کتنے دنوں دنیا میں رہیں گے؟	۴۳۹	حضرات محدثین
۴۶۷	بعد نزول آپ کا نکاح اور اولاد	۴۳۹	حضرات منسیرین
۴۶۷	نزول کے بعد مسح موعود کے کارنامے	۴۵۰	حضرات فقہائے مذاہب اربعہ
		۴۵۰	حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ
		۴۵۰	حضرات متکلمین
		۴۵۰	صوفیائے کرام
		۴۵۳	قادیانیوں کی خدمت میں ایک دردمندانہ و مخلصانہ گزارش

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۴۷۶	مسح موعود کی وفات اور اس سے قبل و بعد کے حالات	۴۶۸	مسح موعود لوگوں کو کس مذہب پر چلائیں گے؟
۴۷۹	مرزائیوں سے چند سوال ضمیمہ نمبر ۲	۴۶۹	مسح موعود کے زمانے میں ظاہری و باطنی برکات
۴۸۵	دعاویٰ مرزا	۴۷۰	یہ برکات کتنی مدت تک رہیں گی؟
۴۸۶	مرزائیوں کے تمام فرقوں کو کھلا چیلنج	۴۷۰	لوگوں کے حالات متفرقہ جو مسیح موعود کے وقت میں ہوں گے
۴۸۶	نقل عبارت مرزا مع حوالہ کتاب مرزا	۴۷۰	پہلے خروج دجال کی غلط خبر مشہور ہونا
۴۸۷	مبلغ اسلام اور مصلح ہونے کا دعویٰ	۴۷۰	اس زمانے میں عرب کا حال
۴۸۸	مجدد ہونے کا دعویٰ	۴۷۱	لوگوں کے بقیہ حالات
۴۸۸	محدث ہونے کا دعویٰ	۴۷۱	غزوہ ہندوستان کا ذکر
۴۸۸	امام زماں ہونے کا دعویٰ	۴۷۲	مسح موعود کے زمانے کے اہم واقعات
۴۸۸	خلیفہ الہی اور خدا کا جانشین ہونے کا دعویٰ	۴۷۲	آپ کے نزول سے پہلے دجال کا خروج
۴۸۸	مہدی ہونے کا دعویٰ	۴۷۲	دجال کی علامات
۴۸۸	حارث مددگار مہدی ہونے کا دعویٰ	۴۷۳	دجال کی ہلاکت اور اس کے لشکر کی شکست
۴۸۹	نبی امتی اور بروزی اور ظلی یا غیر تشریحی ہونے کا دعویٰ	۴۷۵	یاجوج ماجوج کا نکلنا اور ان کے بعض حالات
۴۸۹	نبوت و رسالت اور وحی کا دعویٰ	۴۷۵	مسح موعود کا یاجوج ماجوج کے لئے بددعا فرمانا اور ان کی ہلاکت
۴۸۹	اپنی وحی کے بالکل قرآن کے برابر واجب الایمان قطعی ہونے کا دعویٰ	۴۷۶	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جبل طور سے اترنا
۴۸۹	سارے عالم کے لئے مدارِ نجات ہونے کا دعویٰ اور یہ کہ اپنی امت کے سوا امت محمدیہ کے چالیس کروڑ مسلمان کافر و جہنمی ہیں		

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۴۹۴	ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے افضلیت کا دعویٰ	۴۹۰	مستقل تشریحی نبی ہونے کا دعویٰ اور یہ کہ وہ احادیث نبویہ پر حاکم ہے جس کو چاہے قبول کرے اور جس کو چاہے ردی کی طرح پھینک دے
۴۹۴	میکائیل علیہ السلام ہونے کا دعویٰ	۴۹۱	اپنے لئے دس لاکھ معجزات کا دعویٰ
۴۹۴	خدا کے مثل ہونے کا دعویٰ، اپنے بیٹے کے خدا کا مثل ہونے کا دعویٰ، خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ، اپنے اندر خدا کے اُتر آنے کا دعویٰ، خود خدا ہونا بحالت کشف اور زمین و آسمان پیدا کرنا	۴۹۱	تمام انبیائے سابقین سے افضل ہونے کا دعویٰ اور سب کی توہین
۴۹۵	مرزا جی میں حیض کا خون ہونا اور پھر اس کا بچہ ہو جانا	۴۹۲	آدم علیہ السلام ہونے کا دعویٰ
۴۹۵	حاملہ ہونا	۴۹۲	ابراہیم علیہ السلام ہونے کا دعویٰ
۴۹۶	حجرِ آسود ہونے کا دعویٰ، بیت اللہ ہونے کا دعویٰ	۴۹۲	حضرت نوح، یعقوب، موسیٰ، داؤد، شیت، یوسف، اسحاق، یحییٰ، اسماعیل علیہ السلام ہونے کا دعویٰ
۴۹۶	کرشن ہونے کا دعویٰ، آریوں کا بادشاہ ہونے کا دعویٰ	۴۹۲	عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہونے کا دعویٰ
		۴۹۲	عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہونے کا دعویٰ اور اُن کو مغالطات بازاری گالیاں
		۴۹۳	نوح علیہ السلام سے افضل ہونے کا دعویٰ اور ان کی توہین
		۴۹۳	مریم علیہا السلام ہونے کا دعویٰ
		۴۹۳	عبارتِ مرزا مع حوالہ کتاب و صفحات مصنفہ مرزا
		۴۹۴	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تمہید طبع چہارم ختم نبوت کامل

مسئلہ ختم نبوت پر سب سے پہلے احقر نے ایک رسالہ ”ہدیۃ المہدیین فی ایۃ خاتم النبیین“ اپنے اُستادِ محترم حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری قدس اللہ سرہ صدر مدرس دارالعلوم دیوبند کے ارشاد پر عربی زبان میں لکھا تھا تاکہ عراق اور مصر وغیرہ عرب ممالک میں جہاں فتنے کے آثار پھیل رہے ہیں بھیجا جاسکے، یہ ۱۳۴۲ھ-۱۹۲۴ء میں شعبۂ تبلیغ دارالعلوم دیوبند کے زیرِ اہتمام شائع ہوا۔

اس کے بعد ۱۳۴۳ھ-۱۹۲۵ء میں اپنے اُستادِ محترم شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور ناظم شعبۂ تبلیغ دارالعلوم حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحبؒ کے ارشاد پر اردو زبان میں اس مسئلے پر مزید تفصیل و توضیح کے ساتھ تین حصوں میں ایک کتاب بنام ”ختم نبوت“ لکھی۔ پہلا حصہ ختم النبوة فی القرآن ہے، جس میں تقریباً ایک سو آیات قرآنی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر قسم کی نبوت ختم ہو جانے کا ثبوت اور تشریحی اور غیر تشریحی، ظنی، بروزی وغیرہ کے شبہات کے کافی جوابات علمی اور تحقیقی طریق سے پیش کئے گئے ہیں۔ دوسرا حصہ ختم النبوة فی الحدیث ہے، جس میں اسی مضمون کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو سو دس احادیث سے ثابت کیا گیا ہے۔ تیسرا حصہ ختم النبوة فی الآثار ہے، جس میں اجماع اُمت اور سینکڑوں آثار و اقوال صحابہؓ و تابعینؓ و ائمہ مجتہدینؒ و علمائے اسلام سے اس مضمون کا ثبوت پیش کیا گیا ہے۔

یہ تینوں حصے پہلی مرتبہ ۱۳۴۳ھ - ۱۹۲۵ء میں مکتبہ دارالاشاعت دیوبند سے شائع ہوئے، پھر دوسری مرتبہ بھی اسی مکتبہ سے ۱۳۵۵ھ - ۱۹۳۷ء میں شائع ہوئے، اور عرصہ دراز سے نایاب تھے۔ اس کے بعد ۱۳۷۵ھ - ۱۹۵۵ء میں برخوردار عزیز محمد رضی سلمہ ناظم دارالاشاعت کراچی نے اس کی مکرر طبع کا ارادہ کیا تو اس پر نظر ثانی کی فرمائش کی، نظر ثانی میں بہت سے مواقع میں حذف و ازدیاد اور ترمیم کی نوبت آئی، خصوصاً اس مرتبہ اس کا اہتمام کیا کہ مناظرانہ عنوان چھوڑ کر ناصحانہ عنوان اختیار کیا گیا، تاکہ وہ لوگ جو کسی شبہ میں مبتلا ہو کر اس مسئلے میں غلطی کا شکار ہوئے ہیں دلچسپی کے ساتھ پڑھ سکیں، اور ان کے احساسات مجروح نہ ہوں، شاید اللہ تعالیٰ اس کو ان کے لئے بھی ذریعہ ہدایت بنادیں۔

اب چوتھی مرتبہ برخوردار مولوی محمد رفیع سلمہ مدرس دارالعلوم کراچی نے اپنے مکتبہ ”ادارۃ المعارف“ سے اس کی اشاعت کا ارادہ کیا تو پچھلی طباعت میں رہے ہوئے اغلاط کتابت کی تصحیح کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے، اور ردّ قادیانیت کے سلسلے میں احقر کے دو اور رسالے بھی اس کے ساتھ شامل کر دیئے گئے ہیں، ایک ”دعائی مرزا“ دوسرا ”مسح موعود کی پہچان“۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التَّكْلَانُ، اِنْ اُرِيدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

دارالعلوم کراچی ۳۰

۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ

کیم ستمبر ۱۹۶۵ء

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تمہید طبع اول

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَكَفَى وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى خُصُوصًا عَلَى
سَيِّدِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ سَيِّدِنَا وَشَفِيعِنَا
وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ.

مسئلہ ختم نبوت، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر قسم کی نبوت اور وحی کا اختتام اور آپؐ کا آخری نبی و رسول ہونا اسلام کے اُن بدیہی مسائل اور عقائد میں سے ہے جن کو تمام عام و خاص، عالم و جاہل، شہری اور دیہاتی مسلمان ہی نہیں بلکہ بہت سے غیر مسلم بھی جانتے ہیں۔ تقریباً چودہ سو برس سے کروڑہا مسلمان اسی عقیدے پر رہے، لاکھوں علمائے اُمت نے اس مسئلے کو قرآن و حدیث کی تفسیر و تشریح کرتے ہوئے واضح فرمایا، کبھی یہ بحث پیدا نہیں ہوئی کہ نبوت کی کچھ اقسام ہیں، اور ان میں سے کوئی خاص قسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی ہے، یا نبوت کی تشریحی، غیر تشریحی یا ظلی و بروزی یا مجازی اور لغوی وغیرہ اقسام ہیں۔ قرآن و حدیث میں اس کا کوئی اشارہ تک نہیں، پوری اُمت اور علمائے اُمت نے نبوت کی یہ قسمیں نہ دیکھی نہ سنی، بلکہ صحابہؓ و تابعینؓ سے لے کر آج تک پوری اُمت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اس عقیدے پر قائم رہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر طرح کی نبوت و رسالت ختم ہے، آپؐ بلا استثناء آخری نبی ہیں، آپؐ کے بعد کوئی نبی یا رسول پیدا نہیں

ہوگا، (حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو آپ سے پہلے پیدا ہو کر منصب نبوت پر فائز ہو چکے ہیں، اُن کا آخر زمانہ میں آنا اس کے قطعاً منافی نہیں)۔

اس مسئلے کے اتنا بدیہی اور اجماعی ہونے کے ساتھ اس پر دلائل جمع کرنا اور اس کا ثبوت پیش کرنا درحقیقت ایک بدیہی کو نظری اور کھلی ہوئی حقیقت کو پیچیدہ بنانے کے مرادف معلوم ہوتا ہے، بلکہ اس مسئلے کا ثبوت پیش کرنا ایسا ہی ہے جیسا کوئی شخص مسلمانوں کے سامنے ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کا ثبوت پیش کرے۔ ان حالات میں کوئی ضرورت نہ تھی کہ اس موضوع پر کوئی مستقل رسالہ یا کتاب لکھی جائے، لیکن تعلیمات اسلام سے عام غفلت و جہالت اور روز پیدا ہونے والے نئے نئے فتنوں نے جہاں بہت سے حقائق پر پردہ ڈال دیا ہے باطل کو حق اور حق کو باطل کر کے ظاہر کیا ہے، وہیں یہ مسئلہ بھی تختہ مشق بن گیا۔

اس مسئلے میں فرقہ اور جماعت کی حیثیت سے سب سے پہلے باب و بہاء کی جماعت فرقہ بابیہ نے اختلاف کیا، مگر وہ علمی رنگ میں اس بحث کو آگے نہ پہنچا سکے، اس کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی نے اس میں خلاف و اختلاف کا دروازہ کھولا، اور اُن کی چھوٹی بڑی بہت سی کتابوں میں یہ بحث ایسی منتشر اور متضاد ہے کہ خود ان کے ماننے والے بھی اس پر متفق نہ ہو سکے کہ وہ کیا کہتے ہیں اور ان کا کیا دعویٰ ہے؟ کہیں بالکل عام مسلمانوں کے اجماعی عقیدے کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے اور وحی نبوت کے انقطاع کلی کا اقرار اور آپ کے بعد مطلقاً کسی نبی یا رسول کے پیدا نہ ہونے کا اعتراف ہے، کہیں اپنے آپ کو مجازی اور لغوی نبی کہا گیا ہے، کہیں نبوت کی ایک نئی قسم ظلی و بروزی بتلا کر بروزی نبی ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے، کہیں نبوت کو تشریعی اور غیر تشریعی میں تقسیم کر کے تشریعی کا اختتام اور غیر تشریعی کا جاری ہونا بیان کیا گیا، اور اپنے آپ کو غیر تشریعی نبی بتلایا، اور وحی غیر تشریعی کا دعویٰ کیا گیا ہے، کہیں کھلے طور پر صاحب شریعت نبی ہونے اور وحی تشریعی کا دعویٰ کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے متبعین تین فرقوں میں تقسیم ہو گئے، ایک فرقہ اُن کو

صاحب شریعت اور تشریع دہاں نبی اور رسول مانتے ہیں جو یسوعی الدین کا دوسرا کافر قبلا ہے دُعا کرنا

فرقہ ان کو باصطلاح خود غیر تشریحی نبی کہتا ہے، یہ قادیانی پارٹی ہے، جو مرزا محمود صاحب کی پیرو ہے۔ تیسرا فرقہ ان کو نبی یا رسول نہیں بلکہ مسیح موعود اور مہدی موعود قرار دیتا ہے، یہ مسٹر محمد علی لاہوری کے متبعین ہیں۔

غرض مرزا غلام احمد قادیانی اور اُن کے متبعین نے اس قطعی اور اجماعی مسئلے میں خلاف و شقاق کا دروازہ کھولا، عوام کی جہالت اور مغربی تعلیم سے متاثر، دینی تعلیم سے بیگانہ افراد کی ناواقفیت سے ناجائز فائدہ اٹھایا، کہ اس مسئلے میں طرح طرح کے اوہام و شکوک اُن کے دلوں میں پیدا کر دیئے، اور اُن کی نظر میں اس بدیہی مسئلے کو نظری بنادیا، اسی لئے اہل علم و اہل دین کو اس طرف متوجہ ہونا پڑا، کہ اُن کے شبہات و شکوک دور کئے جائیں، اور قرآن و حدیث کی صحیح روشنی اُن کے سامنے لائی جائے۔

میں اس سے پہلے ایک رسالہ ختم نبوت پر عربی زبان میں بحکم سیدی و استاذی حضرت علامہ مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری دامت برکاتہم صدر مدرس دارالعلوم دیوبند بنام ”ہدیۃ المہدیین“ لکھ چکا تھا، تاکہ مصر و عراق میں شائع کیا جائے جہاں قادیانی جماعت نے اپنا پروپیگنڈا کیا ہوا ہے۔ اس وقت میرے استاذ محترم حضرت علامہ مولانا شبیر احمد عثمانی دامت برکاتہم محدث دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب ناظم شعبہ تبلیغ دارالعلوم دیوبند نے احقر کو فرمایا کہ اس مسئلے پر اُردو زبان میں ایک تحقیقی کتاب لکھی جائے، حسب الارشاد یہ زیر نظر کتاب مسٹی بہ ”ختم نبوت“ لکھی گئی۔

اللہ تعالیٰ اس کو سب مسلمانوں کے لئے اور ہمارے ان بھائیوں کے لئے جو کسی شبہ میں مبتلا ہو کر اپنی ملت سے بچھڑ گئے ہیں، نافع و مفید اور قبولِ حق کا ذریعہ بنائیں، وَمَا ذَلِكْ عَلَى اللَّهِ بَعِزٌ، ہم کیا اور ہماری تحقیق و تصنیف کیا، یہ بھی اُسی کے لطف و کرم کا نتیجہ ہے، اور اس سے کوئی فائدہ پہنچانا بھی اُسی کے قبضہ قدرت میں ہے، وہی دلوں کو پھیرنے والا مَصْرِفُ الْقُلُوبِ ہے۔

نہ بحرف ساختہ سرخوشم نہ بہ نقش بستہ مشوشم

نفسے زیاد تو می زنم چه عبارت و چه معانیم

مخلصانہ گزارش

میں نے اس کتاب کی جمع و تصنیف میں محنت صرف اس لئے اٹھائی کہ قرآن و حدیث کا صحیح فیصلہ اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا صحیح عقیدہ مسلمانوں کے سامنے پیش کر دوں تاکہ ان لوگوں کے شبہات و اوہام دُور ہو سکیں جو فرقہ مرزائیہ کے پروپیگنڈے سے پیدا ہوئے ہیں یا ہو سکتے ہیں۔

إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا

بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

ترجمہ:- میرا اس کے سوا کوئی مطلب نہیں کہ اپنی مقدور بھر اصلاح کی کوشش کروں اور اس کام میں میرا بھروسہ صرف اللہ عظمت والے پر ہے۔

میری درخواست ہے کہ یہ معاملہ عقیدے کا ہے، جس کا تعلق براہِ راست خدا تعالیٰ سے ہے، جس کے سامنے ہر شخص کو ایک روز پیش ہونا اور اپنے اعمال و افعال کا حساب دینا ہے، اس معاملے میں ضد اور ہٹ یا جماعتی تعصب سے متاثر ہونا خسارۂ دین و دنیا ہے۔

خدا کے لئے ان اوراق کو بات کی بیج یا جماعتی تعصب سے خالی الذہن ہو کر قرآن و حدیث کا صحیح منشاء معلوم کرنے کی طلبِ دل میں لے کر ملاحظہ فرمائیں، اور دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراطِ مستقیم کی ہدایت، اپنے کلام کا صحیح منشاء معلوم کرنے اور اس پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں، وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التَّكْلَانُ۔

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

چونکہ مسئلہ ختم نبوت پر بحث اور تصنیف رسالہ کا سبب مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ اور ان کے اقوال ہیں، اور وہ اتنے متضاد و متہافت ہیں کہ خود ان کے متبعین بھی تعین دعویٰ میں حیران ہیں، اور بعض مرتبہ مسلمانوں پر تلخیص کے لئے مرزا صاحب کے وہ اقوال پیش کر دیئے جاتے ہیں جن میں ختم نبوت کا اعتراف اسی تفسیر کے ساتھ ہے جو تمام امت مرحومہ کا عقیدہ ہے، اور ایسے اقوال پیش کر کے ناواقف مسلمانوں کو اپنے اندر جذب کرنا یا بوقت ضرورت اپنی جماعت کا ملت اسلامیہ کے ساتھ اشتراک مقصود ہوتا ہے، جو قطعاً واقعہ کے خلاف ہے۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اصل مسئلہ ختم نبوت پر شواہد و دلائل اور ”خاتم النبیین“ کی تفسیر پر کلام کرنے سے پہلے خود مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کے مستند بیانات سے یہ واضح کر دیا جائے کہ مسئلہ ختم نبوت کے متعلق ان کے خیالات کیا ہیں، اور پوری امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ان کا کیا سلوک ہے، یہاں ان کی سینکڑوں عبارات و اقوال میں سے چند پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ختم نبوت کے اقرار و انکار اور ختم نبوت کے معنی اور نبوت و وحی کے دعووں سے متعلق مرزا صاحب کے تضاد میں اگر کوئی معقولیت اور تطبیق پیدا کی جاسکتی ہے تو صرف اس طرح کہ ان کو مختلف ادوارِ عمر اور مختلف زمانوں سے متعلق قرار دیا

(۱) جیسا کہ حال میں پاکستان اور خصوصاً پنجاب میں تحریک ختم نبوت پر ہنگامے ہوئے تو مرزا محمود خلیفہ قادیان کی طرف سے ایک ایسا ہی بیان اخبارات میں نکلا جس میں ظاہر کیا گیا کہ ہم سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں، اور یہی مرزا صاحب کا دعویٰ تھا۔ حالانکہ ان کی مستقل تصانیف اور بے شمار بیانات اس کے خلاف موجود ہیں، اور ان سے آج رجوع کرنے یا ان کے غلط قرار دینے کا اعلان بھی کوئی نہیں، جس سے ثابت ہے کہ یہ بیان بجز تلخیص کے کچھ نہیں۔

جائے، جس میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں مرزا صاحب پر تین دور گزرے ہیں۔

پہلا دور:- وہ تھا جب مرزا صاحب سب مسلمانوں کی طرح مسلمان تھے اور امت کے اجماعی عقائد و نظریات کو بلا کسی جدید تاویل و تحریف کے تسلیم کرتے تھے، اور ایک مبلغ اسلام کی حیثیت سے کچھ چیزیں لکھتے تھے۔

دوسرا دور:- وہ تھا جس میں انہوں نے کچھ دعوے شروع کئے، اور ان میں تدریج سے کام لیا، مجدد ہوئے، مہدی بنے، یہاں تک کہ مسیح موعود بنے، یہاں پہنچ کر یہ خیال آنا ناگزیر تھا کہ مسیح موعود تو اللہ تعالیٰ کے اولوالعزم رسول و نبی اور صاحب وحی تھے، عقیدہ ختم نبوت کے ہوتے ہوئے کسی نئے شخص کا مسیح موعود بننا تو ختم نبوت کے خلاف ہے، اُس وقت انہوں نے ختم نبوت کے معنی میں تحریفیں شروع کیں، نبوت کی خود ساختہ چند قسمیں تشریحی، غیر تشریحی، ظلی، بروزی، لغوی اور مجازی بتلا کر ختم نبوت کے یقینی عموم و اطلاق کو مشکوک کرنا چاہا، اور اپنی مزعومہ اقسام نبوت سے بعض قسموں کا بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی جاری رہنا بتلایا اور اپنے حق میں اسی جاری رہنے والی نبوت کے مدعی بن گئے۔

تیسرا دور:- وہ تھا جس میں تاویل و تحریف سے بے نیاز ہو کر کھلے طور پر ہر قسم کی نبوت کے بلا تفریق تشریحی و غیر تشریحی سلسلے جاری قرار دیئے اور خود کو صاحب شریعت نبی بتلایا۔

دوسرا دور اُنیسویں صدی عیسوی کے آخر یا بیسویں صدی کے شروع میں تھا، پہلا اس سے پہلے اور تیسرا اس کے بعد، بیان مذکور کی تصدیق میں مرزا صاحب کی اپنی تصانیف سے نیز اُن کے خلیفہ سوم کی چند تحریروں سے نقل کیا جاتا ہے۔

پہلا دور

نبی اور رسول کی تعریف ۱۸۹۱ء میں

۱:- اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنی ہوتے ہیں

کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں، یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں، یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔

(خط مسیح موعود، ۱۷ اگست ۱۸۹۱ء مطبوعہ مباحثہ راولپنڈی ص: ۱۳۵)

۲:- جیسا کہ حضرت اقدس نے حضرت عیسیٰ کی اس امت میں بحیثیت نبی آکنے کے دلائل میں فرمایا:

۱:- یہ دونوں حقیقتیں (نبوت اور امتیت، ناقل) متناقض ہیں۔
(ریویو ص: ۸)^(۱)

۲:- رسول اور امتی کا مفہوم متباین ہے۔

(ازالہ اوہام ص: ۵۷۵)^(۲)

۳:- مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ. أَلَا تَعْلَمُ أَنَّ الرَّبَّ الرَّحِيمَ الْمُتَفَضِّلُ يُسَمِّي نَبِيًّا صَلَاحَ خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ بِغَيْرِ اسْتِثْنَاءٍ وَفَسَّرَهُ نَبِيًّا فِي قَوْلِهِ لَا نَبِيَّ بَعْدِي.

(حماتہ البشری ص: ۲۰ مصنفہ مرزا غلام احمد)^(۳)

۴:- قرآن شریف میں ختم نبوت کا بکمال تصریح ذکر ہے، اور پُرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے، حدیث لَا نَبِيَّ بَعْدِي میں نفی عام ہے۔
(ایام الصلح ص: ۱۳۶)^(۴)

۵:- کیا تو نہیں جانتا کہ پروردگار رحیم و صاحب فضل نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بغیر کسی استثناء کے خاتم النبیین نام رکھا ہے، اور ہمارے نبی نے اہل طلب کے لئے اس کی تفسیر اپنے قول ”لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ میں واضح طور پر فرمادی، اور اگر ہم

(۱) ریویو مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی ج: ۱۹ ص: ۲۱۶۔ (۲) روحانی خزائن ج: ۳ ص: ۴۱۰۔

(۳) ایضاً ج: ۷ ص: ۲۰۰۔ (۴) ایضاً ج: ۱۴ ص: ۳۹۳۔

اپنے نبی کے بعد کسی نبی کا ظہور جائز قرار دیں تو گویا ہم باب وحی بند ہو جانے کے بعد اس کا کھلنا جائز قرار دیں گے، اور یہ صحیح نہیں ہے، جیسا کہ مسلمانوں پر ظاہر ہے، اور ہمارے رسول کے بعد نبی کیونکر آسکتا ہے، درآں حالیکہ آپ کی وفات کے بعد وحی منقطع ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبیوں کا خاتمہ فرمادیا۔

(حماۃ البشری ص: ۳۴، از مرزا غلام احمد قادیانی)

۶:- آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، اور حدیث ”لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا، اور قرآن شریف جس کا ہر لفظ قطعی ہے اپنی آیت ”وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ“ سے اس بات کی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔ (کتاب البریہ ص: ۱۸۴، حاشیہ از مرزا غلام احمد قادیانی^(۱))

۷:- ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ صادق الوعد ہے اور جو آیت خاتم النبیین میں وعدہ کیا گیا ہے، اور جو حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرئیل بعد وفات رسول اللہ ہمیشہ کے لئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے، یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی صلعم کے بعد ہرگز نہیں آسکتا۔ (ازالہ اوہام ص: ۵۷۷، از مرزا غلام احمد قادیانی^(۲))

۸:- قرآن کریم بعد خاتم النبیین کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا، خواہ وہ نیا ہو یا پُرانا، کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبرئیل ملتا ہے، اور اب نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے، اور یہ

(۱) روحانی خزائن ج: ۱۳ ص: ۲۱۸، ۲۱۷۔

(۲) ایضاً ج: ۳ ص: ۴۱۲۔

بات خود ممتنع ہے کہ رسول تو آوے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔

(ازالہ اوہام ص: ۶۱، از مرزا غلام احمد قادیانی)^(۱)

۹:- رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ نبی دینی

علوم کو بذریعہ جبریل حاصل کرے، اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ

اب وحی رسالت تا قیامت منقطع ہے۔ (ازالہ اوہام ص: ۶۱۴)^(۲)

۱۰:- اور ظاہر ہے کہ یہ بات مستلزم محال ہے کہ خاتم النبیین کے

بعد پھر جبریل علیہ السلام کی وحی رسالت کے ساتھ زمین پر آمد و

رفت شروع ہو جائے، اور ایک نئی کتاب اللہ گو مضمون میں قرآن

شریف سے تو وارد رکھتی ہے، پیدا ہو جائے، اور جو مستلزم محال ہو

وہ محال ہوتا ہے، فقدر۔ (ازالہ اوہام حصہ دوم ص: ۵۸۳)^(۳)

۱۱:- اور اللہ کو شایانِ شان نہیں کہ خاتم النبیین کے بعد نبی بھیجے،

اور نہ یہ شایانِ شان ہے کہ سلسلہ نبوت کو دوبارہ از سر نو شروع

کردے بعد اس کے کہ اسے قطع کر چکا ہو۔

(آئینہ کمالات انسان ص: ۲۷۷، از مرزا غلام احمد قادیانی)^(۴)

۱۲:- ان تمام امور میں میرا وہی مذہب ہے جو دیگر اہل سنت و

جماعت کا ہے، اب میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے

سامنے صاف صاف اقرار اس خانہ خدا (جامع مسجد دہلی) میں

کرتا ہوں، کہ جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا

قائل ہوں، اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور

دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔

(مرزا غلام احمد کا تحریری بیان جو بتاریخ ۲۳ اکتوبر ۱۸۹۱ء جامع مسجد

دہلی کے جلسہ میں دیا گیا، مندرجہ تبلیغ رسالت حصہ دوم ص: ۲۴)^(۵)

(۱) روحانی خزائن ج: ۳ ص: ۵۱۱۔ (۲) ایضاً ج: ۳ ص: ۴۳۳۔ (۳) ایضاً ج: ۳ ص: ۴۱۴۔

(۴) ایضاً ج: ۳ ص: ۳۷۷۔ (۵) مجموعہ اشتہارات ج: ۱ ص: ۲۵۵۔

۱۳:- ہم مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔

(اشتہار مرزا غلام احمد قادیانی مؤرخہ ۲۰ شعبان از تبلیغ رسالت ص: ۲) ^(۱)

۱۴:- وما كان لى ان ادعى النبوة واخرج عن الاسلام والحق بقوم كافرين (مجھے کب جائز ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کافروں کی جماعت سے جا ملوں)۔
(حماتہ البشرى ص: ۹۶) ^(۲)

دوسرا دور ۱۸۹۹ء کے بعد

نبی کی تعریف میں تبدیلی

۱۵:- اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں، شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا، اور بغیر شریعت کے آسکتا ہے، مگر وہی جو پہلے امتی ہو، پس اس بناء پر میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی۔
(تجلیات الہیہ ص: ۲۵) ^(۳)

ختم نبوت کے معنی کی تحریف اور دے دے لفظوں میں دعوائے نبوت

۱۶:- نبی کے لفظ سے اس زمانہ کے لئے صرف یہ مراد ہے کہ کوئی شخص کامل طور پر شرف مکالمہ و مخاطبہ الہیہ حاصل کرے اور تجدید دین کے لئے مأمور ہو، یہ نہیں کہ کوئی دوسری شریعت لاوے، کیونکہ شریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے۔
(تجلیات الہیہ ص: ۹) ^(۴)

(۲) روحانی خزائن ج: ۷ ص: ۲۹۷۔

(۱) مجموعہ اشتہارات ج: ۲ ص: ۲۹۷۔

(۳) ایضاً ج: ۲۰ ص: ۴۰۱۔

(۴) ایضاً ج: ۲۰ ص: ۴۱۲۔

۱۷:- تم بغیر نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ وہ نعمتیں کیونکر پاسکتے ہو، لہذا ضرور ہوا کہ تمہیں یقین اور محبت کے مرتبہ پر پہنچانے کے لئے خدا کے انبیاء و قفا فو قفا آتے رہیں جن سے تم وہ نعمتیں پاؤ، اب کیا تم خدا تعالیٰ کا مقابلہ کرو گے، اور اس کے قدیم قانون کو توڑ دو گے۔ (یکچر سیالکوٹ ص: ۳۲) ^(۱)

۱۸:- خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک کلام پا کر جو غیب پر مشتمل ہو، زبردست پیشین گوئیاں ہوں، مخلوق کو پہنچانے والا اسلامی اصطلاح کی رو سے نبی کہلاتا ہے۔

(تقریر ج۲: ص: ۲، نیز اخبار الحکم ۲ مئی ۱۹۰۸ء، مباحثہ راولپنڈی ص: ۱۲۱) ۱۹:- یہ تمام بد قسمتی دھوکے سے پیدا ہوئی کہ نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی، نبی کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو اور شرف مکالمہ و مخاطبۃ الہیہ سے مشرف ہو، شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں، اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو۔ (ضمیمہ براہین پنجم ص: ۱۳۸) ^(۲) ۲۰:- میرے نزدیک نبی اسی کو کہتے ہیں جس پر خدا کا کلام یقینی و قطعی بکثرت نازل ہو، جو غیب پر مشتمل ہو، اس لئے خدا نے میرا نام نبی رکھا، مگر بغیر شریعت کے۔ (تجلیات الہیہ ص: ۲۶) ^(۳) ۲۱:- میں کوئی نیا نبی نہیں، مجھ سے پہلے سینکڑوں نبی آچکے ہیں۔

(الحکم ۱۰ اپریل ۱۹۰۸ء)

۲۲:- اس امت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے ہزار ہا اولیاء ہوئے ہیں، اور ایک وہ بھی ہوا جو امتی بھی ہے اور نبی بھی۔ (ہقیقۃ الوحی ص: ۲۸ حاشیہ) ^(۴)

(۲) ایضاً ج: ۲۱ ص: ۳۰۶۔

(۱) روحانی خزائن ج: ۲۰ ص: ۲۲۷۔

(۴) ایضاً ج: ۲۲ ص: ۳۰۔

(۳) ایضاً ج: ۲۰ ص: ۲۱۲۔

۲۳:- خدا کی مہر نے یہ کام کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والا اس درجہ کو پہنچا کہ ایک پہلو سے وہ اُمتی ہے اور ایک پہلو سے نبی ہے۔ (ہقیقۃ الوحی ص: ۹۶ حاشیہ^(۱))

۲۴:- اور خود حدیثیں پڑھتے ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں اسرائیلی نبیوں کے مشابہ لوگ پیدا ہوں گے، اور ایک ایسا ہوگا کہ ایک پہلو سے نبی ہوگا اور ایک پہلو سے اُمتی، وہی مسیح موعود کہلائے گا۔

(ہقیقۃ الوحی ص: ۱۰۱ حاشیہ^(۲))

۲۵:- جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء، ابدال، اقطاب اس اُمت میں سے گزر چکے ہیں، ان کو حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا، پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں، اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔

(ہقیقۃ الوحی ص: ۳۹۱ حاشیہ^(۳))

۲۶:- اس واسطے کو ملحوظ رکھ کر اور اس میں ہو کر اور اس نام محمد اور احمد میں مسٹی ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں۔

(ایک غلطی کا ازالہ ص: ۴۰ حاشیہ^(۴))

۲۷:- ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں، دراصل یہ نزاع لفظی ہے، خدا تعالیٰ جس کے ساتھ ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے جو بلحاظ کمیت و کیفیت دُوسروں سے بہت بڑھ کر ہو اور اس میں پیشین گوئیاں بھی کثرت سے ہوں اسے نبی کہتے ہیں، اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے، پس ہم نبی ہیں۔

(جلد ۵ مارچ ۱۹۰۸ء از مباحثہ راولپنڈی ص: ۱۳۷)

(۲) ایضاً ج: ۲۲ ص: ۱۰۴۔

(۱) روحانی خزائن ج: ۲۲ ص: ۹۹۔

(۴) ایضاً ج: ۱۸ ص: ۲۱۱۔

(۳) ایضاً ج: ۲۲ ص: ۴۰۶۔

۲۸:- میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نام سرورِ انبیاء نے نبی اللہ رکھا ہے۔ (نزول المسیح ص: ۴۸)^(۱)

۲۹:- میں رسول اور نبی ہوں، یعنی باعتبار ظلیتِ کاملہ کے میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔ (نزول المسیح ص: ۳۰ حاشیہ، از مباحث راولپنڈی ص: ۱۳۰)^(۲)

۳۰:- اس طرح پر میں خدا کی کتاب میں عیسیٰ بن مریم کہلایا، چونکہ مریم ایک اُمتی فرد ہے، اور عیسیٰ ایک نبی ہے، پس میرا نام مریم اور عیسیٰ رکھنے سے یہ ظاہر کیا گیا کہ میں اُمتی بھی ہوں اور نبی بھی۔ (ضمیمہ براہین پنجم ص: ۱۸۹)^(۳)

۳۱:- اس مرکب نام (اُمتی نبی) کے رکھنے میں حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ تاکہ عیسائیوں پر ایک سرزنش کا تازیانہ لگے، کہ تم تو عیسیٰ بن مریم کو خدا بناتے ہو مگر ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس درجہ کا نبی ہے کہ اس کی اُمت کا ایک فرد نبی ہو سکتا ہے اور عیسیٰ کہلا سکتا ہے، حالانکہ وہ اُمتی ہے۔ (ضمیمہ براہین پنجم ص: ۱۸۴)^(۴)

۳۲:- پس باوجود اس شخص (مسیح موعود، ناقل) کے دعوائے نبوت کے جس کا نام ظلی طور پر محمد و احمد رکھا گیا، پھر بھی سیدنا محمد خاتم النبیین ہی رہا۔ (ایک غلطی کا ازالہ)^(۵)

۳۳:- اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحبِ خاتم بنایا یعنی آپ کو افاضہ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی، اس وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا، یعنی آپ کی پیروی کمالاتِ نبوت بخشی ہے، اور آپ کی توجہ رُوحانی

(۲) ایضاً ج: ۱۸ ص: ۳۸۱۔

(۱) رُوحانی خزائن ج: ۱۸ ص: ۴۲۷۔

(۳) ایضاً ج: ۲۱ ص: ۳۵۵۔

(۴) ایضاً ج: ۲۱ ص: ۳۶۱۔

(۵) ایضاً ج: ۱۸ ص: ۲۰۹۔

نبی تراش ہے، اور یہ قوتِ قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔

(حقیقۃ الوحی ص: ۹۷ حاشیہ) ^(۱)

۳۴:- جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں، اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں، مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اسی کا نام پا کر اس کے واسطے سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے، رسول اور نبی ہوں، مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا، بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے، سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔ (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ) ^(۲)

۳۵:- وَنُؤْمِنُ بِأَنَّهُ خَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ إِلَّا الَّذِي رَبِّي مِنْ فَيْضِهِ وَظَهَرَهُ وَعَدَهُ۔ (از مباحثہ راولپنڈی ص: ۱۴۳)

تیسرا دور

کھلے طور پر دعوائے نبوت و رسالت و وحی نبوت

۳۶:- میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ (تمتہ حقیقۃ الوحی ص: ۶۸، از مباحثہ راولپنڈی ص: ۱۳۵) ^(۳)

۳۷:- وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا، پس اس سے آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہے، اور وہی

(۱) روحانی خزائن ج: ۲۲ ص: ۱۰۰۔ (۲) ایضاً ج: ۱۸ ص: ۲۱۰، ۲۱۱۔

(۳) ایضاً ج: ۲۲ ص: ۵۰۳۔

مسح موعود ہے۔

(۱) (تمتہ ھقیقۃ الوحی ص: ۶۵، از مباحثہ راولپنڈی ص: ۱۳۵) (۱)

۳۸:- وَأَخْرَيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ، یہ آیت آخری زمانہ میں ایک نبی کے ظاہر ہونے کی نسبت ایک پیش گوئی ہے۔

(۲) (تمتہ ھقیقۃ الوحی ص: ۶۱، از مباحثہ راولپنڈی ص: ۱۳۵) (۲)

۳۹:- صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔

(۳) (تمتہ ھقیقۃ الوحی ص: ۱۵۰، از مباحثہ راولپنڈی ص: ۱۳۵) (۳)

۴۰:- اس زمانہ میں خدا نے چاہا کہ جس قدر نیک اور راست باز مقدس نبی گزر چکے ہیں ایک ہی شخص کے وجود میں اُن کے نمونے ظاہر کئے جائیں، سو وہ میں ہوں، اسی طرح اس زمانہ میں تمام بدوں کے نمونے بھی ظاہر ہوئے، فرعون ہوں یا وہ یہود ہوں جنہوں نے حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھایا، یا ابوجہل ہو، سب کی مثالیں اس وقت موجود ہیں۔

(۴) (براہین پنجم ص: ۹۰، از مباحثہ راولپنڈی ص: ۱۳۵) (۴)

۴۱:- خدا تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھائے ہیں کہ وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو بھی اس سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے، لیکن پھر بھی جو لوگ انسانوں میں سے شیطان ہیں نہیں مانتے۔

(۵) (چشمہ معرفت ص: ۲۱۷) (۵)

۴۲:- خدا نے میرے ہزار ہا نشانوں سے میری تائید کی ہے کہ بہت کم نبی گزرے ہیں جن کی یہ تائید کی گئی ہو لیکن پھر بھی جن

(۱) زوہانی خزائن ج: ۲۲ ص: ۵۰۰۔ (۲) ایضاً ج: ۲۲ ص: ۵۰۲۔

(۳) ایضاً ج: ۲ ص: ۱۵۴۔ (۴) ایضاً ج: ۲۱ ص: ۱۱۷، ۱۱۸۔

(۵) ایضاً ج: ۲۳ ص: ۳۳۲۔

کے دلوں پر مہر ہے وہ خدا کے نشانوں سے کچھ بھی فائدہ نہیں اُٹھاتے۔
(تمہ ہقیقۃ الوحی ص: ۱۴۸)^(۱)

۴۳:- میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے مجھے بھیجا ہے، اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے، اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے، اور اس نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے، جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔
(تمہ ہقیقۃ الوحی ص: ۶۸)^(۲)

۴۴:- سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔
(دافع البلاء ص: ۱۷۰)^(۳)

۴۵:- حق یہ ہے کہ خدا کی وہ پاک وحی جو میرے اُپر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں، نہ ایک دفعہ بلکہ صد ہا دفعہ۔ (ایک غلطی کا ازالہ ج: ۱۸ ص: ۲)
(نیز یہی مضمون اربعین ص: ۴ و ۶ اور نزول المسیح ص: ۹۹، ہقیقۃ الوحی ص: ۱۰۲ و ۱۰۷ اور انجام آتھم ص: ۶۲ و ہقیقۃ النبوة مرزا محمود ص: ۲۰۹ و ۲۱۴ وغیرہ وغیرہ کتابوں میں بکثرت موجود ہے)^(۴)

۴۶:- میں خدا کی تیس برس کی متواتر وحی کو کیسے رد کر سکتا ہوں، میں اس کی اس پاک وحی پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ ان تمام وحیوں پر ایمان لاتا ہوں جو مجھ سے پہلے ہو چکی ہیں۔
(ہقیقۃ الوحی ص: ۱۵۰ و ۲۱۱، انجام آتھم ص: ۶۲)^(۵)

۴۷:- اور مجھے بتلایا گیا تھا کہ میری خبر قرآن و حدیث میں موجود ہے، اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے: ”هُوَ الَّذِي“

(۱) روحانی خزائن ج: ۲۲ ص: ۵۸۷۔

(۲) ایضاً ج: ۲۲ ص: ۵۰۳۔

(۳) ایضاً ج: ۲۲

(۴) ایضاً ج: ۱۸ ص: ۲۳۱۔

(۵) ہقیقۃ الوحی ص: ۱۵۴-۲۲۰۔ کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ۔^(۱)
(اعجاز احمدی ص: ۷)

۴۸:- آنچه من بشنوم از وحی خدا
بخدا پاک دامنش زخدا
ہجو قرآن منزہش دامن
از خطاہا ہمیں است ایمانم
(رسالہ نزول المسیح مصنفہ مرزا صاحب ص: ۹۹)^(۲)

نیز اسی رسالے کے صفحہ ۹۹ ہی میں فرماتے ہیں:-

۴۹:- انبیاء گرچہ بودہ اند بے
من بعرفاں نہ کمترم زکے
کم نیم زان ہمہ بروئے یقین
ہر کہ گوید دروغ ہست و لعین
۵۰:- آنچه دادہ است ہر نبی را جام
داد آں جام را مرا بہ تمام
(رسالہ نزول المسیح، صفحہ مذکور)

۵۱:- چنانچہ وہ مکالمات الہیہ جو ”براہین احمدیہ“ میں شائع ہو چکے
ہیں، ان میں سے ایک یہ وحی ہے: ”هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ
بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ“ (براہین
احمدیہ ص: ۴۹۸) اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول
کر کے پکارا گیا ہے، پھر اسی کتاب میں اس مکالمہ کے قریب ہی
یہ وحی اللہ ہے: ”مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى
الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ“ میں، اور کئی جگہ رسول کے لفظ سے اس
عاجز کو یاد کیا گیا۔ (تبلیغ رسالت ج: ۱۰ ص: ۱۰۴)^(۳)

(۱) روحانی خزائن ج: ۱۹ ص: ۱۱۳۔ (۲) ایضاً ج: ۱۸ ص: ۴۷۷۔ (۳) ایضاً ج: ۳ ص: ۴۳۲، ۴۳۱۔
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

تشریحی نبوت اور صاحبِ شریعت ہونے کا دعویٰ

۵۲:- اگر کہو کہ صاحبِ الشریعت افتراء کر کے ہلاک ہوتا ہے نہ ہر ایک مفتری، تو اوّل تو یہ دعویٰ بلا دلیل ہے، خدا نے افتراء کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی، ماسوائے اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ چند امور نہی بیان کئے، اور اپنی امت کے لئے قانون مقرر کیا، وہی صاحبِ شریعت ہوگا، پس اس تعریف کی رو سے ہمارے مخالف ملزم ہیں، کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی، مثلاً: ”قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَلِكَ أَزْكَى لَهُمْ“، یہ براہینِ احمدیہ میں درج ہے، اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی، اور اس پر برس کی عمر گزر گئی، اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی، اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”إِنَّ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَى صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى“ یعنی قرآنی تعلیم میں بھی موجود ہے۔

اور اگر یہ کہو کہ شریعت وہ ہے کہ جس میں باستیفاء امر و نہی کا ذکر ہو تو یہ بھی باطل ہے، کیونکہ اگر توراۃ یا قرآن میں باستیفاء احکامِ شریعت کا ذکر ہوتا تو اجتہاد کی گنجائش نہ رہتی، غرض یہ سب خیالات فضول اور کوتاہ اندیشیاں ہیں۔^(۱)

اسی کتاب کے حاشیہ نمبر ۷ میں لکھتے ہیں:-

چونکہ میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی، اور شریعت کے

ضروری احکام کی تجدید ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے میری تعلیم کو اور اس وحی کو جو میرے اوپر ہوتی ہے فلک یعنی کشتی کے نام سے موسوم کیا ہے، جیسا کہ ایک الہام الہی کی یہ عبارت ہے: ”وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيُنَا إِنَّ الدِّينَ لِبَيْنَا وَبَيْنَكَ“ ”انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیہم“ یعنی اس تعلیم و تجدید کی کشتی کو ہماری آنکھوں کے سامنے ہماری وحی سے بنا، جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں، یہ خدا کا ہاتھ ہے جو ان کے ہاتھوں پر ہے۔ اب دیکھ خدا نے میری وحی اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا، اور تمام انسانوں کے لئے اسے مدارِ نجات ٹھہرایا، جس کی آنکھیں ہوں دیکھے اور جس کے کان ہوں سنے۔ (حاشیہ ربیعین ص: ۷) (۱)

تمام انبیاء علیہم السلام کی ہمسری بلکہ ان سے افضلیت کا دعویٰ اور ان کی توہین

۵۳:- میں آدم ہوں، شیث ہوں، نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحق ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں یعقوب ہوں، میں یوسف ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ہوں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا مظہر اتم ہوں، یوں ظلی طور پر میں محمد اور احمد ہوں۔

(حاشیہ ہیئتہ الوحی ص: ۷۲، نزول المسح ص: ۴، از ختم نبوت ص: ۸) (۲)

۵۴:- ابن مریم کے ذکر کو چھوڑ دو، اس سے بہتر غلام احمد ہے۔

(دافع البلاء ص: ۲۰، از ختم نبوت ص: ۸) (۳)

(۲) روحانی خزائن ج: ۲۲ ص: ۷۶، ج: ۱۸ ص: ۳۸۲۔

(۱) حاشیہ ص: ۲۳۵۔

(۳) ایضاً ص: ۲۴۰۔

۵۵:- خدا نے اس اُمت میں مسیح بھیجا جو اس سے پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے، مجھے قسم ہے اس اللہ کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں ہرگز نہ کر سکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں، ہرگز نہ دکھلا سکتا۔

(ہقیقۃ الوحی ص: ۱۳۵، ۱۳۸)^(۱)

۵۶:- آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے، تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسی عورتیں تھیں، جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ (حاشیہ انجام آتھم ص: ۷) پس اس نادان اسرائیلی نے ان معمولی باتوں کا پیشین گوئی کیوں نام رکھا۔ (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص: ۴)^(۲) یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو کچھ جھوٹ بولنے کی عادت تھی۔

(حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص: ۵، ازالہ کلاں ص: ۳، اعجاز احمدی ص: ۱۳ و ۱۴،

ازالہ ادہام ص: ۱۳۲ و ۱۳۳، و کشتی نوح ص: ۱۶، از ختم نبوت ص: ۸)^(۳)

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے افضلیت کا دعویٰ

۵۷:- ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی تعداد صرف تین ہزار لکھی ہے۔ (تحفہ گولڑویہ ص: ۴۰)^(۴)

اور اپنے معجزات کی تعداد براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ: ۵۶ پر دس لاکھ بتلائی ہے۔^(۵)

۵۸:- له خسف القمر المنير وان لی غسا القمران
المشرقان اتنکر۔ اس کے لئے (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ

(۲) ایضاً ج: ۱۱ ص: ۲۹۱۔

(۱) روحانی خزائن ج: ۲۲ ص: ۱۵۲۔

(۴) ایضاً ج: ۱۷ ص: ۱۵۳۔

(۳) ایضاً ج: ۱۱ ص: ۲۸۹۔

(۵) ایضاً ج: ۲۱ ص: ۷۲۔

وسلم کے) چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں، اب کیا تو انکار کرے گا۔ (اعجاز احمدی ص: ۷۱) (۱)
 ۵۹:- ایک غلطی کا ازالہ (اشتہار) میں حضرت مسیح موعود نے فرمایا ”مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ“ کے الہام میں محمد رسول اللہ سے میں مراد ہوں اور محمد رسول اللہ خدا نے مجھے کہا ہے۔

(اخبار الفضل قادیان جلد: ۱۰ مورخہ ۱۵ فروری ۱۹۱۵ء)
 ۶۰:- پس ظلی نبوت نے مسیح موعود کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا، بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریمؐ کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا۔ (کلمۃ الفصل، مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی، مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجنس ص: ۱۱۲ نمبر: ۲ جلد: ۱۳)

۶۱:- محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں

اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں

محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل

غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

(از قاضی ظہیر الدین صاحب اکمل قادیانی، منقول از

اخبار ”پیغام صلح“ لاہور مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۱۶ء)

۶۲:- محمد میں اور ہمارے میں بڑا فرق ہے، کیونکہ مجھے تو ہر ایک

وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے۔

(نزول المسح مرزا غلام احمد صاحب ص: ۹۶)

حدیث رسول کی توہین

۶۳:- اور ہم اس کے جواب میں خدا کی قسم کھا کر بیان کرتے

ہیں کہ میرے اس دعوے کی بنیاد حدیث نہیں بلکہ قرآن اور وحی

ہے جو میرے اوپر نازل ہوئی، ہاں تائیدی طور پر وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں، اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔ (اعجاز احمدی ص: ۳۰، تحفہ گولڈیہ ص: ۱۰) (۱)

اپنے نہ ماننے والے تمام مسلمانوں کو مغلط گالیاں اور سب کی تکفیر

۶۴:- جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی مخالفت کرنے والا جہنمی ہے۔

(الہام مرزا غلام احمد صاحب، تبلیغ رسالت ج: ۹ ص: ۶۷) (۲)

۶۵:- کل مسلمانوں نے مجھے قبول کر لیا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کر لی ہے، مگر کنجریوں اور بدکاروں کی اولاد نے مجھے نہیں مانا۔ (آئینہ کلمات ص: ۵۴) (۳)

۶۶:- جو شخص میرا مخالف ہے وہ عیسائی، یہودی، مشرک اور جہنمی ہے۔ (نزل المسیح ص: ۴، تذکرہ ص: ۲۲۷، تحفہ

گولڈیہ ص: ۲۱، تبلیغ رسالت ج: ۹ ص: ۲۷)

۶۷:- بلاشبہ ہمارے دشمن بیابانوں کے خزیر ہو گئے اور ان کی عورتیں کتوں سے بھی بڑھ گئیں۔

(نجم الہدی ص: ۱۰، دُرّ ثمن ص: ۲۹۴) (۴)

۶۸:- جو شخص ہماری فتح کا قائل نہ ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا

(۱) روحانی خزائن ج: ۱۹ ص: ۱۴۰۔

(۲) مجموعہ اشتہارات ج: ۳ ص: ۲۷۵۔

(۳) روحانی خزائن ج: ۵ ص: ۵۴۷، ۵۴۸۔ (۴) ایضاً ج: ۱۳ ص: ۵۳۔

کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے۔ (انوار الاسلام ص: ۲۰) (۱)

۶۹:- ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں۔ (ہقیقۃ الوحی ص: ۱۶۳) (۲)

۷۰:- کفر دو قسم پر ہے (اول) ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام ہی سے انکار کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا، (دوئم) دوسرے یہ کفر کہ مثلاً مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا و رسول نے تائید کی اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں تاکید پائی جاتی ہے، پس اس لئے کہ وہ خدا و رسول کے فرمان کا منکر ہے اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔ (ہقیقۃ الوحی ص: ۱۷۹) (۳)

۷۱:- دُنیا میں مأموروں کے انکار جیسی کوئی شقاوت نہیں اور ان مقبولوں کے مان لینے جیسی کوئی سعادت نہیں، اور وہ امن و امان کے قلعہ کی چابی اور داخل ہونے والوں کی پناہ ہیں، تو پھر کیا حال ہوگا اس کا جس نے اس کی چابی کو کھول دیا، اور قلعہ میں داخل نہ ہوا، اور باہر نکالے ہوئے لوگوں کے ساتھ مل کر بیٹھ رہا، اور فی الحقیقت دو شخص بڑے ہی بد بخت ہیں اور انس و جن میں سے ایسا کوئی بھی بد طالع نہیں، ایک وہ جس نے خاتم الانبیاء کو نہ مانا، دوسرا وہ جو خاتم الخلفاء پر ایمان نہ لایا۔ (الہدیٰ ص: ۴، غلام احمد) (۴)

۷۲:- کافر کہنے والا بہر حال منکر ہوگا اور جو شخص اس دعوے سے منکر ہے وہ بہر حال کافر ٹھہر گیا۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم طبع دوم ص: ۶۴، خاتمہ بحث ص: ۲۶) (۵)

(۱) روحانی خزائن ج: ۹ ص: ۳۱۔ (۲) ایضاً ج: ۲۲ ص: ۱۶۷۔ (۳) ایضاً ج: ۲۲ ص: ۱۸۵۔

(۴) ایضاً ج: ۱۸ ص: ۲۵۰۔ (۵) ایضاً ج: ۲۱ ص: ۸۲۔

۷۳:- الجواب، یہ عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھہراتے ہیں، حالانکہ خدا کے نزدیک ایک ہی قسم ہے، کیونکہ جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خدا پر افتراء کرنے والا سب کافروں سے بڑھ کر کافر ہے، پس جبکہ میں نے ایک مکتذب کے نزدیک خدا پر افتراء کیا ہے اس صورت میں نہ میں کافر بلکہ بڑا کافر ہوا، علاوہ اس کے جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا و رسول کو بھی نہیں مانتا، کیونکہ میری نسبت خدا و رسول کی پیشین گوئی موجود ہے۔

(۱) (ہیئۃ الوحی ص: ۱۶۳، از غلام احمد)

۷۴:- فضل حسین بیرسٹر نے کوئی چھ مرتبہ التجا کی کہ ہم لوگ کافر نہیں کہتے یا جو لوگ کافر نہیں کہتے ان کے ساتھ مل کر نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے، تو حضرت (مرزا غلام احمد) نے بجائے اجازت کے فرمایا: نہیں ہم ایسا نہیں کر سکتے، ہم تو کافر نہ کہنے والوں کو بھی کافر کہنے والوں کے ساتھ ہی سمجھتے ہیں.... الخ۔

(فیصلہ حکم نمبر: ۳۳، منقول از مناظرۃ راولپنڈی ص: ۲۶۵)

۷۵:- جو شخص ظاہر کرتا ہے کہ میں نہ ادھر کا ہوں نہ ادھر کا ہوں، اصل میں وہ بھی ہمارا مکتذب ہے، اور جو ہمارا مصدق نہیں اور کہتا ہے کہ میں ان کو اچھا جانتا ہوں وہ بھی مخالف ہے، ایسے لوگ دراصل منافق طبع ہیں۔ (بدر ۲۴ اپریل ۱۹۰۳ء)

۷۶:- بہر حال کسی کے کفر اور اس کے اتمامِ حجت کے بارے میں فرد فرد کا حال دریافت کرنا ہمارا کام نہیں ہے، یہ اس کا کام ہے جو عالم الغیب ہے، ہاں چونکہ شریعت کی بنیاد ظاہر پر ہے

اس لئے ہم منکر کو مؤمن نہیں کہہ سکتے، اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ مؤاخذہ سے بری ہے، اور کافر کو منکر ہی کہتے ہیں۔

(ہقیقۃ الوجی ص: ۱۷۱) (۱)

۷۷:- پس نہ صرف اس کو جو آپ کو کافر نہیں کہتا مگر آپ کے دعوے کو نہیں مانتا کافر قرار دیا، بلکہ وہ بھی جو آپ کو دل میں سچا قرار دیتا ہے اور زبانی بھی آپ کا انکار نہیں کرتا لیکن ابھی بیعت میں اُسے کچھ توقف ہے کافر قرار دیا گیا ہے، پس سوچنے کا مقام ہے کہ حضرت صاحب نے اس معاملہ میں کس قدر تشدد سے کام لیا ہے، اور عقل بھی یہی چاہتی ہے، کیونکہ اگر ایک ہندو رسول اللہ کو سچا مانے اور دل میں اقرار بھی کرے اور ظاہر طور پر انکار بھی نہ کرے، ہاں بعض واقعات کی بناء پر ابھی کھلم کھلا اسلام لانے سے پرہیز کرے تو ہم اسے کبھی بھی مسلمان نہیں سمجھتے، بلکہ اُسے کافر ہی سمجھتے ہیں، اور شریعت اسلام کبھی اس کے ساتھ ناتہ رشتہ کو جائز نہیں رکھتی، یعنی اس کے ساتھ کسی مسلمان عورت کے بیاہ دینے کی اجازت نہیں دیتی، پس اسی طرح غیر احمدی کا حال ہے، جو ہمارے حضرت صاحب کو دل میں سچا جانتا ہے لیکن ابھی بیعت کرنے میں متردد ہے، پس جو لوگ ابھی آپ کے دعوے کے ماننے میں متردد ہیں اُن کی نسبت حضرت صاحب نے کفر کا فتویٰ دیا ہے، جیسا کہ میں حضرت صاحب کی عبارتیں اوپر نقل کر آیا ہوں۔

(تضحیۃ الاذہان ص: ۴۱، ۴۲ بابت اپریل ۱۹۱۱ء مرزا بشیر الدین محمود قادیانی)

۷۸:- اور ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں، کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالیٰ

کے ایک نبی کے منکر ہیں، یہ دین کا معاملہ ہے، اس میں کسی کا اپنا اختیار نہیں کہ کچھ کر سکے۔

(انوار خلافت، مرزا بشیر الدین محمود قادریانی ص: ۹۰)

۷۹:- کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو وہ کافر اور اسلام سے خارج ہیں، میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ میرے عقائد ہیں۔ (آئینہ صداقت ص: ۳۵)

ختم نبوت کے معنی کی تحریف و تاویل میں متضاد اور بے تکی باتیں

۱:- اپنی کتاب ”حقیقۃ الوحی“ صفحہ: ۹۷ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں^(۱):-
اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا، یعنی آپ کو افاضہ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی، اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا، یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشی ہے، اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے، اور یہ قوت قدسیہ کسی اور کو نہیں ملی۔

گویا خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین نہیں، بلکہ انبیاء کی مہر ہیں کہ نبی بنانے کی قدرت و اختیار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا گیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جتنے چاہیں نبی بنا سکتے ہیں^(۲)۔

(۱) روحانی خزائن ج: ۲۲ ص: ۱۰۰۔

(۲) مگر افسوس ہے کہ مرزا صاحب کی تحریریں ایسا جنگل ہیں کہ کچھ دور نکل جانے کے بعد انہیں خود بھی اپنا پہلا کلام یاد نہیں رہتا، اپنی کتاب ”حقیقۃ الوحی“ صفحہ: ۳۹۱ پر یہ لکھتے ہیں: ”جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء، ابدال، اقطاب اس امت میں گزر چکے ہیں ان کو حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا، پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔“ یہاں ان کو یہ بھی دھیان نہیں رہا کہ خاتم النبیین میں..... (باقی اگلے صفحہ پر)

۲:- اور اپنی کتاب ”نزول مسیح“ کے صفحہ ۳۰ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں^(۱):-
میں رسول اور نبی ہوں، یعنی باعتبار ظلیتِ کاملہ کے میں وہ آئینہ
ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے، پس
باوجود اس شخص (مرزا صاحب) کے دعوائے نبوت کے جس کا
نام ظلی طور پر محمد اور احمد رکھا گیا، پھر بھی سیدنا محمد خاتم النبیین ہی
رہا۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

اس سے معلوم ہوا کہ خاتم النبیین کے معنی تو وہی ہیں جو سب مسلمان سمجھتے
ہیں، لیکن مرزا صاحب کا نبی ہونا اس کے منافی نہیں، کیونکہ (معاذ اللہ) عین محمد و
احمد ہیں۔

۳:- تجلیاتِ الہیہ صفحہ ۹ کے حاشیہ میں ہے^(۲):-

نبی کے لفظ سے اس زمانہ کے لئے صرف یہ مراد ہے کہ کوئی شخص
کامل طور پر شرفِ مکالمہ و مخاطبہ الہیہ حاصل کرے اور تجدیدِ دین
کے لئے مأمور ہو، یہ نہیں کہ کوئی دوسری شریعت لاوے، کیونکہ
شریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے۔

اس میں ختم نبوت کے معنی کا یہ حاصل ہوا کہ شریعت ختم ہے، نبوت ختم نہیں،
غرض جب سے مرزا صاحب دوسرے دور میں داخل ہوئے اور نبی بننے کا شوق
دامن گیر ہوا تو خاتم النبیین اور مسئلہ ختم نبوت کو اپنی راہ میں حائل پا کر اس کی تحریف و

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)..... لفظ ”نبیین“ جمع ہے، اگر مرزا صاحب کے ایجاد کردہ معنی خاتم النبیین
کے لئے جاویں تو وہ اس وقت تک صادق نہیں آسکتا جب تک ایک سے زائد نبی آپ صلی اللہ علیہ
وسلم کی مہر سے نہ بنے ہوں، اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال اس میں ہے کہ آپ کے ذریعے
لوگ نبی بنیں تو کیا ساری امت میں سے صرف ایک شخص کو، وہ بھی تیرہ سو برس کے بعد، آپ نبی
بناسکے، صحابہ و تابعین اور امت کے تمام اکابر میں کوئی اس قابل نہ تھا کہ آپ کی مہر سے نبی بن
جاتا؟ ۱۲ منہ

(۲) ایضاً ج: ۲۰ ص: ۴۰۱۔

(۱) روحانی خزائن ج: ۱۸ ص: ۳۸۱۔

تاویل شروع کی، لیکن اس میں بھی حسب دستور کسی ایک تحریف پر قائم نہ رہے، کبھی خاتم النبیین ہی کے معنی بدل کر مہرِ نبوت قرار دیا، کبھی ختم نبوت کے معنی کو اپنے معروف و مشہور معنی میں رکھ کر ظلی و بروزی نبوت کی قسمیں ایجاد کیں اور ظلی نبی کو عین محمد و احمد بتلا کر ختم نبوت کی زد سے باہر آنے کی سعی فرمائی، اور کہیں ختم نبوت میں ایک قید بڑھا کر اس سے گلو خلاصی کی فکر کی کہ ختم ہونے والی نبوت وہ ہے جس کے ساتھ شریعت بھی ہو، مطلق نبوت کا اختتام مراد نہیں۔ مرزا صاحب کی نبوت اور قادیانی تعلیمات اور عقائد سے توبہ کرنے کے لئے تو میرے خیال میں قرآن و حدیث سے دلیل لانے کی ضرورت نہیں، خود مرزا صاحب کی متضاد اور بے تکی باتیں پڑھ لینا ایک منصف مزاج، سلیم الفہم انسان کے لئے کافی ہے، اور تمام لٹریچر پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں، جتنی باتیں اس مقدمے میں نقل کر دی گئی ہیں، ان کا بھی ہر اہل عقل و دیانت پر بلاشبہ یہی اثر ہوگا، لیکن عام مسلمانوں کے سمجھنے اور نفسِ مسئلہ کو سمجھانے کے لئے فی الجملہ اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ قرآن و حدیث اور سلف صالحین صحابہؓ و تابعینؓ کے آثار و اقوال کے ذریعہ اس مسئلہ کے ہر پہلو کو واضح کر دیا جائے، اسی مقصد کے لئے یہ کتاب بنام ”ختم نبوت“ لکھی گئی ہے، واللہ الموفق والمعین۔

مقصود کی تقسیم چار حصوں میں

چونکہ اس بحث میں ہمارا رُوئے سخن ایک ایسی جماعت کی طرف ہے جو دعویٰ اسلام ہے، اور قرآن و حدیث اور اجماعِ اُمت کا اتباع کرنے کا دعویٰ رکھتی ہے، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم مسئلہ زیر بحث کو اُصولِ اسلام اور احکامِ شرعیہ کی تینوں قطعی حجت (یعنی قرآن، حدیث، اجماع) سے علیحدہ علیحدہ تین حصوں میں واضح کر کے پیش کریں، اس لئے ابتداءً اس رسالہ کے تین حصے قرار دیئے گئے:-

اول:- ختم النبوة فی القرآن، جس میں آیاتِ قرآنیہ سے اس مسئلہ کا قطعی اور واضح ثبوت پیش کیا جائے اور ان کے متعلق جو مخالف کے شبہات ہیں ان کا منصفانہ جواب دیا جائے۔

دوسرے:- ختم النبوة فی الحدیث، جس میں احادیث نبویہ سے اس مسئلہ کو منفتح کیا جاوے اور شہادت مخالفین کے جوابات دیئے جاویں۔

تیسرے:- ختم النبوة فی الآثار، جس میں إجماع اُمت اور اقوال سلف صحابہؓ و تابعینؓ اور ائمہ دین اور ہر طبقہ کے علمائے راہنیں یعنی علمائے عقائد و کلام، مفسرین، محدثین، فقہاء، صوفیاء وغیرہم کی تحقیقات و تصریحات اس مسئلہ کے متعلق پیش کی جاویں، اسی کے آخر میں کتب قدیمہ توراۃ و انجیل وغیرہ سے بھی اس مسئلہ کے ہر پہلو کو کھولا جاوے اور عقلی دلائل سے بھی ختم نبوت کا ثبوت دیا جاوے۔

چوتھے:- اس کے بعد اس کی ضرورت باقی رہتی ہے کہ جن چیزوں کو قادیانی اُمت اپنے مذہب یعنی بقاء نبوت کے دلائل کہہ کر لوگوں کو فریب دیتی ہے، اُن کے جوابات تحقیق و انصاف کے ساتھ دیئے جاویں۔

پانچویں:- مرزا کے ذاتی حالات و مقالات اور اخلاق و اعمال کو جمع کیا جاوے، جس سے معلوم ہو سکے گا کہ اگر بالفرض نبوت ختم بھی نہ ہو اور دُنیا کا ہر مسلمان نبی بن سکے تب بھی مرزا جی کو نبوت حاصل ہونا محال ہے۔

ابتدائی تین حصے اس کتاب میں موجود ہیں، چوتھے اور پانچویں حصہ کا ارادہ اس لئے چھوڑ دیا گیا کہ اس موضوع پر بہت سی مختصر و مفصل کتابیں شائع ہو چکی ہیں، اس کے لئے اب کسی خاص اہتمام کی ضرورت نہ رہی۔

وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التُّكْلَانُ

ختم النبوة فی القرآن حصہ اول

ختم النبوة فی القرآن

حصہ اول

قرآن مجید وہ کتاب عزیز ہے کہ جس کی ایک ایک ادا پر اہل علم کی جانیں اور اموال قربان ہیں، اور اس کے ہر اشارے پر مسلمانوں کی نظریں لگی ہوئی ہیں، بہت کافی تھا کہ مسئلہ زیر بحث میں بھی ایک اشارہ پر کفایت کرتا، لیکن خدائے علیم وخبیر ہی خوب جانتا ہے کہ کون سا مسئلہ زیادہ قابلِ اہتمام ہے، اور اس مسئلے کے بیان کی آئندہ ضرورت پڑنے والی ہے، اس نے اپنے ازلی کلام میں اس مسئلہ کا ہر پہلو اس قدر واضح کر دیا کہ کسی مسلمان کو جس کے دماغ میں فہم کا کچھ مادہ اور قلب میں تھوڑا سا خدا کا خوف اور اس کی کتاب کی کچھ عظمت ہو، اس کے لئے کسی قسم کے شک بلکہ تاویل و تخصیص کی بھی گنجائش نہیں چھوڑی، پھر نہ صرف ایک مرتبہ اور ایک جگہ بلکہ متعدد مرتبہ اور مختلف مقامات میں مختلف طرزِ بیان سے اس مسئلے کو ذہن نشین کیا گیا، جس کو میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ ہدیہ ناظرین کرنا چاہتا ہوں۔

تفسیر قرآن کا معیارِ صحیح کیا ہے؟

ہر زبان اور ہر لغت میں کسی کلام کی مراد معلوم کرنے کے لئے جس طرح یہ ضروری ہے کہ اس لغت کے مفردات اور قواعدِ ترکیب وغیرہ معلوم کئے جائیں، اسی طرح ہر کلام کی مراد متعین کرنے کے لئے یہ بھی نہایت ضروری ہے کہ متکلم اور مخاطب کو پیش نظر رکھا جائے۔

کیونکہ عموماً لغت اور زبان کے اعتبار سے ہر کلام کے مختلف معنی اور مختلف مرادیں ہو سکتی ہیں، جب تک کہ خصوصیاتِ متکلم و مخاطب کو حکم نہ بنایا جائے معنی مراد

اور مقصود کو متعین نہیں کیا جاسکتا، اور جب کہیں ان خصوصیات سے قطع نظر کر کے کلام کی مراد بتلائی جاتی ہے، تو اکثر ٹھوکریں کھانا پڑتی ہیں، اور بہت سی غلطیوں کا شکار ہونا پڑتا ہے۔

معانی اور بلاغت کے فنون میں اس مضمون کو بوضاحت بیان کیا گیا ہے، اس جگہ صرف ایک مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

دیکھئے! اگر ایک شخص کہتا ہے کہ ”بارش نے زمین میں گھاس اور درخت اُگائے ہیں“ تو اگر اس کا کہنے والا ایک توحید پرست مسلمان ہے تو ہر عقل مند اس کلام کے یہ معنی سمجھے گا کہ بارش گھاس اُگانے کا ظاہری سبب ہے، اور اگر کہنے والا کوئی دہریہ مادہ پرست ہے تو یہی کلمہ کفر سمجھا جائے گا، اور اس کی مراد یہ قرار دی جائے گی کہ وہ بارش کو گھاس، درخت وغیرہ پیدا کرنے میں مؤثر حقیقی کہتا ہے، جو قطعاً کفر ہے۔ دیکھئے کہ متکلم کے احوال کے مختلف ہونے کی وجہ سے ایک کلام کی مراد میں کس قدر شدید اختلاف ہو گیا، ایک کلمہ جبکہ مسلمان کہتا ہے تو اس کی مراد صحیح ہے، اور کفر کی کوئی وجہ نہیں، اور کوئی دہریہ کہتا ہے تو یہی کلمہ کفر بن جاتا ہے (دیکھو مختصر معانی و مطول وغیرہ)۔

اسی طرح بعض اوقات میں مخاطب کے بدل جانے سے کلام کی مراد بدل جاتی ہے، ایک عالم فاضل کے لئے جب ”علامہ“ کہا جاتا ہے تو اس کی اعلیٰ درجے کی تعظیم و توقیر ہوتی ہے، اور یہی لفظ جب کسی اُن پڑھ جاہل کے حق میں بولا جاتا ہے تو اس کا استہزاء اور ٹھنھا کرنا منظور ہوتا ہے۔

اسی طرح بیوی کو ”حرہ“ کہہ کر طلاق مراد لی جاسکتی ہے جو انقضائے المباحات اور نہایت مکروہ چیز ہے، اور دوسری عورتوں کو یہی لفظ کہنا ان کی تعظیم و تعریف میں داخل ہے، اسی طرح زمانہ اور مکان اور دیگر خصوصیات متکلم و مخاطب کے اختلاف سے کلام کی مراد میں شدید اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ تھوڑے سے غور کرنے سے ہر ایک زبان میں ہر انسان اس قسم کی ہزاروں مثالیں بیان کر سکتا ہے جن کی تفصیل اس جگہ بے موقع ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر زبان میں جس طرح کلام کی مراد معلوم کرنے کے

لئے اس زبان کی لغت اور قواعدِ صرفیہ و نحویہ کے معلوم کرنے کی ضرورت ہے، اسی طرح یہ بھی اہم ضرورت میں سے ہے کہ خصوصیاتِ متکلم و مخاطب کو زیرِ نظر رکھ کر مراد متعین کی جائے، اور جو کلام کی مراد اُس کے بغیر بیان کی جائے وہ بالکل ناقابلِ اعتبار ہے، کیونکہ اکثر کلام میں نفسِ لغت کے اعتبار سے چند احتمال ہو سکتے ہیں، ان میں سے معنی مراد کی تعیین صرف خصوصیاتِ مذکورہ پر موقوف ہوتی ہے۔

اسی اُسلوب پر خدائے قدوس کا کلام بھی باعتبارِ لغت و قواعدِ ترکیب اکثر مواضع میں مختلف معانی کا متحمل ہو سکتا ہے، اور ان کی متعدد مرادیں بن سکتی ہیں، اور حسبِ دستور ان میں بھی فیصلہ صرف خصوصیاتِ مذکورہ سے کرنا ہوتا ہے۔

ابنِ سعد نے بروایتِ عکرمہؒ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ:-

حضرت علیؓ کریم اللہ وجہ نے خوارج سے مناظرہ کرنے کے لئے

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ

آیاتِ قرآنیہ کو مناظرہ کا معرکہ مت بناؤ بلکہ احادیث کو پیش

کرو۔ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ: امیر المؤمنین!

قرآن مجید ہی سے مناظرہ کرنے میں کیا اندیشہ ہے؟ ہم بفضلہ

تعالیٰ قرآن مجید کو ان سے زیادہ سمجھتے ہیں، ہمارے ہی گھروں

میں قرآن نازل ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: یہ تو

آپ نے سچ کہا، لیکن قرآن مجید ایک مختصر اور معجز کلام ہے جو

مختلف احتمالات کا تحمل کرنے والا اور ذو وجہ ہے، اگر اس کے

سمجھنے اور اس کی تفسیر کا معیار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم

اور آپؐ کی احادیث کو نہ بنایا گیا تو ایک آیت کی تفسیر میں تم بھی

کچھ کہتے رہو گے اور وہ بھی کچھ بولتے رہیں گے، کوئی بات

فیصلہ کن نہ ہوگی۔ چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے اس

کو تسلیم کر کے ایسا ہی کیا، یہاں تک کہ خوارج کے ہاتھ میں

سوائے رسوائی کے کچھ نہ رہا۔ (کذا فی اللان، ج: ۱ ص: ۱۴۳)

اس روایت میں ادھر تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فرمان سے صاف ظاہر ہو گیا کہ قرآن مجید ذو وجہ ہے، اس کے ایک کلام میں بحیثیت زبان مختلف معانی کا احتمال ممکن ہے، اور جب تک اس کی مراد متعین کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور خصوصیات مذکورہ کا لحاظ نہ رکھا جائے اس کی حقیقی اور صحیح مراد کو پہنچنا مشکل ہے، اور دوسری طرف حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے جو یہ فرمایا کہ قرآن ہمارے گھروں میں نازل ہوا اس لئے ہم قرآن مجید کو ان سے زیادہ سمجھتے ہیں، اس سے یہ ثابت ہوا کہ خصوصیات متکلم و مخاطب کو کلام کے سمجھنے میں بڑا دخل ہے۔

خلاصہ یہ کہ قرآن مجید کے اکثر جملوں میں لغت عرب اور قواعد نحو و صرف کے اعتبار سے مختلف معانی کا احتمال ہو سکتا ہے، ان احتمالات میں سے کیا صحیح ہے کیا غلط؟ اس کے پہچاننے کے لئے کوئی معیار ہونا ضروری ہے، ورنہ ہر شخص جو معنی چاہے گا وہ اختیار کر لے گا اور فیصلہ کی کوئی صورت نہ ہوگی۔

اس سے پہلے کہ ہم ختم نبوت کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات پیش کریں، اس امر کا طے کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ تفسیر قرآن کا صحیح معیار کیا ہے جس سے ہم یہ معلوم کر سکیں کہ فلاں تفسیر صحیح ہے اور فلاں غلط۔

تفسیر قرآن کا معیار اور اس کا صحیح طریق

جن حضرات نے علوم قرآنیہ کے اصول پر کتابیں لکھی ہیں، انہوں نے اس مسئلے کو اہم قرار دے کر مفصل تقریر فرمائی ہے، ہم اس جگہ شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب ”الاتقان فی علوم القرآن“ کی عبارت کا خلاصہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جس کو انہوں نے جمہور علماء سے نقل فرمایا ہے:-

قرآن مجید کی تفسیر مذکورہ ذیل طریقوں پر علی الترتیب^(۱) قابل اعتماد ہوگی، اور

(۱) کما فی تفسیر قولہ تعالیٰ: ”يَا أَيُّهَا الرُّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ“ من روح المعانی قال الألوسی: جمع القرآن علوم الاولین والآخرین بحیث لم يحط بهما علماء حقيقة الا المتكلم بها ثم رسول الله صلى الله عليه وسلم خلا ما استأثر به سبحانه، ثم ورث عنه معظم ذلك سادات الصحابة واعلامهم (باقی اگلے صفحے پر)

جو تفسیر ان طریقوں میں سے کسی طریق پر بھی نہ ہو وہ قرآن کی تحریف سمجھی جائے گی۔

۱:- مقدم اور سب سے زیادہ قابل اعتماد اس باب میں وہ تفسیر ہے جو خود قرآن مجید ہی کی دوسری آیات سے مستفاد ہو، کیونکہ اس کلام پاک میں اگر ایک مسئلے کو کسی جگہ مبہم ارشاد فرمایا ہے، تو اکثر دوسری جگہ اس کی تفصیل کردی گئی ہے۔ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے تفسیر القرآن بالقرآن پر مستقل کتاب تصنیف فرمائی ہے، جس میں قرآن کی مبہم آیات کی دوسری آیات سے شرح کی گئی ہے، اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی اپنی تفسیر میں اس کا التزام کیا ہے کہ ایک آیت کی تفسیر اگر کسی دوسری آیت سے ہو سکتی ہے تو سب سے پہلے اسی کو لاتے ہیں۔

۲:- دوسرے درجے میں سب سے زیادہ قابل اعتماد وہ تفسیر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی آیت کے متعلق اپنے قول یا فعل سے بیان فرمائی ہو، کیونکہ یہ کتاب مبین آپ پر نازل ہوئی، اور آپ کو رسول بنا کر بھیجنے کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ آپ اس کتاب کی تعلیم دیں اور اس میں جو امور مبہم ہیں ان کو بیان فرمائیں، قرآن مجید میں بار بار اس کا ذکر آیا ہے:-

۱:- يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ.

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لئے بھیجا گیا کہ آپ قرآن مجید کی تعلیم دیں اور کام کی باتیں بتلائیں۔

۲:- لَتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ.

تاکہ آپ بیان کر دیں لوگوں کے لئے وہ آیات جو ان کی طرف نازل کی گئی ہیں۔

ان آیات سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ قرآن کو صحیح سمجھنے کے لئے رسول کی

(بقیہ حاشیہ گزشتہ)..... مثل الخلفاء الأربعة ومثل ابن مسعود وابن عباس حتى قال: لو ضاع لى عقال بعير لوجدته فى كتاب الله. ثم ورث عنهم التابعون باحسان ثم تقاصرت الهمم وفترت العزائم عن حمل ما حملة الصحابة والتابعون فنوعوا فنونه فقامت كل

تعلیم و تبیین کی ضرورت ہے، اگر قرآن کو سمجھنے کے لئے صرف عربی زبان جاننا اور کتاب اللہ کا مطالعہ کافی ہوتا تو رسولؐ کے بھیجنے کی اور ان کے فرائض منصبی میں قرآن کی تعلیم و تبیین داخل کرنے کی کوئی ضرورت نہ ہوتی۔

جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غرض میں داخل ہے کہ آپ قرآن مجید کی تعلیم دیں اور اس کے مجمل و مبہم کی شرح اور تفسیر بیان فرمائیں، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کل فرمان وحی الہی ہیں، اس لئے دوسرے درجے میں سب سے زیادہ قابل اعتماد وہ تفسیر ہوگی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی۔

۳:- تیسرے درجے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تفاسیر قابل اعتماد ہیں، کیونکہ انہوں نے قرآن کے نزول کا مشاہدہ کیا، انہی کے سامنے اور اکثر انہی کے واقعات پر قرآن مجید نازل ہوا، اور پھر قرآن مجید کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا، اور ظاہر ہے کہ کوئی انسان جب کوئی کتاب، دین کی ہو یا دنیا کی، کسی شخص سے پڑھتا ہے تو اس کے پڑھنے کی غرض صرف عبارت پڑھنا نہیں ہوتی، بلکہ اس کے معانی کا سمجھنا اہم مقصود ہوتا ہے، اور جب طب یا نحو و صرف کی کتاب کوئی ادنیٰ طالب علم بے سمجھے پڑھنا حماقت اور تہصیع عمر سمجھتا ہے تو آپ خود فیصلہ کریں کہ جب استاذ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں جن کی غرض بعثت تعلیم کتاب ہے، اور شاگرد وہ صحابہ کرام کہ تمام امت کے اذکیاء ان سے کوئی نسبت نہیں رکھتے، اور کتاب وہ اہم کتاب کہ جس پر ان کے اور تمام امت کے دینی و دنیوی مقاصد اور دارین کی فلاح موقوف، پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محض الفاظ قرآن پڑھنے پر اکتفاء کرتے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خود فرماتے ہیں کہ جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید پڑھتے تھے تو مطالب و معانی کو بھی آپ سے ہی پڑھتے تھے۔ سیوطی رحمہ اللہ نے بحوالہ ابو عبد الرحمن سلمیٰ حضرت عثمان غنی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:-

اَنَّهُمْ كَانُوا اِذَا تَعَلَّمُوا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَشْرَ اَيَاتٍ لَّمْ يَتَجَاوَزُوْهَا حَتّٰى يَتَعَلَّمُوْا فِيْهَا مِنَ الْعِلْمِ

وَالْعَمَلِ، قَالُوا: فَتَعَلَّمْنَا الْقُرْآنَ وَالْعِلْمَ وَالْعَمَلَ جَمِيعًا.

(الاتقان ج: ۱ ص: ۱۷۶)

ترجمہ:- صحابہ کرامؓ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دس آیتیں پڑھتے تھے تو اس وقت تک آگے نہ پڑھتے تھے جب تک اس کے تمام علمی اور عملی مطالب پوری طرح معلوم نہ کر لیں، صحابہ فرماتے ہیں: ہم نے قرآن مجید کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا، اور اس کے علم و عمل وغیرہ سب کو معلوم کیا۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابی کو ایک سورہ بقرہ کے پڑھنے میں آٹھ سال صرف ہوئے۔ (رواہ مالک فی الموطا) خدا ہی جانتا ہے کہ انہوں نے آٹھ سال میں کیا کیا علوم و معارف اس سورت کے حاصل کئے ہوں گے، ورنہ صرف حفظ کے لئے چند روز کافی تھے۔ اور چونکہ صحابہ کرامؓ کے علوم قرآنیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کردہ ہیں، اس لئے امام الحدیث حاکم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ تفاسیر صحابہ سے اس جگہ صرف وہ تفاسیر مراد ہیں جو شان نزول وغیرہ کے بارے میں وارد ہوئی ہیں، مطلقاً اقوال صحابہ مراد نہیں، خود حاکم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”علوم الحدیث“ میں اس کی تصریح فرمادی ہے۔

۴:- چوتھے درجے میں تابعین رحمہم اللہ کے اقوال دربارہ تفسیر قابل وثوق سمجھے جاتے ہیں، کیونکہ بہت سے تابعینؓ نے پورا قرآن مجید صحابہ کرامؓ سے پڑھا، اور اس کے وہ علوم و معارف حاصل کئے جو صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھے تھے۔

۵:- پانچویں درجے میں وہ تفسیر قابل عمل ہے جو ائمہ تفسیر رحمہم اللہ نے تحریر فرمائی ہے، جن کی عمریں اسی میدان کی سیاحت میں ختم ہو گئیں، اور جنہوں نے تفسیر کے باب میں اصول سابقہ کو پیش نظر رکھ کر احادیث رسول اور اقوال صحابہ و تابعین کو اپنا امام بنالیا، اور اس باب میں جو کچھ کہا، صحابہ و تابعین کے اقوال کی ترجمانی کی، اور

اسی کتاب کے اگست پہلی جلد میں جامعہ اسلامیہ کے ولی پارچہ اول اسلام آباد کے مستحق کا سب درجے میں مفت مرکز

تیسرے اور چوتھے درجے میں داخل ہے، کیونکہ صحابہ و تابعین کے آثار بھی انہی تفاسیر سے معلوم ہو سکتے ہیں۔

اس قسم کی تفسیروں میں سے سیوطی رحمہ اللہ نے کتب ذیل کا نام لیا ہے:-
ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن ماجہ، حاکم، ابن مردویہ، ابوالشیخ ابن حبان، ابن المنذر وغیرہ، اور کتب متداولہ میں سے ابن کثیر، دُرِّ منشور وغیرہ بھی اسی قسم کی تفاسیر ہیں، لیکن ان سب میں سیوطی رحمہ اللہ نے تفسیر ابن جریر کو ترجیح دیتے ہوئے فرمایا ہے:-

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ الْمُعْتَبَرُونَ عَلَى أَنَّهُ لَمْ يُؤْلَفْ فِي
التَّفْسِيرِ مِثْلُهُ.

ترجمہ:- علمائے معتبرین نے اس پر اجماع و اتفاق کیا ہے کہ فنِ تفسیر میں اس جیسی کتاب تصنیف نہیں ہوئی۔

یہ پانچ اصول ہیں جو قرآنِ عزیز کی صحیح تفسیر کا معیار ہیں، جو تفسیر اُن اصول کے مطابق ہے وہ علما قابلِ اعتماد ہے، اور جو اس معیار پر درست ثابت نہ ہو، وہ قرآن مجید کی تحریف اور زندقہ و الحاد ہے، اسی کو ”تفسیر بالرائے“ کہا جاتا ہے، جس کے متعلق حدیث میں ہے:-

مَنْ تَكَلَّمَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَأَصَابَ فَقَدْ أَخْطَأَ.

(رواہ النسائی و ابوداؤد و الترمذی) (از اتقان ص: ۱۷۹)

ترجمہ:- جو شخص قرآن کی تفسیر میں اپنی رائے سے کلام کرے اور (اتفاقاً) تفسیر صحیح بھی کر دے تب بھی اس نے خطا کی۔

اور حدیث میں ہے:-

مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بَغْيٌ عِلْمٌ فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

(ابوداؤد)

ترجمہ:- جو شخص قرآن کریم کی تفسیر بغیر علم کے کرے، اس کو چاہئے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں سمجھ لے۔

وجہ ظاہر ہے کہ صحابہؓ و تابعینؓ اور اسلافِ متقدمینؓ کی تفسیروں کے بعد ان کے خلاف کوئی قول ایجاد کرنا اور آیت کی مراد ان سب کے خلاف قرار دینا صاف یہ معنی رکھتا ہے کہ العیاذ باللہ تیرہ سو برس تک تمام اُمت نے قرآن کا مطلب غلط سمجھا، اور صحابہ کرامؓ اور پھر تابعینؓ اور تبع تابعینؓ اور پھر تمام ائمہ سلف صالحین میں سے کسی کو حق کی طرف ہدایت نہ ہوئی، یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس کا کوئی مسلمان جو قرآن مجید کو خدا کی کتاب جانتا ہے، قائل نہیں ہو سکتا، کیونکہ یہ وہ مفسدہ عظمیٰ ہے کہ اسلام کی بنیاد کو ہلادینے والا ہے، بلکہ اگر انصاف سے کام لیا جائے تو کوئی منصف کا فر بھی اس بیہودگی کو اختیار نہیں کر سکتا، تمام اسلافِ اُمت کا کسی آیت کی مراد کو نہ سمجھنا یا غلط سمجھنا بوجہ ذیل باطل ہے:-

۱:- اوّل تو یہ کہ اس صورت میں قرآن مجید خدا تعالیٰ کا کلام نہیں بلکہ کسی سمجھدار انسان کا کلام بھی نہیں ہو سکتا، کیونکہ اس کا دعویٰ ہے کہ عالم کی ہدایت کے لئے نازل ہوا، اور جب تمام عالم باوجود اپنی امکانی کوششوں کے صرف کر دینے کے تیرہ سو برس تک اس کی مراد کو نہ پاسکا تو معاذ اللہ گمراہی پر گمراہی بڑھانے والی چیتان ہو گئی، کوئی قابلِ عمل کتاب نہ رہی۔

۲:- دوم اس صورت میں قرآن مجید کوئی قابلِ عمل اور قابلِ اعتماد کتاب نہیں رہتی اور اس کتابِ مبین سے العیاذ باللہ امن اُٹھ جاتا ہے، کیونکہ جب یہ ممکن ہے کہ تیرہ سو برس تک تمام اُمت کی عرق ریزی اور جانکاہی اس کی صحیح مراد پر نہ پہنچا سکی اور ان سب کے ناخن تدبیر اس گتھی کو نہ سلجھا سکے، اور اُمت کے سب سے بڑے ارکان صحابہؓ و تابعینؓ اس چیتان کے حل کرنے سے عاجز رہ کر معاذ اللہ ہمیشہ گمراہی میں پھنسے رہے تو جو صاحب آج اس کے نئے معنی کو صحیح بتلاتے ہیں، کیا اس میں بھی یہ احتمال نہیں کہ وہ بھی پہلے معنی کی طرح آئندہ چل کر غلط ثابت ہوں، جس کا ظہور آئندہ تیرہ سو برس کے بعد ہو؟ ورنہ وہ بتلائیں کہ ان کے پاس اس کی کیا ضمانت ہے کہ وہ جو کچھ مراد سمجھتے ہیں وہ ہرگز غلط نہیں ہو سکتی۔

بلکہ اس صورت میں ہر شخص کو یقین کر لینا پڑے گا کہ جب اس ذاتِ مقدس کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

نے اس معمر کو حل نہ کیا جس پر قرآن نازل ہوا اور ان کو اس کے پڑھانے اور بیان کرنے کے لئے ہی خدا تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تھا، پھر صحابہ کرامؓ پر اس کی صحیح مراد ظاہر نہ ہو سکی، حالانکہ انہوں نے اسی کے حاصل کرنے اور پڑھنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شاگردی اور خدمت میں عمر گزار دی، اور بیچاروں نے آٹھ آٹھ اور بارہ بارہ برس صرف ایک سورت کے پڑھنے اور سمجھنے میں صرف بھی کئے، پھر اسلافِ امت میں سے ہر قرن اور ہر زمانہ میں اس کے حل کرنے کے لئے ان حضرات نے زور لگائے جن کی ذکاوت اور تیزی طبع اور فہم خداداد کا کفار کو بھی طوعاً و کرہاً اعتراف کرنا پڑا ہے، لیکن ان سب اُمور کے ہوتے ہوئے وہ سب اس کے صحیح معنی سمجھنے سے عاجز رہے، تو پھر یہ کتاب کیا اس قابل ہو سکتی ہے کہ کسی عقل مند کو اس کی طرف دعوت دی جائے یا کوئی اس کو قبول کرنے کے لئے آمادہ ہو سکے؟

خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ و تابعین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بلا واسطہ یا ایک واسطے سے شاگرد ہیں، اور تعلیم قرآن جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا اعلیٰ مقصد ہے اس کے قابل یہی لوگ ہیں، اگر یہ لوگ بھی قرآن کو صحیح نہ سمجھے تو لازم آتا ہے کہ قرآن مجید ایک غیر مأمون کلام ہو جائے کہ اب تک جو امت نے معنی سمجھے وہ آج غلط ثابت ہوئے، پھر جو معنی آج قرار دیئے گئے اس پر کیا اطمینان ہے کہ وہ بھی آئندہ غلط ثابت نہ ہوں گے، اور ان اُمور کے ہوتے ہوئے کیا کسی مسلمان کا منہ ہو سکتا ہے کہ وہ کفار کو اس کتاب عزیز پر ایمان لانے اور اس کے اتباع کی دعوت دے؟

۳:- سو بتصریحات احادیث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ہر حیثیت علم و عمل سے اس امت کا افضل ترین طبقہ ہے، صحابہؓ ہی کی شان میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا ہے:-

أُولَٰئِكَ أَبْرَهُمْ قُلُوبًا وَ أَعَمَّهُمْ عِلْمًا.

ترجمہ:- صحابہؓ سب انسانوں سے زیادہ پاک دل والے اور سب

سے گہرے علم والے ہیں۔

اور حدیث معروف ”خَيْرُ الْقُرُونِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ

يَلُونَهُمْ“ بھی اس معنی کی شاہد ہے۔

پھر اس ذہن و ذکاوت کے ساتھ وہ قرآن کے ہم زبان اور اس کی آیات کے نزول کا رات دن آنکھ سے مشاہدہ کرنے والے بھی ہیں، اور اس پر مزید یہ کہ پھر اس کے پڑھنے اور سمجھنے میں بارہ بارہ برس ایک ایک سورت پر صرف بھی کرتے ہیں، اور سب سے زیادہ یہ کہ اس کے مطالب کو خاص اُس مبارک ذات سے سیکھتے ہیں جس پر قرآن نازل ہوا، اور جس کے مبارک سینے کو علومِ اولین و آخرین سے معمور کیا گیا، اور ان کو اسی کتابِ عزیز کا معلم بنا کر بھیجا گیا، اور خود صحابہؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کے الفاظ ہی نہیں سیکھے، بلکہ اس کے معانی و مطالب اور علم و عمل سب چیزیں آپ سے ہی حاصل کیں، پھر کیسے ممکن ہے کہ قرآن مجید کے صحیح معنی ان سب حضرات سے مخفی رہ جائیں۔

اسی طرح تابعین رحمہم اللہ نے قرآن کریم صحابہؓ سے حاصل کیا، تو کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ سب کے سب اس کی صحیح مراد پر نہ پہنچیں، اور اگر یہ حضرات باوجود ان اوصاف و حالات کے اس کی صحیح مراد پر نہیں پہنچ سکتے تو دنیا میں کوئی انسان اس کی صحیح مراد پر نہیں پہنچ سکتا۔

۴:- چہارم قرآن مجید خود ارشاد کرتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید کی تعلیم و تبیین کے لئے بھیجا گیا ہے، جیسا کہ پہلے چند آیات سے ثابت ہو چکا ہے، پس اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور معاذ اللہ قرآن اسی ابہام اور اخفاء کی تاریکی میں باقی رہا تو (خاکم بدہن) خدا کا یہ ارادہ پورا نہ ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کارِ منصبی کو پورا نہ کیا۔

اسی لئے امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ: جو شخص آج کوئی نئی بات ایجاد کرتا ہے، وہ درحقیقت یہ کہتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (معاذ اللہ) اپنے فریضہ رسالت میں خیانت کی اور پورا دین امت کو نہیں پہنچایا۔

الحاصل آج جو شخص کسی آیت کی تفسیر معلوم کرنا چاہے، اس کے لئے نہایت

سہل اور سلامتی کا راستہ یہ ہے کہ وہ سلف صالحین، صحابہ و تابعین کی تفسیر کو اپنا قدوہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

بنا کر ان کی اختیار کردہ تفسیر کو قرآن کی مراد سمجھے۔

اور جو کوئی معنی جمہور صحابہ و تابعین اور اسلاف اُمت کے خلاف سمجھ میں آئیں ان کو اپنی غلط فہمی اور قصورِ علم کا نتیجہ سمجھے، اگرچہ اس کے گمان میں وہ معنی قرآن کا مدلول معلوم ہوتے ہوں۔ غرض صحابہ و تابعین جو کہ اس کتاب کے علوم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بلا واسطہ یا صرف ایک واسطے سے شاگرد ہیں، ان کے اقوال سے تجاوز کرنا، اور اُن سب اقوال کے علاوہ کوئی نئے معنی ایجاد کرنا قرآن کو ناقابلِ اعتماد اور ناقابلِ عمل چیز قرار دینا ہے۔

اس بارے میں امام الحدیث والتفسیر حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی ایک عبارت علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ”اتقان“ میں معتمد علیہ ہونے کی حیثیت سے نقل کی ہے:-

فَإِنَّ الصَّحَابَةَ وَالتَّابِعِينَ وَالْأَئِمَّةَ إِنْ كَانَ لَهُمْ فِي الْآيَةِ تَفْسِيرٌ وَجَاءَ قَوْمٌ فَسَّرُوا الْآيَةَ بِقَوْلٍ آخَرَ لِأَجْلِ مَذْهَبٍ اِعْتَقَدُوهُ وَذَلِكَ الْمَذْهَبُ لَيْسَ مِنْ مَذَاهِبِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ صَارَ مُشَارِكًا لِلْمُعْتَزِلَةِ وَغَيْرِهِمْ مِنْ أَهْلِ الْبِدْعِ فِي مِثْلِ هَذَا، وَفِي الْجُمْلَةِ مَنْ عَدَلَ عَنْ مَذَاهِبِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَتَفْسِيرِهِمْ إِلَى مَا يُخَالِفُ ذَلِكَ كَانَ مُخْطِئًا فِي ذَلِكَ بَلْ مُتَبَدِّعًا لِأَنَّهُمْ أَعْلَمُ بِتَفْسِيرِهِ وَمَعَانِيهِ كَمَا أَنَّهُمْ أَعْلَمُ بِالْحَقِّ الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ بِهِ رَسُولَهُ.

(از اتقان ج: ۲ ص: ۱۷۸)

ترجمہ:- اس لئے کہ اگر آیت میں صحابہ و تابعین اور ائمہ تفسیر کی کوئی تفسیر منقول ہے اور پھر کوئی شخص آئے جو اپنے معتقد علیہ مذہب کے لئے آیت کی تفسیر کسی نئے قول سے کرے، اور یہ مذہب مذاہب صحابہ و تابعین میں سے نہ ہو تو یہ شخص فرقہ معترکہ اور دوسرے اہل بدعت کے فرقوں میں داخل ہو گیا۔ اور حاصل کلام یہ ہے کہ جو شخص مذاہب صحابہ و تابعین اور ان کی تفسیر سے

عدول کر کے کوئی مخالف قول اختیار کرے تو وہ اس تفسیر میں خطا کار بلکہ متبذع ہے، اس لئے کہ صحابہ و تابعین قرآن مجید کے معانی اور اس کی تفسیر کے زیادہ عالم ہیں، جیسا کہ وہ اس دینِ حق کے زیادہ عالم ہیں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بھیجا۔

خلاصہ یہ کہ آج قرآن مجید کی تفسیر اور تعینِ مراد کے لئے سب سے زیادہ آسہل اور اسلم طریقہ یہ ہے کہ:-

۱:- اوّل سلف صالحین صحابہؓ و تابعینؓ و تبع تابعینؓ اور ائمہ مفسرینؒ کے اقوال اور تفاسیر پر نظر ڈالے، اور جب کسی آیت کی تفسیر ان حضرات سے مل جائے تو اسی کو قرآن کی مراد سمجھ کر مطمئن ہو جائے، البتہ مزید اطمینان اور شرح صدر کے لئے اگر احادیث اور قرآن مجید کی دوسری آیات سے اس تفسیر کے مأخذ کو بھی دریافت کرے اور معلوم کرے کہ صحابہؓ و تابعینؓ نے آیت کی یہ تفسیر کہاں سے لی ہے؟ تو یہ بھی ایک مفید علم اور خداوندِ عالم کی بڑی نعمت ہے، لیکن یہ یاد رہے کہ محض اپنی نارسافہم کے اعتماد پر صحابہؓ و تابعینؓ کے خلاف کسی مضمون کو قرآن کی مراد اور مدلول بنانا جائز نہیں۔

۲:- اور اگر کسی آیت کی تفسیر صحابہؓ و تابعینؓ اور ائمہ مفسرینؒ کی نقل سے نہ ملے تو خود احادیث میں غور کرے، اور اگر وہاں کچھ صراحت یا اشارہ سے آیت کی مراد متعین ہو جائے تو اسی کو مراد سمجھی جائے۔

۳:- ورنہ پھر خود اس آیت کے اگلے پچھلے مضمون اور دوسری آیات میں غور کر کے جو کچھ مراد سمجھ میں آوے اس پر اعتماد کیا جائے۔

۴:- اور اگر بالفرض ان میں بھی کسی صورت سے آیت کی تفسیر واضح نہ ہو، حالانکہ یہ تقریباً ناممکن ہے، تو پھر نفس لغت عرب اور قواعد نحو و صرف اور معانی و بلاغت کے اعتبار اور سیاق و سباق کے دیکھنے سے جو معنی سمجھے جاتے ہوں انہی کو اس کی تفسیر قرار دیا جائے، کیونکہ صحابہ کرامؓ کا بھی اس قسم کی آیات میں یہی طریق تھا، حضرت

الْبَشَرُ دِيَوَانُ الْعَرَبِ فَإِذَا أَخْفَى عَلَيْنَا حَرْفٌ مِّنَ الْقُرْآنِ
الَّذِي أُنْزِلَ بِلُغَةِ الْعَرَبِ رَجَعْنَا إِلَى دِيَوَانِهَا.

(الاتقان ج: ۱ ص: ۱۴۱)

ترجمہ:- شعر عرب کا دیوان ہے (جس میں مہمات اور مشکلات
کے فیصلے ہوتے ہیں)، تو جب کوئی لفظ قرآن کا ہم پر مخفی ہو جاتا
ہے تو ہم اس دیوان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

لیکن اہل علم پر مخفی نہیں کہ اخیر کی تین صورتیں اور بالخصوص چوتھی صورت بالکل
نادر اور قلیل ہیں، بلکہ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ بالکل موجود نہیں تو شاید بے جا نہ ہو کیونکہ
تقریباً تمام قرآن مجید کی تفسیر صحابہؓ و تابعینؓ اور ائمہ متقدمینؒ سے منقول اور کتابوں میں
مدون ہے، محض احتمال کے طور پر اخیر کے تین درجات کو عرض کیا گیا ہے۔

غرض آج ہمارے لئے تفسیر قرآن کے بارے میں سیدھا راستہ اور سہل
طریق اور سب سے زیادہ قابل اطمینان ذریعہ جس میں غلطی کا احتمال نہیں وہ صرف
یہی ہے کہ ہم صحابہؓ و تابعینؓ اور ائمہ متقدمینؒ کی تفسیروں پر اعتماد کریں اور ان کے
خلاف اگر کوئی معنی سمجھ میں آئے تو اس کو اپنا قصور فہم خیال کریں، کیونکہ ہم اوپر تفصیلاً
عرض کر آئے ہیں کہ تمام دنیا جمع ہو کر بھی اس بارے میں صحابہؓ کے برابر نہیں ہو سکتی،
علاوہ نقل صحیح کے عقل سلیم اور تجربہ اور عادت جاریہ کا بھی یہی مقتضی ہے کہ کلام کی مراد
جس قدر کہ اس کا مخاطب یا مخاطب کا شاگرد سمجھ سکتا ہے کتابوں میں لکھی لکھائی دیکھنے
والا ہرگز نہیں سمجھ سکتا۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

ممکن ہے کہ کسی کو یہ خیال ہو کہ صحابہؓ و تابعینؓ کے اقوال دربارہ تفسیر اکثر
مختلف ہوتے ہیں، تو ایسی حالت میں وہ کیسے فیصلہ کن ہو سکتے ہیں؟ لیکن اول تو ان
اختلافات میں غور کرنے والا بلا تکلف اس نتیجے پر پہنچ سکتا ہے کہ وہ اختلافات
درحقیقت اختلاف نہیں ہوتے، بلکہ محض تعبیر و تمثیل اور ان الفاظ و عنوان کا فرق ہوتا
ہے، سرسری نظر سے دیکھنے والا اس کو اختلاف سمجھتا ہے۔

مثلاً صراطِ مستقیم کی تفسیر میں بعض صحابہؓ نے فرمایا ہے کہ اس سے اتباعِ قرآن مراد ہے، اور بعض نے اسلام سے تفسیر کی، اور بعض نے سنت و جماعت سے، اور بعض صحابہؓ نے طریقِ عبودیت، اور بعض حضرات نے اطاعتِ خدا و رسولؐ سے، یہ اقوال اگرچہ بصورتِ مختلف نظر آتے ہیں لیکن درحقیقت ان میں کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ اتباعِ قرآن ہی درحقیقت اسلام ہے، اور اسی کا نام سنت و جماعت ہے، اور وہی طریقِ عبودیت اور اطاعتِ خدا و رسولؐ ہے، بیشتر صحابہ کرامؓ کے اختلافات اسی قسم کے ہیں بہت سے شاذ و نادر ایسے خلاف ہیں جن کا مراد پر اثر پڑتا ہو، شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:-

وَلِهَذَا كَانَ النِّزَاعُ بَيْنَ الصَّحَابَةِ فِي تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ
قَلِيلًا جَدًّا.

ترجمہ:- چونکہ صحابہؓ نے علومِ قرآنیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا واسطہ حاصل کئے ہیں، اس لئے اس بارے میں اختلاف بہت کم ہے۔

پھر جن آیات میں حقیقۃً صحابہؓ کے اقوال میں کچھ اختلاف ہے (اس میں تابعینؓ اور ائمہ مجتہدینؓ نے اسناد کی تحقیق اور رواۃ کے ضبط و اتقان اور ثقاہت کے اعتبار سے ترجیح کی صورتیں قائم کر دی ہیں)، پس بحمد اللہ اس طریق پر کوئی غبار نہیں اور تفسیرِ قرآن کے بارے میں اس راستے پر چلنے والے کے لئے گمراہی کا کوئی خطرہ نہیں، اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا سُلُوْكَهٖ۔

یہ وہ معیار ہیں کہ جن سے تفسیر کے معاملے میں صحیح اور غلط اور حق و باطل کا فیصلہ ہو سکتا ہے، اور یہی وہ طریق ہے جس پر تیرہ سو برس سے جمہور اہل سنت والجماعت کا عمل ہے اور ان شاء اللہ تاقیامت رہے گا۔

اس کے بعد ہم دکھانا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے قرآن مجید کی تفسیر کے لئے کیا معیار قرار دیا ہے اور کیا وہ قابلِ اعتماد اور فیصلہ کن معیار ہے یا نہیں؟

مرزا صاحب کے نزدیک تفسیر قرآن کا معیار

چونکہ جمہور اہل سنت والجماعت اور صحابہؓ و تابعینؓ کے طریق پر مرزا صاحب کی تحریفات اور اوہام کے لئے قرآن مجید کی آیاتِ مینات میں کوئی راستہ نہ رہتا تھا، اس لئے انہوں نے ضروری سمجھا کہ قرآن کے اصول اور معیار ہی کو بدلنا چاہئے، اپنے رسالے ”برکات الدعا“ ص: ۱۳ لغایہ صفحہ: ۱۵ میں اس مسئلے پر گفتگو کرتے ہوئے تفسیر قرآن کے لئے سات معیار تجویز کئے اور اس میں اپنی قدیم عادت کے موافق عوام کو لبھانے کے لئے چند متفق علیہ معیاروں کو بھی ذکر کر دیا، ورنہ درحقیقت ان کے نزدیک صرف ساتواں معیار قابلِ عمل ہے، چنانچہ خود ان کی تصریح ہے کہ یہ معیار سب معیاروں پر حاوی ہے۔

ان سات معیاروں میں چار تو وہی ہیں جو ہم نے جمہور سے نقل کئے، یعنی خود قرآن کی دوسری آیات اور احادیث اور اقوالِ صحابہؓ اور اقوالِ تابعین، اور تین معیار اپنی طرف سے ایسے ایجاد کئے جو مرزا صاحب کی ہر ضرورت کو قرآن مجید سے پورا کر سکیں، اور ان کی سب تحریفات کو تفسیر قرآن میں داخل کر سکیں، چنانچہ فرماتے ہیں:-

۵:- پانچواں معیار خود اپنا نفسِ مطہر لے کر قرآن میں غور کرنا ہے۔

۶:- چھٹا معیار روحانی سلسلے کے سمجھنے کے لئے جسمانی سلسلہ

ہے، کیونکہ خداوندِ کریم کے دونوں سلسلوں میں بالکل تطابق ہے۔

۷:- ساتواں معیار وہی ولایت اور مکاشفاتِ محدثین ہیں، اور

یہ معیار گویا سب معیاروں پر حاوی ہے۔

ہم اس معاملہ کو منصفِ ناظرین پر چھوڑتے ہیں کہ کیا وہ تین معیار جو مرزا صاحب نے گھڑے ہیں، قرآن کی مراد متعین کرنے کے لئے معیار ہو سکتے ہیں اور ان سے ہم تفسیر کے باب میں کھرے کھوٹے کی تمیز کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جس شخص میں فہم و ادراک کا کچھ مادہ موجود ہے، وہ بلا تاویل سمجھ سکتا ہے کہ یہ معیار کسی طرح فیصلہ کن نہیں ہو سکتے!

کیونکہ ان میں سے اوّل معیار کی بناء پر ہر شخص قرآن کی مراد پر حاکم بن جاتا ہے، ہر ایک جاہل کہہ سکتا ہے کہ میرا نفسِ مطہر اس آیت کے یہ معنی تجویز کرتا ہے اور بمقتضائے آیت ”كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ“ ہر شخص اپنے ہی تجویز کردہ معنی کو حق اور درست خیال کرتا ہے، اور اس بناء پر قرآن کریم کی تفسیر ”جتنے منہ اتنی باتیں“ بن جائے گی، بجائے اس کے کہ معیار سے کھرے کھولے کی تمیز ہوتی، حق و ناحق کا فیصلہ ہوتا، اس نرالے معیار کی بناء پر کسی باطل سے باطل اور بیہودہ سے بیہودہ خیال کو بھی لغو اور باطل کہنے کا کسی کو استحقاق نہیں رہتا۔

اسی طرح دوسرا معیار بھی ایک عجیب چیتان ہے، جس سے کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا، کیونکہ غالباً مرزا صاحب کی مراد اس سے یہ ہے کہ قرآن کی آیات کی تفسیر اسی طریق کے موافق کرنی چاہئے جو نظام جسمانیات میں محسوس اور مشاہد اور عادتِ جاریہ کے موافق ہو، کسی آیت کی تفسیر ایسی نہ کرنی چاہئے جو خرقِ عادت اور خلافِ مشاہداتِ عامہ کے ہو۔

لیکن ناظرین سمجھ گئے ہوں گے کہ اس کا حاصل محض معجزات کا انکار ہے جو خود قطعیاتِ اسلام میں داخل ہیں، اور جن پر قرآن و حدیث کی متواتر اور قطعی نصوص شاہد ہیں، تو یہ معیار علاوہ اس بات کے کہ دربارہ تفسیر کوئی فیصلہ کن نہیں، خود بھی بالکل قطعیاتِ اسلام کے خلاف اور محض باطل ہے۔

اور تیسرا معیار بھی جس کو مرزا صاحب تمام معیاروں پر حاوی قرار دیتے ہیں، درحقیقت قرآنِ عزیز کی آیاتِ بینات کی تحریف اور منہج کرنے کی ایک ابلہ فریب اور خوش نما تدبیر ہے، کیونکہ اولیاء و محدثین کے مکاشفات و خل نفس و شیطان سے معصوم نہیں، بخلاف وحی رسول اور قرآن مجید کے کہ وہ اس سے بالکل پاک اور معصوم ہیں، وحی کے ساتھ خدا کی پولیس (فرشتے) آگے پیچھے حفاظت کے لئے آتے ہیں، چنانچہ ارشاد ہے:-

وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا. (ایک رصد (پہرہ) بھیجتا ہے)

پس ایک معصوم کلام کی مراد غیر معصوم کشف پر موقوف نہیں ہو سکتی، لیکن اہل

فہم ذرا سے غور سے بلا تکلف اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب کی غرض اس کتاب و سنت کی روسی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معیار سے بھی قرآن مجید پر حکومت کرنا ہے، کیونکہ دوسری جانب آپ کو محدث اور مجدد بلکہ نبی ہونے کا بھی دعویٰ ہے۔

حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تو اپنے رسالے ”شہادۃ القرآن“ میں صاف طور سے یہ اعلان کر چکے ہیں کہ: ”جو حدیث میری وحی کے خلاف ہو وہ ردی کی ٹوکری میں ڈال دینے کے قابل ہے۔“

اس معیار تفسیر کی غرض بھی صاف یہی ہے کہ جو تفسیر مرزا صاحب کے مکاشفات اور من گھڑت وحی کا اتباع نہ کرے وہ ردی اور محض ناقابل اعتبار ہے۔

تمام معیاروں کا لب لباب اور خلاصہ یہ ساتواں معیار ٹھہرا اور اس کا حاصل یہ ہوا کہ تفسیر قرآن وہ معتبر ہے جو مرزا صاحب فرمائیں، مرزا صاحب چاہتے ہیں کہ اس فریب سے حدیث و قرآن دونوں کو اپنا محکوم و مطیع بنائیں، لیکن یاد رہے کہ خدا کا پاک کلام اور اس کا سچا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) دُنیا میں اس لئے آیا ہے کہ دُنیا اس کا اتباع اور اطاعت کرے، نہ اس لئے کہ وہ ہر ہوس ناک انسان کی خواہشات کا پیرو ہو جائے، اور اگر ایسا ہو تو اہل علم مصیبت میں پڑ جائیں، خداوندِ عالم فرماتے ہیں:-

لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأُمْرِ لَعَسْتَ

ترجمہ:- اگر وہ بہت سے اُمور میں تمہارا اتباع کرنے لگے تو تم

مشقت میں پڑ جاؤ۔

اور میں کہتا ہوں کہ اگر قرآن کی تفسیر کے لئے یہ تین چیزیں، جن کو مرزا صاحب پیش کرتے ہیں، معیار قرار دی جائیں تو قرآن میں ہر ملحد و زندیق کی تحریفات کی کھپت ہو جائے گی، بلکہ اس صورت میں قرآن مجید ہر ہوس ناک ملحد و زندیق کا کھلونا بن جائے گا، جس طرح چاہا اُلٹ دیا، کیونکہ ان تینوں معیاروں کا تقریباً خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر محض ایک شخص کی فہم اور اس کے مکاشفہ پر موقوف کر دی گئی (اور ظاہر ہے کہ دُنیا کا کوئی انسان اپنے کو فہم اور عقل سے خالی ہونے کا اقرار نہیں کر سکتا)۔

گرا ز بسیط زمیں ہم خرد شود معدوم

بخود گماں نبرد هیچ کس کہ نادانم

ہر شخص اپنے اوہام کو قرآن کی تفسیر بنائے گا، اسی طرح ولایت اور مکاشفات کا دعویٰ بھی کسی کے لئے مشکل نہیں، ہر شخص جو چاہے گا کہے گا، اور اس وقت العیاذ باللہ قرآن کی تفسیر بے اصل ہو جائے گی، اور اسی لئے علمائے امت نے اس مرحلہ کو پہلے ہی طے کرنے کے لئے اس مسئلے کو مسائل عقائد میں درج کیا ہے۔

علامہ نسفی رحمہ اللہ اپنے رسالے عقائد میں اور علامہ تفتازانی رحمہ اللہ اس کی شرح میں اور سیوطی رحمہ اللہ اتقان میں اس کو جمہور اہل سنت والجماعت کا متفقہ قاعدہ قرار دیتے ہیں۔

النُّصُوصُ عَلَى ظَوَاهِرِهَا وَالْعُدُولُ عَنْهَا إِلَى مَعَانٍ يَدَّعِيهَا
أَهْلُ الْبَاطِنِ الْخَادَّ. (عقائد نسفی)

ترجمہ:- آیات کے معنی وہی حق ہیں جو ان کے ظاہر سے سمجھ میں آتے ہیں، اور ان کو چھوڑ کر ایسے معنی لینا جن کا فرقہ باطنیہ والے دعویٰ کرتے ہیں، الحاد اور بددینی ہے۔

مرزا صاحب تو موجود نہیں، اُن کے تبعین ذرا خدا سے شرمائیں، اور اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے قرآن مجید کو بازیچہ طفلان اور ٹھٹھانہ بنائیں۔

منصف حضرات نے غالباً خود فیصلہ کر لیا ہوگا کہ قرآن مجید کی مراد متعین کرنے کے لئے صحیح طریقہ وہی ہے جو بحوالہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ جمہور علمائے امت کا طریق اور اسلوب نقل کیا جا چکا ہے، جس کے دل میں خدا کا خوف اور اس کے کلام کی کچھ عظمت ہے وہ غور کرے اور قبول کرے، ورنہ اللہ تعالیٰ تمام عالم سے بے نیاز ہے۔

یہ بحث اگرچہ اس وقت ہمارے مقصد میں داخل نہ تھی، جس میں بلا اختیار کچھ طول بھی ہو گیا، لیکن اس غرض سے یہاں درج کی گئی کہ راستہ صاف ہو جائے اور آئندہ جو کچھ ہم عرض کریں یا جماعت مرزائیہ پیش کرے، ناظرین اس کو خود جانچ لیں کہ کون قابل قبول ہے اور کون قابل رد۔

اس کے بعد ہم اصل مقصد کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، اور قرآن مجید سے

ختم نبوت کے ثبوت میں پہلی آیت

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ
وَحَاتَمَ النَّبِيِّينَ، وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا.

ترجمہ:- نہیں ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں
سے کسی کے باپ، لیکن آپ اللہ کے رسول اور تمام انبیاء کے ختم
کرنے والے ہیں، اور ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا۔

شان نزول، یعنی نازل ہونے کا سبب

اس آیت شریفہ کا یہ ہے کہ آفتاب نبوت کے طلوع ہونے سے پہلے تمام
عرب جن تباہ کن اور مضحکہ خیز رسوماتِ قبیحہ میں مبتلا تھے، ان میں سے ایک رسم یہ بھی
تھی کہ متبقی یعنی لے پال بیٹے کو تمام احکام و احوال میں حقیقی اور نسبی بیٹا سمجھتے، اسی کا
بیٹا کہہ کر پکارتے تھے، اور مرنے کے بعد شریکِ وراثت ہونے میں اور رشتہ ناتے اور
حلت و حرمت کے تمام احکام میں حقیقی بیٹا قرار دیتے تھے، جس طرح نسبی بیٹے کے
مر جانے یا طلاق دینے کے بعد باپ کے لئے بیٹے کی بیوی سے نکاح حرام ہے، اسی
طرح وہ لے پالک کی بیوی سے بھی اس کے مرنے اور طلاق دینے کے بعد نکاح کو
حرام سمجھتے تھے۔

یہ رسم بہت سے مفاسد پر مشتمل تھی، اختلاطِ نسب، غیر وارثِ شرعی کو اپنی
طرف سے وارث بنانا، ایک شرعی حلال کو اپنی طرف سے حرام قرار دینا وغیرہ وغیرہ۔
اسلام جو کہ دنیا میں اسی لئے آیا ہے کہ کفر و ضلالت کی بیہودہ رسوم سے عالم
کو پاک کر دے، اس کا فرض تھا کہ وہ اس رسم کے استیصال (جڑ سے اکھاڑنے) کی
فکر کرتا، چنانچہ اس نے اس کے لئے دو طریق اختیار کئے، ایک قولی اور دوسرا عملی،
ایک طرف تو یہ اعلان فرمادیا:-

وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ أَبْنَاءَكُمْ ذَلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ
وَاللَّهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ. أَدْعَوْهُمْ لِأَبَائِهِمْ
هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ.

(الاحزاب: ۴، ۵)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ نے نہیں کیا تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے، یہ بات ہے اپنے منہ کی، اور اللہ کہتا ہے ٹھیک بات، اور وہی راستہ سمجھاتا ہے، پکارو لے پالکوں کو ان کے باپ کے نام سے، یہی پورا انصاف ہے اللہ کے یہاں۔

اصل مدعا تو یہ تھا کہ شرکتِ نسب اور شرکتِ وراثت اور احکامِ قلت و حرمت وغیرہ میں اس کو بیٹا نہ سمجھا جائے، لیکن اس خیال کو بالکل باطل کرنے کے لئے یہ حکم دیا گیا کہ متبنیٰ یعنی لے پالک بنانے کی رسم ہی توڑ دی جائے، چنانچہ اس آیت میں ارشاد ہو گیا کہ لے پالک کو اس کے باپ کے نام سے پکارو۔

نزولِ وحی سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو (جو کہ آپ کے غلام تھے) آزاد فرما کر متبنیٰ (لے پالک بیٹا) بنالیا تھا، اور تمام لوگ یہاں تک کہ صحابہ کرامؓ بھی عرب کی قدیم رسم کے مطابق ان کو ”زید بن محمد“ کہہ کر پکارتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آیت مذکورہ نازل ہوئی، اس وقت سے ہم نے اس طریق کو چھوڑ کر ان کو ”زید بن حارثہ“ کہنا شروع کیا۔^(۱) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس آیت کے نازل ہوتے ہی اس رسمِ قدیم کو خیر باد کہہ چکے تھے، لیکن چونکہ کسی رائج شدہ رسم کے خلاف کرنے میں اعزاء و اقارب اور اپنی قوم و قبیلہ کے ہزاروں طعن و تشنیع کا نشانہ بننا پڑتا ہے جس کا تحمل ہر شخص کو دشوار ہے، اس لئے خداوندِ عالم نے چاہا کہ اس عقیدہ کو اپنے رسول ہی کے ہاتھوں عملاً توڑا جائے، چنانچہ جب حضرت زیدؓ نے اپنی بی بی زینبؓ کو باہمی ناچاقی کی وجہ سے طلاق دے دی، تو خداوندِ عالم نے اپنے رسولؐ کو حکم فرمایا کہ ان سے نکاح کر لیں، تاکہ اس رسم و عقیدہ کا کلیۃً استیصال ہو جائے، چنانچہ ارشاد ہوا:-

(۱) حضرت زیدؓ کو اس کا قلق تھا کہ ان کے نام کو آپؐ کی نسبت سے علیحدہ کر دیا گیا، شاید اسی رنج کو دفع کرنے کے لئے قرآن کریم نے صراحت کے ساتھ اُن کا نام لیا اور فرمایا: ”قَضَىٰ زَيْنًا“ الآية حالانکہ بڑے بڑے صحابہ کرامؓ اور خلفائے راشدینؓ میں سے کسی کا نام بھی قرآن کریم میں مذکور نہیں، ان کی تخصیص میں شاید یہی بعید ہے (وہذا ما افادنی شیخی ومولائی العثماني الديوبندی

مَعَنَا اللَّهُ بَطُولُ بَقَائِهِ، وَجِدَّتْهُ لِي تَفْسِيرُ فَتْحِ الْبَلَدِ الْأَسْلَمِيِّ) کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاهَا لِكُنَىٰ لَا يَكُونُ عَلَى
الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ. (الاحزاب: ۳۷)

ترجمہ:- پس جبکہ زیدؓ، زینبؓ سے طلاق دے کر فارغ ہو گئے تو ہم نے ان کا نکاح آپ سے کر دیا، تاکہ مسلمانوں پر اپنے لے پالکوں کی بیبیوں کے بارے میں کوئی تنگی واقع نہ ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بامرِ خداوندی نکاح کیا، ادھر جیسا کہ پہلے ہی خیال تھا، تمام کفارِ عرب میں شور مچا کہ ”لو اس نبی کو دیکھو کہ اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر بیٹھے۔“

ان لوگوں کے طعنوں اور اعتراضات کے جواب میں آسمان سے وہ آیت نازل ہوئی جو اس وقت ہمیں استدلال میں پیش کرنی ہے، یعنی:-

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ
وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ.

ترجمہ:- نہیں ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ، لیکن آپ اللہ کے رسول اور آخر الانبیاء ہیں۔

جس میں یہ بتلادیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی مرد کے نسبی باپ نہیں، تو حضرت زیدؓ کے باپ بھی نسبی نہ ہوئے، لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی مطلقہ بی بی سے نکاح کر لینا بلاشبہ جائز اور مستحسن ہے، اور اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطعون کرنا سراسر نادانی اور حماقت ہے۔

اُن کے دعوے کے رد کے لئے اتنا کہہ دینا کافی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زیدؓ کے باپ نہیں، لیکن خداوندِ عالم نے ان کے مطاعن کو مبالغے کے ساتھ رد کرنے اور بے اصل ثابت کرنے کے لئے اس مضمون کو اس طرح بیان فرمایا کہ یہی نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیدؓ کے باپ نہیں، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو کسی مرد کے بھی باپ نہیں، پس ایک ایسی ذات پر جس کا کوئی بیٹا ہی موجود نہیں، یہ الزام لگانا کہ اس نے اپنے بیٹے کی بی بی سے نکاح کر لیا کس قدر ظلم اور کج روی ہے۔

اور اگر کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چار فرزند ہوئے ہیں، قاسمؑ اور طیبؑ اور طاہرؑ حضرت خدیجہؑ سے اور ابراہیمؑ حضرت ماریہ قبطیہؑ کے بطن سے، پھر یہ ارشاد کیسے صحیح ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مرد کے باپ نہیں؟

تو اس کا جواب خود قرآن کریم کے الفاظ میں موجود ہے، کیونکہ اس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مرد کے باپ نہیں، اور آپ کے چاروں فرزند بچپن ہی میں وفات پا گئے تھے، ان کو مرد کہے جانے کی نوبت ہی نہیں آئی، آیت میں ”رَجَالِكُمْ“ کی قید اسی لئے بڑھائی گئی ہے۔

نیز یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ نزولِ آیت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فرزند موجود نہ تھا، قاسمؑ اور طیبؑ اور طاہرؑ کی وفات ہو گئی تھی^(۱)، اور ابراہیمؑ ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے، لہذا اس وقت کے لحاظ سے تو مطلقاً یہ کہنا بھی درست تھا کہ آپ کسی مرد یا لڑکے کے باپ نہیں۔

بالجملہ اس آیت کے نزول کی غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار و منافقین کے اعتراضات کا اٹھانا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی براءت اور عظمتِ شان بیان فرمانا ہے، اور یہی آیت کا شانِ نزول ہے۔
اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے:-

وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ.

ترجمہ:- مگر آپ اللہ کے رسول اور آخر الانبیاء ہیں۔

اس آیتِ مذکورہ بالا میں ہمارے مقصد کا زیادہ تعلق صرف اسی جملے سے ہے، لہذا آئندہ ہماری بحث بیانِ معنی اور تفسیر وغیرہ میں صرف اسی جملے کے متعلق ہوگی، لیکن اس سے پہلے کہ میں آیت کی تفسیرِ اصولی مذکورہ کے مطابق قرآن و حدیث وغیرہ سے پیش کروں، یہ بتلادینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جملے کو پہلے جملے سے کیا ربط ہے؟ کیونکہ آیت کی مراد اور غرض متعین کرنے میں اس سے بھی مدد ملے گی۔

آیت مذکورہ کے دونوں جملوں میں ربط

پہلے جملے میں یہ بتلایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی مرد کے باپ نہیں، اس پر سرسری نظر میں چند شبہات پیدا ہو سکتے ہیں، ان کے ازالے کے لئے یہ دوسرا جملہ لفظ ”وَلٰكِنْ“ کے ساتھ فرمایا ہے، کیونکہ یہ لفظ لغت عرب میں اسی لئے وضع کیا گیا ہے کہ پہلے کلام میں جو شبہ ہوتا ہے اس کو دفع کرے۔

وہ شبہات یہ ہیں:-

۱:- اول یہ کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اُبُوْت ثابت نہیں تو شفقتِ پدری جو کہ لازمۂ اُبُوْت ہے، وہ بھی آپ میں موجود نہ ہوگی، حالانکہ ایک نبی اور رسول کے لئے اُمت پر غایت درجہ شفیق ہونا ضروری ہے۔

۲:- دوسرے یہ کہ یہ بات مشہور ہے کہ ہر نبی اپنی قوم اور اُمت کا باپ ہوتا ہے، امام راغب اصفہانی نے کہا ہے:-

وَيَسْمَى كُلُّ مَنْ كَانَ سَبَابًا فِيْ اِيجَادِ شَيْءٍ اَوْ اِصْلَاحِهِ اَوْ ظُهُورِهِ اَبًا، وَلِذٰلِكَ سُمِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَا الْمُؤْمِنِيْنَ، قَالَ اللّٰهُ: اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهُ اُمَهَاتُهُمْ، وَفِيْ بَعْضِ الْقِرَآءَاتِ وَهُوَ اَبٌ لَّهُمْ.
(مفردات القرآن للراغب)

ترجمہ:- اور ہر وہ شخص باپ کہا جاتا ہے جس کو اس کی ایجاد یا اصلاح یا ظہور میں دخل ہو، اور اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو المؤمنین کہا جاتا ہے، دیکھو خداوند عالم فرماتا ہے: نبی مؤمنین پر ان کی جانوں سے زیادہ حقدار ہیں، اور ان کی ازواج مؤمنین کی مائیں ہیں، اور بعض قراءات میں یہ بھی ہے کہ آپ مؤمنین کے باپ ہیں۔

غرض نبی ہونے کے لئے باپ ہونا لازم ہے، پس جبکہ آیت مذکورہ میں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُبُوْت (باپ ہونے) کی نفی کی گئی تو کسی سطحی نظر والے کو یہ وہم پیدا ہو سکتا ہے کہ جب اُبُوْت نہیں جو کہ لازم نبوت ہے، تو شاید نبوت بھی نہ ہوگی۔

۳:- تیسرے یہ کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُبُوْت کی نفی کی گئی تو اس میں بظاہر آپ کی ایک قسم کی تنقیص لازم آتی ہے کہ آپ کے کوئی زینہ اولاد نہیں، نیز ان کفار کو ہنسنے کا موقع ملتا ہے جو آپ پر اُبْتُر (لا ولد) ہونے کا عیب لگاتے تھے۔

خلاصہ یہ کہ آیت کریمہ کے پہلے جملے سے اس قسم کے چند شبہات و اوہام ایک ظاہر میں نظر کے لئے ممکن تھے، ان کے ازالے کے لئے ارشاد فرمایا گیا:-

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ. (لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں)

جس میں لفظ لِّكِنْ سے ان اوہام مذکورہ کا دفعیہ اس طرح کیا گیا کہ اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی صلیٰ فرزند نہیں، اور آپ اس اعتبار سے کسی مرد کے باپ نہیں، لیکن آپ خدا کے برگزیدہ رسول ہیں، اور رسول اپنی اُمت کا باپ ہوتا ہے، جیسا کہ ہم اوپر امام راغب رحمہ اللہ سے نقل کر آئے ہیں کہ بعض قراءات میں قرآن عزیز نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کا باپ قرار دیا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی اُمت کی لڑکیوں کے متعلق فرمایا:-

هٰؤُلَاءِ بَنَاتِي. (یہ میری بیٹیاں ہیں)

اس اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کروڑوں مردوں کے باپ ہیں۔

حاصل اس کا یہ ہوتا ہے کہ اُبُوْت دو قسم پر ہے، ایک اُبُوْت جسمانیہ (نسبیہ و رضائیہ) جس پر احکام حرمت و حلت کے دائرہ ہوتے ہیں، اور جس کی وجہ سے بیٹے کی بی بی حرام ہو جاتی ہے، وغیر ذالک۔

اور دوسری اُبُوْت روحانیہ جس پر احکام حرمت و حلت دائر نہیں ہوتے، البتہ اولاد کی جانب سے تعظیم اور باپ کی جانب سے شفقت مثل صلیٰ اور نسبی باپ کے بلکہ اس سے بھی کہیں زائد ہونا ضروری ہے، جیسے اُستاذ کی اُبُوْت شاگرد کے لئے، یا پیر کی مرید کے لئے، یا رسول کی اپنی ساری اُمت کے لئے، پس آیت کریمہ ”مَا كَانَ كِتَابٌ وَ سُنَّتٌ مِّنْ رَّبِّكَ فَتَنًا لِّبِئْسَ الْأُمَّةَ الْكَافِرَةُ“ کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

”مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رَّبِّكَ لَكُمْ“ میں پہلے معنوں سے اُبُوَّت کی نفی کی گئی ہے، اور ”وَلَكِنْ رُّسُولُ اللَّهِ“ میں دوسرے معنی سے اُبُوَّت کا اثبات کیا گیا ہے۔

اس ایک جملے نے تینوں شبہات کو اٹھادیا، کیونکہ:-

۱:- اس سے معلوم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کے روحانی باپ ہیں، اور روحانی باپ یعنی رسول کی شفقت اور عنایت اپنی اولاد پر بہ نسبت نسبِ باپ کے بہت زائد ہوتی ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبِ باپ نہ ہونے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت اور رحمت میں کمی آنا لازم نہیں آتا۔

۲:- یہ بھی ثابت ہو گیا کہ نبی کے لئے جس قسم کا باپ ہونا لازم ہے، اس کی نفی آیت میں نہیں کی گئی، بلکہ صرف نسب اور رضائی باپ ہونے کی نفی کی گئی ہے، اس لئے دوسرا شبہ بھی زائل ہو گیا۔

۳:- یہ بھی بخوبی معلوم ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لاولد اور مقطوع النسل (اتر) نہیں، جیسا کہ کفار کہتے ہیں، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنی اولاد ہے کہ دنیا میں نہ آج تک کسی کے لئے ہوئی اور نہ آئندہ ہوگی، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کے غیر محصور افراد کے باپ ہیں، اس سے تیسرا شبہ بھی اٹھ گیا، واللہ الحمد۔

یہ تینوں شبہات جملہ مذکورہ سے اٹھ چکے ہیں، لیکن خدائے عز و جل چاہتا ہے کہ اپنے پیارے رسول کی براءت خوب آشکارا فرما کر ان کے فضائل و کمالات اور اعلیٰ درجے کے شفیق و مہربان ہونے پر قوموں کو مطلع فرمادے، تاکہ غافل لوگ ہوش میں آجائیں اور اس خدا کے آخری رسول کے قدم چوم لیں۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:-

وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (اور آپ تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں)

خدائے علیم و حفیظ ہی خوب جانتا ہے کہ اس نے اپنے کلامِ پاک کے ایک ایک لفظ میں کیا کیا اسرار اور نکات رکھے ہیں اور کیا کیا اس کے فوائد ہیں، ہم اپنے ذرہ علم سے جس قدر سمجھ سکتے ہیں، پیش کرتے ہیں، کلامِ پاک کے اس جملے میں چند فوائد مد نظر نہیں:-

۱:- اڈل ان لوگوں کو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ابتر اور مقطوع النسل ہونے کا الزام لگاتے تھے، یہ بتلادینا کہ اے غافلوا! تم جس پاکباز انسان پر ابتر ہونے کا عیب لگاتے ہو وہ اتنی مخلوق کا باپ ہے کہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی، کیونکہ اڈل تو اکثر رسول اپنی اُمت کے باپ ہونے کی وجہ سے اتنی کثیر التعداد نسل اور اولاد رکھتے ہیں کہ کسی انسان سے متصور نہیں، اور اُن کی وفات کے بعد بھی جب تک کوئی دوسرا رسول نہ بھیجا جائے اس وقت کی تمام پیدا ہونے والی اُمت اسی کی اولاد ہے، اور اس کا سلسلہ اُبوّت جاری ہے، پھر بالخصوص یہ برگزیدہ نبی (فداہ اُبی و اُمی) جو خاتم النبیین ہے، اس کے بعد تو کوئی دوسرا رسول بھی آنے والا نہیں، اس کا سلسلہ اُبوّت تو قیامت تک چلنے والا ہے، اور صبح قیامت تک جتنے غیر محصور مسلمان پیدا ہونے والے ہیں وہ سب اس کی اولاد ہیں، اور اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء و رسل میں سب سے زیادہ کثیر الاولاد ہوئے، اور اسی بناء پر اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کل مخلوق اڈلین و آخرین سے زیادہ اولاد والے ہیں، اور یہی غرض ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی: (۱)

اِنِّیْ اُبَاهِیْ بِکُمْ الْاُمَمَ.

ترجمہ:- میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری اُمتوں پر فخر کروں گا۔

خلاصہ یہ کہ آیت میں لفظ ”رَسُولُ اللّٰہِ“ سے تو صرف یہی معلوم ہوا تھا کہ آپ مقطوع النسل نہیں بلکہ آپ رسول ہونے کی وجہ سے کثیر التعداد اولاد رکھتے ہیں، پھر لفظ ”خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ“ بڑھا کر کفار کو اچھی طرح ذلیل کرنے اور آپ کے کامل ہونے کو خوب روشن کرنے کے لئے گویا یہ دعویٰ کیا گیا کہ یہی نہیں کہ آپ کثیر الاولاد ہیں، بلکہ اس نیلے سائبان اور خاکی فرش کے درمیان پیدا ہونے والی تمام ہستیاں اس کثرت میں آپ کے ہم پلہ نہیں ہو سکتیں، کیونکہ آپ کا سلسلہ اُبوّت تا قیامت چلنے والا ہے، کوئی نبی آپ کے بعد پیدا ہونے والا نہیں، اور ادھر یہ بھی وعدہ ہے کہ یہ دین متین محرف نہ ہوگا بلکہ ہمیشہ لوگ اس میں داخل ہوتے رہیں گے، اس لئے اس کی

(۱) کذا فی حدیث ابی مالک الاشعری عند الطبرانی از کنز العمال ج: ۶ ص: ۲۳۲-۱۲ منہ کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

کثرت ظاہر ہے کہ اندازہ سے بھی باہر ہوگی۔ حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز ملائکہ کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جتنے آدمی آئے ہیں اتنے کسی نبی کے ساتھ نہیں آئے۔

۲:- اس جگہ لفظ ”خَاتَمُ النَّبِيِّينَ“ کے اضافے کی دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اُمّ دُنیا کو اس پر متنبہ کرنا منظور ہے کہ اے ہوا و ہوس کے بندو! یہ ہمارا آخری رسول ہے جو ہمارا آخری پیغام لے کر تمہاری طرف آیا ہے، اب بھی ہوش میں آ جاؤ اور اس کے اتباع سے دین و دُنیا، معاش و معاد کو دُرسٹ کر لو، اس کے بعد پھر کوئی جدید آسمانی پیغام زمین والوں کی طرف نہ بھیجا جائے گا، اور نہ کوئی جدید پیغمبر مبعوث ہوگا، اس لئے اب دین و دُنیا کی اصلاح اور وصول الی اللہ صرف اسی کی تصدیق اور اسی کے اتباع میں منحصر ہے، اس کی ہدایت کو غنیمت سمجھو، طعن و تشنیع سے باز آ جاؤ۔

اور یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے کسی شخص کو متوجہ کرنے کے لئے اُردو، فارسی وغیرہ ہر زبان میں کہا جاتا ہے کہ دیکھو! یہ ہمارا آخری کلام یا آخری وصیت ہے، اس کو پلے باندھ لو۔

۳:- تیسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جب ”مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ“ میں نفی اُبوت سے یہ وہم ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں شفقتِ پدری بھی موجود نہ ہوگی تو اس کو دفع کرنے کے لئے لفظ ”وَلَكِنْ رَّسُولَ اللَّهِ“ بڑھا کر یہ بتلایا گیا کہ اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مرد کے نسبِ باپ نہیں، لیکن آپ اللہ کے رسول ہونے کی وجہ سے نسبِ باپ سے بھی زیادہ شفیق ہیں۔

اس کے بعد اسی کمالِ شفقت کو بیان کرنے کے لئے ارشاد فرمایا: ”وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ“ یعنی اول تو ہر رسول اپنی اُمت کا باپ ہے، اور شفقت میں باپ سے بھی زیادہ، پھر خصوصاً یہ رسول تو خاتم النبیین ہیں جن کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا، ایسی حالت میں تو ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء میں بھی زیادہ شفیق ہوں گے، اور اُمت کی ہدایت اور نصیحت و خیر خواہی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں گے، کیونکہ وہ رُسل جن کے بعد دوسرے رسول اور انبیاء کے آنے کی توقع ہو ان سے اگر کوئی چیز رہ

جائے تو بعد میں آنے والے انبیاء اس کی تکمیل کر سکتے ہیں، لیکن جو تمام انبیاء کا خاتم اور آخر ہو اس کو یہ فکر ہوگی کہ مخلوق کے لئے راستے کو ایسا صاف کر دیا جائے کہ اُن کو کسی وقت گمراہی کا خطرہ نہ ہو، غرض وہ اپنی اُمت کے لئے انتہائی شفقت کا برتاؤ کریں گے۔

جیسے ایک نسبی باپ جبکہ اپنے پیچھے اولاد چھوڑنے والا ہو، اور کوئی ایسا شخص اس کے متعلقین میں نہ ہو جو اس کی اولاد کی نگرانی کر سکے، اور ان کے مصارف کی کفالت کرے تو باپ کی شفقت و محبت میں جس قدر ہیجان ہوگا وہ ظاہر ہے، اپنے بعد کے لئے اپنی حیات ہی میں ایسے سامان مہیا کرنے کی فکر کرے گا کہ آئندہ اس کی اولاد کسی کی محتاج نہ ہو۔

چنانچہ ہمارے آقائے نامدار سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے شریعت کے صراطِ مستقیم کو اس قدر ہموار چھوڑا ہے کہ جس میں رات اور دن برابر ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ ہمیں کسی شریعتِ سابقہ کی حاجت ہے اور نہ لاحقہ کی، اور نہ کسی نبیِ جدید کی ضرورت ہے، اور نہ شریعتِ جدیدہ کی، قرآن مجید اس شریعت کی ابدی تکمیل کا اعلان ان الفاظ سے کر چکا ہے:-

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي.

ترجمہ:- آج ہم نے تمہارے لئے دین کامل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی۔

اس سے ظاہر ہے کہ شرائعِ سابقہ کی تکمیل ابدی اور علی الاطلاق تکمیل نہ تھی، اگرچہ اپنے اوقات کے لحاظ سے وہ سب کامل و مکمل تھیں، اور یہی آیت کی مراد ہے، جیسا کہ امام رازی رحمہ اللہ اپنی تفسیر کبیر میں اس کی تصریح فرماتے ہیں۔

الغرض بتصریح نصِ قرآن یہ شریعت ابدالآباد کے لئے کامل اور مکمل کر دی گئی، اس کو اپنے نبی کے بعد نہ کسی نبی کی ضرورت، نہ محدث کی حاجت، علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:-

بِخِلَافِ أُمَّةٍ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَانَهُمْ

بِهِ فَلَمْ يَحْتَاجُوا مَعَهُ لَا إِلَى نَبِيِّ وَلَا إِلَى مُحَدِّثٍ بَلْ جُمِعَ لَهُ مِنَ الْفَضَائِلِ مَا فَرَّقَهُ فِي غَيْرِهِ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ.

(رسالہ الفرقان ص: ۵۶)

ترجمہ:- بخلاف اُمتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو آپ کی وجہ سے مستغنی فرمادیا ہے، نہ وہ کسی نبی کے محتاج ہیں اور نہ محدث کے، بلکہ وہ تمام فضائل آپ میں جمع کر دیئے گئے ہیں جو دوسرے تمام انبیاء میں متفرق ہیں۔

الغرض اس لفظ ”خَاتَمُ النَّبِيِّينَ“ سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہ نسبت دوسرے انبیاء علیہم السلام کے بھی سب سے زیادہ شفیق و مہربان ہیں۔

اس کے بعد ہم آیت کی مفصل تفسیر ناظرین کے سامنے انہی اُصول کے مطابق پیش کرتے ہیں، جن کو علمائے اُمت نے تفسیر کا معیار قرار دیا ہے، لیکن ہر شخص کی نظرِ اوّل عبارت اور اس کے لغات پر پڑتی ہے، اور وہ پہلے اسی زبان کے قواعد سے اُس کی مراد معلوم کرنا چاہتی ہے، اس لئے بیان کی ترتیب میں ہم پہلے لغتِ عرب کو رکھتے ہیں، اور پھر باقی طریقوں کو بترتیب پیش کیا جائے گا۔

آیت مذکورہ کی تفسیر لغتِ عرب سے

حل لغت

اس آیت میں چند کلمات ہیں:-

و، لکن، رسول، اللہ، خاتم، النبیین، جن میں سے واو عطف کے لئے ہے اور لکن استدراک یعنی ازالہ شبہ کے لئے اور لفظ اللہ محتاج بیان نہیں، البتہ باقی تین لفظ یعنی رسول اور خاتم اور النبیین زیادہ تفصیل طلب ہیں، اور بالخصوص آخر کے دو لفظ کیونکہ فرقہ مرزائیہ نے اس آیت کی تحریف کا راستہ انہی دو لفظوں کو بنایا ہے، لہذا ان

الفاظ کے متعلق کسی قدر تفصیل ہدیہ ناظرین کرنے کی ضرورت ہے۔

رسول :- جس شخص کو خداوندِ عالم اپنی وحی کے ساتھ مشرف فرما کر مخلوق کی طرف تبلیغ و ہدایت کے لئے بھیجتا ہے، اس کو ”رسول“ اور ”نبی“ کہتے ہیں۔ پھر ان دونوں لفظوں کی شرح میں علمائے عربیت و اصول کے مختلف اقوال ہیں۔

رسول اور نبی کے معنی میں فرق

بعض حضرات کا خیال ہے کہ اصطلاحِ شرع میں یہ دونوں لفظ مترادف ہیں، یعنی ان کے معانی میں باہمی کوئی فرق نہیں ہے، یہ حضرات ان آیات اور احادیث اور کلماتِ عرب سے استدلال کرتے ہیں جن میں سے ایک ہی شخص کی نسبت کبھی لفظِ رسول بولا گیا ہے اور کبھی لفظِ نبی، اور یہ مذہب جمہور معتزلہ کا ہے۔

اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ رسول بہ نسبت نبی عام ہے، کیونکہ نبی کے لئے انسان ہونا ضروری ہے، فرشتے کو نبی نہیں کہا جاتا، اور رسول جس طرح انسان ہوتے ہیں اسی طرح ملائکہ بھی ہو سکتے ہیں، قرآنِ عزیز کی بہت سی آیات ملائکہ کو بھی رسول کا لقب دیتی ہیں، کمافی قولہ تعالیٰ :-

لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ.

ترجمہ :- بے شک ہمارے رسول (یعنی ملائکہ) ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس خوشخبری لے کر آئے۔

اور جمہور اہل سنت والجماعت اور علمائے سلف کی تحقیق یہ ہے کہ نبی عام ہے اور رسول خاص، کیونکہ اصطلاحِ شرع میں ”رسول“ صرف اس شخص کو کہا جاتا ہے کہ جس کو خداوندِ عالم کی طرف سے کوئی کتاب دی گئی ہو یا وہ نبی جو مستقل شریعت لے کر آیا ہو، اور نبی کے لئے ان دونوں میں سے کوئی شرط نہیں، بلکہ نبی اس شخص کو بھی کہا جاتا ہے جو صاحبِ شریعت و کتاب ہو، اور اس شخص کو بھی جس کو خداوندِ عالم کی جانب سے وحی ہو اور وہ تبلیغِ احکام کرتا ہو، لیکن اس کے لئے کتاب یا شریعتِ جدیدہ نہیں، اور قرآنِ کریم کی متعدد آیات اس تحقیق پر شاہد ہیں :-

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ. الآية.

ترجمہ:- نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول اور نہ نبی مگر اس طرح... الخ۔
جس میں لفظ ”رسول“ کے بعد لفظ ”نبی“ بغرض تعیم بعد التخصیص ذکر کیا گیا ہے، نیز حدیث میں ہے:-

عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَانَ الْأَنْبِيَاءُ مِائَةَ أَلْفٍ وَأَرْبَعَةَ وَعِشْرِينَ أَلْفًا، وَكَانَ الرَّسُلُ خَمْسَةَ عَشَرَ وَثَلَاثُمِائَةِ رَجُلٍ مِنْهُمْ أَوَّلُهُمْ آدَمُ ... إِلَى قَوْلِهِ ... آخِرُهُمْ مُحَمَّدٌ.

(رواہ اسحق بن راہویہ وابن ابی شیبہ ومحمد بن ابی عمرو ابویعلیٰ) (از حاشیہ مسامرہ مصری ص: ۱۹۳، وکذا اخرجه ابن حبان فی صحیحہ وصححه ابن حجر فی الفتح)

ترجمہ:- حضرت ابو ذرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ: انبیاء ایک لاکھ چوبیس ہزار ہوئے ہیں، اور رسول تین سو پندرہ، جن میں سے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام اور سب سے آخر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں۔ (یہ حدیث اسحق بن راہویہ، ابن ابی شیبہ، ابویعلیٰ نے روایت کی ہے، اور ابن حبان اور ابن حجر نے اس کو صحیح فرمایا ہے)

اس حدیث نے بالکل صاف کر دیا کہ رسول اور نبی میں فرق ہے، اور انبیاء بہ نسبت رسول کے زیادہ ہوئے ہیں، نیز اس حدیث میں خط کشیدہ الفاظ بھی قابل غور ہیں۔

اس لئے جمہور اہل سنت والجماعت نے اسی تحقیق کو اختیار کیا ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے شرح صحیح بخاری جلد: ۱۲ صفحہ: ۳۳۱ کتاب التعمیر میں اس کی تصریح فرمائی، اور زر قانی رحمہ اللہ نے شرح مؤطا میں، ابن ہمام رحمہ اللہ نے مسامرہ میں، قاضی عیاض رحمہ اللہ نے شفا میں اس کی تصدیق فرمائی ہے، ومثلہ فی حواشی شرح العقائد النسفیہ۔

ہاں! اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتلادینا ضروری ہے کہ جمہور اہل سنت کو بھی اس سے انکار نہیں کہ بعض مواضع میں لفظ رسول، نبی کی جگہ پر، یا نبی، رسول کی جگہ پر توسعاً و مجازاً بولا جاتا ہے، اور اسی بات کے سمجھنے سے پہلے دونوں مذہبوں کی دلیلوں کا جواب بھی ہو جاتا ہے (کما لا یخفی علی المتیقظ)۔

اس کے بعد ہم باقی ان دونوں لفظوں کی شرح علیحدہ علیحدہ لغت کی معتبر کتابوں سے پیش کرتے ہیں، اور پھر پورے جملے کے معنی اُز رُوعِ قواعدِ عربیت ذکر کئے جائیں گے۔

لفظ خاتم کی لغوی تحقیق

اس لفظ کے بارے میں آیت مذکورہ میں دو قراءتیں ہیں، یعنی جن حضرات نے اس لفظ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، اُن میں سے بعض نے خاتم، ت کے زبر کے ساتھ، بعض نے خاتم، ت کے زیر کے ساتھ نقل کیا ہے۔

پھر امام المفسرین والمحدثین ابن جریر طبری رحمہ اللہ اور جمہور مفسرین نے اپنی اپنی تفسیروں میں فرمایا ہے کہ دوسری قراءت یعنی خاتم، ت کے زبر کے ساتھ صرف دو قاریوں حسن اور عاصم کی قراءت ہے۔

ان کے علاوہ تمام قاریوں کے نزدیک پہلی قراءت یعنی خاتم بکسر تاء مختار ہے۔ (ابن جریر ج: ۲۲ ص: ۱۱)

اور جب آیت میں زیر اور زبر دونوں قراءتیں موجود ہیں تو ضروری ہے کہ ہم خاتم بالکسر اور خاتم بالفتح دونوں لفظوں کی مفصل شرح ناظرین کے سامنے پیش کریں، وہو ہذا۔

یہ دونوں لفظ کلامِ عرب میں چند معانی کے لئے مستعمل ہوتے ہیں جن کو ذیل میں ایک نقشہ کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے:-
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

لفظ	لفظ	نمبر شمار	معانی	حوالہ کتب لغت
خاتم بالفتح	خاتم بالکسر	۱	گنیمت مہر جس پر نام وغیرہ کندہ کئے جاتے ہیں۔	لسان العرب، تاج العروس، صحاح جوہری، قاموس۔
خاتم بالفتح	خاتم بالکسر	۲	انگشتری یعنی انگوٹھی، مثلاً خاتم ذہب، یعنی سونے کی انگوٹھی۔	لسان العرب، تاج العروس، صحاح وغیرہ۔
خاتم بالفتح	خاتم بالکسر	۳	آخر قوم بھی اکثر مستعمل ہے۔	قاموس، تاج العروس، منتہی الادب۔
خاتم بالفتح	خاتم بالکسر	۴	گھوڑے کے پاؤں میں جو تھوڑی سی سفیدی ہو اس کو بھی خاتم کہتے ہیں۔	ایضاً
خاتم بالفتح	خاتم بالکسر	۵	گدی کے نیچے جو گڑھا ہے اس کو بھی خاتم کہتے ہیں۔	ایضاً
-	خاتم بالکسر لفظ	۶	بمعنی اسم فاعل، کسی چیز کو ختم کرنے والا۔	ایضاً
بالفتح فقط	-	۷	مہر کا جو نقش کاغذ وغیرہ پر اتر آتا ہے۔	لسان العرب وغیرہ۔ ^(۱)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں لفظ سات معانی میں مستعمل ہوتے ہیں، جن میں اول کے پانچ دونوں میں مشترک ہیں، اور نمبر ۶ فقط خاتم بالکسر کے ساتھ مخصوص ہے، اور نمبر ۷ خاتم بالفتح کے ساتھ خاص ہے۔

اس کے بعد یہ دیکھنا ہے کہ آیت مذکورہ میں خاتم بالکسر کے چھ معنوں میں کون سے معنی ہو سکتے ہیں؟ اور خاتم بالفتح کے چھ معنوں میں سے کون سے؟ سو یہ بھی ظاہر ہے کہ پہلے اور دوسرے معنی یعنی گنیمت مہر اور انگشتری آیت

(۱) اس تخصیص و تفصیل میں علمائے لغت کے اقوال کچھ اور بھی ہیں، مگر عام کتب لغت سے یہی تفصیل مستفاد ہوتی ہے۔ ۱۲ محمد شفیع غفرلہ

میں کسی طرح حقیقت کے اعتبار سے مراد نہیں ہو سکتے، اور باجماع علمائے لغت اور باتفاق عقلائے دنیا جب تک حقیقی معنی درست ہو سکیں، اس وقت تک مجازی کو اختیار کرنا باطل ہے، لہذا پہلے اور دوسرے معنی ہرگز مراد نہیں۔

چوتھے پانچویں معانی کا تو آیت میں کسی انسان کو وہم بھی نہیں ہو سکتا، کیونکہ وہ اس آیت میں نہ ہقیقہ درست ہیں نہ مجازاً۔

اسی طرح ساتویں معنی یعنی مہر کا نقش، یہ بھی حقیقی معنی کے لحاظ سے آیت میں مراد نہیں ہو سکتے، اور مجازی معنی مراد لینے کی کوئی وجہ نہیں۔

ولہذا اب صرف دو احتمال باقی ہیں، تیسرے معنی یعنی آخر قوم اور چھٹے معنی یعنی ختم کرنے والے، اور یہ دونوں معنی بلا تکلف آیت میں حقیقت کے اعتبار سے درست ہیں، صرف اتنا فرق ہے کہ ان میں سے پہلے معنی دونوں قراءتوں یعنی خاتم بالکسر اور خاتم بالفتح پر درست ہیں، اور دوسرے معنی صرف خاتم بالکسر کے ساتھ مخصوص ہیں۔

الحاصل لفظ خاتم کی دونوں قراءتوں اور ان کے معانی لغویہ پر مفصل بحث کا نتیجہ انشاء اللہ تعالیٰ ناظرین کرام نے یہ نکال لیا ہوگا کہ اگر قرآن و حدیث کی تصریحات اور صحابہؓ و تابعینؓ کی تفاسیر اور ائمہ سلف کی شہادتوں سے بھی قطع نظر کر لی جائے اور فیصلہ صرف لغت عرب پر رکھ دیا جائے تب بھی لغت عرب یہ فیصلہ دیتا ہے کہ آیت مذکورہ کی پہلی قراءت پر دو معنی ہو سکتے ہیں، آخر النبیین اور نبیوں کے ختم کرنے والے، اور دوسری قراءت پر ایک معنی ہو سکتے ہیں یعنی آخر النبیین۔

لیکن اگر حاصل معنی پر غور کیا جائے تو دونوں کا خلاصہ صرف ایک ہی نکلتا ہے، اور یہ لحاظ مراد کہا جاسکتا ہے کہ دونوں قراءتوں پر آیت کے معنی لغت یہی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء علیہم السلام کے آخر ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا، جیسا کہ تفسیر روح المعانی میں بتصریح موجود ہے:-

وَالْخَاتَمُ اسْمُ إِلَهٍ لِمَا يُخْتَمُ بِهِ كَالطَّابِعِ لِمَا يُطْبَعُ بِهِ

فَمَعْنَى خَاتَمِ النَّبِيِّينَ الَّذِي خَتَمَ النَّبِيُّونَ بِهِ وَمَالَهُ آخِرُ

(روح المعانی ج: ۷ ص: ۵۹)

النَّبِيِّينَ

ترجمہ:- اور خاتم بالفتح اس آلہ کا نام ہے جس سے مہر لگائی جائے، پس خاتم النبیین کے معنی یہ ہوں گے ”وہ شخص جس پر انبیاء ختم کئے گئے“ اور اس معنی کا نتیجہ بھی یہی آخر النبیین ہے۔

اور علامہ احمد معروف بہ مُلّا جہون صاحب نے اپنی تفسیر احمدی میں اسی لفظ کے معنی کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے:-

وَالْمَالُ عَلَى كُلِّ تَوْجِيهِ هُوَ الْمَعْنَى الْآخِرُ وَلِذَلِكَ فَسَّرَ
صَاحِبُ الْمَذَارِكِ قِرَاءَةَ عَاصِمٍ بِالْآخِرِ وَصَاحِبُ
الْبَيْضَاوِيِّ كُلَّ الْقِرَاءَتَيْنِ بِالْآخِرِ.

ترجمہ:- اور نتیجہ دونوں صورتوں (بالفتح و بالکسر) میں وہ صرف معنی آخر ہی ہیں، اور اسی لئے صاحب تفسیر مدارک نے قراءتِ عاصم یعنی بالفتح کی تفسیر آخر کے ساتھ کی ہے، اور بیضاوی نے دونوں قراءتوں کی یہی ایک تفسیر کی ہے۔

روح المعانی اور تفسیر احمدی کی ان عبارتوں سے یہ بات بالکل روشن ہوگئی کہ لفظ خاتم کے جو دو معنی آیت میں بن سکتے ہیں اُن کا بھی خلاصہ اور نتیجہ صرف ایک ہی ہے، یعنی آخر النبیین، اور اسی بناء پر بیضاوی رحمہ اللہ نے دونوں قراءتوں کے ترجمے میں کوئی فرق نہیں کیا، بلکہ دونوں صورتوں میں آخر النبیین تفسیر کی ہے۔

پھر خداوندِ عالم ائمہ لغت کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے صرف اسی پر بس نہیں کی کہ لفظ خاتم کے معنی کو جمع کر دیا، بلکہ تصریحاً اس آیت شریفہ کے متعلق جس پر اس وقت ہماری بحث ہے صاف طور پر بتلادیا کہ تمام معانی میں سے جو لفظ خاتم میں لفظ محتمل ہیں اس آیت میں صرف یہی معنی ہو سکتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء کے ختم کرنے والے اور آخری نبی ہیں۔

خدائے علیم و خبیر ہی کو معلوم ہے کہ لغتِ عرب پر آج تک کتنی کتابیں چھوٹی بڑی اور معتبر و غیر معتبر لکھی گئیں، اور کہاں کہاں اور کس صورت میں موجود ہیں، ہمیں تو نہ اُن سب کے جمع کرنے کی ضرورت ہے، اور نہ یہ کسی بشر کی طاقت ہے، بلکہ صرف

اُن چند کتابوں سے جو عرب و عجم میں مسلم الثبوت اور قابل استدلال سمجھی جاتی ہیں ”مشتہ نمونہ از خروارے“ ہدیہ ناظرین کر کے یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ لفظ خاتم بالفتح اور بالکسر کے معانی میں سے ائمہ لغت نے آیت مذکورہ میں کون سے معنی تجویز کئے ہیں۔

مفردات القرآن:- یہ کتاب امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ عجیب تصنیف ہے کہ اپنی نظیر نہیں رکھتی، خاص قرآن کے لغات کو نہایت عجیب انداز سے بیان فرمایا ہے، شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اتقان میں فرمایا ہے کہ لغات قرآن میں اس سے بہتر کتاب آج تک تصنیف نہیں ہوئی، آیت مذکورہ کے متعلق اس کے الفاظ یہ ہیں:-

وَاٰخَاتِمْ النَّبِيِّۦنَ لِاِنَّهُ خَتَمَ النَّبُوَّةَ اٰی تَمَمَّهَا بِمَحِیْثِہٖ۔

(مفردات راغب ص: ۱۴۲)

ترجمہ:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپؐ نے نبوت کو ختم کر دیا، یعنی آپؐ نے تشریف لا کر نبوت کو تمام فرمایا۔

المحکم لابن السیدہ:- لغت عرب کی وہ معتمد علیہ کتاب ہے جس کو علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ان معتبرات میں سے شمار کیا ہے کہ جن پر قرآن کے بارے میں اعتماد کیا جاسکے۔

وَاٰخَاتِمْ کُلِّ شَیْءٍ وَاٰخَاتِمْتُہٗ عَاقِبَتُہٗ وَاٰخِرُہٗ۔ (از لسان العرب)

ترجمہ:- اور خاتم اور خاتمہ ہر شے کے انجام اور آخر کو کہا جاتا ہے۔

تہذیب للأزہری:- اس کو بھی سیوطی رحمہ اللہ نے معتبرات لغت میں شمار کیا ہے، اس میں لکھا ہے:-

وَالْخَاتِمُ وَالْخَاتِمُ مِنْ اَسْمَاءِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَفِی التَّنْزِیْلِ الْعَزِیْزِ: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِنْ رِجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَاٰخَاتِمْ النَّبِیِّنَ۔ اٰی اٰخِرُہُمْ۔

(از لسان العرب)

ترجمہ:- اور خاتمہ بالکسر اور خاتم بالفتح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں سے ہیں، اور قرآن عزیز میں ہے کہ: نہیں ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے رسول اور سب نبیوں میں آخری نبی ہیں۔

اس میں کس قدر صراحت کے ساتھ بتلادیا گیا ہے کہ خاتمہ بالکسر اور خاتم بالفتح دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ہیں، اور قرآن مجید میں خاتم النبیین سے آخر النبیین مراد ہے۔

کیا ائمہ لغت کی اتنی تصریحات کے بعد بھی کوئی منصف اس معنی کے سوا کوئی اور معنی تجویز کر سکتا ہے؟
لسان العرب:- لغت کی مقبول کتاب ہے، عرب و عجم میں مستند مانی جاتی ہے، اس کی عبارت یہ ہے:-

خَاتِمُهُمْ وَخَاتَمُهُمْ وَآخِرُهُمْ عَنِ اللَّحْيَانِي وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتِمُ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ.

ترجمہ:- خاتم القوم بالکسر اور خاتم القوم بالفتح کے معنی آخر القوم ہیں، انہی معنی پر لہجائی سے نقل کیا جاتا ہے، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء (یعنی آخر الانبیاء) ہیں۔

اس میں بھی بوضاحت بتلایا گیا کہ بالکسر کی قراءت پڑھی جائے یا بالفتح کی ہر صورت میں خاتم النبیین اور خاتم الانبیاء کے معنی آخر النبیین اور آخر الانبیاء ہوں گے۔
لسان العرب کی اس عبارت سے ایک قاعدہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ اگرچہ لفظ خاتم بالفتح اور بالکسر دونوں کے بحیثیت نفس لغت بہت سے معانی ہو سکتے ہیں، لیکن جب قوم یا جماعت کی طرف اس کی اضافت کی جاتی ہے تو اس کے معنی صرف آخر اور ختم کرنے والے کے ہوتے ہیں، غالباً اسی قاعدے کی طرف اشارہ کرنے کے لئے لفظ خاتم کو تنہا ذکر نہیں کیا، بلکہ قوم اور جماعت کی ضمیر کی طرف اضافت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

لغت عرب کے تتبع (تلاش) کرنے سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ لفظ خاتم بالکسر یا بالفتح جب کسی قوم یا جماعت کی طرف مضاف ہو تو اس کے معنی آخر ہی کے ہوتے ہیں، آیت مذکورہ میں بھی خاتم کی اضافت جماعتِ نبیین کی طرف ہے، اس لئے اس کے معنی آخر النبیین اور نبیوں کے ختم کرنے والے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتے، اس قاعدے کی تائید تاج العروس شرح قاموس سے بھی ہوتی ہے، وہو ہذا:-

تاج العروس:- شرح قاموس للعلامة الزبيدي میں لحياني سے نقل کیا ہے:-

وَمِنْ أَسْمَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْخَاتِمُ وَالْخَاتَمُ وَهُوَ الَّذِي خَتَمَ النُّبُوَّةَ بِمَجِيئِهِ.

ترجمہ:- اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ میں سے خاتم بالکسر اور خاتم بالفتح بھی ہے، اور خاتم وہ شخص ہے جس نے اپنے تشریف لانے سے نبوت کو ختم کر دیا ہو۔

مجمع البحار:- جس میں لغات حدیث کو معتمد طریق سے جمع کیا گیا ہے،

اس کی عبارت درج ذیل ہے:-

الْخَاتِمُ وَالْخَاتَمُ مِنْ أَسْمَائِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، شِ بِالْفَتْحِ اسْمٌ أَيْ اخِرُهُمْ وَبِالْكَسْرِ اسْمٌ فَاعِلٌ. (مجمع البحار)
ترجمہ:- خاتم بالکسر اور خاتم بالفتح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں سے ہے، بالفتح اسم ہے جس کے معنی آخر کے ہیں، اور بالکسر اسم فاعل کا صیغہ ہے جس کے معنی تمام کرنے والے کے ہیں۔

نیز مجمع البحار ج ۱: ص ۳۲۹ میں ہے:-

خَاتِمُ النُّبُوَّةِ بِكَسْرِ التَّاءِ أَيْ فَاعِلُ الْخَتْمِ وَهُوَ الْإِتْمَامُ وَبِفَتْحِهَا بِمَعْنَى الطَّابِعِ أَيْ شَيْءٌ يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اسلامی کتاب کا سب سے بڑا مفت مرکز

مہر یعنی وہ شے جو اس پر دلالت کرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں۔

قاموس:- میں ہے:-

وَالْخَاتِمُ الْآخِرُ الْقَوْمِ كَالْخَاتِمِ وَمِنْهُ قَوْلُهُ تَعَالَى: وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ، أَيْ آخِرُهُمْ.

ترجمہ:- اور خاتم بالکسر اور خاتم بالفتح قوم میں سب سے آخر کو کہا جاتا ہے اور اسی معنی میں ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: خاتم النبیین، یعنی آخر النبیین۔

اس میں بھی لفظ ”قوم“ بڑھا کر قاعدہ مذکورہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، نیز مسئلہ زیر بحث کا بھی نہایت وضاحت کے ساتھ فیصلہ کر دیا ہے۔

کلیات ابی البقاء:- لغت عرب کی مشہور و معتمد کتاب ہے، اس میں مسئلہ زیر بحث کو سب سے زیادہ واضح کر دیا ہے، ملاحظہ ہو:-

وَتَسْمِيَةُ نَبِيِّنَا خَاتِمِ الْأَنْبِيَاءِ لِأَنَّ الْخَاتِمَ آخِرُ الْقَوْمِ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ. (کلیات ابی البقاء ص: ۳۱۹)

ترجمہ:- اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام خاتم الانبیاء اس لئے رکھا گیا کہ خاتم آخر قوم کو کہتے ہیں (اور اسی معنی میں) خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ: نہیں ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ، لیکن اللہ کے رسول ہیں اور آخر سب نبیوں کے۔

اس میں نہایت صاف کر دیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء اور خاتم النبیین نام رکھنے کی وجہ ہی یہ ہے کہ خاتم آخر القوم کو کہا جاتا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخر النبیین ہیں۔

نیز ابوالبقاء نے اس کے بعد کہا ہے کہ:-

وَنَفِي الْأَعْمِ يَسْتَلْزِمُ نَفِي الْأَخْصِ.

ترجمہ:- اور عام کی نفی، خاص کی نفی کو بھی مستلزم ہے۔

جس کی غرض یہ ہے کہ نبی عام ہے، تشریحی ہو یا غیر تشریحی،^(۱) اور رسول خاص تشریحی کے لئے بولا جاتا ہے، اور آیت میں جبکہ عام نبی کی نفی کردی گئی تو خاص یعنی رسول کی بھی نفی ہونا لازم ہے، لہذا معلوم ہوا کہ اس آیت سے تشریحی اور غیر تشریحی ہر قسم کے نبی کا اختتام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہونے کی نفی ثابت ہوتی ہے، جو لوگ آیت میں تشریحی اور غیر تشریحی کی تقسیم گھڑتے ہیں علامہ ابوالبقاء نے پہلے ہی سے اُن کے لئے ردّ تیار کر رکھا ہے۔

صحاح العربیۃ للجوہری :- جس کی شہرت محتاج بیان نہیں، اس کی عبارت یہ ہے:-

وَالْخَاتِمُ وَالْخَاتِمُ بِكُسْرِ النَّاءِ وَفَتْحِهَا وَالْخِيتَامُ وَالْخَاتَامُ كُلُّهُ بِمَعْنَى وَالْجَمْعُ الْخَوَاتِيمُ وَخَاتِمَةُ الشَّيْءِ آخِرُهُ وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتِمُ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ.

ترجمہ:- اور خاتم اور خاتم تاء کے زیر اور زبر دونوں سے اور ایسے ہی خیتام اور خاتام سب کے معنی ایک ہیں، اور جمع خواتیم آتی ہے، اور خاتمہ کے معنی آخر کے ہیں، اور اسی معنی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء علیہم السلام کہا جاتا ہے۔

اس میں بھی یہ تصریح کردی گئی ہے کہ خاتم اور خاتم بالکسر اور بالفتح دونوں کے ایک معنی ہیں، یعنی آخر قوم۔

منتہی الارب :- میں لفظ خاتم کے متعلق لکھا ہے:-

(۱) یاد رہے کہ اس رسالہ میں جہاں کہیں ہم نے ”تشریحی“ اور ”غیر تشریحی“ کے الفاظ لکھے ہیں، ان سے ہماری مراد یہ ہے کہ شریعت جدیدہ لے کر آئے ہوں یا پہلی ہی شریعت کے متبع ہوں، ورنہ انبیاء علیہم السلام سب کے سب تشریحی ہیں، اور شریعت لازمہ نبوت ہے، مرزا صاحب نے جس کا نام غیر تشریحی رکھا ہے وہ نبوت کی کوئی قسم نہیں۔ ۱۲ منہ

خاتم کصاحب مہر و انشتري، و آخر ہر چیزے و پایان آں و آخر قوم
و خاتم بالفتح مثله و محمد خاتم الانبياء صلى الله عليه وسلم و عليهم اجمعين۔
صراح:- میں ہے:-

خَاتِمَةُ الشَّيْءِ اٰخِرُهُ وَمُحَمَّدٌ خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ بِالْفَتْحِ
صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ اٰجْمَعِينَ۔

ترجمہ:- خاتمہ شے کے معنی آخر شے کے ہیں، اور اسی معنی میں
محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔

لغت عرب کے غیر محدود دفتر میں سے یہ چند اقوال ائمہ لغت بطور مشتمل
نمونے از خروارے پیش کئے گئے ہیں، جن سے انشاء اللہ تعالیٰ ناظرین کو یقین ہو گیا
ہوگا کہ از روئے لغت عرب آیت مذکورہ میں خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کے سوا
اور کچھ نہیں ہو سکتے، اور لفظ خاتم کے معنی آیت میں آخر اور ختم کرنے والے کے علاوہ
ہرگز مراد نہیں بن سکتے۔

یہاں تک بحمد اللہ یہ بات بالکل روشن ہو چکی ہے کہ آیت مذکورہ میں خاتم
بالفتح اور بالکسر کے حقیقی معنی صرف دو ہو سکتے ہیں، اور اگر بالفرض مجازی معنی بھی لئے
جائیں تو اگرچہ اس جگہ حقیقی معنی کے درست ہوتے ہوئے اس کی ضرورت نہیں، لیکن
بالفرض اگر ہوں تب بھی خاتم کے معنی مہر کے ہوں گے، جیسا کہ خود مرزا صاحب
قادینی ”ھقیقۃ الوحی“ حاشیہ صفحہ: ۹۷ میں تصریح کرتے ہیں، اور اس وقت آیت کے
یہ معنی ہوں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء پر مہر کرنے والے ہیں، جس کا خلاصہ
بھی پہلے معنی کے علاوہ کچھ نہیں، کیونکہ محاورے میں کہا جاتا ہے کہ ”فلاں شخص نے
فلاں چیز پر مہر کر دی“ یعنی اب اس میں کوئی چیز داخل نہیں ہو سکتی، قرآن عزیز نے
فرمایا ہے:-

خَتَمَ اللّٰهُ عَلَى قُلُوْبِهِمْ۔ (البقرہ: ۷)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں پر مہر کر دی، یعنی اب اُن

میں کوئی خیر کی چیز داخل نہیں ہوتی۔

أَرَوْحٌ وَقَدْ خَتَمْتُ عَلَى فُؤَادِي بِحَبْكٍ أَنْ يَحُلَّ بِهِ سِوَاكَ

ترجمہ:- میں تیرے یہاں سے اس طرح جا رہا ہوں کہ تو نے

میرے قلب پر اپنی محبت سے مہر لگا دی ہے، تاکہ اس میں تیرے

سوا کوئی داخل نہ ہو سکے۔

اس وقت تک جو کچھ کلام کیا گیا ہے وہ لفظ ”خاتم“ کے لغوی معنی کی تحقیق

تھی، اس کے بعد دوسرے لفظ یعنی ”النَّبِيْنِ“ کے لغوی معنی اور اس کی تحقیق عرض کی جاتی ہے۔

لفظ ”النَّبِيْنِ“ کی لغوی تحقیق

یہ لفظ دراصل دو لفظوں سے مرکب ہے، ایک ”الف لام“ تعریف، دوسرا ”نبیین“، دونوں کے متعلق مختصراً گزارش کی جاتی ہے۔

دوسرا لفظ ”نَبِيْنِ“ تو نبی کی جمع ہے، جس کا استعمال انبیاء کی جماعت کے لئے کیا جاتا ہے، اور لفظ ”نبی“ کی مفصل تحقیق لغوی اور شرعی گزر چکی ہے، ناظرین چند ورق الٹ کر ملاحظہ فرمائیں۔

البتہ پہلا لفظ یعنی ”الف لام“ اس جگہ تفصیل طلب ہے، جس کو ہدیٰ ناظرین کیا جاتا ہے، لیکن چونکہ یہ ایک خالص علمی مسئلہ ہے، اس لئے اگر باوجود امکانی سہولت پیدا کرنے کے بعد بھی عام ناظرین کے لئے پوری وضاحت نہ ہو تو معذور سمجھا جائے۔

مشہور ہے کہ ”الف^(۱) لام“ تعریف لغت چار معنی میں استعمال کیا جاتا ہے، جنس، استغراق، عہد خارجی، عہد ذہنی، لیکن جب الف لام جمع پر داخل ہوتا ہے تو

(۱) الف لام تعریف جس لفظ پر داخل ہو اس کی چند صورتیں ہیں، یا تو اس کے افراد میں سے کچھ مراد نہیں، بلکہ نفسِ ماہیت مراد ہے، تو اس الف لام کو جنسی کہتے ہیں، اور اگر افراد مراد ہیں تو یا تمام افراد مراد ہوں گے یا بعض، اگر تمام ہیں تو استغراقی، اور اگر بعض ہیں تو پھر معین ہوں گے یا غیر معین، اگر معین ہیں تو عہد خارجی، ورنہ عہد ذہنی کہتے ہیں۔ ۱۲ منہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

باجماع اہل عربیت اور باتفاق علمائے اصول اس میں صرف دو احتمال ہوتے ہیں، اول عہد خارجی یا ذہنی، دوم استغراق، دیکھو کشف الاسرار للعلامة النفسی۔

وَإِنْ دَخَلْتُ عَلَى الْجَمْعِ فَلِلْعَهْدِ إِنْ كَانَ وَالْأُفْلَحُ الْمَعْمُومُ.

(کشف ج: ۱ ص: ۲۲۰)

ترجمہ:- اور اگر الف لام تعریف جمع پر داخل ہو تو اگر وہاں عہد بن سکتا ہے تو وہ مراد ہوگا، ورنہ عموم و استغراق مراد لیا جائے گا۔

اور علامہ ابوالبقاء اپنی کلیات میں فرماتے ہیں:-

وَقَالَ عَامَّةُ أَهْلِ الْأُصُولِ وَالْعَرَبِيَّةِ لَامُ التَّعْرِيفِ سَوَاءٌ دَخَلَتْ عَلَى الْفَرْدِ أَوْ عَلَى الْجَمْعِ تُفِيدُ الْإِسْتِغْرَاقَ إِلَّا إِذَا كَانَ مَعْهُودًا. (کلیات ابی البقاء ص: ۵۶۳)

ترجمہ:- عموماً اہل اصول اور اہل عربیت نے فرمایا ہے کہ لام تعریف خواہ مفرد پر داخل ہو یا جمع پر وہ استغراق ہی کا فائدہ دیتا ہے، البتہ اگر معبود ہو تو پھر عہد کے لئے لیا جاتا ہے۔

طبع قدیم، صفحہ: ۲۹ میں یہ بات اور زیادہ ہے کہ اس حکم میں مفرد اور جمع سب برابر ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ الف لام دراصل صرف انہی دو معنی کے لئے ہے، باقی معانی محض ضرورت مقام کے لئے کبھی کبھی آتے ہیں۔

اور علامہ رضی نے بھی شرح کافیہ میں اس بحث پر مبسوط تقریر کرتے ہوئے یہی اختیار کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:-

بعضیت اور جزئیت کی علامت تنوین ہے، جب کسی اسم پر الف لام داخل ہو کر مانع تنوین ہو جائے گا تو اس کا مدلول صریح صرف استغراق کل افراد ہوگا، البتہ اگر کوئی دلیل اس بات پر دلالت کرے کہ اس لفظ سے اس کے کل افراد مراد نہیں، بلکہ بعض معین یا غیر معین افراد مراد ہیں تو اس وقت انہی افراد کو مراد سمجھا جائے گا جس کو اصطلاح میں عہد خارجی اور عہد ذہنی کہتے ہیں، جیسے کہا

جائے: اِشْتَرِ اللَّحْمَ (یعنی گوشت خرید لاؤ) تو ظاہر ہے کہ گوشت سے اس کے تمام افراد مراد نہیں ہو سکتے، اور نہ یہ کسی بشر کی قدرت میں ہے، اس لئے بقرینہ خریداری اللحم میں لحم سے فقط بعض افراد غیر معین لحم کے مراد ہوں گے، اور اسی کو عہد ذہنی کہا جاتا ہے، جیسے قرآن عزیز میں ہے: اَوْ اَجِدْ عَلَى النَّارِ هُدًى (یا میں آگ پر اطلاع پاؤں) تو النَّار سے ظاہر ہے کہ آگ کے تمام افراد مراد نہیں ہو سکتے بلکہ صرف وہ معین آگ مراد ہے جس کا ذکر پہلے کلام میں موجود ہے اور اسی کا نام عہد خارجی ہے، اور جب اس قسم کی کوئی دلیل مختص اس لفظ کو اپنے مدلول صریح یعنی استغراق سے پھیرنے والی نہ ہو تو استغراق کے سوا کوئی معنی مراد لینا قواعد عرف و لغت میں جائز نہیں، اگرچہ فی نفسہ جنس ماہیت مراد ہونے کا بھی احتمال ہو سکتا ہے، لیکن عرف و محاورات میں اس کا اعتبار نہیں ہوتا، بلکہ عرف میں اعیان خارجیہ سے کلام ہوتا ہے، نہ کہ ماہیات ذہنیہ سے، لہذا جنس کا احتمال سرے سے ساقط ہے۔ (رضی شرح کا فیہ مختصراً)

نتیجہ یہ ہے کہ الف لام تعریف خواہ مفرد پر داخل ہو یا جمع پر، اس میں صرف دو ہی احتمال ہوتے ہیں، استغراق یا عہد، اور اسی بناء پر علامہ رضی اس کے بعد فرماتے ہیں:-

فَاِذَا لَمْ يَكُنْ لِلْبَعْضِيَّةِ لِعَدَمِ دَلِيلِهَا وَهُوَ التَّوْنِ وَجَبَ كَوْنُهُ لِلْكُلِّ فَعَلَى هَذَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلْمَاءُ طَاهِرٌ، اَيُّ كُلِّ الْمَاءِ، وَالتَّوْمُ حَدَثٌ، اَيُّ كُلِّ التَّوْمِ اِذْ لَيْسَتْ فِي الْكَلَامِ قَرِيْنَةٌ بِعَضِيَّةٍ لَا مُطْلَقَةً وَلَا مُعَيَّنَةً فَلِهَذَا جَازٌ وَاِنْ كَانَ قَلِيْلًا وَصَفُ الْمَفْرَدِ بِالْجَمْعِ نَحْوُ قَوْلِهِمْ اَهْلَكَ النَّاسَ الدِّيْنَارُ الصُّفْرُ وَالدِّرْهَمُ الْبَيْضُ عَلَى مَا حَكَى

ترجمہ:- پس جبکہ بعضیت کلام میں بوجہ دلیل (یعنی تنوین) نہ ہونے کی ثابت نہ ہو سکے تو واجب ہے کہ کل افراد پر حمل کیا جائے، اور اسی پر محمول ہے فرمانِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ: پانی طاہر ہے، یعنی سب افراد پانی کے (اصل سے) طاہر ہیں، اور نیند بے وضو ہونا ہے، یعنی ہر فرد نیند (معروف) کا اور چونکہ الف لام داخل ہونے کے بعد مفرد بھی بہت سے افراد پر دلالت کرتا ہے، اسی لئے مفرد کی صفت میں جمع بھی لائی جاتی ہے، اگرچہ ایسا محاورات میں کم ہے، جیسا کہ انفیش نے روایت کیا ہے، الدرہم البیض اور الدینار الصفر، درہم موصوف مفرد ہے اور بیض صفت جمع ہے، علیٰ ہذا۔

یہاں تک تو مفرد اور جمع کے احکام مساوی ہیں، البتہ رضی نے اس کے بعد مفرد اور جمع میں یہ فرق کیا ہے کہ جب مفرد پر الف لام داخل ہوتا ہے تو کلمہ ہر مفرد کو شامل ہوتا ہے، اور جب تشنیہ پر داخل ہوتا ہے تو ہر فرد تشنیہ کو بخلاف جمع کے، کیونکہ وہ ہر فرد مفرد اور ہر فرد تشنیہ اور اسی طرح ہر فرد جمع سب کو محیط ہوتی ہے، چنانچہ علامہ رضی فرماتے ہیں:-

لَإِنَّ الْجَمْعَ الْمُحَلَّى بِاللَّامِ فِي مِثْلِهِ يُسْتَعْمَلُ بِمَعْنَى مُنْكَرٍ مُّصَافٍ إِلَيْهِ كُلُّ مُفْرَدٍ وَغَيْرُهُ فَمَعْنَى لَقِيتُ الْعُلَمَاءَ إِلَّا زَيْدًا أَيْ كُلَّ عَالِمٍ وَعَالِمَيْنِ وَكُلَّ عُلَمَاءٍ. (رضی ج ۲ ص ۱۰۴)

ترجمہ:- اس لئے کہ جمع معرف باللام کلام موجب میں ایک ایسے نکرہ کے حکم میں ہوتی ہے کہ جس کی طرف کل مفرد وغیرہ کی اضافت کی گئی ہو اور اسی لئے لَقِيتُ الْعُلَمَاءَ إِلَّا زَيْدًا کے معنی یہ ہیں کہ میں ہر ایک عالم اور ہر دو عالم اور ہر مجمع علماء سے سوائے زید کے ملا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جمع کا استغراق زیادہ اشمل و اعم ہوتا ہے۔

اس تفصیل کے بعد ہم ناظرین کو کلام زیر بحث کی طرف توجہ دلا کر توقع رکھتے ہیں کہ وہ خود فیصلہ کر لیں گے کہ ”خاتم النبیین“ میں الف لام کس معنی کے لئے ہو سکتا ہے، کیونکہ اب احتمال صرف دو ہیں، استغراق اور عہد۔

لیکن جس شخص کو عقل و فہم کا کچھ حصہ ملا ہے وہ ہرگز وہم بھی نہیں کر سکتا کہ اُس میں الف لام عہد خارجی یا ذہنی کے لئے ہے، کیونکہ اس پر نہ کوئی دلیل ہے، نہ قرینہ جو ”النبیین“ کو بعض نبیین کے لئے خاص کر دے، بلکہ اس کے خلاف پر قوی اور روشن دلائل موجود ہیں، جن میں سے ایک بدیہی الثبوت یہ بات ہے کہ اگر ”النبیین“ کے الف لام کو عہد خارجی یا ذہنی کے لئے قرار دے کر کلام کی یہ مراد بنائی جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعض انبیاء علیہم السلام کے خاتم ہیں تو کلام بالکل مہمل اور بے معنی ہو جاتا ہے، اور خاتم النبیین کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی صفت نہیں رہتی، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل میں ذکر کی جائے، کیونکہ آدم علیہ السلام کے علاوہ ہر نبی اپنے سے پہلے انبیاء کا خاتم اور آخر ہے، اور ہر نبی پر اس معنی میں ”خاتم النبیین“ صادق ہے، اس لئے یہاں یہ وہم بھی نہیں ہو سکتا کہ ”خاتم النبیین“ میں الف لام عہد خارجی یا ذہنی کے لئے ہے، تو اب خود بخود استغراق متعین ہو جاتا ہے، اور خاتم النبیین کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام افراد انبیاء کے خاتم اور آخر ہیں، یعنی جن حضرات کو اصطلاح شرع میں نبی کہا جاسکتا ہے خواہ صاحب شریعت جدیدہ ہوں یا نہ ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کے ختم کرنے والے اور سب کے آخر میں ہیں۔

تنبیہ:- یہ بات بفضلہ تعالیٰ تفصیل سے ناظرین معلوم کر چکے ہیں کہ آیت میں الف لام سوائے استغراق کے اور کسی معنی کے لئے نہیں ہو سکتا، لیکن ابھی تک یہ بات باقی ہے کہ استغراق کی کون سی قسم مراد ہے، کیونکہ استغراق کی دو قسمیں ہیں، حقیقی اور عرفی، حقیقی وہ ہے کہ جس میں حقیقہ تمام افراد مراد ہوں، جیسے ”عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ“ خداوند عالم جاننے والا ہے ہر غائب و حاضر کا، جس سے کوئی فرد خاص مراد نہیں، اور استغراق عرفی وہ ہے کہ جس میں تمام افراد حقیقہ مراد نہ ہوں، بلکہ کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

صرف وہ افراد مراد ہوں جو عرفاً سمجھے جاتے ہوں، جیسے کہا جاتا ہے: ”جَمَعَ الْأُمَرُ الصَّاعَةَ“ (بادشاہ نے تمام سناروں کو جمع کیا) ظاہر ہے کہ تمام دُنیا کے تمام سناروں کا جمع کرنا متصور نہیں، اس لئے یقیناً یہ مراد ہے کہ اپنے شہر یا زائد سے زائد اپنی سلطنت کے سناروں کو جمع کیا، ظاہر ہے کہ درحقیقت یہ استغراق افراد نہیں بلکہ مجازاً عرف میں اس کو بھی استغراق کہتے ہیں، لیکن اس تفصیل کے بعد اس کا فیصلہ بھی کچھ مشکل نہیں رہا کہ آیت مذکورہ میں استغراق عرفی ہے یا حقیقی۔

کیونکہ اول تو استغراق عرفی ایک مجازی معنی ہیں، جیسا کہ حواشی مغنی اللیب میں مصرح ہے، اور مُسَلَّم قاعدہ ہے کہ مجازی معنی اس وقت تک مراد نہیں ہو سکتے جب تک کہ حقیقی معنی بن سکیں، اور یہ ظاہر ہے کہ استغراق حقیقی آیت میں بلا تکلف درست ہے، یعنی ختم کرنے والے انبیاء کے، لہذا استغراق حقیقی عرفی مراد لینے کی کوئی وجہ نہیں۔

اور ثانیاً اگر استغراق عرفی مراد ہو تو جس طرح عہد خارجی یا ذہنی کی صورت میں کلام بے معنی رہ جاتا ہے، اور خاتم النبیین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص فضیلت نہیں رہتی، اسی طرح استغراق عرفی میں بھی یہی اشکال درپیش ہے^(۱)، کیونکہ اس صورت میں بھی آیت کے معنی یہی ہوں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعض انبیاء مخصوص کے خاتم اور آخر ہیں، اور یہ معنی سوائے حضرت آدم علیہ السلام کے سب انبیاء پر صادق ہیں، ادھر صحیح مسلم میں بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان موجود ہے:-

(۱) اس کے علاوہ استغراق عرفی وہاں بنتا ہے جہاں عرفاً اس کے مخصوص افراد متعین ہوں، جیسا کہ مثلاً مذکور میں سناروں سے صرف اپنے شہر یا اپنی سلطنت کے سنار مراد ہوئے ہیں، اور عرفاً یہی معنی معین ہیں اور ظاہر بات ہے کہ خاتم النبیین بالکل اس کے خلاف ہے، نہ عرف میں اس قسم کے کلمات سے انبیاء کے مخصوص افراد مراد ہوتے ہیں اور نہ اس کی کوئی وجہ، بلکہ اگر اس کے نظائر پر سرسری نظر ڈالی جائے تو سب جگہ تمام انبیاء مراد ہیں، مثلاً حدیث میں ”آخر الانبیاء“، ”آخر الامم“، ”قائد المرسلین“ وغیرہ الفاظ اس کے نظائر ہیں، اور باتفاق یہاں استغراق حقیقی مراد

مجھے چھ چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء پر فضیلت دی ہے،
اور ان چھ میں اپنا خاتم النبیین ہونا بھی ذکر فرمایا ہے۔

(رواہ مسلم فی الفہائل)

نتیجہ یہ نکلا کہ خاتم النبیین میں الف لام سوائے استفراق حقیقی کے اور کسی
معنی کے لئے نہیں بن سکتا، اور اس لفظ سے تمام افراد انبیاء کا اختتام مراد ہے، اور یہی
ہمارا دعویٰ ہے، واللہ الحمد۔

یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا، وہ آیت مقصود بالذکر ”وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ
وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ“ کے مفردات اور جدا جدا کلمات کے متعلق تھا، اس کے بعد پورے
جملے اور تمام آیت کی تفسیر لغت اور محاورات عرب کے اعتبار سے معلوم کرنا بھی کچھ
دُشوار نہ رہا، اور آیت کا مطلب صاف یہ ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے
مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں اور تمام افراد انبیاء
کے آخر میں آنے والے یا ختم کرنے والے ہیں، اس میں نہ کسی قسم کی تخصیص ہے اور
نہ کسی فرد کا استثناء اور نہ کسی تاویل کی گنجائش، نہ تشریحی اور غیر تشریحی کی کوئی قید، اتنی
تصریح کے بعد بھی اگر کوئی شخص حیلے بہانے ڈھونڈے اور آیت کی تاویل بلکہ تحریف
کے درپے ہو تو وہ اپنی عاقبت کی فکر کرے، اور روز قیامت کے لئے کوئی جواب سوچ
رکھے، وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ، وَمَا التَّوْفِيقُ إِلَّا مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ۔

آیت مذکورہ کی تفسیر خود قرآن مجید سے

قرآن مجید کی حقانیت کے روشن دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کا
بعض اپنے بعض کی تفسیر کرتا ہے، اس لئے آئیے ہم آپ کو یہ دکھلائیں کہ خود کتاب
مبین اس آیت کی کیا تفسیر کرتی ہے۔

ختم نبوت کا مسئلہ جیسا کہ اہم تھا، قرآن عزیز نے اس کی اہمیت کا لحاظ
رکھتے ہوئے تقریباً سو سے زائد آیات میں اس مسئلے پر روشنی ڈالی ہے جن کو انشاء اللہ

تعالیٰ مستقلاً مدہ ناظرین کیا جائے گا۔
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

یہاں صرف چند آیتیں پیش کی جاتی ہیں جو انشاء اللہ تعالیٰ آمین خاتم النبیین کی تفسیر اور اس کے مطلب کی توضیح کے لئے کافی ہیں، جن میں پہلے اسی آیت کی ایک دوسری قراءت کو پیش کرتے ہیں جس کے ذریعے سے آیت کے معنی بالکل صاف حل ہو جاتے ہیں۔

عامہ مفسرین مثل ابن جریر طبریٰ اور ابن کثیرؒ و سیوطیؒ وغیرہم نے اپنی اپنی تفسیروں میں اس آیت کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت یہ نقل کی ہے:-

وَلَكِنْ نَبِيًّا خَتَمَ النَّبِيِّينَ.

ترجمہ:- لیکن آپؐ ایک ایسے نبی ہیں جس نے تمام نبیوں کو ختم کر دیا۔

اس قراءت نے ان تمام تحریفات کی جڑ کاٹ دی جو لفظ خاتم کے متعلق مرزائیوں کی جانب سے ابھی نقل کی جاتی ہیں، کیونکہ اس وقت آیت کے معنی صاف یہ ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے نبی ہیں جس نے تمام انبیاء کو ختم کیا۔ اسی طرح آیت ذیل بھی اسی معنی کا اعلان کرتی ہے:-

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي.

(المائدہ: ۳)

ترجمہ:- ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی۔

اس آیت نے صاف یہ بتلادیا کہ دین اسلام اور نعمت نبوت و وحی وغیرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام ہو چکی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کی ضرورت اور گنجائش نہیں ہے، اس آیت کی تفسیر اور مفصل تحقیق انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب عرض کی جاوے گی۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ارشاد خداوندی ہے:-

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ

(الاعراف: ۱۵۸)

مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ.

ترجمہ:- آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں جس کے لئے آسمانوں اور زمین کا ملک ہے۔
وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا. (سبا: ۲۸)
ترجمہ:- ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام انسانوں کی طرف بشیر اور نذیر بنا کر۔

ان دونوں آیتوں اور اُن کی امثال اور چند آیتوں میں بھی صاف اعلان فرمادیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا کے تمام انسانوں^(۱) کے لئے رسول ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا ان انسانوں سے صرف وہ انسان مراد ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں تھے یا آئندہ آنے والی نسلیں بھی اُن میں شامل ہیں، پہلی صورت میں تو یہ لازم آتا ہے کہ صرف صحابہؓ ہی کے رسول ہیں، اور بس، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت صرف صحابہؓ میں ختم ہوگئی، اور یہ ایک ایسا گستاخانہ کلمہ ہے کہ کوئی مسلمان اس کو گوارا نہیں کر سکتا۔

رہی دوسری صورت کہ تمام انسانوں سے حضراتِ صحابہؓ کے ساتھ بعد میں آنے والی نسلیں بھی مراد ہیں، اور آیت میں لفظ ”جَمِيعًا“ اور ”كَافَّةً“ کے معنی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام دُنیا کے موجودہ انسانوں اور آئندہ پیدا ہونے والے سب انسانوں کے رسول ہیں (اور یہی معنی صحیح اور درست^(۲) ہیں) تو اس میں صاف ہمارا مدعا ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا، کیونکہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت قیامت تک تمام انسانوں کے لئے عام اور شامل ہے تو پھر کیا معاذ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت میں کوئی نقصان تھا کہ

(۱) اور دوسری آیات و احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ تمام جنات کے لئے بھی رسول ہیں، چونکہ اس وقت گفتگو انسانوں کے معاملے میں ہے اس لئے صرف انہی کے ذکر پر اکتفاء کیا گیا۔ ۱۲ منہ
(۲) حدیث میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ”اَنَا رَسُولٌ مِّنْ اَدْرِكُهُ حَيَاةً وَمَنْ يُّوَلِّدُ بَعْدِي“ یعنی میں اُن تمام لوگوں کا بھی رسول ہوں جو اب زندہ ہیں اور اُن کا بھی جو میرے

وہ ان کی ہدایت کے لئے کافی نہ ہوئی اور کسی دوسرے نبی کی ضرورت پڑی، اس آیت کی بھی تفصیل انشاء اللہ عنقریب آئے گی۔
نیز قرآن مجید ارشاد کرتا ہے:-

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ.

ترجمہ:- اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر رحمت بنا کر تمام عالم والوں کے لئے۔

جس طرح کہ باتفاقِ دنیا ”الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ“ میں عالمین سے تمام عالم بلا کسی تخصیص کے مراد ہیں، اسی طرح اس جگہ بھی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں۔
پس آیت کا حاصل یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم والوں کے لئے رحمت ہیں، اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ جب آپ کی نبوت و رسالت عام ہو، اور آپ کے بعد کسی اور نبی کی ضرورت نہ ہو، ورنہ اگر آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث ہو تو اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پختہ ایمان لانے والا اور آپ کے احکام و سنن کا پورا اتباع کرنے والا اس پر ایمان نہ لایا تو اس کی ساری کوششیں اکارت اور سارے اعمال جہت ہوں گے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمۃ للعالمین ہونے کے منافی ہے، بلکہ اس صورت میں آپ کی ذات مبارک اور آپ کا اتباع صرف انہی لوگوں کے لئے رحمت ہوگا جو دوسرے نبی کے مبعوث ہونے سے پہلے دنیا سے رخصت ہو گئے، تمام عالم کے لئے رحمت ہونا ثابت نہ ہوگا۔

ان کے علاوہ اور بھی قرآن مجید کی بہت سی تصریحات و اشارات سے یہ مضمون ثابت ہوتا ہے جس کو ان شاء اللہ تعالیٰ مستقل طور سے ہدیہ ناظرین کیا جائے گا۔
ان تمام آیات قرآن مجید سے ناظرین یہ سمجھ چکے ہوں گے کہ یہ سب خاتم النبیین کے اسی معنی کی نائید کرتی ہیں جو اوپر عرض کئے گئے ہیں۔

اور اس کل گزارش سے یہ ثابت ہو گیا کہ آیت مذکورہ میں خاتم النبیین کی وہی تفسیر ہے جو اوپر لغت عرب سے نقل کی گئی ہے، اور خود قرآن مجید کی دوسری آیات اسی تفسیر کو بیان کرتی ہیں۔

چونکہ اس بحث کو عنقریب تفصیل کے ساتھ بیان کرنا ہے، اس لئے اس موقع پر صرف دو تین آیات پر اکتفاء کیا، اور ان کے بیان میں بھی اختصار سے کام لیا گیا۔

آیت مذکورہ کی تفسیر احادیث سے

تفسیر قرآن مجید کی جو ترتیب ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں، اس میں دوسرا درجہ حدیث کا ہے، سو اس کے متعلق یہ گزارش ہے کہ آیت کی وہ تفسیر جو ہم اوپر لغت عرب اور خود قرآن عزیز سے نقل کر چکے ہیں، احادیث میں بھی ایک بہت بڑا دفتر اس تفسیر کا شاہد ہے، جس کے دیکھنے کے بعد ایک مسلمان کو کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہتی، اور یہ بات بالکل روشن ہو جاتی ہے کہ مذکورہ بالا تفسیر کے علاوہ اور کوئی تفسیر آیت خاتم النبیین کی نہیں ہو سکتی۔

لیکن چونکہ ہمیں ان تمام احادیث کو ایک مستقل حصے کی صورت میں مفصل ہدیہ ناظرین کرنا ہے، اس لئے اس جگہ بہ ضمن تفسیر چند احادیث پر اکتفاء کیا جاتا ہے، اور ایک سلیم الطبع مسلمان کے لئے وہ بھی کفایت سے زائد ہیں۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:-

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُبْعَثَ دَجَالُونَ كَذَّابُونَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَأَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي. (ابوداؤد، ترمذی)

ترجمہ:- قیامت اُس وقت تک نہیں قائم ہو سکتی جب تک کہ بہت سے دجال اور جھوٹے نہ اُٹھائے جائیں، جن میں سے ہر ایک یہ بکتا ہو کہ وہ نبی ہے، حالانکہ میں تو خاتم النبیین ہوں، یعنی میرے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں۔

اس حدیث میں خود اُس مقدس ذات نے کہ جس پر یہ قرآن نازل ہوا جھگڑے کا قطعی فیصلہ کر دیا اور بتلادیا کہ مسلمانو! خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، نہ خاتم کے معنی اس جگہ مہر و انگشتی کے ہیں، اور نہ النبیین میں کوئی تخصیص، کیونکہ ”لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ میں لائے نفی جنس کے ذریعہ سے اس مسئلے کو کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

بالکل صاف کر دیا گیا، جس کی تفصیل اپنی بحث میں آئے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

نیز حضرت حدیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی الفاظ مرفوعاً روایت کئے گئے ہیں:-

وَأَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي. (اخرجہ احمد والطرابی)

ترجمہ:- حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت

کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:-

إِنَّ مَثَلِي وَمَثَلَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلُ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بَيْتًا

فَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ إِلَّا مَوْضِعَ لَبْنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ

يَطُوفُونَ بِهِ وَيَعْجَبُونَ لَهُ وَيَقُولُونَ: هَلَّا وُضِعَتْ هَذِهِ

الْلَبْنَةُ، قَالَ: فَإِنَّا اللَّبْنَةُ وَأَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّينَ. (بخاری وسلم وغیرہما)

ترجمہ:- کہ میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے

جیسے کسی شخص نے کوئی گھر بنایا ہو اور اس کو آراستہ پیراستہ کیا ہو مگر

ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی ہو، اور لوگ اس کے پاس چکر لگاتے

اور خوش ہوتے ہوں اور کہتے ہوں کہ: یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ

رکھ دی گئی (کہ تعمیر مکمل ہو جاتی)، فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم نے کہ: پس وہ آخری اینٹ میں ہی ہوں، اور میں ہی خاتم

النبیین ہوں۔

اے مسلمانی کا دعویٰ کرنے والو! اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا

اقرار کرنے والو! کیا اس جیسے کھلے کھلے بیانات کے بعد بھی تمہیں اس میں کوئی شک

ہے کہ آیت میں خاتم النبیین کے معنی صرف وہی ہیں جو ہم نے عرض کئے؟ اور کیا

آپ ان تمام نصوص و تصریحات میں کہیں غیر تشریحی یا ظلی اور بروزی نبی کا استثناء

دیکھتے ہیں؟ خود وہ نبی مجتبیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) جس پر یہ کلام مقدس نازل ہوا (فداہ

زوجی و ابی و امی) نہایت صاف صاف مثالیں دے کر بتلاتا ہے کہ خاتم النبیین کے

معنی آخر النبیین ہیں، یعنی تمام افراد انبیاء کے بعد میں مبعوث ہونے والا کہ جس کے

بعد نبوت کا مستحکم اور مزین محل بالکل مکمل ہو جاتا ہے، اور کسی نبی کے مبعوث ہونے کی ضرورت اور گنجائش نہیں رہتی، اس قصر نبوت کی تکمیل کے بعد نہ تشریعی نبوت کی اینٹ کی اس میں ضرورت و گنجائش ہے اور نہ غیر تشریعی یا ظلی و بروزی کی، فَبَإِتِي حَدِيثَ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ۔

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:-

فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسَبْتٍ، أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا، وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً، وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ۔ (رواہ مسلم فی الفہائل)

ترجمہ:- مجھے تمام انبیاء پر چھ وجہ سے فضیلت دی گئی، ایک یہ کہ مجھے کلماتِ جامعہ عطا فرمائے گئے، دوسرے یہ کہ رعب کے ذریعے سے میری مدد کی گئی، تیسرے میرے لئے مالی غنیمت حلال کر دیا گیا، چوتھے میرے لئے تمام زمین کو نماز پڑھنے کی جگہ اور بذریعہ تیمم پاک کرنے والی بنایا گیا، پانچویں مجھے تمام خلقت کی طرف بھیجا گیا، چھٹے میرے ساتھ تمام انبیاء کو ختم کیا گیا۔

اس حدیث میں اُس تحریف کی بھی جڑ کاٹ دی گئی جو لفظ ”خاتم“ میں کی جاتی ہے، لفظ ”خاتم“ کے بجائے ”خُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ“ رکھ دیا گیا، اور کیا اس میں کہیں غیر تشریعی یا ظلی و بروزی نبی کا استثناء موجود ہے؟

اور حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث کے ذیل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:-

أَنَا آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَأَنْتُمْ آخِرُ الْأُمَمِ۔

(رواہ ابن ماجہ، باب فتنۃ الدجال)

ترجمہ:- میں سب انبیاء میں سے آخری ہوں، اور تم سب امتوں

میں سے آخری۔

کس قدر وضاحت کے ساتھ بیان فرمادیا گیا کہ خاتم النبیین کے وہی معنی اور صرف وہی معنی ہو سکتے ہیں اور ہیں جو اوپر ذکر کئے گئے ہیں، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء میں سب سے آخری اور سب کے ختم کرنے والے نبی ہیں، اور پھر صرف اسی پر اکتفاء نہیں کیا گیا بلکہ ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ تم آخری اُمت ہو، جس نے یہ بات صاف کر دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص اس اُمت کے لئے نبی بنا کر نہ بھیجا جائے گا جس کے لئے ایک دوسری اُمت ہو۔

اے عقل کے مدعی! اسلام کے دم بھرنے والو! تمہیں اب بھی یقین ہوا کہ آیت میں خاتم النبیین کے معنی اس کے سوا کچھ نہیں جو ہم نے اوپر عرض کئے، اس میں نہ تشریح کی تخصیص ہے نہ ہی غیر تشریحی اور بروزی وظلی کی۔

نیز حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

إِنِّي عِنْدَ اللَّهِ مَكْتُوبٌ خَاتِمُ النَّبِيِّينَ وَأَنَّ آدَمَ لَمُنْجِدٍ فِي طِينَةٍ.

(مشکوٰۃ من شرح السنۃ ومنہ احمد)

ترجمہ:- تحقیق میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین اس وقت میں لکھا ہوا تھا جبکہ آدم علیہ السلام اپنی مٹی ہی میں تھے۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:-

أَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِينَ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّينَ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ وَمُشَفِّعٍ وَلَا فَخْرَ.

(مشکوٰۃ عن الدارمی)

ترجمہ:- میں تمام رسولوں کا رہبر ہوں اور کوئی فخر نہیں، اور میں تمام انبیاء کا ختم کرنے والا ہوں اور کوئی فخر نہیں، اور میں پہلا شفاعت کرنے والا اور مقبول الشفاعت ہوں اور کوئی فخر نہیں۔

وہ حضرات جو آیت خاتم النبیین میں تحریفات کے جال پھیلاتے ہیں، اور

النبیین کے الف لام میں جھکڑے ڈال کر یہ چاہتے ہیں کہ نبیین سے تمام انبیاء مراد نہ لئے جائیں تاکہ قادیانی نبی کے آنے کی گنجائش نکل آئے، ذرا عنایت فرما کر یہ تو بتلائیں کہ ”قائد المرسلین“ میں الف لام استغراقِ حقیقی کا ہے یا نہیں؟ اور کیا اس جگہ ”مرسلین“ سے تمام مرسلین بلا استثناء اور بلا تخصیص مراد ہیں یا نہیں؟

اگر نہیں تو اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء کے سردار اور رہبر نہیں بلکہ صرف بعض کے ہیں، اور یہ بات جیسا کہ تمام نصوصِ شرعیہ، آیاتِ قرآنیہ، تصریحاتِ احادیث کے سراسر خلاف ہے، اسی طرح مرزائی جماعت کے مُسلّمات کے بھی خلاف ہے، کیونکہ کم از کم زبانوں سے تو وہ بھی اقرار کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے سردار اور رہبر ہیں۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ اس جگہ ”المرسلین“ میں الف لام استغراقِ حقیقی کے لئے ہے اور ”مرسلین“ سے تمام افراد مرسلین کے بلا کسی استثناء تخصیص کے مراد ہیں تو میرے عنایت فرما! ذرا مجھے یہ بتلادیں کہ پھر لفظ ”النبیین“ نے جو اس کے بعد ہی مذکور ہے ان کا کیا قصور کیا ہے کہ وہ اس میں طرح طرح کے حیلے بہانے ڈھونڈتے ہیں اور اس میں تمام افرادِ انبیاء کو داخل نہیں ہونے دیتے؟

کیا اس جگہ ”قائد المرسلین“ اور ”خاتم النبیین“ میں اس کے سوا کوئی فرق ہے کہ ”قائد المرسلین“ اگر عام بھی رہ گیا اور تمام مرسلین کو شامل ہو گیا تو مرزا صاحب اور ان کے اذنان کے بنائے ہوئے خیالات میں کوئی ٹھیس نہیں لگتی، اور مرزا صاحب کی نبوت نہیں بگڑتی، اور خاتم النبیین میں اس لئے حیلے بہانے کئے جاتے ہیں کہ اگر یہ عام رہا تو مرزا صاحب کی نبوت کا کہیں پتہ نہ چلے گا۔

نیز ابنِ ابی الدنیا اور ابو یعلیٰ نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث کے ذیل میں روایت کیا ہے کہ جب فرشتے (مُنکَر و نکیر) قبر میں مردے سے سوال کریں گے کہ تیرا رب کون ہے اور تیرا دین کیا ہے؟ تو وہ کہے گا:-

رَبِّیَ اللّٰهُ وَالْاِسْلَامُ دِیْنِیْ وَمُحَمَّدٌ نَّبِیِّ وَخَاتِمُ النَّبِیِّیْنَ.

(تفسیر دُرّ منثور ص: ۱۶۵)

فَقُولُوْنَ لَهُ: صَدَقْتَ.

ترجمہ:- میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے، اور اسلام میرا دین ہے، اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے نبی ہیں اور آخری نبی ہیں، یہ سن کر وہ فرشتے کہیں گے کہ: تو نے سچ کہا۔

منکر و نکیر بھی اس شخص کی تصدیق کرتے ہیں جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی اور تمام انبیاء کا ختم کرنے والا سمجھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مقامات میں، مختلف مجموعوں میں، مختلف عنوانات اور بیانات سے اس آیت کی تفسیر احادیث میں فرمائی ہے، جن میں سے اس جگہ صرف چند حدیثیں بقدر ضرورت آیت مذکورہ کی تفسیر میں پیش کر دی گئیں، جن کو پڑھ کر ایک خدا سے ڈرنے والا اور رسول پر ایمان لانے والا مسلمان اس پر یقین کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آیت خاتم النبیین کے معنی اور اس کی تفسیر وہی ہے جو احقر نے اوّل لغت عرب سے، اور پھر خود قرآن کریم سے نقل کی ہے، باقی احادیث کو ان شاء اللہ تعالیٰ مفصل حصہ دوم ”ختم النبوة فی الحدیث“ میں ہدیہ ناظرین کیا جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ آیت خاتم النبیین کے معنی جو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتلائے وہ یہی ہیں کہ آپ سب انبیاء میں آخری نبی اور تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں، نہ اس میں کسی تشریحی نبی کی تخصیص ہے، اور نہ غیر تشریحی، ظلی بروزی وغیرہ کا استثناء۔

مسلمانو! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کے اتباع کا دم بھرنے والو! لغت عرب نے آپ کو ان معنوں کی طرف ہدایت کی، خود قرآن کریم نے پکار پکار کر ارشاد فرمایا کہ میری مراد یہ ہے، قرآن عزیز جس مقدس ذات پر نازل ہوا اس نے خود بار بار مختلف مجلسوں میں متعدد بیانات کے ساتھ اس کا اعلان کیا کہ آیت مذکورہ کے یہی معنی ہیں کہ آپ تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں، اور حدیث کے عظیم الشان دفتر میں ایک جگہ بھی تشریحی، غیر تشریحی کی تفصیل نہ فرمائی اور نہ بروزی یا ظلی کا استثناء کیا، پس کیا اس کے بعد بھی آپ کو کوئی شک باقی رہا؟ فَبَیِّنْ حَدِیْثَ بَعْدَهُ یُؤْمِنُوْنَ۔

آیت مذکورہ کی تفسیر صحابہؓ و تابعینؓ سے

تفسیر قرآن مجید کے متعلق جو ترتیب ابتداء میں ذکر کی گئی ہے اس کا تیسرا اور چوتھا درجہ صحابہؓ و تابعینؓ کی تفسیریں اور ان کے اقوال دربارہ تفسیر ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کا استیعاب بھی کسی کی قدرت میں نہیں، اس لئے اقوال صحابہؓ و تابعینؓ سے بھی بقدر ضرورت محدودے چند ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں جن سے ان کو یہ اندازہ ہو سکے گا کہ امت کے ان اسلاف نے اس آیت کے کیا معنی سمجھے ہیں، جنہوں نے یہ سبق اس اُستاز سے پڑھا ہے جس کا اُستاز بلا واسطہ خدائے قدوس ہے۔

امام ابو جعفر ابن جریر طبری رحمہ اللہ اپنی عظیم الشان تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے ”خاتم النبیین“ کی تفسیر میں روایت فرماتے ہیں:-

عَنْ قَتَادَةَ وَلَكِنْ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّنَ أَيْ اخِرُهُمْ.

(ابن جریر ج: ۲۲ ص: ۱۱)

ترجمہ:- حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے آیت کی تفسیر میں فرمایا، اور لیکن آپؐ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین یعنی آخر النبیین ہیں۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے تفسیر دُرِّ منشور میں عبدالرزاق اور عبد بن حمید اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم سے بھی نقل کیا ہے۔ (دُرِّ منشور ج: ۵ ص: ۲۰۴) اس قول نے بھی صاف وہی بتلادیا کہ جو ہم اوپر لغت اور قرآن عزیز اور احادیث سے نقل کر چکے ہیں، کہ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین ہیں، کیا اس میں کہیں تشریحی، غیر تشریحی اور بروزی و ظلی وغیرہ کی کوئی تفصیل ہے؟

نیز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے تو آپؐ معلوم کر چکے ہیں، ان کی قراءت ہی آیت مذکورہ میں ”وَلَكِنْ نَبِيًّا خَتَمَ النَّبِيِّنَ“ ہے، جو خود اُسی معنی کی طرف ہدایت کرتی ہے جو بیان کئے گئے۔

اور سیوطی رحمہ اللہ نے دُرِّ منشور میں بحوالہ عبد بن حمید حضرت حسن رضی اللہ کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

عنه سے نقل کیا ہے:-

عَنِ الْحَسَنِ فِي قَوْلِهِ: وَخَاتِمُ النَّبِيِّينَ، قَالَ: خَتَمَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ آخِرُ مَنْ بُعِثَ.

(دُرِّ منثور ج: ۵ ص: ۲۰۴)

ترجمہ:- حضرت حسنؓ سے آیت خاتم النبیین کے بارے میں یہ تفسیر نقل کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا اور آپؐ ان رسولوں میں سے جو اللہ کی طرف سے مبعوث ہوئے آخری ٹھہرے۔

کیا اس جیسی صراحتوں کے بعد بھی کسی شک یا تاویل کی گنجائش ہے؟ اور بروزی یا ظلی کی تاویل چل سکتی ہے؟ اور دُرِّ منثور میں سیوطی رحمہ اللہ نے مصنف ابن ابی شیبہ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول یہ نقل کیا ہے:-

قُولُوا خَاتِمُ النَّبِيِّينَ، وَلَا تَقُولُوا لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ.

(دُرِّ منثور ج: ۵ ص: ۲۰۴)

ترجمہ:- آپؐ کو خاتم النبیین تو کہو، لیکن یہ نہ کہو کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہی ارشاد ابن قتیبہ نے تاویل الاحادیث میں بھی روایت کیا ہے۔

نیز دُرِّ منثور میں بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا بھی اس قسم کا قول نقل فرمایا ہے، وہو ہذا:-

عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ عِنْدَ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ: صَلَّى اللَّهُ عَلَى مُحَمَّدٍ خَاتِمِ الْأَنْبِيَاءِ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ. فَقَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ: حَسْبُكَ إِذَا قُلْتَ خَاتِمِ الْأَنْبِيَاءِ فَإِنَّا كُنَّا نَحَدِّثُ أَنَّ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ خَارِجٌ فَإِنْ هُوَ خَرَجَ فَقَدْ كَانَ قَبْلَهُ وَبَعْدَهُ.

(دُرِّ منثور ج: ۵ ص: ۲۰۴)

ترجمہ:- حضرت شعی جو ایک جلیل القدر تابعی ہیں، فرماتے ہیں کہ: ایک شخص نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے سامنے یہ کہا کہ: دُرود بھیجے اللہ تعالیٰ جناب محمدؐ پر جو کہ خاتم الانبیاء ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔ حضرت مغیرہؓ نے فرمایا: جب تم کہو تو تمہارے لئے خاتم الانبیاء کہہ دینا کافی ہے، لَا نَبِیَّ بَعْدَهُ کہنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ ہم سے حدیث بیان کی جاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے والے ہیں، تو وہ آپؐ سے پہلے بھی ہوئے اور بعد میں بھی ہوں گے۔

دونوں کا مطلب صاف اور ظاہر ہے کہ کلمہ ”لَا نَبِیَّ بَعْدَهُ“ سے چونکہ بظاہر یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نیا یا پُرانا نہیں آسکتا، جس سے اسلام کے اجماعی عقیدہ اور صحابہؓ کے متفقہ اعتقاد، نزولِ عیسیٰ علیہ السلام پر عامیانہ نظروں میں صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

اس لئے حضرت صدیقہ اور مغیرہ رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ اس قسم کے لفظ بھی اختیار نہ کرو کہ جن سے اجماعی عقیدہ کے خلاف کا گمان یا وہم ہو سکے، بلکہ جس مقصد سے ختم نبوت کو تم بیان کرنا چاہتے ہو وہ تو صرف لفظ ”خاتم النبیین“ سے پورے طور پر واضح ہو سکتا ہے، اور اتنا ہی کافی ہے، اگلا فقرہ یعنی ”لَا نَبِیَّ بَعْدَهُ“ بھی اگرچہ فی نفسہ اپنے معنی کے اعتبار سے بالکل درست ہے^(۱)، لیکن تاہم چونکہ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف کا ایہام ہوتا ہے، اس لئے صرف ”خاتم النبیین“ پر ہی اکتفاء کرنا مقصود کے ادا کرنے کے لئے کافی اور ایہام خلاف سے بچنے کے لئے اولیٰ اور بہتر ہے۔ کیونکہ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کے ہیں، اور یہ معنی نزولِ مسیح کے کسی طرح مخالف نہیں سمجھے جاسکتے، اس لئے کہ اس کے معنی اس کے سوا نہیں کہ عالمِ دُنیا میں آپ کے ساتھ عہدہ نبوت سب انبیاء کے بعد میں متعلق ہوا۔^(۲)

(۱) جس کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ حدیث ”لَا نَبِیَّ بَعْدِی“ کے تحت حصہ دوم میں آئے گی۔ ۱۲-امہ

(۲) اس میں ایک اشارہ ایسی طرف بھی کیا جائے اور اسی اسلامی کتب خانہ سے (بلا مفت مقرر)

اور ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جس وقت آسمان سے آخر زمانہ میں نازل ہوں گے تو عہدہ نبوت اُن کو اُس وقت نہیں دیا جائے گا بلکہ اُن کا وصف نبوت جس وقت سے کہ خداوندِ عالم نے اُن کو عطا فرمایا تھا اسی وقت سے ہمیشہ اسی طرح باقی رہا اور رہے گا۔

اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول لفظ ”خاتم النبیین“ اور ”آخر النبیین“ کے کسی طرح خلاف نہیں، کلام کے یہ معنی ہماری ایجاد نہیں بلکہ خود مرفوع حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔

دیکھو تفسیر ابن کثیر جلد: ۸ صفحہ: ۴۸ تخریج ابن ابی حاتم حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں:-

أَنَا أَوَّلُ النَّبِيِّينَ فِي الْخَلْقِ وَآخِرُهُمْ فِي الْبُعْثِ.

(ابن کثیر بر حاشیہ فتح البیان)

ترجمہ:- میں پیدائش میں تمام انبیاء علیہم السلام سے پہلے تھا اور بعثت میں سب سے آخر میں۔

جس نے صاف بتلادیا کہ ”خاتم النبیین“ اور ”آخر النبیین“ کے معنی یہی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف نبوت باعتبار بعثت کے سب انبیاء علیہم السلام کے بعد میں ہے، اور اس بناء پر کسی پہلے نبی کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی رہنا یا اس دُنیا میں آنا آیت کے ہرگز خلاف نہیں ہو سکتا۔

اسی مضمون کو تفسیر روح المعانی جلد: ۷ صفحہ: ۶۰ اور کشاف جلد: ۲ صفحہ: ۲۱۵ میں نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے، اِنْ شِئْتَ فَارْجِعْ اِلَيْهِ، اس کے علاوہ اگر لغت عرب اور محاورات پر نظر ڈالی جائے تو تھوڑے سے غور کرنے سے ثابت

(بقیہ حاشیہ مگزشتہ)..... منصب نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا ہے جس کے لحاظ سے آپ جس طرح خاتم النبیین ہیں، اسی طرح اول النبیین بھی ہیں، مگر اس جگہ کلام اس دُنیا کی زندگی کے متعلق ہے، اس کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء کے آخر میں منصب نبوت پر

فائز ہوئے ہیں۔ ۱۲ منہ

ہو جائے گا کہ آخر النبیین اور اول النبیین اور آخر العلماء اور آخر الطلاب اور آخر القائمین، آخر المؤمنین، آخر الشاہدین، آخر القادمین، آخر الاولاد وغیرہ محاورات میں صرف اسی معنی کے لئے آتے ہیں کہ اولیت اور آخریت باعتبار وصف مضاف الیہ کے لی جاتی ہے، جب تک کہ کوئی قید اس سے پھیرنے کے لئے نہ لگائی جائے جیسے اول المؤمنین ہجرۃً مثلاً یعنی اول باعتبار ہجرت کے، یہی وجہ ہے کہ امام عربیت علامہ زحشری نے خاتم النبیین کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ لَا يُنْبَأُ أَحَدًا بَعْدَهُ (تفسیر کشاف ج: ۲ ص: ۲۱۵) یعنی آپ کے بعد کوئی شخص نبی نہ بنایا جائے گا۔

”خاتم النبیین“ کے معنی محاورات عرب اور احادیث مرفوعہ اور تفسیر محققین پر نظر ڈالتے ہوئے کسی تھوڑی سی عقل رکھنے والے کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول میں شک و شبہ پیدا نہیں کر سکتے، البتہ لَا نَبِیَّ بَعْدِی کے ظاہری لفظ سے ایک سطحی نظر والے عامی آدمی کو اس میں کچھ وہم پیدا ہو سکتا ہے، اگرچہ کچھ غور کرنے کے بعد وہ بھی بلا تکلف زائل ہو سکتا ہے، جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اپنے محل میں عرض کیا جائے گا۔

اسی ظاہری اور سطحی وہم کو دفع کرنے کے لئے حضرت صدیقہ اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ ایسے الفاظ مت اختیار کرو کہ جن سے عوام کو سطحی نظر میں کوئی شبہ پیدا ہو سکے۔

باقی رہا یہ شبہ ”لَا نَبِیَّ بَعْدِی“ احادیث صحیحہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت کیا گیا ہے، پھر اس لفظ کو کیسے چھوڑا جاسکتا ہے؟ سو ظاہر ہے کہ حضرت صدیقہ اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہما کی غرض اس کلام سے یہ نہیں کہ معاذ اللہ یہ الفاظ غلط ہیں یا ان کا بیان کرنا ناجائز ہے، بلکہ ان کی غرض محض عقیدہ عوام کی اصلاح اور غیر مقصود کے ایہام سے بچانا ہے، اور یہ ایک ایسی غرض ہے کہ اس کے لئے بہت سی احادیث مرفوعہ کو عوام کے سامنے بیان نہ کرنا ہی اولیٰ سمجھا جاتا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب صحیح میں اس پر مستقل باب منعقد

کیا ہے:-

النَّاسِ عَنْهُ فَيَقْعُوا فِيْ اَشَدِّ مِنْهُ.

یعنی امرِ مختار کے اظہار میں اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ کم فہم لوگ ایسی خرابی میں مبتلا ہو جائیں گے جو امرِ مختار کے ترک سے زیادہ مضر ہے، تو علماء کو چاہئے کہ اس مختار کو ترک فرمادیں، اور غیر مختار کو قائم رکھیں۔

پھر اس ترجمہ کے ذیل میں یہ حدیث بیان فرمائی:-

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اے عائشہ! اگر تیری قوم نو مسلم قریب العہد بالکفر نہ ہوتی تو میں کعبہ کو توڑ کر اس کے دو دروازے کر دیتا، ایک دروازہ سے لوگ داخل ہوتے اور دوسرے سے نکلتے (جیسا کہ اصل بناء ابراہیمی تھا) چنانچہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے (اپنے زمانہ خلافت میں) ایسا ہی کیا۔

(رواہ البخاری فی کتاب العلم ج: ۱ ص: ۲۴)

مطلب یہ ہے کہ قریش چونکہ ابھی ابھی مسلمان ہوئے ہیں، اگر کعبہ کو توڑا جائے گا تو وہ بدگمان ہو جائیں گے اور یہ نہ سمجھیں گے کہ اس کی غرض درحقیقت کعبہ کو اصل بناء ابراہیمی پر قائم کرنا ہے۔

اس حدیث کو پڑھ کر آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ خدا کا برحق رسولؐ بناء کعبہ کی اصلاح کی تمنا اپنے دل میں لے کر دنیا سے رخصت ہوتا ہے، اور اس کی اصلاح اس لئے نہیں کرتا کہ مبادا کم فہم لوگ الٹی نہ سمجھ جائیں، اور بجائے نفع کے نقصان پہنچ جائے، پس اگر حضرت صدیقہؓ جو خود اس واقعہ کی راویہ بھی ہیں، اس قسم کے اُمور کی زیادہ رعایت کریں، اور ایک کلمہ حق کے عام طور پر کہنے سے اس لئے منع فرمائیں کہ مبادا لوگ اس سے کسی غلط فہمی میں پڑ جائیں، تو کیا بعید ہے۔

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:-

حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُونَ اَتُحِبُّونَ اَنْ يُكَذَّبَ اللّٰهُ

(رواہ البخاری)

وَرَسُوْلُهُ.

ترجمہ:- لوگوں سے وہ باتیں بیان کرو جس کو وہ سمجھ سکیں، کیا تم پسند کرتے ہو کہ خداوندِ عالم اور اس کے رسولؐ کی تکذیب کی جائے؟

الغرض حضرت عائشہؓ اور حضرت مغیرہؓ کے اقوال میں ”لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ کے لفظ سے ممانعتِ مصلحتِ عوام اور ان کو غلط فہمی سے بچانے کے لئے ہے، فی نفسہ ان الفاظ کی مخالفت نہیں، ورنہ عیاذُ باللہ ان دونوں حضرات کے اقوال ایک متواتر حدیثِ نبوی کے مخالف اور معارض ہوں گے، جس کو کوئی سمجھ دار انسان گوارا نہیں کر سکتا، پھر اگر بالفرض ایسا ہو تو یہ بھی ظاہر ہے کہ اس وقت اُمت کے لئے راہِ عمل اور قابلِ اعتماد وہی فرمان ہوگا جو خود حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر ثابت ہوا نہ کہ دو صحابی کے اقوال جن کی سند کا بھی کچھ پتہ نہیں۔

ناظرینِ کرام نے ملاحظہ فرمایا کہ آیتِ مذکورہ کی جو تفسیر عرض کی گئی اس کے شاہد حضرت قتادہ اور عبداللہ بن مسعود اور حضرت حسن اور صدیقہ عائشہ اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم جیسے حضرات ہیں، اُن کے علاوہ حضرت جابر اور حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابوالطفیل اور حضرت ابو ہریرہ اور حضرت انس اور حضرت عفان بن مسلم اور حضرت ابومعاویہ، حضرت جبیر بن مطعم اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم، حضرت اُبی بن کعب اور حضرت حذیفہ اور حضرت ثوبان، حضرت عبادۃ بن الصامت، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عطاء بن یسار، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عرباض بن ساریہ، حضرت عقبہ بن عامر اور حضرت ابومویٰ اشعری، حضرت اُمّ کرز، حضرت فاروقِ اعظم، حضرت اُمّ ایمن، وغیرہم چونٹھ حضراتِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و عنہا جمیعین سے بھی ختم نبوت کے وہی معنی بالفاظِ مختلفہ منقول اور ثابت ہیں^(۱)، جو مکرر عرض کئے گئے، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، آپؐ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔

اگر قلب میں کوئی احساس اور دماغ میں سمجھنے کا کچھ مادہ ہے، تو کوئی مسلمان

(۱) ان میں سے ہر صحابی کی مفصل روایت انشاء اللہ تعالیٰ معہ حوالہ جات دوسرے اور تیسرے حصے

بلکہ کوئی منصف مزاج کافر بھی ان چونسٹھ حضرات صحابہؓ کی شہادتوں کے بعد ہمارے دعوے کے ثبوت میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں کر سکتا، ورنہ پھر ہدایت و ضلالت کسی بشر کے قبضے میں نہیں، بَلِ الْأَمْرُ بِدِ اللَّهِ يُصْرَفُ كَيْفَ يَشَاءُ۔

آیت مذکورہ کی تفسیر ائمہ تفسیر کے اقوال سے

خداوندِ علیم وخبیر ہی کو معلوم ہے کہ کتنے متقدمین اور متأخرین، بڑے اور چھوٹے علماء و صلحاء نے اس وقت تک تفسیر میں کتابیں لکھی ہیں اور کتنی موجود ہیں۔ لیکن اجمالاً یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ اتنی کثیر ہیں کہ سب کا احاطہ کسی بشر سے نہیں ہو سکتا، مجھے تو اپنے اس مضمون میں سب کے استیعاب کی نہ ضرورت ہے، اور نہ یہ میری قدرت میں ہے، بلکہ صرف چند مشہور و معتبر تفاسیر کے حوالے اور مفسرین کے اقوال ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں تاکہ ناظرین اُن سے یہ اندازہ کر لیں کہ جن بزرگانِ دین نے اپنی تمام عمر کو اسی میدان کی سیاحت میں ختم کر دیا ہے، انہوں نے اس آیت کریمہ کی مراد کیا سمجھی ہے اور اس کی تفسیر کیا کی ہے؟

امام المفسرین حضرت ابو جعفر بن جریر طبری رحمہ اللہ اپنی عظیم الشان تفسیر میں

نقل فرماتے ہیں:-

وَلَكِنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتِمُ النَّبِيِّينَ الَّذِي خَتَمَ النُّبُوَّةَ فَطَبَعَ عَلَيْهَا فَلَا تُفْتَحُ لِأَحَدٍ بَعْدَهُ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ وَبَنَحُوا الَّذِي قُلْنَا قَالَ أَهْلُ التَّأْوِيلِ.

(ابن جریر ج: ۲۲ ص: ۱۱)

ترجمہ:- لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین یعنی وہ شخص جس نے نبوت کو ختم کر دیا اور اس پر مہر لگادی، پس وہ آپ کے بعد کسی کے لئے نہ کھولی جائے گی قیامت کے قائم ہونے تک، اور ایسا ہی ائمہ تفسیر صحابہؓ و تابعینؓ نے فرمایا ہے۔

امام المفسرین ابن جریر رحمہ اللہ کی اس عبارت کے بعد بھی کیا کوئی انسان

یہ کہہ سکتا ہے کہ ”خاتم النبیین“ سے صرف انبیاء اصحاب شریعت کا اختتام ثابت ہوتا

ہے، مطلقاً ختم النبوت ثابت نہیں ہوتا، جبکہ انہوں نے تاکید در تاکید کے ساتھ یہ بھی صاف صاف فرمایا کہ ”لَا تَفْتَحْ لِأَحَدٍ بَعْدَهُ“ یعنی منصب نبوت عطا کرنے کا دروازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لئے مطلقاً قیامت تک نہ کھولا جائے گا۔

اور پھر صرف یہی نہیں کہ یہ ان کی ذاتی رائے اور اجتہاد ہے، بلکہ جیسا کہ ان کی عادت ہے، یہ بھی تصریح فرمادی کہ یہی تفسیر صحابہؓ و تابعینؓ وغیرہم سے مروی ہے، اور جس کو اس کے بعد متعدد اسانید کے ساتھ متعدد حضرات سے روایت کیا ہے۔

حضرت علی بن حسینؓ سے ابن جریر رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں:-

بِكَسْرِ التَّاءِ مِنْ خَاتِمِ النَّبِيِّينَ بِمَعْنَى أَنَّهُ خَتَمَ النَّبِيِّينَ (الْحَقُّ قَوْلُهُ) وَقَرَأَ ذَلِكَ فِيمَا يُذَكِّرُ الْحَسَنُ وَالْعَاصِمُ وَخَاتِمُ النَّبِيِّينَ بِفَتْحِ التَّاءِ بِمَعْنَى أَنَّهُ آخِرُ النَّبِيِّينَ.

(ابن جریر ج: ۲ ص: ۱۱)

ترجمہ:- خاتم النبیین بکسر التاء، اس معنی میں آپؐ نے تمام انبیاء کو ختم کر دیا اور جیسا کہ نقل کیا جاتا ہے، قراء میں سے حسن اور عاصم نے اس لفظ کو خاتم النبیین بفتح التاء پڑھا ہے، اس معنی میں کہ آپؐ آخر النبیین ہیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فیصلہ فرمادیا کہ جمہور کی قراءت بکسر التاء کو اختیار کیا جائے یا حسنؓ اور عاصمؓ کی قراءت بفتح التاء کو، بہر حال ان کا حاصل ایک ہے، صرف ترجمہ لفظ اور تخریج صیغہ کا فرق ہوگا۔

رئیس المفسرین حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی مقبول و مستند تفسیر میں آیت مذکورہ کی تفسیر کرتے ہوئے ہمارے دعوے کو نہایت وزن دار الفاظ میں روشن فرماتے ہیں:-

فَهَذِهِ الْآيَةُ نَصٌّ فِي أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ وَإِذَا كَانَ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ فَلَا رَسُولَ بِالطَّرِيقِ الْأُولَى وَالْأُخْرَى لِأَنَّ مَقَامَ الرِّسَالَةِ

أَخْصُ مِنْ مَقَامِ النَّبُوءَةِ فَإِنَّ كُلَّ رَسُولٍ نَبِيٌّ وَلَا يَنْعَكُسُ

وَبِذَلِكَ وَرَدَتْ الْأَحَادِيثُ الْمُتَوَاتِرَةُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حَدِيثِ جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ.

(ابن کثیر ج: ۸ ص: ۸۹)

ترجمہ:- پس یہ آیت اس بات میں نص صریح ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا، اور جب کوئی نبی نہ ہوا تو رسول بدرجہ اولیٰ نہ ہوگا، کیونکہ مرتبہ رسالت کا نسبت مرتبہ نبوت کے خاص ہے، ہر رسول کا نبی ہونا ضروری ہے اور ہر نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں (جیسا کہ ہم نے مقدمہ رسالہ میں مفصل عرض کیا ہے) اور اسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث متواترہ وارد ہوئی ہیں جس کو صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی جماعت نے آپ سے نقل کیا ہے۔

ابن کثیر رحمہ اللہ بھی ساتویں صدی ہجری کے اُن علماء میں سے ہیں جن کو ”حجتہ الاسلام“ کہا جاسکتا ہے، تفسیر میں اُن کی اس کتاب کا مرتبہ سلفاً و خلفاً مسلم ہے۔ اس جلیل القدر مفسر کے الفاظ کو ملاحظہ فرمائیے اور اندازہ کر لیجئے کہ آیت مذکورہ کی تفسیر میں جو کچھ ہم نے عرض کیا وہ کس طرح قرآن و حدیث اور آثارِ صحابہؓ اور اقوالِ ائمہ کا ٹھیک اُردو ترجمہ ہے، اس میں درحقیقت ہمارا کوئی تصرف نہیں۔

ابن کثیر رحمہ اللہ نے یہ بھی صاف کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کی نبوت و رسالت کسی کو نہیں مل سکتی، کیونکہ رسول تو صاحبِ شریعت نبی کو کہا جاتا ہے اور نبی عام ہے صاحبِ شریعت ہو یا غیر صاحبِ شریعت، چونکہ آیت میں بجائے ختم المرسلین کے خاتم النبیین فرمایا ہے، اس لئے معلوم ہوا کہ ہر قسم کی نبوت کا اختتام بتلانا منظور ہے، تشریحی ہو یا بقول مرزا غیر تشریحی، یا بصورتِ ظلیت و بروزیت یا اور کسی صورت سے۔

نیز اس ارشاد سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ختم نبوت کی احادیث متواتر ہیں اور ان کی روایت کرنے والی صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی جماعت ہے۔

اس کے بعد ابن کثیر رحمہ اللہ نے بہت سی احادیث ختم نبوت پر پیش فرمائی ہیں جن کو ان شاء اللہ تعالیٰ حصہ احادیث میں مستقل طور پر ہدیہ ناظرین کیا جائے گا۔

اخیر میں اس جلیل القدر مفسر نے نتیجے کے طور پر عقیدہ ختم نبوت پر ایک مفصل اور مؤکد تحریر فرمائی ہے، جو خصوصیت کے ساتھ قابل ملاحظہ ہے، جس کو دیکھ کر یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ اب سے سات سو برس پہلے شاید قادیانی مرزا کے حالات سے بطریق کشف مطلع ہو کر ان کی تردید کر رہے ہیں، ملاحظہ فرمائیے عبارت ذیل:-

فَمِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ تَعَالَى بِالْعِبَادِ إِرسَالُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ ثُمَّ مِنْ تَشْرِيفِهِ لَهُ خَتَمَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ بِهِ وَاتَّكَمَّالُ الدِّينِ الْخَنِيفِ لَهُ وَأَخْبَرَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي كِتَابِهِ وَرَسُولُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّنَةِ الْمُتَوَاتِرَةِ عَنْهُ أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ لِيَعْلَمُوا أَنَّ كُلَّ مَنْ ادَّعَى هَذَا الْمَقَامَ بَعْدَهُ فَهُوَ كَذَّابٌ أَفَّاكَ دَجَالٌ ضَالٌّ مُضِلٌّ وَلَوْ تَحَرَّقَ وَشَعْبَدَ وَاتَى بِأَنْوَاعِ السَّحَرِ وَالطَّلَاسِمِ وَالنِّيرِ نَجِيَّاتٍ فَكُلُّهَا مَحَالٌ وَضَلَالٌ عِنْدَ أُولَى الْأَلْبَابِ كَمَا أَجْرَى اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَعَلَى يَدِ الْأَسْوَدِ الْعَنَسِيِّ بِالْيَمَنِ وَمُسَيْلَمَةَ الْكُذَّابِ بِالْيَمَامَةِ مِنَ الْأَحْوَالِ الْفَاسِدَةِ وَالْأَقْوَالِ الْبَارِدَةِ مَا عَلِمَ كُلُّ ذِي لَبٍ وَفَهْمٍ وَحِجَى أَنَّهُمَا كَاذِبَانِ ضَالَّانِ لَعَنَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى وَكَذَلِكَ كُلُّ مُدَّعٍ لَذَلِكَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ حَتَّى يَخْتَمُوا بِالْمَسِيحِ الدَّجَالِ يَخْلُقُ اللَّهُ تَعَالَى مَعَهُ مِنَ الْأُمُورِ مَا يَشْهَدُ الْعُلَمَاءُ وَالْمُؤْمِنُونَ بِكَذِبِ مَنْ جَاءَ بِهَا. (ابن کثیر ج: ۸ ص: ۹۱)

ترجمہ:- پس بندوں پر خدا کی رحمت ہی ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کا ان کی طرف بھیجنا، پھر اللہ تعالیٰ کی جانب سے آنحضرت صلی کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جائے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم میں سے یہ بات بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر تمام انبیاء اور رسل علیہم السلام کو ختم کیا اور دین حنیف کو آپؐ کے لئے کامل کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور اس کے رسول نے اپنی احادیث متواترہ میں خبر دی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی پیدا ہونے والا نہیں تاکہ امت جان لے کہ ہر وہ شخص جو آپؐ کے بعد اس مقام (نبوت) کا دعویٰ کرے وہ بڑا جھوٹا، افتراء پرداز، دجال، گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے، اگرچہ آگ بھڑکائے اور شعبدہ بازی کرے اور قسم قسم کے جادو اور طلسم اور نیرنگیاں دکھلائے، اس لئے کہ یہ سب کا سب عقلاء کے نزدیک باطل اور گمراہی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسود غسی (مدعی نبوت) کے ہاتھ پر یمن میں اور مسیلہ کذاب (مدعی نبوت) کے ہاتھ پر یمامہ میں احوالِ فاسدہ اور اقوالِ بارودہ ظاہر کئے جن کو دیکھ کر عقل و فہم اور تمیز والا یہ سمجھ گیا کہ یہ دونوں جھوٹے اور گمراہ کرنے والے ہیں، خداوند ان پر لعنت کرے اور ایسے ہی قیامت تک ہر مدعی نبوت پر یہاں تک کہ وہ مسیح دجال پر ختم کر دیئے جائیں گے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ایسے امور پیدا فرماوے گا کہ علماء اور مسلمانان اس کے جھوٹے ہونے کی شہادت دیں گے۔

خط کشیدہ الفاظ کو غور سے پڑھئے! کیا ابن کثیر رحمہ اللہ جیسے امام کی اس بلند اور پُر جوش آواز نے بھی آپؐ کو بیدار نہیں کیا؟ کیا ایسے ایسے صاف بیانات کے بعد بھی یہی کہیں گے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دنیا میں کوئی کسی قسم کا نبی پیدا ہو سکتا ہے؟ اور شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی مفصل تفسیر دُرّ منثور جلد: ۵ صفحہ: ۲۰۴ میں بھی صحابہؓ و تابعینؓ اور ائمہ مفسرین کے اقوال پر اعتماد کرتے ہوئے آیت مذکورہ کی تفسیر وہی قرار دی ہے جو مکرر عرض کی گئی۔

نیز اپنی مختصر تفسیر جلالین میں بھی اسی مضمون کو واضح بیان فرمایا ہے، اور علامہ زمخشری نے اپنی مشہور و مقبول تفسیر کشاف میں اس آیت کی شرح کرتے ہوئے فرمایا ہے:-

خَاتَمُ بَفَتْحِ التَّاءِ بِمَعْنَى الطَّابِعِ وَبِكَسْرِهَا بِمَعْنَى الطَّابِعِ
وَفَاعِلُ الْحَتْمِ وَتَقْوِيهِ قِرَاءَةُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَلَكِنْ نَبِيًّا
خَتَمَ النَّبِيِّينَ، فَإِنْ قُلْتَ: كَيْفَ كَانَ آخِرَ الْأَنْبِيَاءِ وَعِيسَى
عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنْزِلُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ؟ قُلْتَ: مَعْنَى كَوْنِهِ
آخِرَ الْأَنْبِيَاءِ أَنَّهُ لَا يُنْبَأُ أَحَدٌ بَعْدَهُ وَعِيسَى مِمَّنْ نُبِئَ قَبْلَهُ
.... الخ. (کشاف، مصری ج: ۲ ص: ۲۱۵)

ترجمہ:- خاتم بفتح التاء بمعنی آلہ مہر اور بکسر التاء بمعنی مہر کرنے والا یا ختم کرنے والا اور اسی معنی (یعنی ختم کرنے والا) کی تقویت کرتی ہے حضرت عبد اللہ بن مسعود کی قراءت ”وَلَكِنْ نَبِيًّا خَتَمَ النَّبِيِّينَ“ پس اگر آپ یہ کہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء کس طرح ہو سکتے ہیں حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانے میں آسمان سے اتریں گے، تو ہم کہیں گے کہ آپ کے آخر الانبیاء ہونے کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد کوئی شخص نبی نہ بنایا جائے گا، تو اب نزول عیسیٰ علیہ السلام سے کچھ اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام اُن لوگوں میں سے ہیں جو آپ سے پہلے نبی بنا کر بھیجے گئے۔

علامہ زمخشری جو علاوہ فنون تفسیر کے لغت عرب اور فنون عربیت کے یکتا امام مُسلم ہیں، انہوں نے ”خاتم النبیین“ کے معنی یہی سمجھے کہ کوئی کسی قسم کا نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں ہو سکتا، اور اسی لئے اُن کو نزول عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ جواب دینا پڑا کہ خاتم النبیین کا مفہوم یہ ہے کہ ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص نبی نہیں بنایا جائے گا“، ولہذا نزول عیسیٰ علیہ السلام اس کے مخالف نہ

ہوا، کیونکہ وہ اُس وقت نبی نہ بنیں گے بلکہ وہ اپنی پہلی نبوت پر بدستور باقی ہیں، جیسا کہ ہم اوپر کسی قدر تفصیل کے ساتھ عرض کر چکے ہیں۔

نیز امام رازی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر کبیر جلد ۶: صفحہ ۶۱۷ مطبوعہ مصر میں بھی اسی مضمون اور تفسیر کی تائید فرمائی ہے۔

اور سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور و مستند تفسیر ”روح المعانی“ میں آیت مذکورہ کی تفسیر نہایت شرح و بسط کے ساتھ لکھتے ہوئے فرمایا ہے:-

وَالْمُرَادُ بِالنَّبِيِّ مَا هُوَ أَعْمُ مِنَ الرَّسُولِ فَيُلْزَمُ مِنْ كَوْنِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ النَّبِيِّينَ كَوْنَهُ خَاتَمَ الْمُرْسَلِينَ.

(ج: ۷ ص: ۶۰)

ترجمہ:- اور نبی سے مراد وہ ہے جو رسول سے عام ہے، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے خاتم المرسلین ہونا بھی لازم ہوگا۔

جیسا کہ اوپر ابن کثیر رحمہ اللہ سے نقل کیا جا چکا ہے، شیخنا سید محمود آلوسی رحمہ اللہ بھی وہی فرما رہے ہیں، جس میں یہ بات صاف کردی گئی ہے کہ ”خاتم النبیین“ سے مطلقاً انبیاء کا اختتام بتلانا منظور ہے، اس میں کسی قسم کی تخصیص یا استثناء نہیں ہے۔ مگر اس سے جو ایک سطحی اور سرسری نظر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا خلاف سمجھا جاسکتا تھا، اس کے ازالے کے لئے فرماتے ہیں:-

وَالْمُرَادُ بِكَوْنِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ خَاتَمُهُمْ انْقِطَاعُ حُدُوثِ وَصْفِ النُّبُوَّةِ فِي أَحَدٍ مِنَ الثَّقَلَيْنِ بَعْدَ تَحْلِيلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بِهَا فِي هَذِهِ النَّشْأَةِ وَلَا يَقْدَحُ فِي ذَلِكَ مَا أُجْمِعَتْ عَلَيْهِ الْأُمَّةُ وَاشْتَهَرَتْ فِيهِ الْأَخْبَارُ وَلَعَلَّهَا بَلَغَتْ مَبْلَغَ التَّوَاتُرِ الْمَعْنَوِيِّ وَنَطَقَ بِهِ الْكِتَابُ عَلَى قَوْلٍ وَوَجَبَ الْإِيمَانُ بِهِ وَأُكْفِرَ مُنْكَرُهُ كَالْفَلْسَفَةِ مِنْ نَزُولِ عَيْسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ آخِرَ الزَّمَانِ لِأَنَّهُ كَانَ نَبِيًّا

قَبْلَ تَحَلِّي نَبِينَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّبُوءَةِ فِي هَذِهِ النَّشْأَةِ.
(روح المعانی ج: ۷ ص: ۶۰)

ترجمہ:- اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے مراد یہ ہے کہ آپ کے اس عالم میں وصفِ نبوت کے ساتھ متصف ہونے کے بعد وصفِ نبوت کا پیدا ہونا بالکل منقطع ہو گیا جن و انس میں سے کسی میں اب یہ وصف پیدا نہیں ہو سکتا، اور یہ مسئلہ ختم نبوت اس عقیدہ سے ہرگز معارض نہیں جس پر امت نے اجماع کیا ہے، اور جس میں احادیث شہرت کو پہنچی ہوئی ہیں اور شاید درجہ تواتر معنوی کو پہنچ جائیں اور جس پر قرآن نے تصریح کی اور جس پر ایمان لانا واجب ہے، اور اس کے منکر مثلاً فلاسفہ کو کافر سمجھا گیا ہے، یعنی نزولِ عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانے میں، کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عالم میں نبوت ملنے سے پہلے وصفِ نبوت کے ساتھ متصف ہو چکے تھے۔

عبارت مذکورۃ الصدر میں جس صراحت و وضاحت کے ساتھ ختم نبوت اور اس کے صحیح مفہوم کو بیان کیا گیا ہے، اس کو دیکھتے ہوئے میں کسی مسلمان پر یہ گمان نہیں کر سکتا کہ اب بھی اس کو کوئی شک باقی ہے۔

نیز اسی آیت کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں، جو خصوصیت کے ساتھ قابلِ ملاحظہ ہے:-

وَكَوْنُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتِمَ النَّبِيِّينَ مِمَّا نَطَقَ بِهِ الْكِتَابُ وَصَدَعَتْ بِهِ السُّنَّةُ وَأُجْمِعَتْ عَلَيْهِ الْأُمَّةُ فَيَكْفَرُ مُدَّعِي خِلَافِهِ وَيُقْتَلُ إِنْ أَصَرَ.
(روح المعانی ج: ۲۲ ص: ۴۱)

ترجمہ:- اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر النبیین ہونا ان مسائل میں سے ہے جن پر قرآن بول اٹھا اور جن پر احادیث نے صاف صاف تقریر کی اور جس پر امت نے اجماع کیا، اس

لئے اس کے برخلاف کا دعویٰ کرنے والے کو کافر سمجھا جائے گا، اور اگر توبہ نہ کرے تو قتل کر دیا جائے۔

اور تفسیر کی مشہور و مستند کتاب ”خازن“ میں ہے:-

خَاتَمُ النَّبِيِّينَ خَتَمَ اللَّهُ بِهِ النَّبُوَّةَ فَلَا نَبُوَّةَ بَعْدَهُ أَمَى وَلَا مَعَهُ.

(خازن ج: ۳ ص: ۳۷۰)

ترجمہ:- خاتم النبیین یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم کر دی، پس نہ آپ کے بعد کوئی نبوت ہے اور نہ آپ کے ساتھ ہے۔

اور علامہ نسفی رحمہ اللہ نے اپنی مستند و معتبر تفسیر ”مدارک التزیل“ میں لکھا ہے:-

خَاتَمُ النَّبِيِّينَ بَفَتْحِ التَّاءِ عَاصِمٌ بِمَعْنَى الطَّائِعِ أَيْ اخِرُهُمْ يَعْزِي لَا يُنْبَأُ أَحَدٌ بَعْدَهُ وَعِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ مِمَّنْ نُبِئَ قَبْلَهُ. وَغَيْرُهُ بِكُسْرِ التَّاءِ بِمَعْنَى الطَّائِعِ وَفَاعِلُ الْحُكْمِ وَتَقْوِيهِ قِرَاءَةُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ.

(مدارک بر حاشیہ خازن ج: ۳ ص: ۳۷۰)

ترجمہ:- خاتم النبیین عاصم کی قراءت میں بفتح التاء بمعنی مہر جس سے مراد آخر ہے، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص نبی نہ بنایا جائے گا اور عیسیٰ علیہ السلام آپ سے پہلے نبی بنائے گئے تھے اس لئے اُن کے نزول سے کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا، اور علاوہ عاصم کے سب قراء کے نزدیک بکسر التاء بمعنی مہر کرنے والا اور ختم کرنے والا اور اسی معنی کی تائید کرتی ہے عبد اللہ بن مسعود کی قراءت۔

اور علامہ زرقانی رحمہ اللہ نے شرح مواہب لدنیہ جلد: ۵ صفحہ: ۲۶۷ میں

آیت مذکورہ کی توضیح کرتے ہوئے فرمایا ہے:-

وَمِنْهَا (يَعْزِي مِنْ خَصَائِصِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ) أَنَّهُ خَاتَمُ

الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ كَمَا قَالَ تَعَالَى: وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ، أَمَّا إِخْرَاهُمْ الَّذِي خَتَمَهُمْ أَوْ خَتَمُوا بِهِ عَلَى قِرَاءَةِ عَاصِمٍ بِالْفَتْحِ، وَرَوَى أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالْحَاكِمُ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا أَنَّ الرِّسَالَةَ وَالنَّبُوَّةَ قَدْ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُولَ بَعْدِي وَلَا نَبِيٍّ. قِيلَ مَنْ لَا نَبِيٍّ بَعْدَهُ يَكُونُ أَشْفَقُ عَلَى أُمَّتِهِ وَهُوَ كَوَالِدٍ لَيْسَ لَهُ غَيْرُهُ وَلَا يَقْدَحُ نَزُولُ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَهُ لِأَنَّهُ يَكُونُ عَلَى دِينِهِ مَعَ أَنَّ الْمُرَادَ أَنَّهُ أَخْرَجَ مَنْ نَبِيٍّ.

(زرقانی شرح مواہب ج: ۵ ص: ۲۶۷)

ترجمہ:- اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ سب انبیاء اور رسل کے ختم کرنے والے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ“ یعنی آخر انبیائین جس نے انبیاء کو ختم کیا یا وہ جس پر انبیاء ختم کئے گئے، اور یہ معنی عاصم کی قراءت یعنی بالفتح پڑھنے کے وقت ہیں، اور امام احمد اور ترمذی اور حاکم نے باسناد صحیح حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: رسالت و نبوت منقطع ہو چکی، نہ میرے بعد کوئی رسول ہے اور نہ نبی۔ کہا جاتا ہے کہ جس نبی کے بعد کوئی اور نبی نہ ہو وہ اپنی امت کے لئے زیادہ شفیق ہوگا اور مثل اس باپ کے ہے کہ جس کی اولاد کے لئے اس کے بعد تربیت اور نگرانی کرنے والا نہ ہو، اور نزول عیسیٰ علیہ السلام سے ختم نبوت پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ عیسیٰ علیہ السلام اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ہوں گے، علاوہ بریں ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخر میں نبی بنائے گئے اور

ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پہلے نبی بن چکے ہیں۔

اور ابو حیان رحمہ اللہ اپنی عظیم الشان تفسیر بحر محیط جلد: ۷ صفحہ: ۲۳۶ میں اسی مضمون کی حرف بحرف تائید فرماتے ہیں۔

اسی طرح علامہ ابوالسعود رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں بعینہ یہی مضمون بیان فرماتے ہیں، دیکھو تفسیر ابوالسعود بر حاشیہ تفسیر کبیر جلد: ۶ صفحہ: ۷۸۸۔

اور علامہ احمد صاحب معروف بملاً جیون دہلوی رحمہ اللہ، اُستاذِ عالمگیر رحمہ اللہ اپنی تفسیر احمدی میں بھی یہی فرماتے ہیں۔

اور قاضی عیاض رحمہ اللہ نے ”شفاء“ میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے جس قدر وضاحت اور صفائی کے ساتھ ہمارے دعوے کو ثابت فرمایا ہے وہ بھی خصوصیت کے ساتھ قابلِ ملاحظہ ہے، وہو ہذا:-

وَمَنْ ادَّعى النُّبُوَّةَ لِنَفْسِهِ وَجَوَرَ اِكْتِسَابَهَا وَابْلُوَغَ بِصَفَاءِ
الْقَلْبِ اِلَى مَرْتَبَتِهَا كَالْفَلَّاسِفَةِ وَالْعُلَاةِ الْمُتَصَوِّفَةِ
وَكَذَلِكَ مَنْ ادَّعى مِنْهُمْ اَنَّهُمْ يُوحى اِلَيْهِ وَاِنْ لَّمْ يَدْعُ
النُّبُوَّةَ اَوْ اَنَّهُ يَصْعَدُ اِلَى السَّمَاءِ وَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ وَيَأْكُلُ مِنْ
اَثْمَارِهَا وَيُعَانِقُ الْحُورَ الْعِيْنَ فَهُوَ لَا اِكْلَهُمْ كُفْرًا مُكْذِبُونَ
لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَنَّهُ أَخْبَرَ أَنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ خَاتِمَ النَّبِيِّينَ وَلَا نَبِيَّ بَعْدَهُ وَأَخْبَرَ عَنِ اللهِ تَعَالَى أَنَّهُ
خَاتِمُ النَّبِيِّينَ وَأَنَّهُ أَرْسَلَ اِلَى كَافَّةِ النَّاسِ وَأَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ
عَلَى حَمْلِ هَذَا الْكَلَامِ عَلَى ظَاهِرِهِ وَأَنَّ مَفْهُومَهُ الْمُرَادُ
بِهِ دُونَ تَأْوِيلٍ وَلَا تَخْصِيصٍ فَلَا شَكَّ فِي كُفْرِهِ هَؤُلَاءِ
الطَّوَائِفِ كُلِّهَا قَطْعًا اِجْمَاعًا وَسَمْعًا.

(شفاء مطبوعہ بریلی ص: ۳۶۲)

ترجمہ:- اور جو شخص اپنے لئے نبوت کا دعویٰ کرے یا صفائی قلب کے ذریعہ سے نبوت کے مرتبہ تک پہنچنے اور اس کے حاصل

کرنے کو جائز سمجھے، مثل فلاسفہ اور حدودِ شریعت سے تجاوز کرنے والے مدعیینِ تصوف کے، اور ایسے ہی وہ شخص جو یہ دعویٰ کرے کہ اس پر وحی آتی ہے اگرچہ نبوت کا دعویٰ نہ کرے یا جو کہے کہ وہ آسمان پر چڑھتا ہے اور جنت میں داخل ہوتا ہے اور وہاں کے میوے کھاتا ہے اور حوروں سے معاقدہ کرتا ہے پس یہ سب کے سب کفار ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والے ہیں، اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، اور خدا کی طرف سے قرآن میں یہ خبر دی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، اور یہ کہ آپ تمام عالم کے انسانوں کی طرف رسول ہیں، اور امت نے اجماع کیا ہے کہ اس کلام کو اپنے ظاہر پر حمل کیا جائے، اور اس پر کہ اس آیت کا نفس مفہوم ہی مراد ہے بغیر کسی تاویل و تخصیص کے، پس ان تمام فرقوں کے کفر میں کوئی شک نہیں، بلکہ قطعی طور سے اجماعاً اور نقلاً ثابت ہے۔

اس ترجمے میں خط کشیدہ الفاظ پر مکرر غور کیجئے کہ قادیانی دجل و فریب کو کس طرح مٹایا گیا کہ لفظوں سے جو معنی ظاہر ہیں یعنی ”تمام انبیاء کے ختم کرنے والے اور آخر“ یہی معنی مراد ہیں، اور ان میں نہ ظلی اور بروزی متنتی ہیں اور نہ کوئی غیر تشریحی۔ اور تفسیر ”مراح لبید لکشف معنی القرآن المجید“ جلد دوم میں بھی آیت مذکورہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:-

وَتَسْمِيَةُ نَبِيِّنَا خَاتِمِ الْأَنْبِيَاءِ لِأَنَّ الْخَاتِمَ آخِرُ الْقَوْمِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: وَلَكِنْ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ. ثُمَّ قَالَ: وَنَفْيُ الْأَعْمِ يَسْتَلْزِمُ نَفْيَ الْأَخْصَصِ. (کلیات ابی البقاء ص: ۳۱۹)

ترجمہ:- اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کہنا اس لئے ہے کہ خاتم کے معنی آخر القوم کے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے

فرمایا ہے: ”وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ“ اور نفی عام کی مستلزم ہے نفی خاص کے لئے، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کی نفی رسالت کی نفی کو مستلزم ہے۔

اور شرح تعرف میں ابو ابراہیم بخاری رحمہ اللہ نے بھی آیت مذکورہ کی یہی تفسیر کر کے تصریح فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ (دیکھو شرح تعرف ج: ۱ ص: ۱۳، ۱۵)

اور حجۃ الاسلام امام غزالی قدس سرہ جو علوم ظاہرہ و باطنہ کے مُسَلِّم امام ہیں، اس آیت کی تفسیر میں ایک ایسا مضمون تحریر فرماتے ہیں کہ گویا قادیانی فتنہ ان پر منکشف ہو گیا تھا، اسی کے رد کے لئے یہ الفاظ لکھے ہیں:-

أَنَّ الْأُمَّةَ قَدْ فَهِمَتْ مِنْ هَذَا الَّلْفْظِ أَنَّهُ أَفْهَمَ عَدَمَ نَبِيِّ بَعْدَهُ
أَبَدًا وَعَدَمَ رَسُولٍ بَعْدَهُ أَبَدًا وَأَنَّهُ لَيْسَ فِيهِ تَأْوِيلٌ وَلَا
تَخْصِصٌ. ^(۱)
(کتاب الاقتصاد للإمام الغزالی)

ترجمہ:- خوب سمجھ لو کہ تمام اُمت نے ”خاتم النبیین“ کے الفاظ سے یہی سمجھا ہے کہ یہ آیت یہ بتلا رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نبی ہے، نہ رسول، اور اس پر بھی اجماع و اتفاق ہے کہ نہ اس آیت میں کوئی تاویل ہے اور نہ تخصیص۔

(۱) ”ختم نبوت“ کے سابقہ ایڈیشن میں اقتصاد کے حوالے سے جو عبارت لکھی گئی تھی وہ درحقیقت اقتصاد کے مضمون کا خلاصہ تھا، جو حجۃ الاسلام حضرت سیدی مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”اکفار الملحدين“ میں بزبان عربی نقل فرمایا ہے، اُس وقت احقر کے سامنے اصل کتاب اقتصاد نہیں تھی، اکفار الملحدين میں درج شدہ خلاصہ عبارت کو اصل سمجھ کر وہی خلاصہ عبارت ”ختم نبوت“ میں نقل کر دیا گیا، بعد میں جب اصل کتاب اقتصاد سامنے آئی تو اب اس کتاب کی اصل عبارت لکھ دی گئی ہے، مگر کوئی اہل علم اس کا انکار نہیں کر سکتا کہ پہلے جو خلاصہ مفہوم ”اکفار الملحدين“ سے نقل کیا گیا تھا، وہ بالکل اصل کتاب کی عبارت کے مطابق ہے۔ ۱۲ محمد شفیع

آیت ”خاتم النبیین“ میں تاویل کرنے والا قتل کیا گیا

امام حدیث علامہ شاطبی رحمہ اللہ جو آٹھویں صدی ہجری کے مشہور و معروف امام ہیں، اپنی کتاب ”الاعتصام“ میں ان لوگوں کی ایک مختصر فہرست شمار کرتے ہیں جنہوں نے نبوت یا وحی یا عصمت کا دعویٰ کیا اور باتفاق و باجماع امت ان کو کافر و مرتد واجب القتل سمجھا گیا۔ (دیکھو الاعتصام ج: ۲ ص: ۲۶۳)

اسی سلسلے میں امام موصوف رحمہ اللہ نے فازازی نام کے ایک شخص کا واقعہ لکھا ہے کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا، اور بہت سے ایسے امور دکھائے جو کرامت و خارق عادت سمجھے جاتے ہیں، عوام ہر زمانے میں عجائب پرست ہوتے رہے ہیں، اُس وقت بھی ایک جماعت اس کے ساتھ ہو گئی، یہ بھی مرزائی قادیانی کی طرح اتباع قرآن کا مدعی تھا، اس لئے اس نے آیت خاتم النبیین میں ایسی تاویلات شروع کیں جن کے ذریعے کسی نبی کی گنجائش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نکل آئے، مگر باتفاق علمائے وقت اس کا دعویٰ اور تاویلات سب کفر و الحاد قرار دی گئیں، اور اُس زمانے کے امام مقتدر شیخ المشائخ ابو جعفر بن زبیر رحمہ اللہ کے فتویٰ پر اس کو قتل کر دیا گیا۔ (کتاب الاعتصام للشاطبی ج: ۲ ص: ۲۶۳)

اس واقعے نے بھی اس پر مہر کر دی کہ علمائے امت آیت مذکور میں کسی قسم کی تاویل و تخصیص کرنے کو بھی کفر و الحاد قرار دیتے ہیں۔

چند اوہام اور ان کا ازالہ

آیت خاتم النبیین کی مذکورہ بالا مفصل و مبرہن تفسیر کے بعد اگرچہ کسی مسلمان بلکہ کسی سلیم الطبع منصف انسان کو کسی وہم و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی، لیکن دُنیا میں ہمیشہ وہ لوگ بھی ہوتے رہے ہیں، جن کو اپنے اوہام کے مقابلے میں کوئی روشن دلیل کارگر نہیں، بغض و عناد کی دیوار اُن کی آنکھوں اور کانوں کے سامنے حجاب بن جاتی ہے۔

اور اس سے زیادہ قابلِ تعجب یہ کہ اپنی شہرہ چشتی کو آفتاب کا عیب قرار دینے

لگتے ہیں، اور اپنی کج فہمی کو دلیل کا قصور بتانے لگتے ہیں۔

مسئلہ ختم نبوت اور آیت خاتم النبیین بھی ان حضرات کی دست درازیوں سے نہ بچی، ہر صورت سے آیت کی تحریف پر زور مارے اور قرآن و حدیث اور اقوال صحابہؓ و تابعینؓ اور قواعد لغت کے خلاف احتمالات ایجاد کئے۔

چونکہ مرزائی فرقے کی چرب لسانی اور مکر و فریب کی ملمع سازی نے ان شبہات کو عوام کے سامنے ایک خوبصورت رنگ میں پیش کیا ہے، جس سے ناواقف لوگوں کے اشتباہ میں پڑ جانے کا اندیشہ ہے، اس لئے مناسب ہے کہ اس کے ساتھ ہی اُن شبہات کی بھی قلعی کھول دی جائے، وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا يَصِفُوْنَ۔

پہلا شبہ:- اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا، تو آخر زمانے میں عیسیٰ علیہ السلام جو متفق علیہ نبی ہیں کیسے آسکتے ہیں؟ حالانکہ اُن کا آخر زمانے میں آنا مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ اور قرآن و حدیث کا صریح مدلول ہے، غرض یا ختم نبوت کا انکار کیجئے اور یا نزولِ مسیح سے ہاتھ اٹھائیے۔

یہ وہ شبہ ہے جو فرقہ مرزائیہ کا مایہ ناز اور کارگزار حربہ سمجھا جاتا ہے، خود مرزا صاحب اور ان کے اذنانب نے اس کو لائیکل معمر اور ناواقف عوام کے راستے سے ہٹانے کے لئے ایک خوش نمادہ بیر سمجھ کر مختلف مواضع میں پیش بھی کیا ہے۔

جواب شبہ:- اول خاتم النبیین اور آخر النبیین کے معنی اَز رُوئے لغت و محاورات عرب یہ ہوتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وصفِ نبوت کے ساتھ (اس عالم میں) سب سے آخر میں متصف ہوئے، جس کا حاصل صرف یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کو نبوت نہ دی جائے گی، اور اس وصفِ نبوت کے ساتھ آئندہ کوئی شخص متصف نہ ہو سکے گا، نہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمام انبیاء وفات پا گئے ہوں، کلام عرب کے صد ہا نظائر اس کی شہادت کے لئے موجود ہیں، مثلاً کہا جاتا ہے کہ: ”اٰخِرُ الْاَوَّلَادِ“ یا ”خَاتَمُ الْاَوَّلَادِ“ تو باتفاق اہل عربیت اور باجماع عقلائے دنیا اس کے یہی معنی سمجھے جاتے ہیں کہ یہ بچہ سب سے آخر میں پیدا ہوا، اس کے بعد کسی بچے کی ولادت نہیں ہوئی، نہ یہ کہ اس سے پہلے تمام اولاد اور

سب بچوں کا صفایا ہو چکا اور سب مر چکے، چنانچہ خود مرزا صاحب ”تزیاق القلوب“ میں اس کو تسلیم کرتے ہیں، جس کی عبارت مع حوالہ عنقریب آتی ہے۔

اسی طرح بولا جاتا ہے: ”خَاتِمُ الْمُهَاجِرِينَ“ تو کسی عقل مند انسان کے نزدیک اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ پہلے تمام مہاجرین مر چکے، بلکہ ہر تیزدار بچہ بھی اس کے یہی معنی سمجھتا ہے کہ اس شخص نے سب سے آخر میں ہجرت کی، اور وصف ہجرت اس کے ساتھ سب سے آخر میں لگا، اب کسی پہلے مہاجر کا دُنیا میں باقی رہنا یا آنا اس کے کیا مخالف ہو سکتا ہے؟

اسی طرح: ”اٰخِرُ الْجَالِسِينَ، اٰخِرُ الرَّاحِلِينَ، اٰخِرُ الرَّاٰكِبِينَ، اٰخِرُ الدّٰٰهِيّٰنَ، اٰخِرُ الْفَاقِدِيْنَ، اٰخِرُ الْفَاتِحِيْنَ، اٰخِرُ الْمَسَاجِدِ“ وغیرہ کلمات میں کسی کو یہ وہم بھی نہیں گزرتا کہ جو لوگ وصف مضاف الیہ کے ساتھ پہلے متصف ہو چکے ہیں وہ اس آخر اور خاتم کے آنے سے لقمہ موت ہو گئے، بلکہ ان سب کلمات اور ان کی امثال میں ہمیشہ آئندہ کے لئے وصف مضاف الیہ کا انقطاع مراد ہوتا ہے اور بس، اور اسی لئے اگر کسی شخص کو آخر الجالسن یا خاتم الجالسن کہا جاتا ہے تو اس کے یہی معنی ہوتے ہیں کہ یہ شخص سب سے آخر میں بیٹھا، نہ یہ کہ پہلے بیٹھے والے سب مر گئے، اور آخر الراحلین کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اس شخص نے آخر میں سفر کیا، نہ یہ کہ پہلے سفر کرنے والے سب مر گئے، اور اب اُن کا دُنیا میں باقی رہنا یا اپنے وطن میں آنا محال ہے، پھر معلوم نہیں کہ ”خاتم النبیین“ اور ”آخر النبیین“ سے یہ کیسے سمجھا گیا کہ تمام انبیائے سابقین علیہم السلام پر موت طاری ہو چکی اور عیسیٰ علیہ السلام کا اب دُنیا میں آنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے خلاف ہے۔

اس لفظ کے تمام نظائر مذکورہ کی طرح اس کے بھی یہی معنی کیوں نہیں لئے جاتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء کے بعد متصف بالنبوة ہوئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کو یہ عہدہ نبوت نہیں دیا جائے گا، اور ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عہدہ نبوت نہیں ملا، بلکہ آپ سے پہلے مل چکا ہے، اور وہ اس وقت سے آخرِ عمر تک برابر اس وصف کے ساتھ متصف ہیں۔

پھر نہیں معلوم کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ”خاتم النبیین“ اور ”آخر النبیین“ ہونے اور نزول مسیح علیہ السلام کے عقیدہ میں کیا تعارض ہے؟

۲:- دوسرے یہ کہ حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کی اجازت کے لئے درخواست کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

يَا عَمُّ! اِفِمْ مَكَانَكَ اَنْتَ بِهِ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ خَتَمَ بِكَ الْهِجْرَةَ
كَمَا خَتَمَ بِيَ النَّبِیُّوْنَ.

(رواہ الطبرانی وابو نعیم وابو یعلیٰ وابن عساکر وابن النجار)

ترجمہ:- اے میرے چچا! اپنی جگہ ٹھیرے رہو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ہجرت ختم کر دی ہے، جیسا کہ مجھ پر انبیاء کو ختم کر دیا۔

دیکھئے! خود حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ختم نبوت کو ختم ہجرت کی تمثیل میں پیش فرما کر بحث کا خاتمہ فرمادیا۔

کسی ادنیٰ سمجھ بوجھ والے آدمی پر بھی یہ بدگمانی نہیں کی جاسکتی کہ وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے خاتم المہاجرین ہونے کو اُن سے پہلے مہاجرین کے دُنیا میں باقی رہنے کا مخالف و معارض سمجھے، یا حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر ختم ہجرت کا یہ مطلب قرار دے کہ اُن سے پہلے مہاجرین سب مر چکے ہیں۔

پھر ختم نبوت اور خاتم النبیین ہی میں نہ معلوم کس راز کی بناء پر یہ معنی لئے جاتے اور خواہ مخواہ اس کو حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کا مخالف بتایا جاتا ہے، کیا اس کی وجہ یہی نہیں کہ خاتم النبیین کے صحیح معنی سے مرزا صاحب کی مختصرہ نبوت کو ٹھیس لگتی ہے اور ختم ہجرت کے کچھ معنی ہوں اُن کو اس سے کوئی صدمہ نہیں پہنچتا؟

۳:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیتِ کریمہ: ”وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ“ کی تفسیر میں فرمایا:-

كُنْتُ أَوَّلَ النَّبِيِّينَ فِي الْخَلْقِ وَآخِرَهُمْ فِي الْبَعْثِ.

(ذکرہ ابن کثیر فی تفسیرہ ج: ۸ ص: ۸۹ عن ابن حاتم وابن مردويه)

وابی نعیم والدیلمی وابن عساکر وابن ابی شیبہ وابن جریر وابن سعد)

ترجمہ:- میں خلقت میں سب انبیاء سے پہلے اور بعثت میں سب کے آخر میں ہوں۔

اس حدیث نے بھی ”خاتم النبیین“ کے معنی کو بالکل صاف کر دیا کہ مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت دُنیا میں سب سے آخر میں ہوئی، نہ یہ کہ آپ سے پہلے سارے انبیاء علیہم السلام وفات پا چکے، لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا کسی وجہ سے نزول مسیح علیہ السلام کا معارض نہیں ہو سکتا۔

۴:- ابھی عنقریب بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ گزر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”میری مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک محل بالکل تیار ہو، صرف ایک اینٹ کی کمی باقی ہو، اور پھر وہ اینٹ لگادی جائے تو نبوت کا محل پہلے تیار ہو چکا تھا، اس میں ایک اینٹ کی کمی باقی تھی جس کو پورا کرنے کے لئے میں بھیجا گیا۔“ (رواہ البخاری وسلم وغیرہ من اصحاب السنن)

اس سے بھی صاف معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا صرف یہی مطلب ہے کہ آپ کی بعثت سب انبیاء کے بعد ہوئی، نہ یہ کہ آپ سے پہلے تمام انبیاء کی وفات ہو چکی، جیسا کہ خاتمہ کی اینٹ کے لئے دوسری اینٹوں کا معدوم ہو جانا ضروری نہیں، بلکہ متصور بھی نہیں، اسی طرح خاتم النبیین کے لئے پہلے سب انبیاء کی موت ضروری نہیں۔

۵:- اور ترمذی نے بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

أَنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدْ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُولَ بَعْدِي وَلَا نَبِيٍّ.

(رواہ الترمذی وقال حدیث صحیح)

ترجمہ:- بے شک رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی، پس نہ میرے

بعد کوئی رسول اور نہ کوئی نبی۔

اس حدیث میں نبی و رسول کے بجائے وصفِ نبوت و رسالت کا انقطاع ذکر کر کے اس بات کو پوری طرح واضح کر دیا گیا کہ ختمِ نبوت کے معنی یہ ہیں کہ آئندہ وصفِ نبوت کے ساتھ متصف ہونا منقطع ہو گیا، پہلے انبیاء کا باقی رہنا یا کہیں دُنیا میں آنا کسی طرح ختمِ نبوت کے منافی نہیں ہے۔

۶:- اُمّ کرز رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

ذَهَبَتِ النُّبُوَّةُ وَبَقِيَتِ الْمُبَشِّرَاتِ. (رواہ ابن ماجہ)

ترجمہ:- نبوت چلی گئی اور اچھے خواب باقی رہ گئے۔

اس میں بھی وصفِ نبوت کا خاتمہ بیان کر کے ختمِ نبوت کے وہی معنی واضح کر دیئے گئے کہ آئندہ کو وصفِ نبوت کا انقطاع ہو گیا، مگر یہ کسی پہلے نبی کے باقی رہنے یا آنے کا مخالف نہیں۔

۷:- حدیث میں ہے کہ آدم علیہ السلام نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا:-

اٰخِرُ وَلَدِكَ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ. (رواہ ابن عساکر)

ترجمہ:- انبیاء میں سے آپ کے آخر الاولاد ہیں۔

اس حدیث نے بالکل صاف کر دیا کہ خاتمِ انبیاء کی مراد یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء میں سے آخر الاولاد ہیں، اور کسی انسان کے نزدیک آخر الاولاد کا مفہوم پہلی اولاد کے مرجانے کو مقتضی نہیں، اور نہ ان میں سے کسی کے باقی رہنے کا معارض، ولہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر الانبیاء و خاتم الانبیاء ہونا نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے کسی طرح مخالف نہیں ہو سکتا۔

۸:- حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اَنَا خَاتِمُ الْاَنْبِيَاءِ وَمَسْجِدِي خَاتِمُ الْمَسَاجِدِ. (رواہ مسلم)

ترجمہ:- میں خاتمِ الانبیاء ہوں اور میری مسجد خاتمِ المساجد۔

مرا یہ ہے کہ میری مسجد مساجدِ انبیاء کی خاتم اور آخر ہے، جیسا کہ دہلی اور ابنِ نجار اور بزار کی روایتوں میں اس کی تصریح بھی موجود ہے۔

یہ حدیث مسئلہ زیرِ بحث میں درحقیقت ایک ناطق فیصلہ ہے، کیونکہ خاتم المساجد الانبیاء کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ آپؐ کے وجود کے بعد کسی پچھلے نبی کی مسجد باقی نہ رہے گی، انبیاء سابقین کی متعدد مسجدیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود تھیں اور آج تک موجود ہیں، پھر خاتم المساجد کے اگر یہ معنی ہوں گے کہ پہلے انبیاء کی سب مسجدیں فنا ہو چکیں تو بتلاؤ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کیسے درست ہوگا؟ اور جب خاتم المساجد مساجدِ سابقہ کے بقاء کی مخالف نہیں تو خاتم الانبیاء کسی پہلے نبی کے باقی رہنے یا نزول کے کیوں معارض ہوں گے؟ بلکہ جس طرح خاتم المساجد کے معنی اس کے سوا نہیں کہ آپؐ کے بعد کسی نبی جدید کی مسجد تیار نہ ہوگی، اسی طرح خاتم الانبیاء کے معنی بھی اس کے سوا نہیں کہ آپؐ کے بعد عالم میں کسی شخص کو عہدہ نبوت نہ دیا جائے گا۔

۹:- آیت مذکورہ کی تفسیر کے ذیل میں ائمہ تفسیر کے اقوال ابھی گزر چکے ہیں جن میں خود نزولِ مسیح علیہ السلام کا سوال اٹھایا گیا اور پھر وہی جواب دیا گیا ہے جو ہم نے بوجہ مذکورۃ الصدر پیش کیا ہے، جن میں سے بالخصوص حضرات ذیل کی تفسیریں مکرر ملاحظہ فرمائیں: سید محمود آلوسی صاحب روح المعانی، زنجیری صاحب کشاف، علامہ نسفی صاحب مدارک۔

۱۰:- اقراری ڈگری: جن حضرات کو قرآن و حدیث اور آثارِ صحابہؓ و تابعینؓ اور اقوالِ سلفؓ میں شفاء نہیں ملتی اور اُن کا قلب اُس وقت تک مطمئن نہیں ہوتا جب تک کہ مرزا صاحب کی وحی اور اُن کی تصانیف میں اُس کو نہ دیکھ لیں، وہ حضرات بھی ملاحظہ فرمائیں ”تزیان القلوب“ مصنفہ مرزا صاحب صفحہ ۱۵۶: (۱)۔

ضرور ہوا کہ وہ شخص جس پر تمام و کمال دورہ حقیقت آدمیت ختم ہو وہ خاتم الاولاد ہو، یعنی اس کی موت کے بعد کوئی کامل انسان

کسی عورت کے پیٹ سے نہ نکلے۔

جب خاتم الاولاد کے معنی مرزا صاحب کے نزدیک یہ ہیں کہ عورت کے پیٹ سے کوئی کامل انسان اس کے بعد پیدا نہ ہو تو خاتم النبیین کے بھی یہی معنی کیوں نہ ہوں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی عورت کے پیٹ سے پیدا نہ ہوگا؟ جس سے دو فائدے حاصل ہوئے، اول تو یہ کہ ختم نبوت اور نزول مسیح علیہ السلام میں تعارض نہیں، ”خاتم النبیین“ چاہتا ہے کہ عورت کے پیٹ سے اس کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہو، اور مسیح علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے پیدا ہو چکے ہیں۔ دوسرے یہ بھی صاف معلوم ہوا کہ اگر مرزا صاحب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں تو ان کی نبوت ”خاتم النبیین“ کے خلاف ہے۔

تیسرے یہ بھی متعین ہو گیا کہ جس مسیح کے نزول کی خبر احادیث میں دی گئی ہے وہ اُس وقت ماں کے پیٹ سے پیدا نہ ہوں گے، ورنہ خاتم النبیین کے خلاف ہوگا اور اس بناء پر مرزا صاحب مسیح موعود بھی نہیں ہو سکتے۔ (تک عشرۃ کاملہ)

دوسرا شبہ:- جس کو مرزا صاحب نے اپنی متعدد تصانیف میں اور ان کے اذتاب نے اپنی تحریروں، تقریروں میں نہایت پُر زور دعوے کے ساتھ پیش کیا ہے، یہ ہے کہ ”خاتم النبیین“ میں خاتم کے معنی ”مہر“ ہے، اور ”خاتم النبیین“ کا یہ مطلب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی مہر و تصدیق سے انبیاء بنیں گے۔

جواب شبہ:- آزادی کا زمانہ ہے، ہر بد دین کے ہاتھ میں قلم اور سامنے لاوارث قرآن ہے، جس کا جس طرح جی چاہتا ہے اس کے مطلب پر حکومت کرتا ہے، اگر خود خداوندِ عالم نے اس کی حفاظت کا ذمہ نہ لیا ہوتا تو بعید نہ تھا کہ یہ بے خوف بہادر اس کی لفظی و معنوی تحریف میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑتے۔

کیا قہر نہیں ہے کہ ایک شخص قرآن کی آیت کے معنی قواعد لغت کے خلاف اور خود تصریحات قرآن کے خلاف اور پھر ڈیڑھ سو سے زائد احادیث نبویہ کے خلاف اور سیکڑوں صحابہ و تابعین اور ائمہ تفسیر کے خلاف صاف صاف علی الاعلان بیان کرتا ہے، اور کوئی پوچھنے والا نہیں کہ یہ کہاں سے کہتا ہے؟

مسلمان ہیں کہ ہنس نہ سکتے ہیں، کیونکہ جانتے ہیں کہ قرآن کی یہ تفسیر ہو یا دوسری، ہمارا کیا جاتا ہے، لیکن یاد رہے کہ ہمیشہ یہ صورت رہنے والی نہیں بلکہ عَمَّا قَلِيلٍ لِّيُصْبِحَنَّ نَادِمِينَ (عنقریب وہ نادم و شرمندہ ہوں گے)۔

مسلمانو! اگر تم نے خدائے قدوس کے کلامِ متین کی تحریف کو ٹھنڈے دل سے سنا اور قرآن کو لاوارث سمجھ کر چھوڑ دیا تو یاد رہے کہ خدائے علیم و خبیر اس کو اس طرح نہ چھوڑے گا، اس نے کلامِ پاک کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے، جو شخص اس کی حفاظت پر دست درازی کرے اس کو عذابِ خداوندی سے بچنے کے لئے کوئی قلعہ بنالینا چاہئے، لیکن لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَنْ رَجِمَ۔

اگر مرزا صاحب اور ان کی اُمت کوئی صداقت رکھتے ہیں تو لغتِ عرب اور قواعدِ عربیت سے ثابت کریں کہ ”خاتم النبیین“ کے معنی یہ ہیں کہ آپؐ کی مہر سے انبیاء بنتے ہیں، لغتِ عرب کے طویل و عریض دفتر میں سے زائد نہیں صرف ایک نظیر اس کی پیش کر دیں، یا کسی ایک لغوی اہلِ عربیت کے قول میں یہ معنی دکھلا دیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ ساری مرزائی جماعت مع اپنے نبی اور ابنِ نبی کے اس کی ایک نظیر کلامِ عرب یا اقوالِ لغویین میں نہ دکھلا سکیں گے۔

خود مرزا صاحب نے جو ”برکات الدعاء“ صفحہ: ۱۴، ۱۵ میں^(۱) تفسیر قرآن کے معیار میں سب سے پہلا نمبر قرآن مجید سے اور دوسرا احادیثِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور تیسرا اقوالِ صحابہؓ سے رکھا ہے، اگر یہ صرف ہاتھی کے دکھلانے کے دانت نہیں، تو خدا را ”خاتم النبیین“ کی اس تفسیر کو قرآن کی کسی ایک آیت میں دکھلائیں، اور اگر یہ نہیں ہو سکتا تو احادیثِ نبویہ کے اتنے وسیع و عریض دفتر میں ہی کسی ایک حدیث میں یہ تفسیر دکھلائیں، پھر ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ صحیحین کی حدیث ہو یا صحاح ستہ کی، بلکہ کسی ضعیف سے ضعیف میں دکھلا دو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ”خاتم النبیین“ کے یہ معنی بتلائے ہوں کہ آپؐ کی مہر سے انبیاء بنتے ہیں۔

اور اگر یہ بھی نہیں ہو سکتا (اور ہرگز نہ ہو سکے گا) تو کم از کم کسی صحابی، کسی

(۱) روحانی خزائن ج: ۶ ص: ۲۰ تا ۲۱۔

تابعی کا قول ہی پیش کرو جس میں ”خاتم النبیین“ کے یہ معنی بیان کئے ہوں، لیکن مجھے معلوم ہے کہ ۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار اُن سے یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

چیلنج:- اے مرزائی جماعت اور اس کے مقتدر ارکان! اگر تمہارے دعوے میں کوئی صداقت کی بو اور قلوب میں کوئی غیرت ہے تو اپنی ایجاد کردہ تفسیر کا کوئی شاہد پیش کرو، اور اگر ساری جماعت مل کر قرآن کے تمیس پاروں میں سے کسی ایک آیت میں، احادیث کے غیر محصور دفتر میں سے کسی ایک حدیث میں اگرچہ ضعیف ہی ہو، صحابہؓ و تابعینؓ کے بے شمار آثار میں سے کسی ایک قول میں یہ دکھلا دے کہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر سے انبیاء بنتے ہیں، تو ہم سے پانچ سو روپے نقد انعاماً وصول کر سکتے ہیں ۔

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے!

اگر واقع میں اُن کی بیان کردہ تفسیر قرآن کی تحریف نہیں، اور مذکورۃ الصدور اصولِ تفسیر میں اُن کا کوئی پتہ ہے تو آئیں، اور پانچ سو روپے وصول کریں۔

لیکن میں بحولِ اللہ وقتاً اعلاناً کہہ سکتا ہوں کہ اگر مرزا صاحب اور ان کی ساری اُمت مل کر ایڑی چوٹی کا زور لگائیں گے تب بھی ان میں سے کوئی ایک چیز پیش نہ کر سکیں گے، وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا۔

بلکہ اگر کوئی دیکھنے والی آنکھیں اور سننے والے کان رکھتا ہے تو قرآنِ عزیز کی نصوص اور احادیثِ نبویہ کی تصریحات اور صحابہؓ و تابعینؓ کے صاف صاف آثار، سلف صالحینؓ اور ائمہ تفسیر کے کھلے کھلے بیانات اور لغتِ عرب اور قواعدِ عربیت کا واضح فیصلہ سب کے سب اس تحریف کی تردید کرتے ہیں، اور اعلان کرتے ہیں کہ آیتِ خاتم النبیین کے وہ معنی جو مرزائی فرقے نے گھڑے ہیں بوجہ ذیل باطل ہیں:-

۱:- اول اس لئے کہ یہ معنی محاوراتِ عرب کے بالکل خلاف ہیں، درنہ

لازم آئے گا کہ ”خاتم القوم“ اور ”آخر القوم“ کے بھی یہی معنی ہوں کہ اُس کی مہر سے

قوم بنتی ہے، اور ”خاتم المہاجرین“ کے یہ معنی ہوں گے کہ اس کی مہر سے مہاجرین بنتے ہیں، اسی طرح ”خاتم الاولاد“ کا بھی یہ مفہوم ہو کہ اس کی مہر سے اولاد بنتی ہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ کوئی سمجھ دار انسان بلکہ ادنیٰ تمیز والا بچہ بھی ان کلمات کے یہ معنی نہیں کر سکتا، پھر نہ معلوم کہ ”خاتم النبیین“ کے یہ معنی کیسے اور کہاں سے ہو گئے؟ حالانکہ مرزا صاحب نے ”خاتم الاولاد“ کے جو معنی ”تریاق القلوب“ میں لکھے ہیں وہ خود اس کے خلاف ہیں۔

۲:- قرآن مجید کی تقریباً سو آیتیں اس تفسیر کو غلط قرار دیتی ہیں جن کو انشاء اللہ عنقریب بیان کیا جائے گا، علاوہ بریں خود اس آیت کی دوسری قراءت جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی ہے، مرزا صاحب کی اس تحریف کی تکذیب کے لئے کافی ہے، کیونکہ ان کی قراءت میں بجائے لفظ ”خَاتَمَ النَّبِيِّينَ“ کے ”خَتَمَ النَّبِيِّينَ“ بصیغہ ماضی واقع ہے، جس میں مرزا صاحب کی تحریف کا نام و نشان نہیں رہتا۔

۳:- یہ تحریف اُن احادیث متواترہ کے بھی خلاف ہے جو اعلیٰ درجے کی وضاحت و صراحت کے ساتھ اعلان کر رہی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔

۴:- یہ تفسیر اس کے بھی خلاف ہے جو صحابہ کرامؓ سے منقول ہو چکی ہے۔

۵:- ائمہ تابعینؓ اور پھر تمام ائمہ مفسرین سے جو اس آیت کی تفسیر عنقریب نقل کی گئی ہے، یہ تحریف اُن سب کے بھی خلاف ہے۔

جس تفسیر کا یہ حال ہو کہ قواعد لغت اور نصوص قرآن و حدیث اور تصریحات صحابہؓ و تابعینؓ سب ہی کے خلاف ہو تو اگر وہ بھی قرآن کی تحریف اور افتراء علی اللہ نہیں ہے تو پھر کوئی بُری سے بُری تحریف بھی تحریف کہلانے کے قابل نہ ہوگی، بلکہ ہر پاگل کی بکواس کو تفسیر قرآن ماننا پڑے گا۔

شبہ:- مرزائی ادہام اور مذہبوجی حرکات بھی ایک عجیب تماشا ہیں اور بتلا رہی ہیں کہ: ”يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا“ یعنی اللہ تعالیٰ قرآن مجید سے بہت سے لوگوں کی گمراہی پختہ کر دیتا ہے، اور بہت سے لوگوں کو ہدایت دیتا ہے۔

اپنے خیالات و ادہام کو قائم رکھنے کے لئے اگر ایک طرف آیاتِ فرقانیہ کی تحریف اُن کے نزدیک ایک آسان بات ہے (وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ) ^(۱) تو دوسری جانب اُن کو اس کی بھی پروا نہیں کہ اپنے کلام میں تناقض و تعارض ہوا جاتا ہے، کبھی کچھ کہتے ہیں اور کبھی کچھ کہیں کچھ تاویل (بلکہ تحریف) ہے اور کہیں کچھ، جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔

انہی متفاوت و متہافت اقوال میں سے ایک یہ بھی ^(۲) ہے کہ ”النبیین“ کا الف لام عہدِ خارجی یا ذہنی کے لئے ہو اور معبود و مراد انبیاءِ تشریعی ہیں، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انبیاءِ تشریعی کے خاتم اور آخر ہیں، نہ مطلق انبیاء کے، لیکن ۔۔۔ آرزوؤں سے بنا کرتی ہیں تدبیریں کہیں!

اگر عہدِ خارجی ہے تو معبود کلامِ سابق میں مذکور ہونا چاہئے، اور کلامِ سابق میں تو کہیں خاص انبیاءِ تشریعی کا ذکر نہیں، اگر ہے تو کہاں ہے؟ اور کون سے قرآن میں ہے؟ ہاں! جو نیا ”قرآن“ قادیان کے قریب اُترا اور جس کی آیات میں سے: ^(۳) ”إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا مِّنَ الْقَادِيَانِ“ ہے، اس میں ہو تو ہو، ورنہ نبیِ عربی نے جو قرآن اُمت کو دیا ہے، اس میں کہیں پتہ نہیں، بلکہ اگر ذکر ہے تو مطلق انبیاء کا ذکر ہے، پڑھو آیت: ”الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ... الخ“ یعنی وہ انبیاء جو اللہ تعالیٰ کے پیغام پہنچاتے ہیں، ظاہر ہے کہ پیغامِ خداوندی کا پہنچانا نفسِ نبوت کے لئے ضروری ہے، اور ہر نبی خدا کا پیغمبر ہے نہ کہ فقط انبیاءِ تشریعی۔

الحاصل عہدِ خارجی کی تو کوئی صورت نہیں، اسی طرح عہدِ ذہنی کی بھی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی، کیونکہ یہ درحقیقت بجکم نکرہ ہوتا ہے (دیکھو مطول و مختصر وغیرہ)۔

اور اسی لئے عہدِ ذہنی اس وقت مراد لیا جاسکتا ہے جبکہ استغراق مراد نہ ہو سکے، جیسے ”اُكْلَهُ الذِّئْبُ“ (اس کو بھیڑیے نے کھا لیا)، تو ظاہر ہے کہ تمام دُنیا بھر

(۱) اور وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔ ۱۲

(۲) جو بہت سے مرزائی مبلغین کی تقریروں میں سنا گیا۔ ۱۲ منہ

(۳) یعنی مرزا صاحب کو وحی ہوتی ہے کہ: ہم نے اُتارا قرآن کو قریب قادیان کے۔ ۱۲ منہ

کے بھیڑیوں نے اُس کو نہیں کھایا، اس لئے استغراق مراد نہیں ہو سکتا، اور کوئی خاص بھیڑیا بھی کلام میں ذکر نہیں کیا گیا، اس لئے بالآخر عہدِ ذہبی مراد ٹھہرا، بخلاف آیت ”خاتم النبیین“ کے کہ اس میں بلا تکلف استغراق درست ہے جیسا کہ آپ اس تحریر میں بارہا معلوم کر چکے ہیں، واللہ اعلم۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

”خاتم النبیین“ کے معنی میں مرزائیوں نے جو جدت طرازیوں اختیار کی ہیں ان میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ لفظ محض مجاز پر محمول ہے، جیسا کہ اس کی دوسری نظائر ”خَاتِمُ الْمُحَدِّثِينَ، خَاتِمُ الْمُفَسِّرِينَ“ وغیرہ میں باتفاق یہی معنی مجازی مراد ہیں کیونکہ عرف میں جس شخص کو ”خَاتِمُ الْمُحَدِّثِينَ“ لکھا جاتا ہے، کسی کے نزدیک اس سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ اس کے بعد کوئی محدث پیدا نہ ہوگا۔

مرزائی اپنی اس ابلہ فریب تقریر پر خوش ہیں، لیکن حقیقت میں یہ بھی اسی مرزائی خوش فہمی کا کرشمہ ہے جو خاص مرزائیت کا کرشمہ ہے، کیونکہ خاتم المحدثین، خاتم المحققین وغیرہ انسان کا کلام ہے جس کو کچھ خبر نہیں کہ کل کیا ہونے والا ہے؟ کتنے آدمی پیدا ہوں گے اور کتنے مریں گے؟ اور کتنے عالم ہوں گے اور کتنے جاہل رہیں گے؟ کتنے محدث و مفسر بنیں گے اور کتنے آوارہ پھریں گے؟ اس لئے اس کو کوئی حق نہیں ہے کہ وہ کسی شخص کے لئے ”خاتم المحدثین“ یا ”خاتم المفسرین“ وغیرہ الفاظ استعمال کرے، اور اگر کہیں اس کے کلام میں ایسے الفاظ پائے جاویں تو اس کے سوا چارہ نہیں کہ ان کو مجاز یا مبالغہ پر محمول کیا جائے، ورنہ یہ کلام بالکل لغو اور بے معنی بلکہ جھوٹ ہو جائے گا۔

لیکن کیا خَلَاقِ عالم کے کلام کو بھی اس پر قیاس کیا جاسکتا ہے، جس کے علم محیط سے کوئی چیز باہر نہیں، اور جو اپنے اختیار کے ساتھ انبیاء کو مبعوث فرماتا ہے۔ پس جب علیم و خبیر اور قدوس و حکیم کے کلام پاک میں کسی ذات کے متعلق ”خاتم النبیین“ کا لفظ ارشاد فرمایا گیا ہے تو کیا وجہ ہے کہ اس کے ظاہری معنی مراد نہ

لئے جائیں جو کہ بلا تکلف بنتے ہیں، اور ان کو چھوڑ کر مبالغہ یا مجاز پر حمل کیا جائے۔
الغرض انسان کے کلام میں ہم مجبور ہیں کہ ان کلمات کو ظاہری معنی سے پھیر کر مبالغہ یا مجاز پر محمول کریں، مگر خدائے قدوس کے کلام میں ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں، اور بلا ضرورت حقیقی معنی کو چھوڑ کر مجاز کی طرف جانا اصولِ مسلمہ کے خلاف ہے۔

اس کے علاوہ جب ”خاتم النبیین“ کے معنی خود قرآن مجید کی ایک سو آیات نے واضح طور پر بتلادیئے ہیں جس میں کسی قسم کے مجاز یا مبالغہ کو دخل نہیں دیا، اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سو دس احادیث میں اس کی ایسی شرح کی ہے جس میں کوئی خفا باقی نہیں رہا، اور پھر اجماع صحابہؓ اور اقوالِ سلف نے اس کے ظاہری اور حقیقی معنی مراد لینے پر مہر کردی، تو پھر کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ اس کے خلاف کوئی مجازی معنی مراد لے، اگرچہ الفاظ میں اس کا احتمال بھی ہو، عجب ہے کہ خود متکلم جل مجدہ اپنے کلام کے ایک حقیقی معنی بیان فرماتا ہے، اور پھر اُس کے رسول جن پر یہ کلام نازل ہوا اسی معنی کی انتہائی وضاحت فرماتے ہیں، اور پھر اُس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد صحابہ کرامؓ اور پھر تمام علمائے سلف اسی کے معنی کو بیان کرتے ہوئے تصریح کرتے ہیں کہ یہ کلام اپنے ظاہری اور حقیقی معنی پر محمول ہے، نہ اس میں کوئی مجاز یا مبالغہ ہے اور نہ تاویل و تخصیص، جیسا کہ ہم اس رسالے میں بحوالہ الاقتصاد امام غزالیؒ اور بحوالہ شفا قاضی عیاضؒ نقل کر آئے ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے اس کے متعلق چند جملے یہ ہیں:-

وَلَيْسَ فِيهِ تَأْوِيلٌ وَلَا تَخْصِيصٌ وَمَنْ أَوَّلَهُ بِتَخْصِيصٍ
فَكَلَامُهُ مِنْ أَنْوَاعِ الْهَذْيَانِ لَا يَمْنَعُ الْحُكْمَ بِتَكْفِيرِهِ لِأَنَّهُ
مُكَذَّبٌ لِهَذَا النَّصِّ الَّذِي أَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلَى أَنَّهُ غَيْرُ
مُؤَوَّلٍ وَلَا لِيَخْصُوصِ. (کتاب الاقتصاد للامام الغزالی)

ترجمہ:- آیت خاتم النبیین میں نہ کوئی تاویل ہے نہ تخصیص، اور جو شخص اس میں کسی قسم کی تخصیص کی تاویل کرے اس کا کلام

ہدیان کی قسم سے ہے، اور یہ تاویل اس کو کافر کہنے سے نہیں روک سکتی کیونکہ وہ اس آیت کی تکذیب کر رہا ہے جس کے متعلق اُمت کا اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ وہ مآول یا مخصوص نہیں ہے۔

لیکن مرزائی ہیں کہ وہ اپنی ”مرغی کی ایک ٹانگ“ ہانکے چلے جا رہے ہیں۔ سرِ خدا کہ عارفِ زاہد کسے نہ گفت در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

الغرض چونکہ قرآنِ عزیز اور احادیثِ نبویہ اور اجماعِ صحابہ اور اقوالِ سلف نے اس کا قطعی فیصلہ کر دیا ہے کہ خاتم النبیین اپنے حقیقی اور ظاہری معنی پر محمول ہے، نہ اس میں کوئی مجاز ہے، نہ مبالغہ اور نہ تاویل و تخصیص، تو اب کسی کو حق نہیں کہ اس لفظ کو خاتم المحققین وغیرہ الفاظ پر قیاس کر کے اس کی منصوص و منقول تفسیر کو بدلے۔

شبہ:- خاتم النبیین میں خاتم بمعنی گنبد انگشتی لے کر زینت مراد لیا جائے، اور کلام کے معنی یہ ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء کی زینت ہیں، اور اس صورت میں آیت کو ختم نبوت سے کوئی تعلق باقی نہیں رہتا۔ جواب شبہ:- لیکن جب ہم اس کو اُصولِ تفسیر پر پدہ کھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض قرآن پر افتراء ہے، اس کی ہرگز وہ مراد نہیں۔

۱:- اوّل تو اس وجہ سے کہ خاتم بمعنی زینت مراد لینا مجازی معنی ہیں، اور جبکہ اس جگہ حقیقی معنی بلا تکلف دُرست ہیں تو حسبِ تصریحاتِ علمائے لغت و بلاغت و اُصول، معنی مجازی کی طرف جانے کی وجہ نہیں۔

۲:- آیت مذکورہ کی جو تفسیر ہم نے قرآن مجید کی آیات اور خود اسی آیت کی دوسری قراءت سے پیش کی ہے یہ اس کے خلاف ہے، جیسا کہ مفصل گزر چکا ہے۔ ۳:- احادیثِ متواترہ نے جو تفسیر اس آیت کی صاف صاف بیان کی ہے، یہ اس کے خلاف ہے۔

۴:- یہ تفسیر اجماع اور آثارِ سلف کے بھی خلاف ہے، جیسا کہ ہم نے اوپر مفصل عرض کیا ہے۔

۵:- ائمہ تفسیر کی شہادتیں بھی اس کے خلاف ہیں۔

پھر کیا کوئی مسلمان قرآن عزیز کے ایسے معنی تسلیم کر سکتا ہے جو قواعد عربیت کے بھی خلاف ہوں اور خود تصریحات قرآن مجید کے بھی، احادیث متواترہ اور آثارِ سلف بھی اس کو رد کرتے ہوں اور ائمہ تفسیر بھی۔

اور اگر اسی طرح ہر کس و ناکس کے خیالات اور ہر حقیقی یا مجازی معنی قرآن عزیز کی تفسیر بن سکتے ہیں تو کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ تمام قرآن مجید میں جہاں کہیں اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وغیرہ کے الفاظ سے نماز کی فرضیت کی تاکید کی گئی ہے، سب جگہ محض دُرود بھیجنا اور دُعا کرنا مراد ہے جو لفظ ”صلوٰۃ“ کے لغوی معنی ہیں۔

اسی طرح آیت کریمہ ”مَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ“ وغیرہ جن میں روزہ کی فرضیت ثابت ہے، اس کا لغوی ترجمہ اور مطلب یہ ہے کہ جب رمضان کا مہینہ آئے تو تم رُک جاؤ، کیونکہ لغت عرب میں ”صوم“ کے حقیقی معنی صرف رُک جانا ہیں۔ اسی طرح حج اور زکوٰۃ وغیرہ کے الفاظ میں ان سب کے معنی اگر احادیث اور آثارِ سلف وغیرہ سے آنکھیں بند کر کے صرف اَز رُوئے لغت کئے جائیں تو مرزا صاحب اور اُن کے اذنان کی عنایت سے سارے فرائض سے چھٹی ہو جائے گی، بلکہ عجب نہیں کہ خود دین اسلام سے بھی آزادی مل جائے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

لیکن آیات مذکورہ میں صوم و صلوة اور حج وغیرہ کے الفاظ سے اُن کے اصلی معنی لغوی کو اس لئے چھوڑا جاتا ہے کہ قرآن عزیز کی دوسری آیات اور احادیث متواترہ اور آثارِ سلف سے جو تعبیر ان کی ثابت ہے اس کے خلاف ہے، اور اگر آج کوئی اُن آیات کے وہ لغوی معنی بتلا کر لوگوں کو ان فرائض کی پابندیوں سے آزاد کرانا چاہے تو بحمد اللہ مسلمانوں کا ہر جاہل و عالم یہی جواب دے گا۔

اسیرت بخوید رہائی زبند شکارت نخواہد خلاص از کند
غرض کوئی جاہل سے جاہل بھی اس قسم کی تحریقات کے ماننے پر تیار نہیں ہو سکتا، ٹھیک اسی طرح اگرچہ خاتم بمعنی زینت مجازاً مراد لینا محتمل ہے، لیکن چونکہ یہ احتمال نصوص قرآن و حدیث اور تفاسیرِ سلف کے خلاف ہے، اس لئے اسی طرح مردود اور ناقابل قبول ہوگا جس طرح صوم و صلوة و حج و زکوٰۃ وغیرہ ارکانِ دین کے مشہور

لغوی معنی لینا باتفاق مردود ہے۔

شبہ:- ”خاتم النبیین“ میں الف لام استغراق حقیقی کے لئے نہیں بلکہ عربی کے لئے ہے، اور مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء تشریحی کے خاتم ہیں، نہ مطلقاً انبیاء کے، جیسا کہ آیت کریمہ: ”وَيَقْتُلُونَ النَّبِيْنَ“ باتفاق بطور استغراق عربی نبیین سے صرف وہ بعض انبیاء مراد ہیں جو بنی اسرائیل کے زمانے میں موجود تھے اور قتل کئے گئے۔

جواب شبہ:- ہماری گزشتہ عرض داشت کو تھوڑے سے غور کے ساتھ پڑھنے والا بلا تکلف سمجھ سکتا ہے کہ یہ بھی انہی تحریفات میں سے ہے جن کی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔

۱:- اڈل اس وجہ سے کہ باتفاق علمائے عربیت و اصول، استغراق عربی اس وقت مراد ہوتا ہے جبکہ استغراق حقیقی درست نہ ہو، جیسا کہ ہم ”النبیین“ کی لغوی تحقیق کے ذیل میں مفصل بیان کر چکے ہیں، اور مسئلہ زیر بحث میں بلا تکلف استغراق حقیقی بن سکتا ہے، یعنی ختم کرنے والے تمام انبیاء کے۔

۲:- دوم اس وجہ سے کہ استغراق عربی اس وقت مراد ہو سکتا ہے جبکہ عرف و عادت اس کی تخصیص کا قرینہ ہوں، اور عرفاً اس کے تمام افراد مراد نہ ہو سکتے ہوں، جیسے ”جَمَعَ الْأَمِيرُ الصَّاعَةَ“ کیونکہ عرفاً و عادتاً تمام دنیا کے سناروں کا جمع کرنا دشوار ہے۔ نیز عرف میں جب کبھی اس قسم کے کلمات بولے جاتے ہیں تو اپنے شہر یا زائد سے زائد اپنی سلطنت کے سنار مراد ہوتے ہیں، نہ ساری دنیا کے، بخلاف آیت مذکورہ

(۱) الف لام استغراق حقیقی، اصطلاح میں اس کو کہا جاتا ہے کہ وہ جس لفظ پر داخل ہو اس کے تمام افراد بے کم و کاست مراد ہوں، مثلاً ”عالم الغیب“ میں لفظ ”غیب“ جس پر الف لام داخل ہے، اس سے اس کے تمام افراد مراد ہیں، یعنی عالم تمام غائبات کا، اور استغراق عربی میں تمام افراد مراد نہیں ہوتے جیسے ”جَمَعَ الْأَمِيرُ الصَّاعَةَ“ یعنی بادشاہ نے سناروں کو جمع کیا، پس ”صاعہ“ جس پر الف لام داخل ہے اس کے تمام افراد مراد نہیں، بلکہ صرف اپنے شہر یعنی اپنے شہر یا قلمرو کے سناروں کو جمع کیا، اس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔ ۱۲ منہ

”وَحَاتَمَ النَّبِينَ“ کے کہ اس میں نبیین کی تخصیص کا عرفاً و عادتاً کوئی قرینہ نہیں، ”خاتم النبیین“ کے بلا تکلف استغراقِ حقیقی کے ساتھ یہ معنی صحیح ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں، پھر کیا وجہ ہے کہ استغراقِ حقیقی کو چھوڑ کر بلا دلیل و قرینہ اور بلا وجہ استغراقِ عرفی کی طرف جائیں اور مطلق نبیین کو صرف انبیاءِ تشریفی کے ساتھ مقید کر دیں؟^(۱)

باقی رہا کہ آیت کریمہ ”وَيَقْتُلُونَ النَّبِينَ“ کو اپنے دعوے کی شہادت میں پیش کرنا اگر اس جگہ لام کو استغراقِ عرفی کے لئے تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی ہم عرض کر چکے ہیں کہ جب استغراقِ حقیقی نہیں بن سکتا تو پھر استغراقِ عرفی کی طرف جاتے ہیں، اور اس آیت میں بالکل کھلی ہوئی بات ہے کہ ”يَقْتُلُونَ النَّبِينَ“ کا الف لام استغراقِ حقیقی کے لئے کسی طرح نہیں ہو سکتا، ورنہ آیت کے یہ معنی ہوں گے کہ بنی اسرائیل تمام انبیاء علیہم السلام کو قتل کرتے تھے، حالانکہ یہ بات کسی طرح درست نہیں ہو سکتی، بلکہ بالکل کذب محض ہوگی، کیونکہ اول تو بنی اسرائیل کے زمانے میں تمام انبیاء موجود نہ تھے، بہت سے ان سے پہلے گزر چکے تھے، اور بعض ابھی پیدا بھی نہ ہوئے تھے، پھر ان کا تمام انبیاء کو قتل کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟

دوم یہ بھی ثابت نہیں کہ بنی اسرائیل نے اپنے زمانے کے تمام انبیاء موجودین کو بلا استثناء قتل ہی کر ڈالا ہو، بلکہ قرآنِ عزیز ناطق ہے: ”فَفَرِّقُوا كَذَّبْتُمْ

(۱) اس جگہ یہ بات بھی قابلِ یادداشت ہے کہ یہ تحریف اگر خدا نخواستہ چل بھی جائے اور آیت کی مراد بفرض محال یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف انبیاءِ تشریفی کے ختم کرنے والے ہیں تب بھی مرزا صاحب اس آیت کی مخالفت سے باہر نہیں ہو سکتے، کیونکہ انہوں نے اپنی بہت سی تصانیف میں نبوتِ تشریفی اور صاحبِ شریعت ہونے کا دعویٰ کیا ہے، یقین کے لئے دیکھو ”اربعین“ صفحہ: ۶، ۴۰^(۱) جس میں کھلے لفظوں میں صاحبِ شریعت ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ نیز ”ہقیقۃ الوحی“ صفحہ: ۱۷۹^(۲) کی عبارت اور ”تزیین القلوب“ صفحہ: ۱۳۰^(۳) کی عبارت کا مجموعہ آپ کی تشریفی نبوت کا صاف شاہد ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ ۱۲ منہ

(۱) روحانی خزائن ج: ۱۷ ص: ۳۳۵۔ (۲) ایضاً ج: ۲۲ ص: ۱۸۵۔ (۳) ایضاً ج: ۱۵ ص: ۳۳۲۔

وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ“ جس نے صاف طور سے اعلان کر دیا کہ بنی اسرائیل نے تمام انبیاءِ موجودین کو بھی قتل نہیں کیا، اس اعلان کے بعد بھی اگر ”وَيَقْتُلُونَ النَّبِيْنَ“ کے الف لام کو استغراقِ حقیقی کے لئے رکھا جاوے تو جس طرح واقعات اور مشاہدات اس کی تکذیب کریں گے اسی طرح خود قرآن کریم اس کو غلط ٹھیرائے گا۔

آیتِ کریمہ ”وَيَقْتُلُونَ النَّبِيْنَ“ میں اگر استغراقِ حقیقی مراد لیا جائے گا تو آیت کا مضمون (معاذ اللہ) بالکل کذبِ صریح اور غلطِ فاحش ہو جائے گا، جس کو مشاہدہ جھٹلا چکا ہے، پس اس آیت میں جب آفتاب کی طرح یہ بات روشن ہو گئی کہ استغراقِ حقیقی مراد نہیں ہو سکتا اس وقت استغراقِ عربی قرار دیا گیا۔

بخلاف آیت ”خاتم النبیین“ کے کہ اس میں تخصیص کرنے کی کوئی وجہ نہیں، اس کے معنی استغراقِ حقیقی لے کر بلا تاہلِ درست ہیں، یعنی تمام انبیاء علیہم السلام کے ختم کرنے والے، اور اگر اسی طرح بے وجہ استغراقِ عربی جہاں چاہیں مراد لے سکتے ہیں تو کیا ہمارے مہربان آیتِ کریمہ:-

وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ
وَالنَّبِيِّنَّ.

(البقرہ: ۱۷۷)

ترجمہ:- لیکن نیک شخص وہ ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور قیامت کے دن اور ملائکہ اور تمام آسمانی کتابوں پر اور تمام انبیاء پر۔

میں بھی یہی فرمائیں گے کہ ”النَّبیین“ کا الف لام استغراقِ عربی کے لئے ہے، اور تمام انبیاء پر ایمان لانا ضروری نہیں، اور کیا آیت ذیل میں بھی اُن کے خیال میں استغراقِ عربی ہی ہوگا:-

فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيِّنَّ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ.

(البقرہ: ۲۱۳)

ترجمہ:- پس اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء (علیہم السلام) کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا۔

اور کیا استغراقِ عربی کے ساتھ آیت کے یہ معنی صحیح ہو جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء کو بشیر و نذیر بنایا اور بعض کو نہیں؟

اسی طرح آیت ذیل میں:-

وَلَا يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا.

(آل عمران: ۸۰)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ تم کو اس کا حکم نہیں کرتا کہ ملائکہ اور انبیاء کو رب بنالو۔

کیا اس میں بھی استغراقِ عرفی کے ساتھ ہمارے مہربان آیت کا یہی مطلب بتلائیں گے کہ اللہ تعالیٰ بعض انبیاء کے رب بنانے کا حکم نہیں کرتا اور بعض انبیاء کے متعلق اس کا حکم فرماتا ہے؟ اور کیا یہ آیت کریمہ ”مَنْ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ“ میں بھی اُن کے خیال میں استغراقِ عرفی کے ساتھ بعض انبیاء مراد ہیں، اور آیت کریمہ ”وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِئَتْ بِالنَّبِيِّينَ وَالشُّهَدَاءِ“ میں بھی کہا جائے گا کہ بعض نبیین مراد ہیں، اسی طرح آیت کریمہ:-

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ الْآيَةِ.

ترجمہ:- اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء (علیہم السلام) سے عہد لیا..... تاختم آیت۔

میں بھی کیا ہمارے مجتہد صاحب استغراقِ عرفی ہی قرار دے کر یہ معنی بتلائیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض نبیین سے عہد لیا؟ اور کیا ان کے نزدیک ”وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَى بَعْضٍ“ میں بھی استغراقِ عرفی ہو سکتا ہے؟

الحاصل اگر اسی طرح ہر جگہ جہاں چاہیں استغراقِ عرفی مراد لینا جائز ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ آیت مذکورۃ الصدر میں جائز نہ ہو، علاوہ بریں آیاتِ ذیل کی امثال میں بھی استغراقِ عرفی کو جائز کہنا پڑے گا:-

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ. غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ. هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ. وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ. أَعَدَّتْ لِّلْكَافِرِينَ. وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ. وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ. وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ. إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ.

وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّحِمِينَ والی غیر ذلک من الایات الی
ہی غنیۃ عن التعداد.

اور ان کی دوسری نظائر جن سے قرآن مجید کی ہر ہر سطر بھری ہوئی ہے، سب میں استغراقِ عربی کو جائز کہنا پڑے گا، حالانکہ جس شخص کو عربی عبارت پڑھنے کا تھوڑا سا سلیقہ ہے وہ کسی طرح ان جیسی آیات میں استغراقِ عربی کو جائز نہیں کہہ سکتا۔
اور اگر آیات مذکورۃ الصدر اور ان کے امثال میں استغراقِ عربی مراد نہیں لیا جاسکتا تو کوئی وجہ نہیں کہ خاتم النبیین میں استغراقِ عربی مراد لیا جائے۔

یا للعجب! سارا قرآن اول سے آخر تک ”خاتم النبیین“ کی نظائر سے بھرا ہوا ہے، ان میں کوئی نظیر پیش نہ کی گئی اور کسی پر ان کو قیاس نہ کیا گیا، قیاس کے لئے ملی تو آیت: ”وَيَقْتُلُونَ النَّبِيْنَ“ ملی، جس بداهت اور مشاہدہ نے آفتاب کی طرح استغراقِ حقیقی کو غیر ممکن بنا دیا ہے، اور پھر خود قرآن کریم نے اس کا اعلان صاف صاف لفظوں میں کر دیا ہے۔

۳:- سب سے زیادہ قابلِ غور بات یہ ہے کہ اگر ان سب امور سے قطع نظر کریں اور قواعدِ عربی سے بھی آنکھیں بند کر لیں اور آیت میں کسی طرح استغراقِ عربی مراد لے لیں تو پھر آیت ”خاتم النبیین“ کے معنی ہوں گے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے خاتم نہیں ہیں۔

لیکن جس شخص کو خداوندِ عالم نے سمجھ بوجھ سے کچھ حصہ دیا ہے وہ بلا تامل سمجھ سکتا ہے کہ اس صورت میں ”خاتم النبیین“ ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی خصوصی فضیلت نہیں رہتی، بلکہ آدم علیہ السلام کے بعد ہر نبی اپنے سے پہلے انبیاء کا خاتم ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے سے پہلے انبیاء کے لئے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے سے پہلے انبیاء کے لئے وہلُمَّ جَوْراً (اور اسی طرح سلسلہ بسلسلہ)۔

حالانکہ آیت مذکورہ کا سیاق بتلا رہا ہے کہ ”خاتم النبیین“ ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص فضیلت ہے، علاوہ بریں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ختم نبوت کو اپنے اُن فضائل میں شمار فرمایا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ہیں اور آپؐ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں، چنانچہ حدیث مسلم بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پہلے گزر چکی ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چھ مخصوص فضیلتیں شمار کرتے ہوئے فرمایا ہے:-

وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَأَنَّهُ خُتِمَ بِبَيِّ النَّبِيِّنَ. (رواہ مسلم)

ترجمہ:- اور میں جملہ مخصوص فضائل کے یہ ہے کہ میں تمام مخلوقات کی طرف مبعوث ہوا ہوں، اور مجھ پر انبیاء ختم کر دیئے گئے۔

۴:- چہارم، اگر ان تمام چیزوں سے آنکھیں بند کر لیں اور اپنی دھن میں اس کا بھی خیال نہ کریں کہ آیت میں استغراقِ عرفی کے ساتھ بعض انبیاء یعنی اصحاب شریعت مراد لینے سے آیت کے معنی درست ہوں گے یا غلط، اور بفرض محال اس احتمال کو نافذ اور جائز قرار دیں، تب بھی مرزا صاحب اور ان کے اذنا ب کا مقصد ”ہنوز دلی دور است“ کا مصداق ہے، کیونکہ ہم اوپر عرض کر چکے ہیں کہ قرآن مجید کی تفسیر محض احتمالاتِ عقلیہ اور لغویہ سے نہیں ہو سکتی، جب تک کہ مذکورہ سابقہ اصولی تفسیر سے اس کی صداقت پر شہادت نہ لے لی جائے۔

لیکن کیا مرزا صاحب اور ان کی ساری اُمت مل کر قرآن مجید کی کسی ایک آیت میں یہ دکھلا سکتے ہیں (اور وہ ہرگز نہ دکھلا سکیں گے وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا) کہ آیت ”خاتم النبیین“ میں فقط انبیاء تشریفی یعنی اصحاب شریعتِ جدیدہ مراد ہیں۔

یا وہ اور ان کی تمام ذریت، احادیث کے اتنے وسیع دفتر میں کسی ایک صحیح بلکہ ضعیف حدیث میں بھی آیت ”خاتم النبیین“ کی یہ تفسیر دکھلا سکتے ہیں کہ اس سے خاتم النبیین التشریعین مراد ہے، اور ہم بحول اللہ وقوتہ دعوے سے کہتے ہیں کہ وہ قیامت تک ایک حدیث میں یہ تفسیر نہ دکھلا سکیں گے۔

یا مرزا صاحب اور ان کے تمام اذنا ب، آثارِ صحابہؓ و تابعینؓ کے وسیع تر میدان میں سے کوئی ایک اثر اس تفسیر کے ثبوت میں پیش کر سکتے ہیں؟ نہیں اور ہرگز نہیں! اور اگر یہ سب کچھ نہیں تو کم از کم ائمہ تفسیر کی مستند و معتبر تفاسیر ہی سے کوئی

تفسیر پیش کریں جس میں ”خاتم النبیین“ کی یہ مراد بیان کی گئی ہو کہ ختم کرنے والے تشریحی انبیاء کے۔

مرزا صاحب اور ان کی ساری اُمت ایڑی چوٹی کا زور لگا کر بھی قیامت تک اُصولِ مذکورہ میں سے کسی ایک اصل کو بھی اپنی گھڑی ہوئی اور مخترع تفسیر (نہیں بلکہ تحریف) کی شہادت میں پیش نہ کر سکیں گے۔

اور جب یہ سب کچھ نہیں، تو باوجود انقلابِ زمانہ اور کثرتِ جہل، میں اب بھی مسلمانوں پر یہ بدگمانی نہیں کر سکتا کہ وہ ایک ایسی بے معنی آواز کو قرآن مجید کی تفسیر سمجھ بیٹھیں گے جس کی کوئی اصل نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں، نہ اقوالِ صحابہؓ میں اس کا کوئی اثر ہے نہ اقوالِ تابعینؓ میں، نہ ائمہٗ تفسیر اس کی موافقت کرتے ہیں، اور نہ کتبِ تفسیر، بلکہ یہ سب کے سب ہم آہنگ ہو کر اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

۵:- پنجم، جب ہم علاوہ تفسیر اور اُصولِ تفسیر کے خود اسی آیت کے سیاق و سباق پر نظر ڈالتے ہیں تو بلا تامل آیت بول اُٹھتی ہے کہ ”خاتم النبیین“ میں ”نبیین“ سے عامۃً تمام انبیاء مراد ہیں جو صاحبِ شریعتِ جدیدہ ہوں یا شریعتِ سابقہ اور کتابِ سابق کے متبع۔

کیونکہ ہم لفظ ”نبی“ کی لغوی اور اصطلاحی تحقیق کے ذیل میں نقل کر چکے ہیں کہ جمہور علمائے عربیت و اُصول کا مذہب یہی ہے کہ لفظ ”نبی“ عام ہے، اور لفظ ”رسول“ خاص، یعنی رسول صرف اس نبی کو کہا جاتا ہے جس پر شریعتِ مستقلہ نازل ہوئی ہو اور نبی اس سے عام ہے، صاحبِ شریعتِ مستقلہ کو بھی نبی کہتے ہیں اور اس کو بھی جس پر شریعتِ مستقلہ نازل نہیں ہوئی، اس کا کام صرف یہ ہے کہ اُمت کو شریعتِ سابقہ پر چلائے، اور اس کے خلاف جہاں کہیں استعمال ہے وہ بطور مجاز ہے، اور ظاہر ہے کہ آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ”خاتم النبیین“ کہا گیا ہے، ”خاتم الرسل“ یا ”خاتم المرسلین“ نہیں فرمایا، کیونکہ اس سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت لفظ ”رسول“ فرمایا گیا ہے: ”وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ“ لفظ ”رسول“ کے ساتھ ظاہر ہے کہ ”خاتم المرسلین“ بہ نسبت ”انبیین“ کے زیادہ چسپاں ہے، مگر سبحان اللہ!

خدائے عظیم و خبیر کا کلام ہے، وہ جانتا تھا کہ اُمت میں وہ لوگ بھی پیدا ہوں گے جو آیت میں تحریف کریں گے، اس لئے یہ اُسلوب بدل کر اس تحریف کا دروازہ بند کر دیا، چنانچہ امام المفسرین علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس پر متنبہ فرمایا ہے، دیکھو جلد: ۸ صفحہ: ۸۹:-

وَقَوْلُهُ تَعَالَى: وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا. فَهَذِهِ الْآيَةُ نَصٌّ فِي أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ وَإِذَا كَانَ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ فَلَا رَسُولَ بِالطَّرِيقِ الْأُولَى وَالْأُخْرَى لِأَنَّ مَقَامَ الرِّسَالَةِ أَخْصُ مِنْ مَقَامِ النُّبُوَّةِ فَإِنَّ كُلَّ رَسُولٍ نَبِيٌّ وَلَا يَنْعَكِسُ وَبِذَلِكَ وَرَدَتْ الْأَحَادِيثُ الْمُتَوَاتِرَةُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حَدِيثِ جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ. (ابن کثیر ج: ۸ ص: ۸۹)

ترجمہ:- اور فرمان اللہ تعالیٰ ”وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا“ پس یہ آیت اس بارے میں صاف و صریح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، اور جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں تو رسول بھی بدرجہ اولیٰ نہ ہوگا، اس لئے کہ مقام رسالت بہ نسبت مقام نبوت خاص ہے، کیونکہ ہر رسول کے لئے نبی ہونا شرط ہے، اور نبی کے لئے رسول ہونا ضروری نہیں، اور اسی پر وارد ہوئیں احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کو صحابہؓ کی ایک بڑی جماعت نے روایت کیا ہے۔

اسی طرح سید محمود آلوسی رحمہ اللہ نے تفسیر ”روح المعانی“ میں بیان فرمایا ہے:-
وَالْمُرَادُ بِالنَّبِيِّ مَا هُوَ أَعَمُّ مِنَ الرَّسُولِ فَيَلْزَمُ مِنْ كَوْنِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ النَّبِيِّينَ كَوْنَهُ خَاتَمَ الْمُرْسَلِينَ.
(روح المعانی ج: ۸ ص: ۶۰)

ترجمہ:- اور نبی سے وہ مراد ہے جو رسول سے عام ہے اور اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے خاتم المرسلین (یعنی اصحاب شریعت انبیاء کا خاتم) ہونا بھی لازم آتا ہے۔

اور بحوالہ کلیات ابو البقاء صفحہ: ۳۱۹ گزر چکا ہے کہ آیت میں نفی نبوت نفی رسالت کو بھی شامل ہے۔

ایک اور فلا بازی

مرزا صاحب نے نبی بننے کے شوق میں ”حقیقۃ الوحی“ صفحہ: ۲۷ اور ”حاشیہ حقیقۃ الوحی“ صفحہ: ۹۷ میں تو آیت خاتم النبیین کی تحریف کرتے ہوئے آیت کے معنی یہ بتلائے:-

آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشی ہے، اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔
اور یہ کہ:-

ایک وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوت مل سکتی ہے۔

ہم اس وقت اس بحث میں نہیں جاتے کہ خاتم النبیین کے یہ معنی لغت اور عربی زبان کے اعتبار سے ہو بھی سکتے ہیں یا نہیں؟

اور اس بحث کو بھی چھوڑتے ہیں کہ اس نو ایجاد تفسیر کا تو یہ نتیجہ ہے کہ کسی کو نبی بنانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں ہے کہ جس پر آپ چاہیں نبوت کی مہر لگا دیں، حالانکہ ارسال رسل والعباد صرف حق تعالیٰ کا ہی کام ہے، جیسا کہ وہ رسول اللہ یا نبی اللہ ہوتے ہیں، ورنہ وہ رسول الرسول یا نبی الرسول ہوتے۔

مرزا صاحب کی اس غلطی کو بھی نظر انداز کرتے ہیں کہ اس غلطی کی رو سے نبوت ایک اکتسابی چیز بن جاتی ہے کہ جو کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل پیروی

کر لے وہ نبی بن جائے، حالانکہ بتقریحاتِ قرآن کریم نبوت حاصل کرنا کسی کے اختیار میں نہیں، وہ خالص حق تعالیٰ کی موہبت ہے، وہ جس کو مناسب سمجھتے ہیں نبی و رسول بنا دیتے ہیں، کسی انسان کے اختیار میں تو کیا بلکہ انسان کو اس کا علم بھی نہیں ہو سکتا، قرآن شریف کا ارشاد اس مضمون کے لئے کھلا ہوا ہے:-

اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رَسَلَهُ.

یعنی اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کہ اپنی رسالت کس کو سپرد کریں۔

ہاں! ہم اس جگہ اسی نو ایجاد تفسیر کے اس نتیجے پر آپ کو متوجہ کرتے ہیں کہ اگر اس کو صحیح مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس اُمت میں جتنے زیادہ نبی اور رسول آئیں اتنا ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال ظاہر ہوگا۔

لیکن مرزا صاحب خود بھی اس دروازے کو اتنا کھولنا نہیں چاہتے کہ اس میں ان کے سوا کوئی دوسرا آ سکے، اور تیرہ سو برس میں کبھی ایک شخص کے نبی بننے کے وہ بھی قائل نہیں، تو یہ کس قدر عجیب بات ہوگی کہ جس ہستی کو اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز بخشا کہ ان کی توجہ رُوحانی بقول مرزا ”نبی تراش“ ہے، اس کی توجہ رُوحانی اپنے ایک لاکھ سے زائد جاں نثار صحابہؓ میں سے کسی کو نبی نہ بنا سکی، اور پھر ان کے بعد جن لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر القرون فرمایا ان میں بھی کوئی ایسا نہ نکلا جو آپ کی پیروی کر کے آپ کی توجہ رُوحانی سے نبی بن سکتا۔

تیرہ سو برس تک یہ توجہ رُوحانی معاذ اللہ کوئی کام نہ کر سکی یہاں تک کہ چودھویں صدی میں مرزا صاحب نے جنم لیا، تو اس توجہ رُوحانی کا ثمرہ صرف ایک شخص بنا، معاذ اللہ یہ قرآن کی تحریف کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر توہین ہے، نعوذ باللہ منہ۔

اب نبی بننے کے شوق کی ایک نئی کروٹ ملاحظہ فرمائیے۔

ایک نئی کروٹ

مرزا صاحب کی قرآن دانی اور تفسیر قرآن پر عنایت اسی انکشاف پر ختم نہیں

ہوتی جو ”ہقیقۃ الوحی“ میں لکھا گیا ہے، بلکہ اپنے اشتہار ”ایک غلطی^(۱) کا ازالہ“ میں اس آیت کی تخریف کا ایک اور رُخ بدلا ہے، اور انہیں یہ حیا بھی مانع نہیں ہوئی کہ صحیح غلط سے قطع نظر کم از کم اپنے دوسرے بیانات کے تو خلاف نہ ہو، سنئے:-

لیکن اگر کوئی شخص اس خاتم النبیین میں ایسا گم ہو کہ باعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پالیا ہو اور صاف آئینہ کی طرف محمدی چہرہ کا انعکاس ہو گیا ہو تو وہ بغیر مہر توڑنے کے نبی کہلائے گا، کیونکہ وہ محمدی ہے، گو غلطی طور پر، پس باوجود اس شخص کے دعوائے نبوت کے جس کا نام غلطی طور پر محمد اور احمد رکھا گیا ہے، پھر بھی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی رہا یہ محمد ثانی اسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر اور اسی کا نام ہے۔

مرزا صاحب کی اس عجیب و غریب تحقیق کا جائزہ تو بعد میں لیا جائے گا، پہلے اس پر نظر فرمائیے کہ ”ہقیقۃ الوحی“ کی تفسیر پر تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہزاروں نبی آسکتے ہیں جو آپ کی توجہ روحانی سے نبی بنے ہوں، اُن کے دعوائے نبوت سے خاتم النبیین کی مہر ٹوٹنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اور اشتہار ”ایک غلطی کا ازالہ“ کی نئی تحقیق پر کسی شخص کا دعوائے نبوت خاتم النبیین کی مہر توڑنے کا مرادف تسلیم کیا گیا ہے، یعنی خاتم النبیین کے یہی معنی لئے گئے جو تمام امت نے لئے ہیں، لیکن نبی بننے کے شوق کو تناخ و حلول کے ہندوانہ عقیدے کی پناہ لے کر پورا کیا جا رہا ہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظل یا بروز بن جائے وہ عین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے، اس کے آنے سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی، کیونکہ اس کا آنا آپ کے سوا کسی اور نبی کا آنا نہیں خود آپ ہی کا آنا ہے۔

اب پہلے تو مرزا صاحب اور ان کی امت سے یہ پوچھئے کہ ان دونوں باتوں میں سے کون سی صحیح اور کون سی غلط ہے؟ خاتم النبیین کے معنی ”ہقیقۃ الوحی“ کے بیان کے مطابق یہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر سے انبیاء بنتے ہیں یا غلطی کے

ازالہ کی تحریر کے مطابق یہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے، مگر خود آپ کا دوبارہ دنیا میں آنا اس کے منافی نہیں۔

ظلیٰ اور بروزی نبوت کی کہانی

اس کے بعد ”غلطی کے ازالہ“ کی غلطیاں دیکھئے:-

۱:- اس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل اتباع سے کوئی شخص ظلیٰ یا بروزی طور پر عین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بن جاتا ہے۔

اگر یہ صحیح ہے تو ہم دریافت کرتے ہیں کہ ابتدائے اسلام سے مرزا صاحب کی پیدائش تک کیا کسی اور کو بھی یہ کامل اتباع نصیب ہوا یا نہیں؟ صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ، عثمان غنیؓ، علی مرتضیٰؓ جو خیر الخلائق بعد الانبیاء کے مصداق ہیں، اور حدیث میں: ”لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَّكَانَ غَمْرًا“ وغیرہ کے الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں، کیا یہ حضرات بھی اپنی عمر کی جاں نثارانہ اور انتہائی پیروی کے باوجود ظلیٰ طور پر محمد مصطفیٰ بن گئے تھے یا نہیں؟

ان کے علاوہ وہ صحابہ جنہوں نے اپنے جسموں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈھال بنا کر دشمن کی طرف سے آنے والے تیروں سے اپنے پورے بدن کو چھلنی بنالیا، جنہوں نے آپ کے ادنیٰ اشارے پر ساری دنیا کو چھوڑ دیا، جنہوں نے آپ کی محبت و پیروی کے لئے اپنے ماں باپ، بھائی، برادروں سے قتال کیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت پر جان دی، ان میں سے کوئی اس قابل نہ ہوا کہ ان میں محمدیؐ چہرہ کا انعکاس ہو؟ اور اگر ان بزرگوں کو بھی یہ درجہ حاصل ہوا ہے تو کیا مرزا صاحب ان میں سے کسی کی تاریخ میں دعوائے نبوت کا کوئی ادنیٰ اشارہ بھی دکھا سکتے ہیں؟

۲:- مرزا صاحب نے یہ غل و بروز کی کہانی شاید ہندوؤں کے عقیدہ تناخ و حلول سے اخذ کی ہے، لیکن بڑے شرم کی بات ہے کہ انہوں نے اس کو بھی سمجھ کر نہ لیا۔

در کفر ہم ثابت نئی زنادار رُسا مکن

ظل و بروز کے جو لوگ قائل ہیں وہ کبھی اس کے قائل نہیں کہ بذریعہ تناخ جو شخص کسی دوسرے جون میں آجائے وہ بعینہ پہلا شخص ہوتا ہے، اس کے احکام اور حقوق وہی ہوتے ہیں جو پہلے شخص کے تھے، مثلاً فرض کر لو کہ زید مرگیا اور پھر وہ کسی دوسرے جون میں آیا، اس کا نام ماں باپ نے عمر رکھا، تو کسی مذہب و عقیدہ میں عمر کے جون میں آنے والے زید کو یہ حق نہیں کہ قدیم حقوق کا مطالبہ کرے، اپنی سابق بیوی کو بیوی سمجھے، سابق ماں باپ کو ماں باپ کہے، وارثوں میں تقسیم شدہ جائیداد کو اپنی ملک قرار دیدے، مرزا صاحب کا فلسفہ سب سے زالا ہے کہ اسلامی عقیدہ کو تو خراب کیا ہی تھا، ظل و بروز کے عقیدہ کا بھی ستیاناس مار دیا، کہ جس شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظل و بروز قرار دیا اس کو یہ حق بھی دے دیا کہ وہ اپنے کو رسول و نبی کہے، اور ساری دنیا کو اپنی نبوت ماننے پر مجبور بھی کرے، اور جو نہ مانے اس کو کافر کہے۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنین کنند

۳:- اس کے بعد کوئی مرزا صاحب سے یہ پوچھے کہ نبوت و رسالت کے معاملے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظل و بروز کے فلسفہ پر کیا کوئی قرآن و حدیث کی شہادت بھی موجود ہے؟ کہیں قرآن کریم نے ظلی اور بروزی نبی کا ذکر کیا ہے؟ یا کسی حدیث میں اس کا کوئی اشارہ ہے؟

اور اگر ایسا نہیں تو پھر اسلام کا دعویٰ رکھتے ہوئے اسلام کے بنیادی عقیدہ رسالت میں اس ہندوانہ عقیدہ کو ٹھونسنا کون سی دینی روایات یا عقل و شریعت ہے؟

۴:- صرف یہی نہیں کہ بروز اور نبی بروزی کے پیدا ہونے سے احادیث و قرآن کی نصوص خالی اور ساکت ہیں، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی احادیث اس کے بطلان کا اعلان صاف صاف کر رہی ہیں۔

ملاحظہ ہو وہ حدیث جو اس آخری نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے آخری اوقات حیات میں بطور وصیت ارشاد فرمائی اور جس کے الفاظ یہ ہیں:-

يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنْ مُبَشِّرَاتِ النَّبُوَّةِ إِلَّا الرَّوْثَا
الصَّالِحَةُ، الْحَدِيثُ. (رواہ مسلم والنسائی وغیرہ عن ابن عباس)

ترجمہ:- اے لوگو! مبشراتِ نبوت میں سے سوائے اچھے خوابوں کے اور کچھ باقی نہیں رہا۔

(روایت کیا اس کو مسلم و نسائی وغیرہ نے ابن عباسؓ سے)

اور اسی مضمون کی ایک حدیث بخاری اور مسلم وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:-

لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوءَةِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتِ. (بخاری، کتاب التفسیر، و مسلم)

ترجمہ:- نبوت میں سے کوئی جزو باقی نہیں رہا سوائے اچھے خوابوں کے۔

اور اسی مضمون کی ایک حدیث حضرت حذیفہ بن اُسید رضی اللہ عنہ سے طبرانی نے روایت کی ہے، اور نیز امام احمد اور ابوسعید اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے اسی مضمون کی ایک حدیث حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے، اور امام احمد اور خطیب رحمہما اللہ نے بھی یہی مضمون بروایت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نقل کیا ہے، جن میں سے بعض کے الفاظ یہ ہیں:-

ذَهَبَتِ النُّبُوءَةُ وَبَقِيَ الْمُبَشِّرَاتِ.

ترجمہ:- نبوت تو جاتی رہی اور اچھے خواب باقی رہ گئے۔

الغرض ان متعدد احادیث کے مختلف الفاظ کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ نبوت ہر قسم کی بالکل ختم اور منقطع ہو چکی، البتہ اچھے خواب باقی ہیں جو کہ نبوت کا چھیلیسواں جزو ہیں (جیسا کہ بخاری و مسلم وغیرہما کی احادیث سے ثابت ہوتا ہے)۔

لیکن ظاہر ہے کہ کسی چیز کے ایک جزو موجود ہونے سے اس چیز کا موجود ہونا لازم نہیں آتا، اور نہ جزو کا وہ نام ہوتا ہے جو اُس کے کل کا ہے، ورنہ لازم آئے گا کہ صرف نمک کو پلاؤ کہا جائے، کیونکہ وہ پلاؤ کا جزو ہے، اور یا ناخن کو انسان کہا جائے، کیونکہ وہ انسان کا جزو ہے، اسی طرح ایک مرتبہ اللہ اکبر کہنے کو نماز کہا جائے، کیونکہ وہ نماز کا جزو ہے، یا کھلی کرنے کو غسل کہا جائے، کیونکہ وہ غسل کا جزو ہے، اور پانی کو روٹی کہا جائے کیونکہ وہ روٹی کا جزو ہے۔

غرض کوئی اہل عقل انسان جزو اور کل کو نام میں بھی برابر نہیں کر سکتا ہے، احکام کا تو کہنا کیا، پس اگر نمک کو پلاؤ اور پانی کو روٹی اور ایک ناخن یا ایک بال کو انسان نہیں کہہ سکتے تو نبوت کے چھیلیسویں جزو کو بھی نبوت نہیں کہہ سکتے۔

خلاصہ یہ کہ حدیث میں نبوت کے بالکلیہ انقطاع کی خبر دے کر اس میں سے نبوت کی کوئی خاص قسم یا اس کا کوئی فرد مشتقی نہیں کیا گیا، بلکہ استثناء کیا گیا تو صرف چھیلیسویں جزو کا کیا گیا ہے، جس کو کوئی انسان نبوت نہیں کہہ سکتا۔

اب منصف مزاج ناظرین ذرا غور سے کام لیں کہ اگر نبوت کی کوئی نوع یا کوئی جزئی مستقل یا غیر مستقل تشریحی یا غیر تشریحی، ظلی یا بروزی عالم میں باقی رہنے والی تھی تو بجائے اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے چھیلیسویں جزو کا استثناء فرمائیں، ضروری تھا کہ اس نوع نبوت کا استثناء فرماتے۔

اور جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استثناء میں صرف نبوت کے چھیلیسویں جزو کو خاص کیا ہے، یہ کھلا ہوا اعلان ہے کہ یہ بروزی نبوت جو مرزا صاحب نے ایجاد کی ہے (اگر بالفرض کوئی چیز ہے اور اس کا نام نبوت رکھا جاسکتا ہے) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ بھی عالم میں موجود نہ رہے گی۔

۵:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَسَيَكُونُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُونَ،
قَالُوا: فَمَا تَأْمُرُنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: فُؤَا بَيْعَةِ الْأَوَّلِ
فَالْأَوَّلِ أَغْطُوهُمْ حَقَّهُمْ، الْحَدِيثُ.

(بخاری ج: ۱ ص: ۴۹۱، و مسلم کتاب الایمان، و مسند احمد

ج: ۲ ص: ۲۹۷، وابن ماجہ وابن جریر وابن ابی شیبہ)

ترجمہ:- بنو اسرائیل کی سیاست انبیاء علیہم السلام کرتے تھے،

جب کوئی نبی وفات پاتا تو دوسرا نبی اس کا خلیفہ ہو جاتا تھا، اور کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

میرے بعد کوئی نبی نہیں، البتہ خلفاء ہوں گے اور زیادہ ہوں گے، صحابہؓ نے عرض کیا کہ: خلفاء کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یکے بعد دیگرے ان کے بیعت کا حق ادا کرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں غور کرو کہ کس طرح اوّل تو نبوت کے بالکلیہ انقطاع اور اختتام کی خبر دی، اور پھر جو چیز نبوت کے قائم مقام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی رہنے والی تھی، اس کو بھی بیان فرمادیا، جس میں صرف خلفاء کا نام لیا گیا ہے۔

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بروزی نبی آنے والا تھا، اور نبوت کی کوئی قسم بروزی یا ظلی، مستقل یا غیر مستقل، تشریحی یا غیر تشریحی دُنیا میں باقی رہنے والی تھی تو سیاق کلام کا تقاضا تھا کہ اس کو ضرور اس جگہ ذکر فرمایا جاتا۔

اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد نبوت کا قائم مقام صرف خلافت کو قرار دیا ہے، تو یہ صاف اس کا اعلان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی بروزی وغیرہ نہیں ہو سکتا۔

۶:- حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

إِنَّ اللَّهَ بَدَأَ هَذَا الْأَمْرَ بِنُبُوَّةٍ وَرَحْمَةٍ وَكَانَتْ خِلَافَةً وَرَحْمَةً. (رواہ الطبرانی فی الکبیر)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ نے اس کام کو ابتداء نبوت اور رحمت بنایا، اور اب خلافت اور رحمت ہو جانے والا ہے۔

اس حدیث میں بھی اختتام نبوت اور اس کے بالکلیہ انقطاع کے ساتھ یہ بھی ارشاد فرمادیا کہ نبوتِ رحمت ختم ہو کر خلافتِ رحمت باقی رہے گی، جس میں صاف اعلان ہے کہ نبوت کی کوئی قسم بروزی یا ظلی وغیرہ باقی نہیں رہے گی، ورنہ ضروری تھا کہ بجائے خلافت کے اس کے ذکر کو مقدم رکھا جاتا۔

۷:- آخر میں ہم ناظرین کی توجہ ایک ایسے امر کی طرف منعطف کرتے ہیں کہ جس میں تھوڑا سا غور کرنے سے ہر شخص اس پر بلا تامل یقین کرے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی بروزی، ظلی وغیرہ نہیں ہو سکتا۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ غالباً کوئی ادنیٰ مسلمان اس میں شک نہیں کر سکتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر سب سے زیادہ شفیق اور مہربان ہیں، آپ کو دنیا کی تمام چیزوں میں اس سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں کہ ایک آدمی کو ہدایت ہو جائے، اور اسی طرح اس سے زیادہ کوئی چیز رنج دہ اور باعث تکلیف نہیں کہ لوگ آپ کی ہدایت کو قبول نہ کریں، خداوند سبحانہ اپنے رسول کی رحمت و شفقت کو اس طرح بیان فرماتا ہے:-

عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ
رَءُوفٌ رَحِيمٌ

ترجمہ:- سخت گراں ہے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر تمہاری تکلیف، وہ تمہاری ہدایت پر حریص ہیں اور مسلمانوں پر شفیق و مہربان۔

اور دوسری جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغی کوششوں کو ان وزن دار الفاظ میں بیان فرمایا ہے:-

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ (الشعراء: ۳)

ترجمہ:- شاید آپ اپنی جان اُن کے پیچھے ہلکان کریں گے اگر وہ ایمان نہ لائیں۔

پھر اس نبی اُمی (فداہ اُمی و اُمی) کے ارشاد و تبلیغ پر جائگاہ کوشش، مخلوق کی ہدایت کے لئے سخت ترین جفاکشی، ان کی سخت سے سخت ایذاؤں پر صبر و تحمل، کفار کی جانب سے پتھروں کی بارش کے جواب میں:-

اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ

ترجمہ:- اے اللہ! میری قوم کو ہدایت کر، کیونکہ وہ جانتے نہیں۔

فرمانا ایک ناقابل انکار مشاہدہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس شفقت کی خبر دے رہا ہے جو کہ آپ کو خلق اللہ کی ہدایت کے ساتھ تھی۔

اور اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو ایسی سیدھی اور صاف و روشن شاہراہ پر چھوڑا ہے کہ قیامت تک اس پر چلنے والے کے لئے کوئی خطرہ نہیں، بلکہ ”لَيْلُهَا وَنَهَارُهَا سَوَاءٌ“ کا مصداق ہے، یعنی اس کا رات دن برابر ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک جس قدر فتنے پیدا ہونے والے تھے، اگر ایک طرف ان کی ایک ایک خبر دے کر اُن سے محفوظ رہنے کی تدبیریں اُمت کے لئے بیان فرمائیں، تو دوسری جانب اس اُمت میں جس قدر قابلِ اتباع و اتباع و تقلید انسان پیدا ہونے والے تھے، ان میں ایک ایک سے اُمت کو مطلع فرما کر ان کی اقتداء کا حکم دیا، غرض کوئی خیر باقی نہیں کہ جس کی تحصیل کے لئے اُمت کو ترغیب نہ کی ہو، اور کوئی شر باقی نہیں کہ جس سے اُمت کو ڈرا کر اس سے بچنے کی تاکید نہ فرمائی ہو۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد اُمت کو حضرت ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی اقتداء کا حکم کیا اور فرمایا:-

اِقْتَدُوا بِالَّذِينَ مِنْ بَعْدِي أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ. (بخاری و مسلم)
ترجمہ:- ان دو شخصوں کا اقتداء کرو جو میرے بعد خلیفہ ہوں گے،
یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ.

ترجمہ:- میری سنت کو لازم پکڑو اور خلفائے راشدین کی سنت کو۔
اور فرمایا:-

إِنِّي تَرَكْتُ فِيكُمْ مَّا إِنِ اخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا، كِتَابَ اللَّهِ وَعَثَرَتِي.

(نسائی، ترمذی ج: ۱ ص: ۴۴)

ترجمہ:- میں تمہارے لئے ایسی دو چیزیں چھوڑتا ہوں کہ اگر تم نے ان کے اتباع کو لازم پکڑا تو کبھی گمراہ نہ ہو گے، ایک خدا

کی کتاب، دوسری میری عترت و اہل بیت۔

پھر اطلاع دی کہ ہر سو سال کے بعد ایک مجدد پیدا ہوگا جو امت کی عملی خرابیوں کی اصلاح فرما کر ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹھیک سنت پر قائم کرے گا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مردہ سنتوں کو زندہ کرے گا۔ (رواہ ابوداؤد والحاکم والبیہقی فی المعرفة) اور ارشاد فرمایا کہ آخر زمانے میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہا السلام آسمان سے نازل ہوں گے، اور اس امت کے لئے امام ہو کر ان کی عملی خرابیوں کی اصلاح فرمائیں گے، یہاں تک کہ اپنے بعد ہونے والے خلفاء کی اطاعت کا حکم فرمایا اور اس کی یہاں تک تاکید فرمائی کہ ارشاد ہوتا ہے:-

أَوْصِيَكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَلَوْ أَمَرَ عَلَيْكُمْ
عَبْدٌ حَبَشِيٌّ مُّجْدَعُ الْأَطْرَافِ.

(مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم)

ترجمہ:- میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور خلفاء کی اطاعت و فرمانبرداری کی، اگرچہ تم پر ایک حبشی غلام لنگڑا، لولا حاکم بنا دیا جائے۔

اب منصف ناظرین غور فرمائیں کہ اگر اس امت میں کوئی کسی قسم کا نبی بروز یا ظلی وغیرہ پیدا ہونے والا تھا تو ضروری تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ اس کا ذکر فرماتے اور اس کے اتباع کی تاکید فرماتے، تاکہ یہ امت مرحومہ اُن کے انکار و تمکذیب سے کافر نہ ہو جائے، ورنہ ایک عجیب حیرت انگیز معاملہ ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو اپنا چحبشی غلام کی اتباع کا تو حکم فرمائیں اور اس کی نافرمانی سے ڈرائیں، لیکن ایک خدا کا نبی جو دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد (برنگ بروز) پیدا ہونے والا ہے، اس کا کوئی تذکرہ ہی نہ فرمائیں، حالانکہ یہ بھی ظاہر ہے کہ خلیفہ کی اطاعت سے باہر ہونا زیادہ سے زیادہ فتنہ ہو سکتا ہے، بخلاف نبی کے کہ اس کا انکار قطعی کفر ہے۔ ایک شخص اگر تمام قرآن پر عمل کرے اور تمام انبیاء پر ایمان لائے مگر صرف ایک نبی کا انکار کرے تو وہ بھی قرآن اور باجماع امت کافر ہے۔

خدا کے لئے سوچو اور غور کرو! کہ وہ نبی جس کو خداوندِ عالم، رؤف، رحیم اور رحمۃ للعالمین کا خطاب دیتا ہے، مخلوق کو چھوٹی چھوٹی باتوں کی خبر دیتا ہے اور خلفاء و امراء بلکہ ایک حبشی غلام کے اتباع کی طرف بلاتا ہے، مگر آئندہ پیدا ہونے والے نبی کا کوئی ذکر نہیں کرتا اور کسی ایک حدیث میں اشارہ بھی نہیں کرتا کہ چودھویں صدی میں ہم خود دوبارہ برنگِ بروز دُنیا میں آئیں گے، اس وقت ہماری تکذیب نہ کرنا، اُمت کو معمولی گناہوں سے بچنے کی توہدایت کرتا ہے مگر ان کو کفرِ صریح میں مبتلا ہونے سے نہیں روکتا۔

اگر معاذ اللہ واقعہ یہی ہے تو وہی مثل صادق آئے گی کہ: ”فَرَّ مِنَ الْمَطَرِ وَوَقَعَ تَحْتَ الْمِيزَابِ“ یعنی بارش سے بھاگ کر پرنا لے کے نیچے آ پڑے، جس کی دھار بارش سے کہیں زیادہ ہے۔ اور خاکم بدہن یہ کہنا پڑے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت میں خیانت اور اُمت کی خیر خواہی میں کوتاہی کی کہ اُن کو چھوٹی چھوٹی باتوں میں لگا کر اہم کاموں سے غافل کر دیا، والعیاذ باللہ العظیم۔

خلاصہ یہ ہے کہ حدیث میں اس کا صاف اعلان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی بروزی، ظلی، تشریعی، غیر تشریعی پیدا نہیں ہو سکتا۔

یہاں تک جو کلام کیا گیا وہ صرف آیتِ خاتم النبیین کے متعلق تھا، اور ہمارے گزشتہ کلام میں آپ معلوم کر چکے ہیں کہ مسئلہ زیرِ بحث میں بہت سی آیات ہدیہ ناظرین کرنا ہے، لیکن جس تحقیق و تفصیل کے ساتھ آیتِ مذکورہ کو بیان کیا گیا ہے اگر ہر آیت پر ایسی ہی تفصیلی بحث کی جائے تو یہ مختصر رسالہ ایک طویل دفتر بن جائے گا، لہذا مناسب معلوم ہوا کہ باقی آیات کی تفسیر میں زیادہ اختصار سے کام لیا جائے۔

ختم نبوت کے ثبوت میں دوسری آیت

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي

(المائدہ: ۳)

وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ترجمہ:- آج میں نے تمہارا دین کامل کر دیا، اور اپنی نعت تم پر تمام کر دی، اور تمہارے لئے دینِ اسلام ہی پسند کیا۔

شانِ نزول

یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری حج میں عرفہ کے دن یومِ جمعہ میں نازل ہوئی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے نازل ہونے کے بعد اکیاسی روز سے زیادہ دنیا میں زندہ نہیں رہے۔ (ابن کثیر، دُرّ منثور)

اور اس عرصے میں بھی اکثر احادیث و آثار سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی حکم حلت و حرمت وغیرہ کا نازل نہیں ہوا (کما بینہ ابن کثیر وابن جریر بالروایات)۔

صرف دو تین آیات ہیں جن کا نزول اس آیت کے بعد بیان کیا جاتا ہے، اور بعض حضرات نے اسی آیت کو آخری آیت قرار دیا ہے۔ (دیکھو الاقان للسیوطی وغیرہ)

حاصل یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ اس اُمتِ مرحومہ کی ایک بہت بڑی مخصوص فضیلت اور شرافت کا اعلان کر رہی ہے، یہی وجہ ہے کہ ایک یہودی نے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے ایک مرتبہ کہا کہ: اے امیر المؤمنین! تمہارے قرآن میں ایک آیت ہے جس کو تم پڑھتے ہو، اگر وہ ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید مناتے، جس دن یہ نازل ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا: وہ کون سی آیت ہے؟ یہودی نے کہا:-
الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي.

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:-

قَدْ عَرَفْنَا ذَلِكَ الْيَوْمَ وَالْمَكَانَ الَّذِي نَزَلَتْ فِيهِ عَلَى
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ قَائِمٌ بِعَرَفَةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ.
(بخاری و مسلم)

ترجمہ:- ہم اُس دن اور اُس جگہ کو خوب جانتے ہیں جس میں یہ آیت نازل ہوئی، یہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جمعہ کے

دن اُس وقت نازل ہوئی جبکہ آپؐ عرفہ میں کھڑے ہوئے تھے۔
مطلب یہ تھا کہ اس دن ہمارے لئے دو عیدیں تھیں، یومِ عرفہ اور یومِ جمعہ،
چنانچہ دُرّ منثور میں بحوالہ مسندِ اسحاق بن راہویہ اور مسندِ عبد بن حمید کے اس واقعے
میں یہ الفاظ بھی مروی ہیں:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَهُ لَنَا عِیْدًا.

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمارے لئے اس دن کو

عید بنایا۔

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس دن پانچ عیدیں جمع
تھیں: جمعہ، عرفہ، عیدِ یہود، عیدِ نصاریٰ، عیدِ مجوس۔ اور دُنیا کی تاریخ میں (نہ اس سے
پہلے اور نہ اس کے بعد) تمام مللِ دُنیا کی عیدیں کبھی آج تک جمع نہیں ہوئیں۔

(خازن ج: ۱ ص: ۴۳۵)

غرض کہ یہ آیت شریفہ اس اُمت کی اس عظیم الشان خصوصی فضیلت کو بیان
کر رہی ہے جو باقرارِ اہلِ کتاب اس اُمت سے پہلے کسی کو نہیں ملی، یعنی خداوندِ عالم
نے اپنا دینِ مقبول اس اُمت کے لئے ایسا کامل فرمادیا کہ قیامت تک اس میں ترمیم
کی ضرورت نہیں، عقائد، اعمال، اخلاق، حکومت، سیاست، شخصی آداب، حرام و حلال،
مکروہات و مستحبات کے قوانین اور قیامت تک کے لئے تمام ضروریاتِ معاش و معاد
کے اُصول اُن کے لئے اس طرح کھول دیئے کہ وہ تاقیام قیامت کسی نئے دین یا نئے
نبی کی رہبری کے محتاج نہیں، یہاں تک کہ اس خیرِ الائم کے پیشوا سیدِ الاولین
والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اس عالمِ ظاہری سے رخصت ہوئے ہیں جبکہ وہ
اپنی اُمت کے لئے ایک ایسی صاف و سیدھی اور روشن شاہراہ تیار فرما چکے ہیں، جس پر
چلنے والے کو دن اور رات میں کوئی خطرہ مانع نہ ہو، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے خود ارشاد فرمایا ہے:-

تَرَكْتُكُمْ عَلَى شَرِيعَةٍ بَيِّنَةٍ لَّيْلُهَا وَنَهَارُهَا سَوَاءٌ.

ترجمہ:- میں نے تمہیں ایک ایسی صاف روشن راہِ مستقیم پر چھوڑا

ہے کہ جس کا رات دن برابر ہے۔

یہاں تک کہ یہ اُمت کسی دوسرے دین اور دوسری نبوت کی محتاج نہیں رہی۔
بہر حال یہ آیت حکم کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کے لئے دین کو
بہمہ وجوہ کامل فرمادیا ہے، اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کسی نئے نبی کے
پیدا ہونے کی ضرورت ہے اور نہ کسی نئے دین کی۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ آیت مذکورہ میں اِکمالِ دین سے مراد
یہ ہے کہ فرائض اور سنن اور حدود اور احکام اور حلال اور حرام کو مکمل بیان فرمادیا گیا، اور
اس کے بعد کوئی حلال و حرام نازل نہیں ہوا، اور نہ اس کی قیامت تک ضرورت رہی۔
اور بعض حضرات مفسرین^(۱) نے فرمایا ہے کہ اِکمالِ دین سے یہ مراد ہے کہ یہ
دین قیامت تک رہنے والا ہے، کبھی منسوخ یا مندرس اور بے نام و نشان نہ ہوگا، اور
بعض مفسرین^(۲) نے اس اُمت کے لئے اِکمالِ دین کی یہ مراد قرار دی ہے کہ یہ اُمت ہر
ایک نبی اور ہر آسمانی کتاب پر ایمان لائی، کیونکہ تمام انبیاء اور تمام کتابیں اس اُمت
سے پہلے صفحہ وجود میں آچکے، بخلاف تمام پہلی اُمتوں کے کہ ان کو یہ فضیلت نصیب
نہیں ہوئی، کیونکہ ان کے زمانے میں تمام انبیاء اور تمام آسمانی کتابیں وجود ہی میں
نہیں آئی تھیں۔

بہر حال مذکورۃ الصدر تینوں کی تینوں تفسیروں میں سے اِکمالِ دین کی جو تفسیر
بھی رکھی جائے یہ آیت ہمارے زیر بحث مسئلہ ”ختم نبوت“ کے لئے ایک روشن دلیل
ہے، کیونکہ تینوں تفسیروں کا حاصل یہ ہے کہ اس دین کے بعد کوئی دین اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی تا قیامت پیدا نہ ہوگا، انہی مذکورہ بالا تفاسیر پر ذیل
کی احادیث اور آثار اور اقوال مفسرین شاہد ہیں:-

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَمْ يَنْزِلْ بَعْدَ هَذِهِ الْآيَةِ
حَلَالٌ وَلَا حَرَامٌ وَلَا شَيْءٌ مِنَ الْفَرَائِضِ وَالسُّنَنِ

(۱) کذا فی التفسیر المسمیٰ پہ لباب التأویل ج: ۱ ص: ۴۳۵۔

(۲) خازن ج: ۱ ص: ۴۳۵۔ ۱۲ منہ

وَالْحُدُودِ وَالْأَحْكَامِ. (تفسیر مظہری ص: ۸ سورہ مائدہ)

ترجمہ:- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس آیت کے بعد نہ کوئی حلال کرنے والا حکم نازل ہوا اور نہ حرام کرنے والا، اور نہ کوئی چیز فرائض و سنن میں اور نہ حدود اور دوسرے احکام میں سے۔

اور امام المفسرین ابن جریر رحمہ اللہ نے سدی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے:-
قَالَ: هَذَا نَزَلَ يَوْمَ عَرَفَةَ فَلَمْ يَنْزَلْ بَعْدَهَا حَلَالٌ وَلَا حَرَامٌ وَرَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَاتَ.
(دُرّ منثور ج: ۲ ص: ۲۵۹)

ترجمہ:- یہ دن جو آیت میں مذکور ہے یومِ عرفہ ہے، پس اس کے بعد نہ کوئی حلال نازل ہوا اور نہ حرام، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے واپس ہوتے ہی وفات پا گئے۔

الغرض کم از کم یہ آیت آیاتِ احکام میں سے آخری آیت ہے، اور آئندہ کے لئے انقطاع وحی و نبوت کی خبر دے رہی ہے، اور حدیث میں ہے کہ جس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ رونے لگے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں روتے ہو؟ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:-

إِنَّا كُنَّا فِي زِيَادَةٍ مِنْ دِينِنَا فَأَمَّا إِذَا اكْتَمَلَ فَإِنَّهُ لَمْ يَكْمُلْ بِشَيْءٍ إِلَّا نَقَصَ. قَالَ: صَدَقْتَ. وَكَانَ هَذِهِ الْآيَةُ نَعَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَاشَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

(۱) ممکن ہے کہ کسی کو اس جگہ یہ شبہ پیدا ہو کہ خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ہی راوی ہیں کہ آیتِ ربا اس کے بعد نازل ہوئی ہے، لیکن اگر ہم بحیثیت سند اس کو صحیح بھی مان لیں تب بھی آپؐ کی مراد آیتِ ربا سے آخر سورہ بقرہ کی آیت: "الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقْوَمُونَ... الآية" مراد ہے، اور ظاہر ہے کہ حرمتِ ربا اس سے پہلے نازل ہو چکی تھی، اور یہ آیت مثل اور دوسری آیت کے محض زیادہ تو بیخ اور تہدید کے لئے ہے، واللہ اعلم۔ ۱۲ منہ

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدًا وَثَمَانِينَ يَوْمًا.

(رواہ ابن ابی شیبہ وابن جریر والبخاری من روایہ)

ہارون بن عثرۃ، از دُرِّ منشور و تفسیر مظہری)

ترجمہ:- تحقیق ہم اپنے دین میں زیادتی اور ترقی میں تھے، لیکن جب وہ کامل ہو گیا اور (عادۃ اللہ اسی طرح جاری ہے کہ) جب کوئی شے کامل ہو جاتی ہے تو پھر وہ ناقص ہو جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے سچ کہا۔ اور یہی آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر وفات سمجھی گئی، اور آپ اس کے بعد صرف اکیاسی روز اس عالم میں زندہ رہے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ مذکورہ سابق تفسیر کی روشن دلیل اور کھلی شہادت ہے، کیونکہ اگر اکمالِ دین اور اتمامِ نعمت سے نزولِ احکامِ دین کا اختتام اور وحی و نبوت کا انقطاع اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات مراد نہ تھی تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اس موقع پر رونا بے محل اور بے معنی ہو جائے گا۔ اور امام المفسرین علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

هَذِهِ أَكْبَرُ نِعَمِ اللَّهِ تَعَالَى عَلَى هَذِهِ الْأُمَّةِ حَيْثُ اكْتَمَلَ تَعَالَى لَهُمْ دِينُهُمْ فَلَا يَحْتَاجُونَ إِلَى دِينٍ غَيْرِهِ وَلَا إِلَى نَبِيٍّ غَيْرِ نَبِيِّهِمْ صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ وَلِهَذَا جَعَلَهُ اللَّهُ خَاتِمَ الْأَنْبِيَاءِ وَبَعَثَهُ إِلَى الْإِنْسِ وَالْجِنِّ.

(ابن کثیر ج: ۳ ص: ۲۷۹)

ترجمہ:- یہ اس اُمت پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے کہ اس نے اُن کے لئے دین کو کامل فرمایا، لہذا اُمتِ محمدیہؐ نہ اور کسی دین کی محتاج ہے، نہ اور کسی نبی کی، اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء بنایا، اور تمام جن و بشر کی طرف مبعوث فرمایا۔

ابن کثیر رحمہ اللہ کی اس تفسیر سے جیسا کہ اِکمالِ دین کے معنی حسبِ تحریر سابق معلوم ہوئے، اسی طرح اس کا بھی فیصلہ ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کسی شریعت اور صاحبِ شریعت نبی کی ضرورت ہے اور نہ مطلق نبی کی، صاحبِ شریعت ہو یا نہ ہو۔

اور علامہ فخر الدین رازی رحمہ اللہ اپنی تفسیرِ کبیر میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فقال مروزی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں، اور خود بھی اسی کو اختیار فرماتے ہیں:-

إِنَّ الدِّينَ مَا كَانَ نَاقِضًا أَلَبَّتْهُ بَلْ كَانَ أَبَدًا كَامِلًا كَانَتْ
الشَّرَائِعُ النَّازِلَةُ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ تَعَالَى كَافِيَةً فِي ذَلِكَ
الْوَقْتِ إِلَّا أَنَّهُ تَعَالَى كَانَ عَالِمًا فِي أَوَّلِ وَقْتِ الْبُعْثَةِ بِأَنَّ
مَا هُوَ كَامِلٌ فِي هَذَا الْيَوْمِ لَيْسَ بِكَامِلٍ فِي الْغَدِ وَلَا
بِصَالِحٍ فِيهِ لَا جَرَمَ كَانَ يُنْسخُ بَعْدَ الثُّبُوتِ وَكَانَ يَزِيلُ
بَعْدَ التَّحْثِمِ وَأَمَّا فِي آخِرِ زَمَانِ الْبُعْثَةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى
شَرِيعَةً كَامِلَةً وَحَكَمَ بِبَقَائِهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَالْشَّرْعُ أَبَدًا
كَانَ كَامِلًا إِلَّا أَنَّ الْأَوَّلَ كَمَالَ إِلَى يَوْمٍ مَخْصُوصٍ
وَالثَّانِي كَمَالَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلِأَجْلِ هَذَا الْمَعْنَى قَالَ:
الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ.

ترجمہ:- دین الہی کبھی ناقص نہیں تھا، بلکہ ہمیشہ سے کامل تھا، اور تمام شرائعِ الہیہ اپنے اپنے وقت کے لحاظ بالکل مکمل اور کافی تھیں، مگر اللہ تعالیٰ پہلے ہی جانتا تھا کہ وہ شریعت جو آج کامل ہے کل کافی نہ رہے گی، اور اس لئے وقتِ مقرر پر پہنچ کر اس کو منسوخ کر دیا جاتا تھا، لیکن آخرِ زمانِ بعثت میں اللہ تعالیٰ نے ایسی شریعتِ کاملہ بھیجی جو ہر زمانے کے اعتبار سے کامل ہے، اور اس کے تاقیامت باقی رہنے کا حکم فرمایا، خلاصہ یہ کہ پہلی شریعتیں بھی کامل تھیں، مگر ایک وقتِ مخصوص تک کے لئے، اور یہ شریعت

قیامت تک کے لئے کافی اور کامل ہے، اور اسی معنی کی بنا پر
 الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ فرمایا گیا۔

امام رازی رحمہ اللہ کی اس تحریر سے بھی یہ امر واضح ہو گیا کہ اکمالِ دین کی مراد وہی ہے جو اوپر عرض کی گئی، اور اس اُمت کے لئے اکمالِ دین کی غرض یہ ہے کہ یہ اُمت آخر الائم ہے، اور اس کا زمانہ آخر زمانِ بعثت ہے، کہ اس کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ کیا جائے گا۔

نیز امام موصوفؒ نے اپنے اس بیان سے مخالفین کا یہ شبہ بھی اٹھادیا کہ اس آیت سے پہلے تمام ادیانِ سماویہ اور شرائعِ سابقہ کا ناقص ہونا لازم آتا ہے، جس میں چند خرابیاں ہیں، ایک یہ کہ معاذ اللہ خداوندِ عالم کی طرف بخل کی نسبت لازم آتی ہے کہ پہلی اُمتوں کے لئے کامل دین نہ بھیجا، دوم جب ان کے لئے دین ہی ناقص بھیجا گیا تو ان پر داروگیر کیسی؟ سوم اس میں ان انبیاء علیہم السلام کی بھی گو نہ تنقیص ہے جن کو دین ناقص دے کر بھیجا گیا۔

امام موصوفؒ نے اس تحریر میں ان تمام شبہات و اوہام کی جڑ قطع کر دی، اور فرمادیا کہ آیت کی ہرگز یہ مراد نہیں کہ اب سے پہلی تمام شریعتیں اور ادیانِ سماویہ ناقص تھے، صرف یہ دین کامل نازل ہوا۔

بلکہ ہر دینِ الہی اور شریعتِ الہیہ ہمیشہ اپنے اپنے زمانے کے لحاظ سے کامل تھے اور اس زمانے کے لوگوں کی ہدایت کے لئے بالکل کافی و ثمانی تھے، البتہ خداوندِ عالم کو معلوم تھا کہ آئندہ کسی زمانے میں بوجہ انقلابِ حالات یہ شریعت اور قانون آئندہ نسلوں کے لئے ناکافی ہوگا، اور اس کو منسوخ کر کے دوسرا دین اور شریعت بھیجی جائے گی، لہذا پہلی تمام شرائع و ادیانِ سماویہ کا کمال صرف اپنے اپنے زمانے کے لحاظ سے تھا، اور یہ دینِ متین جس کو لے کر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، قیامت تک کے لئے ہدایت و رہبری کا وثیقہ ہے، اس کا کمال غیر موقت اور ہمیشہ کے لئے ہے۔

خلاصہ یہ کہ دینِ الہی کوئی ناقص نہیں، سب کامل ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ

جس طرح پہلے انبیاء علیہم السلام خاص خاص مدت اور خاص خاص لوگوں کے لئے مبعوث ہوتے تھے ان کی بعثت نہ باعتبار زمانہ کے عام اور باعتبار انسانوں کے طبقات کے عام اور سب پر محیط ہوتی تھی، اسی طرح اُن کی شریعتیں بھی ہمیشہ کے لئے نہ تھیں، لیکن اس سے نہ اُن انبیاء علیہم السلام کی توہین ہوتی ہے اور نہ پہلے اُدیان و شرائع کا ناقص ہونا لازم آتا ہے، اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے تمام جن و انس کی طرف قیامت تک کے لئے مبعوث ہوئے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین بھی قیامت تک کے لئے کافی اور کامل ہوا، اور یہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی شرافت اور آخر الائم کی مخصوص فضیلت ہے، وذلک الفضل من اللہ یؤتیہ من یشاء۔ نیز تفسیر لباب التأویل معروف بخازن صفحہ: ۴۳۵ میں بھی آیت مذکورہ کی یہی تفسیر منقول ہے:-

وَأَمَّا تَفْسِيرُ الْآيَةِ فَقَوْلُهُ تَعَالَى: الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ، يَعْنِي بِالْفَرَائِضِ وَالسُّنَنِ وَالْحُدُودِ وَالْأَحْكَامِ وَالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ وَلَمْ يَنْزِلْ بَعْدَ هَذِهِ الْآيَةِ حَلَالٌ وَلَا حَرَامٌ وَلَا شَيْءٌ مِّنَ الْفَرَائِضِ هَذَا مَعْنَى قَوْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ. ترجمہ:- آیت الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ الخ، کی تفسیر یہ ہے کہ فرائض اور سنن اور حدود اور احکام اور حلال و حرام کے بیان سے تمہارا دین مکمل کر دیا گیا، چنانچہ اس کے بعد حلال و حرام یا فرائض میں سے کوئی حکم نازل نہیں ہوا۔ یہی قول ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا۔

اور امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ نے مفردات القرآن میں فرمایا ہے:-
إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى كَمَا جَعَلَ النُّبُوَّةَ بَيِّنًا مُّحْتَمَةً وَجَعَلَ شَرَائِعَهُمْ بِشَرِيعَتِهِ مِنْ وَجْهِ مُنْتَسِخَةٍ وَمِنْ وَجْهِ مُكَمَّلَةٍ مُّبْتَنَةٍ كَمَا قَالَ تَعَالَى: الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي الخ.

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ساتھ نبوت کو ختم کر دیا اور پہلی بار شرائع کو آپ کی شریعت کے ذریعے ایک اعتبار سے مکمل فرمایا، جیسا کہ اللہ پاک فرماتا ہے:

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ الْآيَةَ۔

اور تفسیر مدارک جلد اول صفحہ: ۴۳۵ میں بھی یہی تفسیر مذکور ہے، اور کتاب الاعتصام جلد اول صفحہ: ۴۷ میں اور اسی طرح تفسیر دُرّ منثور جلد دوم صفحہ: ۲۵۹ میں بھی اکمالِ دین کی یہی تفسیر کی گئی ہے۔

تمام تفاسیر معتبرہ و مستندہ اور جملہ صحابہؓ کا اس آیت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر وفات سمجھنا صاف اُسی تفسیر کی روشن دلیل ہے جو ہم نے عرض کی ہے، ائمہ مفسرین اکمالِ دین کی اس تفسیر پر متفق ہیں، دھوا المراد۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

اگرچہ ہم آیت مذکورہ میں اکمالِ دین کی مذکورۃ الصدر تفسیر کو احادیث اور آثارِ صحابہؓ اور ائمہ تفسیر کے مستند اقوال سے ثابت کر چکے ہیں جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔

لیکن اگر کوئی معاند اب بھی یہ تاویل کرے کہ اکمالِ دین کے لغوی معنی صرف دین کو کامل کرنے کے ہیں اور دین کو کامل کرنے سے یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دین کو تمام ادیانِ دُنیا پر غلبہ عنایت فرمایا اور اس اُمت کو تمام دُشمنوں سے محفوظ فرمایا۔

نیز یہ بھی ممکن ہے کہ اکمالِ دین کی غرض یہ ہو کہ جس سال میں عرفہ کے دن یہ آیت نازل ہوئی تھی اس سال فتح مکہ کی وجہ سے موسم حج تمام مشرکین کے تسلط سے پاک ہو گیا تھا، تو ممکن ہے کہ امن و امان کے ساتھ حج کرنے کو اکمالِ دین سے تعبیر کیا گیا ہو۔

سو اس کے متعلق ہم صرف فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے رونے کا واقعہ اور کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُن کے خیال پر تصدیق فرمانا وغیرہ کی یاد دہانی کر دینا کافی سمجھتے ہیں، کیونکہ اُدیان پر اس دین کا غالب ہونا یا موسم حج کا کفار سے خالی ہونا کسی عقل مند انسان کے لئے رونے کا باعث نہیں ہو سکتا، نیز اگر اِکمالِ دین کے یہی معنی تھے تو پھر سلف کے اس کلام کے کیا معنی ہوں گے:-

وَكَانَ هَذَا نَعْيَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ:- اور یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبرِ وفات سمجھی گئی۔

علاوہ بریں اس وقت تک یہ بھی صحیح نہیں کہ اسلام تمام اُدیانِ باقیہ پر غالب ہو گیا تھا، کیونکہ تمام عجم اُس وقت تک کفر و شرک کی ظلمات سے بھرا ہوا تھا، جیسا کہ سیرت کی معتبر کتابیں اور آثارِ صحابہ اُس پر شاہد ہیں۔

نیز وہ آثار اور اقوالِ ائمہ تفسیر جو اِکمالِ دین کی اسی تفسیر پر متفق ہیں جو ہم نے عرض کی، اس تفسیر کے خلاف ہیں، لہذا ان تمام اُمور کا لحاظ کرتے ہوئے صرف ایک احتمالِ وہمی کو بے وجہ تفسیرِ قرآن بنانا کسی طرح مناسب نہیں، وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى سَوَاءٍ السَّبِيلِ۔

ختم نبوت کے ثبوت میں تیسری آیت

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّنَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ.

(آل عمران: ۸۱)

ترجمہ:- اور جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور حکمت دوں اور پھر ایسا رسول تمہارے پاس آیا جو تمہاری آسمانی کتابوں کی تصدیق کرے (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تو تم سب ان پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرو۔

اس آیت میں خداوندِ عز و جل نے اس عہد و ميثاق کا ذکر فرمایا ہے جو ازل میں تمام انبیاء سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لیا گیا ہے، آیت کی تفسیر

اور اس کا پورا واقعہ بڑی تفصیل کا مقتضی ہے، علامہ سبکی رحمہ اللہ نے صرف اس آیت کی تفسیر میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے، جس کا نام ”التعظیم والمنۃ فی لزومن بہ ولتصرفنہ“ ہے، یہ رسالہ مواہب لدنیہ کے مقصد سادس میں باستیعاب نقل کیا ہے۔

خلاصہ تفسیر آیت کا یہ ہے کہ ازل میں جس وقت حق تعالیٰ نے تمام مخلوق کی ارواح پیدا فرما کر ان سے اپنے رب ہونے کا عہد و اقرار لیا، تمام انبیاء علیہم السلام سے اس عہد عام کے علاوہ ایک عہد خاص بھی لیا گیا، جو ایک جملہ شرطیہ کی صورت میں تھا کہ اگر آپ میں سے کسی کی حیات میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو کر تشریف لے آئیں تو آپ اُن پر ایمان لائیں اور اُن کی مدد کریں۔

جیسا کہ تفسیر ابن جریر و ابن کثیر اور تاریخ ابن عساکر میں، نیز فتح الباری میں کتاب الانبیاء میں حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بالفاظ ذیل منقول ہے:-

مَا بَعَثَ اللَّهُ نَبِيًّا مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ إِلَّا أَخَذَ عَلَيْهِ الْمِيثَاقَ لَنُؤْمِنَنَّ بِهِ
وَلَنُصْرُنَّهُ. (کذابی شرح المواہب للزرقاتی ج: ۲ ص: ۱۶۳)

ترجمہ:- حق تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام میں سے جس کسی کو مبعوث فرمایا تو یہ عہد ان سے ضرور لے لیا کہ اگر ان کی زندگی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو گئے تو وہ ان پر ایمان لائیں اور اُن کی مدد کریں۔

یہ عہد خاص اگرچہ جملہ شرطیہ کے طور پر تھا، جس کا وقوع ضابطے سے ضروری نہیں، اور حکمت و فائدے کے درجے میں اتنی بات کافی ہے کہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالتِ شان سب انبیاء پر واضح ہو گئی، لیکن حق سبحانہ و تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس امتیازی شان کو صرف جملہ شرطیہ ہی کے درجے میں نہیں رکھا۔

بلکہ مختلف صورتوں سے مختلف مواقع میں اس خاص شان کا اظہار بھی فرمایا ہے، ایک لیلۃ المعراج میں جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام انبیاء کو بیت کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

المقدس میں جمع فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کا امام بنایا گیا اور پھر آخرت میں سب انبیاء علیہم السلام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے جمع کیا جائے گا۔

اور عالم محسوسات و مشاہدات میں شاید اسی کا یہ انتظام کیا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اب تک زندہ رکھا گیا، کہ قرب قیامت میں اُن کو پھر آسمان سے اُتارا جائے گا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اور اُمت کی مدد فرمائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن دجال کو قتل کریں گے، وغیرہ ذالک۔

یہ سب مضمون زرقانی شرح مواہب مقصد سادس جلد سادس میں تفصیل مذکور ہے، اس آیت کی تفسیر میں اگرچہ دوسرے اقوال بھی ہیں، مگر عامہ مفسرین کے نزدیک یہی تفسیر رائج بلکہ متعین ہے۔

اور اس جگہ ہمارا ملاحظہ نظر ”ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ الخ“ کے الفاظ ہیں جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام انبیاء کے بعد تشریف لانے کو لفظ ”ثُمَّ“ کے ساتھ ادا کیا گیا ہے جو لغت عرب میں ترانی یعنی مہلت کے لئے آتا ہے، جب کہا جاتا ہے کہ: ”جَاءَنِي الْقَوْمُ ثُمَّ عُمِرُ“ تو لغت عرب میں اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ پہلے تمام قوم آگئی اور پھر کچھ مہلت کے بعد سب سے آخر میں عمر آیا۔

اس لئے ”النَّبِيِّنَ“ کے بعد ”ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ الخ“ کے یہ معنی ہوں گے کہ تمام انبیاء کے آنے کے بعد سب سے آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے اور جبکہ اخذِ ميثاق میں سے کوئی نبی و رسول مستثنیٰ نہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام انبیاء علیہم السلام سے آخری نبی ہونا متعین ہو گیا، اور یہ واضح ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی پیدا نہ ہوگا، تشریفی و غیر تشریفی یا ظلی و بروزی کی خود ساختہ قسموں میں سے کوئی بھی اب باقی نہیں ہے۔

آیت نمبر ۴:- قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ

جَمِیْعًا الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ .

(الاعراف: ۱۵۸)

ترجمہ:- (اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے کہ میں

تمہارے تمام لوگوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں، وہ اللہ کہ جس کے لئے ملک ہے آسمانوں اور زمینوں کا۔

آیت نمبر ۵:- تَبَرَّكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا. (الفرقان: ۱)

ترجمہ:- مبارک ہے وہ ذات جس نے قرآن مجید کو اپنے بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہان والوں کے لئے نذیر بنے (یعنی تمام عالم والوں کو خدا کے عذاب سے ڈرائے)۔

آیت نمبر ۶:- وَأَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُولًا. (النساء: ۷۹)
ترجمہ:- ہم نے آپ کو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تمام انسانوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

آیت نمبر ۷:- وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ. (القلم: ۵۲)
ترجمہ:- یہ قرآن تمام جہان والوں کے لئے تذکیر ہے۔

آیات مذکورہ سے واضح ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں کی طرف رسول ہو کر تشریف لائے ہیں، جس میں عرب و عجم اور شرق و غرب کے انسان داخل ہیں، خواہ آپ کے زمانے میں موجود ہوں یا آپ کے بعد قیامت تک پیدا ہوں، جیسا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریحاً ارشاد فرمایا ہے:-

أَنَا رَسُولٌ مِّنْ أَذْرِكُ حَيًّا وَمَنْ يُولَدُ بَعْدِي.

(رواہ ابن سعد عن ابی الحسن مرفوعاً ج: ۶ ص: ۱۰۱)

ترجمہ:- میں اُن لوگوں کے لئے بھی رسول ہوں جن کو اپنی زندگی میں پاؤں اور ان کے لئے بھی جو میرے بعد پیدا ہوں گے۔

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تمام اقوامِ عالم کی طرف عام ہے، خواہ اب موجود ہوں یا آئندہ قیامت تک پیدا ہونے والی ہوں، بخلاف انبیاء سابقین کے کہ اُن کی بعثت خاص خاص قوموں کی طرف مخصوص شہروں کے اندر ہوتی

تھی، اور ان کی وفات کے بعد دُنیوی نظام کے اعتبار سے ختم ہو جاتی تھی، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خداوندِ عالم کے اُن انعامات کو جو صرف آپ کے ساتھ مخصوص ہیں بیان کرتے ہوئے من جملہ چھ صفتوں کے اس کو بھی شمار فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تمام دُنیا اور اس کی آئندہ آنے والی نسلوں پر سب پر حاوی ہے، جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایتوں سے ظاہر ہے۔

اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے کوئی قوم، کوئی انسان، کسی زمانے اور کسی قرن میں پیدا ہونے والا مستثنیٰ اور خارج نہیں، بلکہ قیامت تک دُنیا میں پیدا ہونے والے انسان سارے آپ ہی کی اُمت ہیں، تو ان حالات میں اگر آپ کے بعد دوسرا نبی یا رسول آتا ہے تو آپ کی امتیازی فضیلت باقی نہیں رہتی، آپ کی اُمت پھر اُس نبی کی اُمت کہلائے گی جو بعد میں مبعوث ہوا، اور عیسیٰ علیہ السلام چونکہ ان کو نبوت پہلے مل چکی ہے، اس لئے ان کا آخر زمانے میں بحیثیت امام کے آنا اس کے منافی نہیں۔

یہ آیات کریمہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر الانبیاء ہونے کی روشن دلائل ہیں، مزید اطمینان کے لئے ملاحظہ فرمائیں تفسیر ابن کثیر جلد ۴: صفحہ ۲۵۳، جس میں آیت نمبر ۴ کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ موصوف نے تحریر فرمایا:-

وَهَذَا مِنْ شَرَفِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ
وَأَنَّهُ مَبْعُوثٌ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً (إِلَى قَوْلِهِ) وَالْآيَاتُ فِي هَذَا
كَثِيرَةٌ كَمَا أَنَّ الْأَحَادِيثَ فِي هَذَا أَكْثَرُ مِنْ أَنْ تُحْصَرَ
وَهُوَ مَعْلُومٌ فِي دِينِ الْإِسْلَامِ ضَرُورَةٌ أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ
وَالسَّلَامُ رَسُولٌ إِلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ.

ترجمہ:- اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور شرافت میں سے ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں، اور آپ تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہیں، اور اس بارے میں بہت سی آیات نازل ہوئی ہیں جیسا کہ احادیث اس باب میں احاطہ سے باہر ہیں، اور

یہ بات دین اسلام میں بدایہ و ضرورۃ معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں کی طرف مرسل ہیں، جس میں سے کوئی مستثنیٰ نہیں۔

غرض اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عموم بعثت صراحۃ بیان کیا، اور اس کے لئے یہ لازم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہو، جو آپ کی امت کو اپنی طرف دعوت دے۔

آیت نمبر ۸:- وَأَوْحَىٰ إِلَيْنَا هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأَنْذِرْكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ. (الانعام: ۱۹)

ترجمہ:- میری طرف اس قرآن کی وحی کی گئی تاکہ اس کے ذریعے سے میں تم کو ذراؤں اور تمام ان لوگوں کو جن کو یہ قرآن پہنچے۔

اس آیت میں صاف طور سے بیان کیا گیا ہے کہ قرآن عزیز کی شریعت صرف ان لوگوں کے لئے مخصوص نہیں جو اس وقت موجود ہیں، بلکہ قیامت تک جن لوگوں کو یہ قرآن پہنچے ان سب کے لئے یہی حجت ہے، آئندہ کسی کتاب و شریعت اور نبوت کی ضرورت نہیں، جیسا کہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔

آیت نمبر ۹:- وَمَنْ يُكْفَرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالْنَارُ مَوْعِدُهُ. (ہود: ۱۴)

ترجمہ:- تمام انسانوں کی جماعتوں میں سے جو شخص اس کا کفر کرے پس جہنم اس کا ٹھکانا ہے۔

ابن کثیر وغیرہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ احزاب سے تمام اقوام عالم مراد ہیں، اس لئے یہ آیت بھی عموم بعثت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر الانبیاء ہونے کی شاہد ہے۔

علاوہ بریں اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نجات صرف آپ کے ہی اتباع میں منحصر ہے اور کسی نبی کی نہ ضرورت ہے نہ گنجائش۔

آیت نمبر ۱۰:- يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ
مِنْ رَبِّكُمْ فَامِنُوا خَيْرًا لَّكُمْ. الْاٰيَةُ. (النساء: ۱۷۰)
ترجمہ:- اے لوگو! بے شک لایا ہے تمہارے پاس پیغمبر
(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) دینِ حق، پس ایمان لاؤ اس پر،
بہتر ہے تمہارے لئے۔

اس آیت میں بھی ”الناس“ سے تمام انسان مراد ہیں، اور عمومِ بعثت کے
ذریعے ختم نبوت کا ثبوت ہے، جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔
آیت نمبر ۱۱:- وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ.

(الانبیاء: ۱۰۷)

ترجمہ:- اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام جہان والوں کے
لئے رحمت بنا کر۔

یہ آیت دو وجہ سے ختم نبوت کا قوی ثبوت ہے، اول یہ کہ آیاتِ سابقہ کی
طرح یہ بھی عمومِ بعثت کو ثابت کر رہی ہے، اور عمومِ بعثت کے لئے ختم نبوت لازم
ہے، جیسا کہ اوپر مفصل گزرا۔

دوم یہ کہ آیت حکم کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام اہلِ عالم کے
لئے رحمت ہیں، اور آپؐ پر ایمان لانا نجات کے لئے کافی ہے، پس اگر آپؐ کے بعد
کوئی اور نبی دُنیا میں پیدا ہو تو آپؐ کی اُمت کے لئے آپؐ پر ایمان لانا اور آپؐ کی
پیروی کرنا نجات کے لئے کافی نہ ہوگا جب تک اس نبی پر ایمان نہ لائے اور اس کے
فرمان پر چلنے کا عہد نہ کرے، کیونکہ خود قرآنِ کریم کا ارشاد ہے:-

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا اُنْزِلَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ
وَاسْمٰعِيْلَ وَاسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَا اُوْتِيَ مُوسٰى
وَعِيسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ
لَهُ مُسْلِمُوْنَ. (آل عمران: ۸۴)

ترجمہ:- آپؐ فرمائیے کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس وحی پر جو

ہم پر نازل کی گئی اور اُس وحی پر جو حضرت ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اسباط پر نازل کی گئی اور اُن کتابوں پر جو موسیٰ اور عیسیٰ اور تمام انبیاء کو اُن کے رب کی طرف سے دی گئیں، ہم ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے (بلکہ سب پر ایمان لاتے ہیں) اور ہم اس کی فرمانبرداری کرنے والے ہیں۔ اور دوسری جگہ ارشاد ہے:-

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا. أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا. الآية. (النساء: ۱۵۰، ۱۵۱) ترجمہ:- جو لوگ کفر کرتے ہیں اللہ کے ساتھ اور اس کے رسولوں کے ساتھ اور کہتے ہیں کہ ایمان لاتے ہیں بعض رسولوں پر اور کفر کرتے ہیں بعض کا اور ارادہ کرتے ہیں کہ جدائی ڈالیں اللہ اور اس کے رسولوں میں، اور چاہتے ہیں کہ پکڑیں اس کے بیچ میں کوئی راستہ، وہ کافر ہیں بلاشبہ۔

جس کا کھلا ہوا منشاء یہ ہے کہ کوئی شخص اُس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک خدائے تعالیٰ کے تمام انبیاء پر بلا فرق کے ایمان نہ لائے، اور اسی وجہ سے اُمتِ محمدیہ کا اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص تمام انبیاء پر ایمان لائے اور اپنے نبی کی کامل پیروی کرے مگر کسی ایک نبی پر (خواہ کسی درجے کا ہو) ایمان نہ لائے تو اس کی ساری نیکیاں حبط اور ایمان مردود ہے، وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم کا مستحق ہے، اور اسی وجہ سے انبیائے سابقین اپنی اُمتوں کو اپنے بعد آنے والے نبی کی اطاعت کا سبق دیتے رہے ہیں، پس اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی کسی قسم کا نبی پیدا ہو، خواہ تشریحی ہو یا غیر تشریحی یا بقول مرزا صاحب ظلی یا بروزی، بہر حال جبکہ وہ نبی ہے تو تمام اُمتِ محمدیہ کی نجات اس وقت اس پر ایمان لانے اور اس کی اتباع کرنے میں منحصر ہوگی، اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کتنے صدقِ دل سے

ایمان لائیں، اور آپ کی کتنی ہی پیروی کریں اس وقت تک ہرگز جنت کی صورت نہیں دیکھ سکتے جب تک کہ اس جدید نبی کی چوکھٹ پر سر نہ رکھ دیں، اور اُس وقت اگر آپ کا کوئی اُمتی یہ چاہے کہ قرآن مجید کے تیس پاروں پر حرفاً حرفاً عمل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام احادیث کا کامل اتباع اور آپ کی سنت کی انتہائی پیروی کر کے اپنے آپ کو دوزخ سے بچالے تو یہ اُس کے لئے غیر ممکن ہوگا، جب تک کہ اس نبی کے سایہ میں پناہ نہ لے۔ جس کو دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ اس نبی کے پیدا ہونے کے بعد اہل عالم کی رشد و ہدایت اور ان کی فلاح و بہبود (حاکم بدھن) آپ کے دامن شفقت میں نہیں اور آج اُن کی نجاتِ اُخروی آپ کے سایہ عاطفت میں نہیں ملتی، اور آج گنہگاروں اور گمراہوں کی داروئے شفا سے رحمۃ للعالمین کا دربار خالی ہے (نعوذ باللہ)۔

کیا ایسی حالت میں بھی رحمۃ للعالمین کو رحمۃ للعالمین کہا جاسکتا ہے جبکہ وہ اور ان کی شریعت کا اتباع کسی ایک انسان کی نجات کا کفیل نہ بن سکے؟

ولہذا ثابت ہوا کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی دُنیا میں تجویز کرتا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور قرآن مجید کی صریح آیتوں کی تکذیب کر رہا ہے اور وہ آپ کو رحمۃ للعالمین نہیں مانتا۔

فائدہ:- مرزائیوں کا مشہور سوال ہے کہ دجال اکبر کے قتل کے لئے جبکہ ایک نبی کی ضرورت تھی تو بہت ممکن تھا کہ خداوندِ عالم اسی اُمت میں کوئی نبی پیدا فرمادیتا، کیا ضرورت تھی کہ ایک اسرائیلی نبی کو اس کام کے لئے آسمان پر اُٹھا رکھا جائے اور ضرورت کے وقت اس کو دوبارہ دُنیا میں نازل فرمایا جائے۔

لیکن اگر کوئی شخص ہماری گزشتہ تقریر کو ذرا انصاف سے ملاحظہ کرے تو یقیناً ہے کہ فوراً کہہ اُٹھے گا کہ حکومت کا اقتضاء اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاست کا کامل اظہار اس میں تھا کہ بجائے اس اُمت میں نبی کے پیدا کرنے کے ایسے نبی کو دوبارہ اس کام کے لئے بھیجا جائے جس پر اُمتِ محمدیہ پہلے سے ایمان لاجلی ہو، کیونکہ آپ معلوم کر چکے ہیں کہ اگر کوئی نبی جدید آپ کے بعد دُنیا میں مبعوث ہو تو لازم ہوگا

کہ اب صرف آپ کا اتباع اور آپ پر ایمان لانا اُمتِ محمدیہ کے لئے کافی نہ رہے گا، بلکہ اس نبی کی اطاعت پر منحصر ہو جائے گا جو قطعاً سید الانبیاء کی شان کے خلاف ہے، بخلاف عیسیٰ علیہ السلام کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت اُن پر پہلے ہی ایمان لا چکی ہے، اور قرآن کریم اُن کی نبوت و رسالت کا اعلان کر چکا ہے، تو اب ان کے نزول کے بعد اُمتِ محمدیہ کی نجات کے لئے کسی جدید شرط کا اضافہ نہ ہوگا۔

آیت نمبر ۱۲:- وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ، وَسَاءَتْ مَصِيرًا. (النساء: ۱۱۵)

ترجمہ:- جو کوئی برخلاف کرے رسول کے ساتھ، بعد اس کے کہ ظاہر ہوئی اس کے لئے ہدایت اور پیروی کرے سوائے راہ مسلمانوں کے، متوجہ کریں گے ہم اس کو جدھر متوجہ ہو اور داخل کریں گے ہم اُس کو دوزخ میں، اور بُرا ٹھکانا ہے (دوزخ)۔

منصف ناظرین غور فرمائیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو دو حال سے خالی نہیں، یا تو وہ بمقتضائے آیت مذکورہ طریقِ مؤمنین کا اتباع کرے گا، اور یا بمقتضائے نبوتِ لوگوں کو اپنے اتباع کی دعوت دے گا۔

پہلی صورت میں تو قلبِ موضوع لازم آتا ہے، اور معاملہ برعکس ہو جاتا ہے، کیونکہ خدا کے نبی دُنیا میں اس لئے آتے ہیں کہ لوگوں کو اپنے اتباع کی طرف بلائیں، نہ یہ کہ لوگوں کا اتباع کرنے لگیں، دیکھو قرآن مجید کا ارشاد ہے:-

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ. (النساء: ۶۴)

ترجمہ:- اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا، مگر صرف اسی لئے کہ اس کا اتباع کیا جائے اللہ کے حکم سے۔

نیز ارشاد ہوتا ہے:-

لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُمْ. (الحجرات: ۷)

ترجمہ:- اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت سے کاموں میں

تمہارا اتباع کرتے تو تم تکلیف میں پڑ جاتے۔

علاوہ بریں اگر خدا کا پیغمبر بھی دنیا میں آکر طریقِ مؤمنین کا اتباع کرنے لگے تو پھر دو صورتیں ہیں، یا تو یہ سبیلِ مؤمنین معاذ اللہ گمراہی اور طریقِ معصیت ہے، اور یا خدا کا سیدھا راستہ اور اس کا مقبول طریق ہے۔ پہلی صورت تو ایک ایسی بدیہی البطلان صورت ہے کہ کوئی ادنیٰ مسلمان بلکہ ادنیٰ عقل مند بھی اس کا قائل نہیں ہو سکتا، کیونکہ اس صورت میں اول تو یہ لازم آتا ہے کہ (معاذ اللہ) قرآنِ کریم لوگوں کو اس طریقِ مؤمنین کی طرف بلاتا ہے جو گمراہی کا راستہ ہے، دوسرے یہ کس قدر مضحکہ خیز بات ہے کہ خدا کے نبی ہدایت کرنے کے لئے بھیجے جائیں اور دنیا میں آکر خود بھی ایک گمراہی کے راستے پر چلنے لگیں۔

اور دوسری صورت میں نبی کا وجود محض بے فائدہ اور اس کی بعثت محض بیکار رہ جاتی ہے، کیونکہ بعثتِ نبی کی ضرورت جب ہوتی ہے کہ خدا کے بندے اس کی صراطِ مستقیم کو چھوڑ دیں، تاکہ یہ نبی اُن کو سیدھے راستے کی ہدایت کرے۔

اور جب سبیلِ مؤمنین ایک ایسی مستقیم سبیل ہے کہ خداوندِ عالم تمام اہلِ عالم کو قیامت تک اس پر چلنے کی ہدایت فرماتے ہیں، اور اس سے ہٹنے پر سخت ترین وعید کرتے ہیں، تو پھر فرمائیے کہ اب کسی نبیٰ جدید کے پیدا ہونے کی اور مرزا صاحب کے طرز پر اس کی نئی نئی قسمیں بنانے کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے؟

رہا عیسیٰ علیہ السلام کا آخرِ زمانہ میں نازل ہونا، سو اس پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا، کیونکہ اگرچہ وہ بعدِ نزول بھی ویسے ہی خدا کے اولوالعزم نبی ہوں گے جیسے قبلِ رفع اور قبلِ نزول تھے، لیکن چونکہ اُن کی بعثت اپنے زمانے میں بھی صرف بنی اسرائیل کی طرف تھی نہ کہ تمام عالم کی طرف جیسا کہ آیتِ کریمہ: ”رَسُوْلًا اِلٰی بَنِيۤ اِسْرَآئِیْلَ“ سے معلوم ہوتا ہے، اس لئے وہ بعدِ نزول بھی اس اُمت کی طرف بحیثیتِ نبوت مبعوث ہو کر نہ آئیں گے، بلکہ بحیثیتِ امامت تشریف لائیں گے، جیسا کہ خود

(۱) لیکن یہ بات اچھی طرح یاد رہے کہ اس کے یہ معنی نہیں کہ العیاذ باللہ آپ اس وقت نبوت سے معزول ہو جائیں گے، بلکہ آپ کا اُس وقت اس اُمت میں (باقی اگلے صفحے پر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد احادیث سے ثابت ہوتا ہے، اور جب آپ کی تشریف آوری اس امت میں صرف بحیثیت امامت ہوگی، تو اب اس آیت سے آپ کے نزول پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

آیت نمبر ۱۳:- ثَلَّةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ. وَقَلِيلٌ مِنَ الْآخِرِينَ.

(الواقعة: ۱۳، ۱۴)

ترجمہ:- خدا کے مقرب بڑی جماعت ہے پہلوں میں سے اور تھوڑی پچھلوں میں سے۔

اس میں اس امت مرحومہ کو آخرین کے الفاظ سے بیان کیا گیا ہے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ امت آخری امت ہے، آئندہ نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ کوئی جدید امت۔

امام المفسرین ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے:-

يَقُولُ تَعَالَى ذَكَرَهُ جَمَاعَةٌ مِنَ الْأُمَمِ الْمَاضِيَةِ وَقَلِيلٌ مِنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ الْآخِرُونَ، وَقِيلَ لَهُمُ الْآخِرُونَ لِأَنَّهُمْ آخِرُ الْأُمَمِ. (ابن جریر ج: ۲۷ ص: ۷۹)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ایک جماعت ہوگی پہلی امتوں میں سے اور تھوڑے سے ہوں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے، اور امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو آخرین اس لئے کہا گیا کہ وہ آخر الامم ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ آخرین سے امت محمدیہ مراد ہے۔

آیت نمبر ۱۴:- ثَلَّةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَثَلَّةٌ مِنَ الْآخِرِينَ.

(الواقعة: ۳۹، ۴۰)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)..... تشریف لانا بالکل ایسا ہوگا جیسے صوبہ پنجاب کا گورنر صوبہ بہار میں کسی ذاتی ضرورت سے چلا جائے تو اگرچہ وہ اُس وقت بحیثیت گورنر نہیں ہوتا، لیکن یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ وہ گورنری سے معزول ہو گیا۔ ۱۲ منہ

ترجمہ:- اصحاب الیمین (یعنی جنتی) جماعت کثیر ہیں پہلوں میں سے اور جماعت کثیر ہیں پچھلوں میں سے۔

اس آیت میں آخرین سے اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام مراد ہے، جو صریح ختم نبوت کا اعلان ہے، ہم اس کی شہادت میں وہ حدیث پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں جو اس کے شانِ نزول میں روایت کی گئی ہے، جس کا مضمون یہ ہے کہ:-

جس وقت پہلی آیت میں یہ بیان کیا گیا کہ جنت میں اُمم سابقہ کی بڑی جماعت ہوگی اور اس اُمت کی تھوڑی، تو صحابہ کرامؓ پر یہ بات شاق ہوئی، چنانچہ ان کی تسلی کے لئے دوسری آیت نازل ہوئی اور ارشاد ہوا کہ ایک جماعت پہلی اُمتوں کی اور ایک جماعت اس اُمت کی جس میں اُمم سابقہ اور اس اُمت کو مساوات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے (ابن کثیر کو دیکھا جائے)۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ایک طویل حدیث کے ذیل میں روایت کیا ہے:-

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي لَأَرْجُوا أَنْ تَكُونُوا الشُّطْرَ (يَعْنِي مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ) فَكَبَرْنَا ثُمَّ تَلَا هَذِهِ الْآيَةَ: ثَلَاثَةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ. وَثَلَاثَةٌ مِنَ الْآخِرِينَ. وَالْحَدِيثُ مِنْهُ. (ابن جریر ج: ۲۷ ص: ۹۸)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: مجھے اُمید ہے کہ تمام اہل جنت میں سے آدھے تم (یعنی آپؐ کی اُمت) ہوں گے۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ: ہم نے اس کو بہت زیادہ سمجھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت پڑھی: ”ثَلَاثَةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَثَلَاثَةٌ مِنَ الْآخِرِينَ“۔

اور اسی قسم کی ایک روایت حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔

اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے:-
ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ (مِنَ الْأُمَمِ) وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ (أُمَّةٌ مُحَمَّدٍ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ). (ابن جریر ج: ۲۷ ص: ۹۸)
ترجمہ:- ایک جماعت اولین میں سے یعنی تمام پہلی امتوں میں
سے اور ایک جماعت آخرین یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی
امت میں سے۔

اور امام المفسرین ابن جریر طبری رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے
فرماتے ہیں:-

ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ، جَمَاعَةٌ مِّنَ الَّذِينَ مَضَوْا قَبْلَ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ، يَقُولُ جَمَاعَةٌ
مِّنَ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ بِهِ أَهْلُ التَّأْوِيلِ.
(تفسیر ابن جریر ج: ۲۷ ص: ۹۸)

ترجمہ:- ایک جماعت اولین سے یعنی ان لوگوں کی جو امت محمد
صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گزر چکے ہیں، اور ایک جماعت آخرین
سے، یعنی حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک جماعت امت محمد صلی اللہ
علیہ وسلم سے، ایسا ہی اہل تفسیر صحابہ و تابعین نے فرمایا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ان دونوں آیتوں میں امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو
آخرین کے لقب کے ساتھ ذکر فرما کر اس کا اعلان کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم آخری نبی اور آپ کی امت آخری امت ہے۔

آیت نمبر ۱۵:- أَلَمْ نُهْلِكِ الْأَوَّلِينَ. ثُمَّ نُسْبِعُهُمْ
الْآخِرِينَ. (المرسلات: ۱۶، ۱۷)

ترجمہ:- کیا ہم نے پہلوں کو ہلاک نہیں کیا، پھر ان کے پیچھے
چلاتے ہیں پچھلوں کو۔

اس آیت میں اولین سے پہلی امتوں کے کفار مراد ہیں، اور آخرین سے

اس اُمت کے، پس ثابت ہوا کہ یہ اُمت آخری اُمت ہے۔

(دیکھو تفسیر ابن کثیر ج: ۸ ص: ۲۹۳)

إِنَّ الْمُرَادَ مِنَ الْأَوَّلِينَ جَمِيعَ الْكُفَّارِ الَّذِينَ كَانُوا قَبْلَ
مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَوْلُهُ: ثُمَّ نَتَّبِعُهُمْ
الْآخِرِينَ، عَلَى الْإِسْتِنَافِ عَلَى مَعْنَى سَنَفْعَلُ ذَلِكَ
وَنَتَّبِعُ الْأَوَّلَ الْآخِرَ.

ترجمہ:- اولین سے تمام وہ کفار مراد ہیں جو حضرت محمد صلی اللہ
علیہ وسلم سے پہلے ہوئے ہیں، اور ”ثُمَّ نَتَّبِعُهُمُ الْآخِرِينَ“ بطور
استئناف اس معنی میں ہے کہ ہم ایسا کریں گے، اور پہلے کے
پیچھے پیچھے کو چلائیں گے۔

تفسیر جامع البیان میں بھی یہی مضمون بصراحت موجود ہے، جس کا حاصل
یہ ہے کہ آیت میں آخرین سے اُمتِ محمدیہ کے کفار مراد ہیں جس سے اس اُمت کا
آخری اُمت ہونا ظاہر ہے۔

آیت نمبر ۱۶:- وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنْزَلُ الْقُرْآنُ تَبَدُّ
لَكُمْ. (المائدہ: ۱۰۱)

ترجمہ:- اور اگر تم ان اشیاء کا سوال کرو گے (جن کے سوال سے
منع کیا گیا ہے) نزولِ قرآن کے زمانے میں ان اشیاء کا ذکر
کر دیا جائے گا۔

اس آیت میں بیانِ اشیاء کے لئے ”حِينَ يُنْزَلُ الْقُرْآنُ“ کی قید بڑھا کر
بتلا دیا گیا کہ نزولِ قرآن کے بعد کوئی ذریعہ وحی کی صورت سے بیانِ احکام کا باقی
نہ رہے گا، چنانچہ علامہ محمود آلوسی مفتی بغداد رحمہ اللہ اپنی تفسیر ”رُوح المعانی“ میں
لکھتے ہیں:-

تَبَدُّ لَكُمْ أَيْ بِالْوَحْيِ كَمَا يُفِيدُهُ تَقْيِيدُ بِقَوْلِهِ تَعَالَى: حِينَ
يُنْزَلُ الْقُرْآنُ. (روح المعانی ج: ۷ ص: ۳۹)

ترجمہ:- یعنی بیان کرنے سے آیات میں مراد یہ ہے کہ بذریعہ وحی بیان کر دیا جائے گا جیسا کہ ”حِیْنَ یُنْزَلُ الْقُرْآنُ“ کی قید سے معلوم ہوا (کیونکہ نزولِ قرآن کے بعد وحی منقطع ہو جائے گی بذریعہ وحی بیان کا)۔

معلوم ہوا کہ آیت مذکورہ نزولِ قرآن کے زمانے کے بعد انقطاعِ وحی کا اعلان کرتی ہے، اور وہ انقطاعِ نبوت کو مستلزم ہے۔

آیت نمبر ۱۷:- هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ. (التوبہ: ۳۳)

ترجمہ:- وہ ہے جس نے بھیجا اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ تاکہ غالب کرے اس کو تمام دینوں پر۔

آیت نمبر ۱۸:- هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ، وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا. (الفتح: ۲۸)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے اپنے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو تمام ادیان و ملل پر غالب کر دے، اور اللہ تعالیٰ شہادت کے لئے کافی ہے۔

آیت نمبر ۱۹:- هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ، وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ. (الصف: ۹)

ترجمہ:- وہ ہے جس نے بھیجا اپنے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ تاکہ اس کو تمام ادیان و ملل پر غالب کر دے، اگرچہ مشرکین بُرا مانیں۔

یہ تین آیات قرآن مجید کی تین سورتوں میں تقریباً متحد الفاظ کے ساتھ وارد ہوئی ہیں، جن میں حق تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایتِ عامہ

و دین حق کے ساتھ اس لئے بھیجا ہے کہ تمام ادیان و ملل اور تمام مذاہب پر اس کو غالب کر دیا جائے۔

ظاہر ہے کہ تمام مذاہب پر کسی کا غلبہ جب ہی ثابت ہوتا ہے جبکہ یہ شخص تمام ادیان کے عالم میں آجانے کے بعد پیدا ہوا ہو، تو ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام ادیان اور تمام ملل انبیاء کے بعد دنیا میں تشریف لائے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا آسمانی دین اس دنیا میں نہ آئے گا۔

آیت نمبر ۲۰:- يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اطِيعُوا اللّٰهَ وَاطِيعُوا
الرُّسُوْلَ وَاُولٰٓئِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ.

(النساء: ۵۹)

ترجمہ:- اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی، اور اُن لوگوں کو اطاعت کرو جو تم میں سے اولی الامر ہیں۔

عامہ مفسرین نے فرمایا ہے کہ اولی الامر سے مراد سلاطین اسلام اور ارباب حکومت اسلامیہ ہیں، اور بہت سے مفسرین نے ائمہ مجتہدین اور علمائے امت کو بھی اولو الامر میں داخل کیا ہے۔

بہر حال یہ آیت کریمہ حکم کرتی ہے کہ مسلمان، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں اور اس کے رسول یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں اور پھر خلفائے اسلام اور ارباب حکومت اسلامیہ اور علماء کی اطاعت کریں، جس میں دو وجہ سے ختم نبوت کا کھلا ہوا ثبوت ملتا ہے۔

اول:- اس وجہ سے کہ خداوند عالم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی نجات کے لئے انبیاء میں سے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت^(۱) کو کافی

(۱) یہ یاد رہے کہ تمام انبیائے سابقین پر ایمان لانا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں داخل ہے، کیونکہ آپ نے ان پر ایمان لانے کی تاکید فرمائی ہے، اور آئندہ کسی نبی کے پیدا ہونے کی خبر تک نہیں دی، لہذا اس کی اطاعت آپ کی اطاعت میں درج نہیں ہو سکتی۔ ۱۲ منہ

قرار دیا ہے، اور اسی پر جنت و مغفرت کا وعدہ ہے، حالانکہ اگر کوئی نبی اس امت میں پیدا ہونے والا ہوتا تو ضروری تھا کہ اس پر ایمان لانے اور اس کی اطاعت کو بھی نجات کی شرط بنائی جاتی، کیونکہ ہم اوپر تفصیلاً بیان کر چکے ہیں کہ کسی شخص کی نجات اس وقت تک ہرگز نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ خدا کے انبیاء میں سے کسی کم سے کم درجے کے نبی کا بھی انکار کرے یا اس کی اطاعت سے علیحدہ رہے۔

الغرض انبیاء میں سے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو مدارِ نجات قرار دینا اور مغفرت کے لئے کافی بتانا اس کا کھلا ہوا اعلان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور کوئی کسی قسم کا نبی پیدا نہ ہوگا، ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ خدا کا کوئی نبی دنیا میں بھیجا جائے اور لوگ اس کی اطاعت کے لئے مکلف نہ کئے جائیں، حالانکہ خود قرآن کریم اعلان کر چکا ہے:-

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ.

ترجمہ:- اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسی لئے کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ کے حکم سے۔

پس جب امت کی اطاعت کو انبیاء میں سے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر منحصر اور مختتم کر دیا گیا تو ضروری ہوا کہ نبوت بھی آپ پر مختتم ہو۔

دوم:- اس وجہ سے کہ اس آیت کا صاف حکم یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت آپ کے بعد اولوالامر یعنی خلفائے اسلام اور ائمہ امت کی اطاعت کرے۔ جن لوگوں کو خدا نے عقل و فہم کا کوئی حصہ دیا ہے وہ ذرا غور کریں، اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی تشریحی یا بقول مرزاجی غیر تشریحی، ظلی یا بروزی نبی پیدا ہونے والا تھا تو کیا یہ ضروری نہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بجائے اولوالامر کی اطاعت کے اس نبی کی اطاعت کا سبق دیا جاتا، کیونکہ غالباً اس بات میں مسلمان تو مسلمان کسی مرزائی صاحب کو بھی خلاف نہ ہوگا کہ اولی الامر کی اطاعت سے نکلنا کفر نہیں، مگر نبی کی اطاعت سے خارج ہونا قطعی کفر اور ابدالاباد کے لئے جہنم کا کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

مستحق بنادینے والا ہے، اگرچہ وہ ادنیٰ سے ادنیٰ اور بقول مرزا صاحب ظلی یا بروزی ہی نبی ہو، اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی پیدا ہونے والا تھا تو عجب تماشا ہوگا کہ قرآن عزیز لوگوں کو اولی الامر کی اطاعت کی طرف بلاتا ہے، اور بعد میں آنے والے نبی کا ذکر تک بھی نہیں کرتا۔

اس کی مثال تو ایسی ہوئی کہ ایک اندھا کنویں کی طرف بڑھا چلا جا رہا ہے اور قریب ہے کہ اس کا اگلا قدم اس کی حیات کا آخری قدم ہو، اور ساتھ ہی اس کے بدن پر ایک چیونٹی بھی لگی ہوئی ہے، جس کے کانٹے کا خیال ہے، ایک مہربان اٹھے اور اس چند گھڑی کے مہمان کو چیونٹی سے بچنے کی تاکید پر تاکید کرے، مگر سامنے کھڑی ہوئی موت کا ذکر تک نہیں کرتا، کیا اس دوست نما دشمن کو دنیا کا کوئی انسان عقل مند یا اندھے کا مہربان دوست تسلیم کر سکتا ہے؟

جو لوگ ان جیسے کھلے ہوئے ارشادات کے بعد بھی کسی نبی کا اس امت میں پیدا ہونا جائز سمجھتے ہیں، اگرچہ وہ اس کو ظلی یا بروزی نبی کہا کرتے ہیں، وہ قرآن کریم کی بدترین تحریف کر رہے ہیں، اور مسلمانوں کے کھلے ہوئے دشمن ہیں۔

مسلمانو! کیا تم پسند کرتے ہو کہ آج دنیا کی غیر قومیں تمہارے قرآن کا یہ مضحکہ اڑائیں کہ وہ کتاب جو تمام عالم کی ہدایت کی دعوے دار اور نجات کی کفیل ہونے کا مدعی ہے، وہ (عیاذ باللہ) ایسی مہمل کتاب ہے کہ اہم ترین مسائل کو چھوڑ کر لوگوں کے خیالات کو معمولی باتوں میں لگا دینا چاہتی ہے، اُن کو چھوٹے چھوٹے عذاب سے بچاتی ہے مگر کفر و ضلالت اور ابدی جہنم سے بچنے کی تدبیر بتلانا تو درکنار ان کو اس سامنے رکھی ہوئی جہنم کی اطلاع بھی نہیں دیتی، بلکہ معمولی چیزوں میں الجھا کر اس سے غافل کرنا چاہتی ہے۔

(۱) یاد رکھو! خدا کا کوئی نبی فی نفعہ ادنیٰ نہیں بلکہ سب کے سب اعلیٰ و ارفع ہیں، مگر انبیاء کے درجات آپس میں کم و بیش اور ادنیٰ و اعلیٰ ہونا خود نص قرآن میں مذکور ہے: ”تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ“ پس اس جگہ اس اعتبار سے ”ادنیٰ“ کا لفظ بولا گیا ہے۔ ۱۲ منہ

یہ آیت جس طرح تشریحی نبوت کے انقطاع کی بین دلیل ہے، اسی طرح اس امر کا بھی قطعی اعلان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ظلی یا بروزی یا کسی اور قسم کا نبی ہرگز ہرگز اس امت میں پیدا نہیں ہوگا، جن کی آنکھیں ہیں دیکھیں، اور جن کے کان ہیں سنیں۔

آیت نمبر ۲۱:- وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَنْ يَتَوَلَّ يُعَذَّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا.
(الف: ۱۷)

ترجمہ:- جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ایسی جنتوں میں داخل فرمائیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، اور جو شخص اعراض کرے گا اس کو سخت دردناک عذاب دیں گے۔

یہ آیت کریمہ ایک ایسی آیت ہے کہ اگر پورے قرآن مجید کا تتبع کیا جائے تو اس مضمون کی صدہا آیتیں نکلیں گی جن کا حاصل یہ ہے کہ اس امت میں قیامت تک پیدا ہونے والی نسلوں کی نجات آخرت اور دخول جنت کے لئے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور آپ کے فرمان کی اطاعت کرنا کافی ہے، سوائے انبیائے سابقین کے کہ جن پر ایمان لانے کی خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے، اور کسی نبی پر ایمان لانے کی ضرورت نہیں، اور یہ ختم نبوت کا نہایت واضح اعلان اور اعلیٰ درجے کا قوی ثبوت ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اس آیت اور اس قسم کی دوسری آیات میں خداوند عالم کا وعدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور آپ کی پیروی کرنے والے کو بلا کسی دوسری شرط کے درجات جنت عطا کئے جائیں گے۔

قرآن عزیز اگر کبھی منسوخ ہونے والا نہیں، اور شریعت قرآنیہ اگر قیامت تک رہنے والی ہے (جیسا کہ تمام امت محمدیہ بلکہ امت مرزائیہ کے نزدیک بھی مسلم

(۱) تو لازمی بات ہے کہ یہ وعدہ بھی تمام عالم میں قیامت تک پیدا ہونے والی نسلوں کے لئے عام اور شامل ہوگا۔

تو اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا ہوا اور فرض کر لو کہ بقول مرزا صاحب بروزی ہی رنگ میں پیدا ہوا، تو اب دو حال سے خالی نہیں، یا قرآن کریم اپنا وعدہ پورا کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں اور آپ کی اطاعت کرنے والوں کو بلا کسی شرط جدید کے جنت میں داخل کرے اور ان کی نجات کا ذمہ اٹھائے، اور یا ان لوگوں سے جنہوں نے اس کو صندوقوں کے بجائے اپنے سینوں اور جنہوں نے اُس کے ایک ایک حرف پر اپنی جانیں قربان کیں، آج یہ کہہ کر الگ ہو جائے کہ میں اب اپنا وعدہ پورا نہیں کر سکتا، آج تمہاری نجات میرے بس میں نہیں، جاؤ اس جدید نبی کے پاؤں پکڑو، اس میں اور صرف اسی میں تمہاری نجات ہے۔

لیکن ہر مسلمان جانتا ہے کہ پہلی صورت بڑا ہٹ بادل ہے، کیونکہ اگر نبی جدید کے پیدا ہونے کے بعد قرآن کریم اپنا وعدہ پورا کرنے کے لئے اس جدید نبی کی اطاعت اُمتِ محمدیہ کے ذمے نہ لگائے اور ان کو اس پر ایمان لانے اور اس کی پیروی کے لئے مجبور نہ کرے، تو اول تو یہ بتلاؤ کہ اس نبی کے دُنیا میں بھیجنے کی کیا ضرورت تھی جب کہ قوم اُس پر ایمان لانے اور اس کی اطاعت کرنے پر مجبور نہیں، بلکہ معاذ اللہ یہ تو اس نبی کے لئے اچھی خاصی سزا اور اعلیٰ درجے کی توہین ہوگی کہ اس کو دُنیا میں اس لئے بھیجا جائے کہ لوگوں کو اپنی اطاعت کی طرف بلائے اور ان لوگوں سے کہہ دیا جائے کہ تمہیں اس کی اطاعت کی ضرورت نہیں، اس کے بغیر بھی جنت تمہاری میراث ہے۔

اس کے بعد یہ معاملہ خود نصوصِ قرآنیہ اور اجماعِ اُمت کے سراسر خلاف

(۱) مرزا صاحب اور ان کی اُمت کا طرزِ عمل اور بہت سے اقوال بھی اگرچہ صفائی کے ساتھ قرآن کے بہت سے احکام کو منسوخ قرار دیتے ہیں، لیکن کم از کم زبان سے وہ بھی اس کے قائل ہیں کہ قرآن مجید کا کوئی نقطہ یا کوئی حرف بھی منسوخ نہیں ہو سکتا۔ ۱۲ منہ

ہے، جیسا کہ ہم اوپر مفصل لکھ چکے ہیں کہ قرآن کریم ان لوگوں کے بارے میں جو کسی ایک نبی پر بھی ایمان نہ رکھیں، اگرچہ باقی سب انبیاء پر کامل ایمان رکھتے ہیں:-
 اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا۔ (وہ لوگ یقیناً کافر ہی ہیں)

فرما چکا ہے، بہر حال شریعت قرآنیہ میں یہ نہیں ہو سکتا کہ دنیا میں کوئی کسی قسم کا نبی بھیجا جائے اور لوگوں کے ذمے اس پر ایمان لانا، اس کی اطاعت کرنا اہم ترین فرض اور مدارِ نجات نہ قرار دیا جائے۔

اور جب پہلی صورت یوں باطل ہوئی تو لامحالہ دوسری صورت متعین ہو گئی، یعنی اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا ہو، اگرچہ بقول مرزا صاحب بروزی رنگ میں ہو، تو قرآن مجید اس کے پیدا ہونے کے بعد اپنا یہ دعویٰ ہرگز پورا نہ کر سکے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والوں کو مطلقاً (بغیر کسی شرط کے) جنت میں داخل کر دیا جائے گا، بلکہ ضروری ہے کہ اس نبی پر ایمان لانے اور اس کی اطاعت کو شرطِ نجات بنایا جائے گا، جس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ اس وقت قرآن کی ان سب آیتوں کو منسوخ کہنا پڑے گا جو تمام اُمتِ محمدیہ کے اجماعی عقیدہ بلکہ اُمتِ مرزائیہ کے مسلمات کے بھی خلاف ہونے کے علاوہ اہل علم کے نزدیک ایک نرالا عجوبہ ہوگا، کیونکہ باتفاقِ علماء وعدہ میں نسخ جاری نہیں ہوتا، ورنہ پھر وعدہ خلافی اور نسخ وعدہ میں کیا فرق ہوگا؟ اور یہی وجہ ہے کہ جو آسمانی کتابیں آج منسوخ ہو چکی ہیں ان میں بھی کوئی وعدہ کبھی منسوخ نہیں ہوا۔

ایک لطیفہ:- یاد آیا کہ جب مرزا صاحب نے ایک مرتبہ بعض معاملات کے متعلق پیش گوئی کی اور دعویٰ کیا کہ خداوندِ عالم نے بذریعہ وحی مجھ سے پختہ وعدہ کر لیا ہے کہ یہ کام ضرور پورا ہوگا، پھر جب خداوندِ عالم نے مرزا صاحب کا جھوٹ اور ”افتراء علی اللہ“ عالم پر آشکارا کرنے کے لئے یہ کام نہ ہونے دیا، باوجودیکہ مرزا صاحب نے اس کو سچ کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا، تو اُس وقت لوگوں نے ان سے کہا کہ میاں! وہ تمہاری وحی اور وعدہ الہی کیا ہوا؟ تو فرمایا کہ: نادانو! تمہیں معلوم نہیں کہ وعدہ میں کبھی کچھ مخفی شرطیں بھی ہوتی ہیں، جن کے نہ ہونے کی وجہ سے

وعدہ پورا نہیں کیا جاتا، عام لوگ سمجھتے ہیں کہ خلاف وعدہ ہوا۔

یہ بات جس قدر مضحکہ خیز اور بدیہی البطلان ہے، اس کے بیان کی ضرورت نہیں، مگر جب مرزا صاحب کی اساس نبوت اس جیسی لچر باتوں پر قائم ہو سکتی ہے تو عجب نہیں کہ اس قسم کی آیات میں بھی وہ یہ کہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے جنت میں ضرور داخل کیا جائے گا، بشرطیکہ مرزا غلام احمد کی بھی اطاعت کرے، اس وعدہ میں یہ شرط مخفی ہے، لیکن باوجود ہر قسم کے انحطاط اور تنزل کے دنیا ایسی اندھی نہیں ہوئی، اور لوگ اتنے عقل سے خالی نہیں ہوئے، جو اس قسم کی ریک اور باطل تحریفات پر کان لگا سکیں۔

کون نہیں جانتا کہ اگر اس طرح وعدوں کے اندر مخفی شرائط کو جائز قرار دیا جائے گا تو یہ صریح وعدہ خلافی اور خالص جھوٹ بولنے کی تعلیم ہوگی، کیونکہ ہر وعدہ خلاف اور ہر جھوٹے سے جھوٹا آدمی یہی عذر پیش کر دے گا کہ میرے وعدے میں یا میرے کلام میں مخفی شرطیں تھیں جن کا ذکر نہیں ہوا، اس لئے میں ایفاء وعدہ کے لئے مجبور نہیں۔

ایک شخص آج کسی سے وعدہ کرتا ہے کہ کل تمہیں دو ہزار روپے دیں گے، لیکن کل جب وہ ایفاء وعدہ کا سوال کرتا ہے تو وہ جواب دیتا ہے کہ ایفاء وعدہ میں یہ شرط تھی کہ اگر تم اپنا گھر مجھے دو گے تو ہم دو ہزار روپے دیں گے، کیا کوئی انسان اس شخص کی یہ لچر بات سن کر اس کو سچا کہہ سکتا ہے؟

یا ایک شخص دن کے بارہ بجے یہ کہتا ہے کہ آفتاب طلوع نہیں ہوا، اور جب لوگ اس کے سفید جھوٹ پر نفرین کرتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ میرے کلام میں ایک شرط مخفی ہے، یعنی آفتاب طلوع ہوا دس بجے شب کے وقت۔ تو کیا یہ شخص اُن خرافات کی وجہ سے سچا کہلایا جاسکتا ہے؟

اور میں کہتا ہوں کہ اگر اس قسم کی مخفی شرطوں کی بنیاد پر وعدے اور کلام سچے ہوا کریں تو دنیا میں کسی وعدے اور کسی کلام کو جھوٹ نہیں کہا جاسکتا، بلکہ لفظ ”کذب“ ایک بے مصداق اور بے معنی آواز رہ جائے گی، ہر وعدہ خلاف اور اعلیٰ درجے کا کذاب مرزاجی کی بدولت سچائی کی سرخروئی حاصل کر سکتا ہے۔

مگر یہ کوئی عجب نہیں، کیونکہ جس طرح سچے لوگوں کا فیض سچے لوگوں کو پہنچتا ہے، اسی طرح اگر مرزا صاحب کے فیض سے جھوٹے لوگ آباد ہو جائیں تو کیا بعید ہے؟ آخر ان غریبوں کا بھی تو کوئی ٹھکانا ہونا چاہئے!

سلسلہ کلام طویل ہو گیا، اس کے بعد ہم پھر اصل کلام کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، اور جس آیت کے متعلق اس قدر تفصیلی گزارش کی گئی ہے اسی کی اور چند نظائر ہدیہ ناظرین کرتے ہیں، ناظرین کرام اس آیت کو پڑھتے وقت بھی مذکورۃ الصدر گزارش کو یاد رکھیں تاکہ ہمیں ہر آیت کے ساتھ کلام کو دہرانا نہ پڑے۔

آیت نمبر ۲۲:- مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ، وَمَنْ

تَوَلَّىٰ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِظًا. (النساء: ۸۰)

ترجمہ:- اور جس نے رسول (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی

اطاعت کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، اور جس نے پشت

پھیری (بلا سے) ہم نے آپ کو ان پر محافظ بنا کر نہیں بھیجا۔

اس آیت میں بھی اُمتِ محمدیہ کے لئے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو مطلقاً اللہ تعالیٰ کی اطاعت قرار دیا گیا ہے، اور اگر کوئی نبی آپ کے بعد آنے والا ہوتا تو اس کے آنے کے بعد کوئی شخص اس وقت تک خدا کا مطیع کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا تھا جب تک کہ وہ اس نبی کی بھی اطاعت نہ کرے، جیسا کہ اوپر مفصل گزرا۔

آیت نمبر ۲۳:- وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ

الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ

وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا. (النساء: ۶۹)

ترجمہ:- اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور رسول (یعنی آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم) کی اطاعت کرے وہ قیامت کے دن ان لوگوں کے

ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے، یعنی نبیین اور

صدیقین اور شہداء و صالحین کے ساتھ، اور یہ لوگ اچھے رفیق ہیں۔

اس آیت میں بھی درجاتِ جنت اور مقربینِ خداوندی کے ساتھ ہونے کا وعدہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر کیا گیا ہے، جو اس کا صاف اعلان ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، ورنہ مقربینِ خداوندی کے ساتھ ہونے کے لئے اس کی اطاعت بھی لازمی ہوتی۔

ایک نرالی منطق

آیت مذکورہ جو صفائی کے ساتھ ختم نبوت کا اعلان ہے، عجائب میں سے ہے کہ مرزا صاحب نے اس کو اپنے دعوے کے اثبات میں پیش کیا ہے۔ صورتِ استدلال بھی ایک عجب مضحکہ خیز صورت ہے کہ مسلمان ہجگانہ نمازوں میں اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگتے ہیں: ”إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ. صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ“ جس کا حاصل یہ ہے اے اللہ! ہمیں سیدھے راستے پر چلا، جو اُن لوگوں کا راستہ ہے جن پر تو نے انعام فرمایا ہے۔ اُن کا بیان آیت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ وہ نبیین اور صدیقین اور شہداء ہیں، پس دونوں آیتوں کے ملانے سے اس دُعا کا حاصل یہ ہوا کہ ہمیں نبیین اور صدیقین اور شہداء کے راستے پر چلا، اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی یہ دُعا غالباً قبول فرماتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کو نبیین اور صدیقین اور شہداء کے راستے پر چلاتا ہے، اور اس سے یہ لازم آیا کہ مسلمان نبیین اور صدیقین اور شہداء بن جاتے ہیں، لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کا نبی ہونا ممنوع نہیں۔

کیا خوب استدلال ہے! اس کا حاصل تو یہ ہوا کہ ہر شخص جس کے راستے پر چلتا ہے وہ وہی بن جاتا ہے، نبیین کے راستے پر چلنے والا نبی، اور صدیقین کے راستے پر چلنے والا صدیق، اور شہداء کے راستے پر چلنے والا شہید بن جاتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ پھر تو یہ ترقی کا بہت اچھا ذریعہ ہے، کلکٹر کے راستے پر چلنے والا کلکٹر اور وائسرائے کے راستے پر چلنے والا وائسرائے اور بادشاہ کے راستے پر چلنے والا بادشاہ ہو جایا کرے گا، بلکہ اس زینۂ ترقی سے تو شاید خدائی کا مرتبہ بھی حاصل ہو سکے، کیونکہ خداوندِ عالم فرماتا ہے: ”صِرَاطِ اللَّهِ....، صِرَاطِ الْعَزِيزِ....“ الایۃ

تو مرزا صاحب کے تجویز کردہ قانون کے مطابق جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلے گا وہ معاذ اللہ خدا بن جاوے گا، نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔

آیت نمبر ۲۴:- يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهِۦ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلَ لَكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرَ لَكُمْ، وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (الحديد: ۲۸)

ترجمہ:- اے پہلے (انبیاء پر) ایمان لانے والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی رحمت سے دو حصے مرحمت فرمائے گا اور تمہارے لئے ایک روشنی کر دے گا، جس کے ذریعے سے تم چلو گے اور تمہاری مغفرت فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

اس آیت شریفہ میں بھی انبیائے سابقین کے بعد صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کو مدارِ نجات قرار دیا گیا ہے اور قیامت تک اسی پر مغفرت کا وعدہ ہے، اگر آپ کے بعد کوئی نبی تشریفی یا غیر تشریفی اور یا بقول مرزا صاحب ظلی یا بروزی پیدا ہونے والا ہوتا تو لازمی تھا کہ اس پر ایمان لانے کو بھی شرطِ نجات کی بنائی جاتی، اس طرح بلا شرط کے وعدہ مغفرت اس کا کھلا ہوا اعلان ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔

آیت نمبر ۲۵:- يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اٰمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِۦ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِهِۦ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ۔ (النساء: ۱۳۶)

ترجمہ:- اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور اس کتاب پر جس کو نازل کیا اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور اس کتاب پر جو نازل کی تھی پہلے۔

یہ آیت بھی اسی مدعا کو زیادہ وضاحت سے ثابت کر رہی ہے جو اوپر مکرر مرض کیا گیا، کیونکہ اس میں بھی اوّل تو صرف آنے والے انبیاء میں سے صرف

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا حکم ہے، اور کسی نبی پر ایمان لانے کی تلقین نہیں، اور اگر کوئی نبی آتا تو ضرور تھا کہ وہ قرآن کریم جو خدا کی غیر منسوخ کتاب اور نجاتِ عالم کا دائمی متکفل ہے اس پر ایمان لانے کی تاکید کرتا، پھر آسمانی کتابوں اور وحی الہی میں جس پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے وہ صرف سابق کتبِ ساویہ اور وہ وحی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی، اور کسی نبی ظلی وغیرہ کی وحی کو واجب العمل نہیں بتلایا گیا۔

آیت نمبر ۲۶:- اَمِنَ الرَّسُولُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ
وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ اَمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ، لَا
نُفِرِقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهِ.... الاية (البقرة: ۲۸۵)

ترجمہ:- ایمان لائے رسول اس پر جو کچھ اُتر اس کی طرف اُس کے رب کی طرف سے اور مسلمان سب ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور اس کے ملائکہ پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر کہ ہم جدا نہیں کرتے کسی کو اس کے رسولوں میں سے۔

اس آیت میں دو وجہ سے ختم نبوت کا ثبوت ملتا ہے:-

اول:- اس وجہ سے کہ یہ آیت مسلمانوں کو صرف اُس وحی پر ایمان لانے کو کافی بتلاتی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ سے پہلے انبیاء پر نازل ہوئی اور آپ کے بعد بھی سلسلہ وحی جاری ہوتا تو لازمی تھا کہ اس پر بھی ایمان لانا واجب ہوتا۔
دوم:- اس آیت نے یہ بھی ثابت کیا کہ خدا کے رسولوں میں سے کسی ایک کو بھی ایمان سے جدا نہیں کیا جاسکتا، بلکہ سب پر ایمان واجب ہے، پس اگر کوئی نبی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد (اگرچہ بقول مرزا بروزی رنگ میں) پیدا ہونے والا تھا تو یقیناً قرآن کریم اس کی اطلاع دے کر اپنے پیروؤں کو اس پر ایمان لانے کی تاکید کرتا۔

آیت نمبر ۲۷:- وَامِنُوا بِمَا اُنْزِلَتْ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ.

(البقرة: ۲۷)

ترجمہ:- ایمان لاؤ اس وحی پر جو ہم نے نازل کی ہے تصدیق کرنے والی اس وحی کی جو تمہارے پاس ہے۔

اس آیت میں اہل کتاب کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے کہ یہ وحی یعنی قرآن کریم جو تمہاری پہلی کتابوں تورات و انجیل کی تصدیق کرتی ہے اس پر ایمان لاؤ، اس میں بھی قرآن کریم کے بعد کسی اور وحی پر ایمان لانے کا حکم نہیں۔

آیت نمبر ۲۸:- قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا اُنْزِلَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَا اُوْتِيَ مُوسٰى وَعِيسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔ (آل عمران: ۸۴)

ترجمہ:- (اے محمد!) تم کہہ دو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس وحی پر جو اُتری ہم پر اور جو وحی اُتری ابراہیمؑ پر اور اسماعیلؑ پر اور اسحاقؑ پر اور یعقوبؑ اور اس کی اولاد پر اور جو ملا موسیٰؑ کو اور عیسیٰؑ کو اور سب نبیوں کو اپنے رب کی طرف سے، ہم جدا نہیں کرتے ان میں سے کسی کو اور ہم اس کی فرمانبرداری کرنے والے ہیں۔

اس آیت کریمہ نے ایک طرف تو یہ اعلان کیا کہ تمام انبیاء کی وحی پر ایمان لانا فرض اور ضروری ہے، جس پر ”لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِنْهُمْ“ فرما کر آخر میں مکرر توجہ دلائی گئی ہے، اور دوسری جانب یہ بھی صاف طور سے بیان کر دیا کہ ایمان لانا صرف اس وحی پر ضروری اور فرض ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیائے سابقین علیہم السلام پر نازل ہو چکی ہے، کسی جدید وحی کو ایمان میں درج کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی، جو قطعاً اس کا اعلان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی وحی نازل نہ کی جائے گی ورنہ ضروری تھا کہ ”لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِنْهُمْ“ کے قاعدے سے اس پر بھی ایمان لانا فرض ہوتا۔

اس آیت میں دو لفظ خصوصیت کے ساتھ قابلِ غور ہیں، اوّل ”وَمَا اُوْتِيَ“ جو بصیغہ ماضی ادا کیا گیا ہے، اور دوم ”النَّبِيُّوْنَ“ جو لام استغراق کے ساتھ مزین کیا

گیا ہے، جن دونوں کے ملانے سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کو جو کچھ آسمانی کتابیں اور وحی دینی تھیں وہ دی جا چکی ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نبی پیدا ہوگا اور نہ کسی کو وحی نبوت دی جائے گی۔

آیت نمبر ۲۹:- اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا

بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ الْاٰیةِ. (النساء: ۲۰)

ترجمہ:- کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی اور اس کتاب پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کی گئی۔

اس آیت میں بھی دعویٰ ایمان میں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیائے سابقین علیہم السلام کی وحی کو درج کیا گیا ہے، اس کے بعد کسی وحی کا ذکر نہیں کیا گیا، بلکہ ”مِنْ قَبْلِكَ“ کی تخصیص سے اشارہ ہے کہ بعد میں وحی نازل ہونے والی نہیں۔

آیت نمبر ۳۰:- وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا

بِمَا نَزَّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ كَفَرُوْا عَنْهُمْ

سَيِّئَاتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ. (محمد: ۲)

ترجمہ:- اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور وہ اس سب وحی پر ایمان لائے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کی گئی، اور وہ اُن کے رب کے پاس سے امر واقعی ہے، اللہ تعالیٰ اُن کے گناہ اُن پر سے اتار دے گا اور ان کی حالت اچھی رکھے گا۔

اس آیت کریمہ میں بھی صاف طور پر وعدہ ہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی وحی پر ایمان لائے گا اس کی مغفرت کی جائے گی، اور اس وعدہ میں کسی دوسرے نبی پر ایمان لانا شرط نہیں، جس سے واضح ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا، ورنہ لازم ہوگا کہ یہ آیت منسوخ ہو، اور محض

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور آپ کا اتباع کرنا انسان کو نجات نہ دلا سکے، اور جو وعدہ آیت میں مسلمانوں کے لئے کیا گیا ہے اس کا مستحق نہ بنا سکے، جس کی تحقیق مکرر گزر چکی ہے۔

آیت نمبر ۳۱:- يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَامِنُوا خَيْرًا لَّكُمْ.

(النساء: ۱۷۰)

ترجمہ:- اے لوگو! تمہارے پاس رسول آپکا حق بات لے کر، تم ایمان لاؤ، تمہارے لئے بہتر ہوگا۔

اس آیت کریمہ میں بھی اول ”يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ“ کے عام خطاب سے عمومِ بعثت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ختم نبوت کا ثبوت پیش کیا گیا، اور پھر صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کو مدارِ نجات قرار دے کر بتلادیا گیا کہ آپ کے بعد اور کوئی نبی نہیں جس پر ایمان لانا واجب ہو۔

آیت نمبر ۳۲:- يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا. فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِنْهُ وَفَضْلٍ.

(النساء: ۱۷۵، ۱۷۴)

ترجمہ:- اے لوگو! تم کو پہنچ چکی تمہارے رب کی طرف سے سند (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُتاری ہم نے تم پر روشنی واضح (یعنی قرآن مجید) پس جو ایمان لائے اللہ پر اور اس کو مضبوط پکڑا تو ان کو داخل کرے گا اپنی مہر اور فضل میں۔

یہ آیت بھی دو وجہ سے ختم نبوت کی واضح دلیل ہے:-

اول:- اس لئے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمومِ بعثت کو ثابت کرتی ہے اور قیامت تک تمام دُنیا میں پیدا ہونے والی نسلوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کو فرض کرتی ہے، جس سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا آفتاب قیامت تک اسی طرح چمکتا رہے گا، جس کے سامنے کسی کو کب

نبوت کے چمکنے کی نہ ضرورت ہے، نہ یہ عادت ممکن ہے۔

دوم:- یہ آیت بھی آیت مذکورہ بالا کی طرح صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ایمان لانے والے کے لئے جنت اور اس کے نعیم مقیم کا وعدہ کرتی ہے، جس سے لازم آتا ہے کہ آپ کے بعد کوئی اور نبی (جس پر پہلے سے ایمان نہ رکھتے ہوں) پیدا نہ ہوگا، کَمَا مَرَّ مُفْصَّلًا۔

آیت نمبر ۳۳:- قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ۔
يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ۔ (المائدة: ۱۵، ۱۶)
ترجمہ:- تمہارے پاس آئی اللہ کی طرف سے روشنی (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اور کتاب مبین (یعنی قرآن مجید) جن سے اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا ہے سلامتی کے راستے کی ان کو جو تابع ہوئے اس کی رضامندی کے۔

یہ آیت بھی آیات مذکورہ سابقہ کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کے سوا کسی اور نئے نبی یا نئی وحی پر ایمان لانے کے بغیر ہدایت اور دخول جنت کا وعدہ کرتی ہے، جو ہر قسم کی نبوت کے انقطاع کا کھلا ہوا اعلان ہے۔

آیت نمبر ۳۴:- فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ
وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ۔ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ
الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ
وَالْإِنْجِيلِ۔ (الاعراف: ۱۵۶، ۱۵۷)

ترجمہ:- سو میں لکھ دوں گا (اپنی رحمت) اُن لوگوں کے لئے جو ڈرتے ہیں اور دیتے ہیں زکوٰۃ جو ہماری باتوں پر یقین کرتے ہیں اور جو تابع ہیں اس رسول کے جو نبی ہے اُمی، جس کو پاتے ہیں (اہل کتاب) لکھا ہوا اپنے پاس توراۃ اور انجیل میں۔

یہ آیت بھی پہلی آیتوں کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور نبی پر ایمان لائے بغیر جنت و مغفرت کا وعدہ کرتی ہے، اور اگر کوئی اور نبی (اگرچہ

بقول مرزا صاحب) بروزی رنگ میں ہی دُنیا میں پیدا ہوتا تو یہ قرآن کا وعدہ ہرگز پورا نہیں ہو سکتا، جیسا کہ مکرر تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے۔

آیت نمبر ۳۵:- فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ
وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ.

(الاعراف: ۱۵۷)

ترجمہ:- پس جو لوگ آپ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لائے اور جنہوں نے آپ کی رفاقت اور مدد کی اور تابع ہوئے اس نور (قرآن) کے جو اس کے ساتھ اُترا ہے، وہی مراد کو پہنچے۔

یہ آیت بھی مطلق نبوت کے انقطاع پر آیاتِ مذکورہ کی طرح روشن دلیل ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور نبی پر ایمان لانے کے بغیر ہر فلاح و بہبود کا وعدہ کرتی ہے۔

آیت نمبر ۳۶:- فَامِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي
يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ. (الاعراف: ۱۵۸)

ترجمہ:- ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے بھیجے ہوئے نبی اُمی پر، جو ایمان لاتا ہے اللہ پر اور اس کے سب کلام پر، اور اس کے تابع ہو جاؤ تو شاید تم ہدایت پاؤ۔

یہ آیتِ کریمہ بھی آیاتِ مذکورہ کے ہم معنی اور مطلقاً ختم نبوت کی دلیل ہے، فتذکر۔

آیت نمبر ۳۷:- يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ.

(الانفال: ۲۰)

ترجمہ:- اے ایمان والو! حکم پر چلو اللہ کے اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے۔

اس آیتِ کریمہ سے بھی ختم نبوت کا ثبوت اسی طرح سمجھئے جس طرح آیاتِ سابقہ میں بیان کیا گیا ہے۔

آیت نمبر ۳۸:- يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ
وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ. (الانفال: ۲۴)

ترجمہ:- اے ایمان والو! مانو حکم اللہ کا اور رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا جبکہ بلائے تم کو ایک کام پر جس میں تمہاری زندگی ہے۔

یہ کلام الہی بھی پہلی آیات کی طرح مطلقاً ختم نبوت کو ثابت کرتا ہے۔

آیت نمبر ۳۸:- وَاطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَلَا تَنَازَعُوْا
فَتَفْشَلُوْا وَتَذَهَبَ رِيْحُكُمْ. (الانفال: ۴۶)

ترجمہ:- اور حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا، اور آپس میں نہ جھگڑو کہ نامراد ہو جاؤ اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے۔

اس آیت کا مطلق نبوت کے انقطاع کی واضح دلیل ہونا ہمارے گزشتہ کلام

میں بوضاحت ثابت ہو چکا ہے۔

آیت نمبر ۴۰:- يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ
مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ. (الانفال: ۶۴)

ترجمہ:- اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کافی ہے اللہ آپ کو اور اُن مسلمانوں کو جو آپ کا اتباع کریں۔

اس آیت کریمہ میں بھی صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کو نجات کے لئے کافی قرار دے کر ختم نبوت کا روشن ثبوت دیا گیا ہے۔

آیت نمبر ۴۱:- وَيُطِيعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ، اُولٰٓئِكَ
سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ، اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ. (التوبہ: ۷۱)

ترجمہ:- مسلمان حکم پر چلتے ہیں اللہ کے اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے، اُن پر اللہ رحم کرے گا، بے شک اللہ زبردست ہے حکمت والا۔

یہ بھی گزشتہ آیات کی نظیر ہے اور مضمون مذکور کو ادا کرتی ہے۔

آیت نمبر ۴۲:- فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَالنُّوْرَ الَّذِیْ اَنْزَلْنَا،
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ۔ (التغابن: ۸)

ترجمہ:- ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور اس نور (قرآن) پر جو ہم نے نازل کیا، اور اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں سے خبردار ہے۔

اس آیت شریفہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی پر ایمان لانے کو شرطِ نجات نہیں بنایا گیا، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ایمان لانے کو کافی بتلایا گیا ہے۔

آیت نمبر ۴۳:- يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدْرٰكُكُمْ عَلٰی
تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابِ الْاَلَمِ۔ تُوْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ
وَتُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ، ذٰلِكُمْ
خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ (القف: ۱۱)

ترجمہ:- اے ایمان والو! میں بتاؤں تم کو ایک سوداگری کہ بچاؤ تم کو دکھ کی مار سے، ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے، یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو۔

اس آیت کریمہ نے جو نافع تجارت مسلمانوں کو سکھلائی ہے، وہ بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں اور اسی ایمان کو عذابِ آخرت سے بچانے کا کفیل بتلایا ہے، اس میں کہیں شرط نہیں کہ ایک بروزی، ظلی یا لغوی نبی آئے گا اور اس پر ایمان لانا بھی شرطِ نجات ہے، اور ظاہر ہے کہ اگر سلسلہ نبوت جاری مانا جائے تو اس آیت کا وعدہ بغیر نئے نبی پر ایمان لائے پورا نہیں ہو سکتا۔

آیت نمبر ۴۴:- اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ

مُسْتَحْلَفِينَ فِيهِ، فَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَأَنْفَقُوا لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ.
(الحديد: ۷)

ترجمہ:- تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس مال میں سے خرچ کرو جس میں تمہیں پہلوں کا قائم مقام بنایا ہے، پس جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور اللہ کے راستے میں خرچ کیا ان کے لئے بڑا ثواب ہے۔

یہ آیت اپنے مضمون اور ختم نبوت کے ثبوت میں پہلی آیات کی نظیر ہے، کیونکہ اس میں اجرِ کبیر کے وعدے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے ساتھ کسی بعد میں آنے والے نبی پر ایمان لانے کو شرط نہیں کیا گیا، خواہ وہ تشریحی ہو یا بقول مرزا غیر تشریحی اور ظلی یا بروزی یا لغوی۔

آیت نمبر ۴۵:- هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ، وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ. وَآخِرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ.
(الجمعة: ۲، ۳)

ترجمہ:- وہی ہے جس نے بھیجا ان پڑھوں میں ایک رسول انہی میں کا، پڑھتا ہے ان کے پاس اس کی آیتیں اور ان کو سنوارتا ہے اور سکھاتا ہے عقل مندی، اور اس سے پہلے پڑے تھے یہ صریح گراہی میں، اور ایک اوروں کے واسطے انہی میں سے جو ابھی ان میں نہیں ملے اور وہی ہے زبردست حکمت والا۔

اس آیتِ کریمہ کے ترجمے میں خط کشیدہ الفاظ پر غور کرو، جن میں صفائی کے ساتھ بتلایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف اپنے زمانے کے لوگوں کے لئے نبی اور رسول نہیں تھے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تمام ان نسلوں کے لئے بھی محیط اور شامل ہے جو آپ کے عہدِ مبارک میں پیدا نہ ہوئے تھے، اور قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے۔

امام التفسیر ابن کثیر رحمہ اللہ آیت مذکورہ کی تفسیر میں صحیح بخاری کی حدیث بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:-

فَفِي هَذَا الْحَدِيثِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ هَذِهِ السُّورَةَ مَدَنِيَّةٌ وَعَلَى عُمُومِ بَعْثِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى جَمِيعِ النَّاسِ لِأَنَّهُ فُسِّرَ قَوْلُهُ تَعَالَى: وَآخِرِينَ مِنْهُمْ بِفَارِسَ وَلِهَذَا كَتَبَ كُتُبَهُ إِلَى فَارِسَ وَالرُّومِ وَغَيْرِهِمْ مِنَ الْأُمَمِ يَدْعُوهُمْ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالْإِسْلَامِ مَا جَاءَ بِهِ، وَلِهَذَا قَالَ مُجَاهِدٌ وَغَيْرُ وَاحِدٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى (وَآخِرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ) قَالَ: هُوَ الْأَعَاجِمُ كُلُّ مَنْ صَدَّقَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ الْعَرَبِ. (تفسیر ابن کثیر)

ترجمہ:- اس حدیث میں دلیل ہے کہ یہ سورت (جمعہ) مدنیہ ہے، اور اس پر بھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و بعثت (تمام عالم اور) تمام لوگوں کے لئے عام ہے، کیونکہ آیت مذکورہ میں ”وَآخِرِينَ مِنْهُمْ“ کی تفسیر حدیث بخاری میں فارس سے کی گئی ہے، اور اسی وجہ سے آپؐ نے فارس و روم وغیرہ کی طرف دعوت نامے ارسال فرمائے، اور اسی لئے امام تفسیر حضرت مجاہدؒ اور دوسرے بہت سے علمائے تفسیر نے ”وَآخِرِينَ مِنْهُمْ“ کے متعلق فرمایا ہے کہ اس سے مراد عجمی لوگ ہیں، غیر عرب میں سے جن لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی ہے۔

نیز امام ابن کثیر رحمہ اللہ بحوالہ ابن ابی حاتم اسی آیت کی تفسیر میں سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

إِنَّ فِي أَصْلَابِ أَصْلَابِ رِجَالٍ وَنِسَاءٍ مِنْ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ، ثُمَّ قَرَأَ: وَآخِرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا

يَلْحَقُوا بِهِمْ. يَعْنِي بَقِيَّةَ مَنْ بَقِيَ مِنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (ابن کثیر ج: ۹ ص: ۳۴۹)

ترجمہ:- بے شک میری امت کے مردوں اور عورتوں کی پشت در پشت ایسے لوگ ہوں گے جو جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے، اور آپؐ نے اس کی شہادت میں یہ آیت پڑھی: ”وَآخِرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ“ مراد یہ تھی کہ آخرین سے مراد وہ لوگ ہیں جو امت محمدیہ میں (قیامت تک) آنے والے ہیں۔

آیت مذکورہ سے واضح طور پر حسب تقریر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ امر ثابت ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دائرہ نبوت و بعثت قیامت تک آنے والی تمام نسلوں پر محیط اور شامل ہے۔

اور ظاہر ہے کہ جب تمام آنے والی نسلیں آپؐ کی نبوت کے احاطے میں داخل ہیں تو آپؐ کے بعد نہ کسی اور نبی کی ضرورت ہے اور نہ گنجائش۔

آیت نمبر ۴۶:- قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ، عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي.

ترجمہ:- آپؐ کہہ دیجئے کہ یہ میرا طریق ہے، میں خدا کی طرف اس طور پر بلاتا ہوں کہ میں دلیل پر قائم ہوں، میں بھی اور میرے ساتھ والے بھی۔

اس آیت کریمہ میں ”أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي“ کے الفاظ قابل غور ہیں، جن میں ارشاد کیا گیا ہے کہ ”عَلَى بَصِيرَةٍ“ دعوت حق دینے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور وہ صحابہ کرامؓ اور علمائے امت جو آپؐ کے اسوۂ حسنہ کے متبع اور پیرو ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ”مَنِ اتَّبَعَنِي“ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے:-

يَعْنِي أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ كَانُوا عَلَى أَحْسَنِ طَرِيقَةٍ وَاقْتَصَدَ هِدَايَةً. (معالم التنزيل)

ترجمہ:- یعنی صحابہ کرامؓ جو بہترین طریقہ اور ہدایت پر تھے۔
 اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اور نبی دُنیا میں پیدا ہونے والا تھا تو لازمی نتیجہ تھا کہ وہ بھی بصیرت کے ساتھ دعوتِ حق دینے والے افراد میں شمار کیا جاتا، بلکہ مناسب تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پہلے ان انبیاء کا ذکر ہوتا جو آپ کے بعد دعوتِ حق کے لئے آنے والے تھے، پھر اُن کے بعد صحابہ کرامؓ اور علماء کا تذکرہ درجہ بدرجہ ہوتا، لیکن جبکہ تنزیلِ عزیز نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بجائے انبیاء کے نام لینے کے صحابہ کرامؓ اور علمائے اُمت کا ذکر فرمایا تو ثابت ہوا کہ آپ کے بعد کوئی اور نبی مبعوث ہونے والا نہیں۔

آیت نمبر ۴۷:- لَكِن الرِّسْحُونَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ
 وَالْمُؤْمِنُونَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ
 قَبْلِكَ. (النساء: ۱۶۳)

ترجمہ:- لیکن اُن میں جو لوگ علم پر ثابت ہیں اور ایمان والے ہیں، وہ ایمان لاتے ہیں اس وحی پر جو آپ پر نازل ہوئی اور جو آپ سے پہلے انبیاء پر نازل ہوئی۔

آیت نمبر ۴۸:- إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى
 اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا،
 وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ. (النور: ۵۱)

ترجمہ:- ایمان والوں کی بات یہ تھی کہ جب بلائے ان کو اللہ اور رسول کی طرف ان میں فیصلہ کرنے کے لئے تو کہیں ہم نے سنا اور مانا اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

آیت نمبر ۴۹:- وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهُ
 فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ. (النور: ۵۲)

ترجمہ:- اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کریں اور اللہ سے ڈریں اور بچیں اس کے

محرمات سے، وہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں۔

آیت نمبر ۵۰:- قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ. الآية.

(النور: ۵۴)

ترجمہ:- کہہ دیجئے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی۔

آیت نمبر ۵۱:- وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا. (النور: ۵۴)

ترجمہ:- اگر تم آپ کی (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی) کی

اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے۔

آیت نمبر ۵۲:- وَأَقِمُْوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا

الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ. (النور: ۵۶)

ترجمہ:- اور قائم کرو نماز اور ادا کرو زکوٰۃ اور اطاعت کرو رسول

(محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی، شاید تم پر رحم ہو۔

آیت نمبر ۵۳:- إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ

وَرَسُولِهِ. (النور: ۶۲)

ترجمہ:- ایمان والے وہ ہیں جو ایمان لائے ہیں اللہ پر اور اس

کے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر۔

آیت نمبر ۵۴:- إِنَّمَا تُنذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ

الرَّحْمَنَ الْغَيْبِ، فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَأَجْرٍ كَرِيمٍ. (یس: ۱۱)

ترجمہ:- بس آپ تو صرف ایسے ہی شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو

نصیحت پر چلے، اور خدا سے بے دیکھے ڈرے، سو آپ اس کو

مغفرت اور عمدہ عوض کی خوشخبری سنا دیجئے۔

آیت نمبر ۵۵:- إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ

وَرَسُولِهِ. (الحجرات: ۱۵)

ترجمہ:- ایمان والے وہ ہیں جو یقین لائیں اللہ پر اور اس کے

رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر۔

آیت نمبر ۵۶:- وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا. (الاحزاب: ۷۱)

ترجمہ:- اور جو کوئی پیروی کرے اللہ کی اور اس کے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی اُس نے پائی بڑی مراد۔

ان تمام آیاتِ کریمہ میں بھی صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی اور آپ سے پہلے انبیاء کی وحی پر ایمان لانے کو کافی بتلا کر قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور آپ کے اتباع کو مدارِ نجات قرار فرمایا ہے، اور اسی پر جنت و مغفرت وغیرہ کے وعدے ہیں۔

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ قرآنِ کریم کا یہ وعدہ کبھی منسوخ نہیں ہو سکتا، بلکہ تاقیامت جاری ہے، اگر دنیا میں وحیِ نبوت کا سلسلہ جاری ہو تو کیا اس وحی پر ایمان لائے بغیر کوئی انسان جنت اور اس کے درجات کا مستحق بن سکتا ہے؟ اور اگر نہیں بن سکتا تو پھر قرآن کے یہ وعدے کیسے پورے ہو سکتے ہیں؟

آیت نمبر ۵۷:- وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ ابْنِ مَرْيَمَ. (الاحزاب: ۷۲)

ترجمہ:- اور یاد کرو جب ہم نے انبیاء سے عہد لیا، اور آپ سے (اے محمد) اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ ابنِ مریم سے۔ اس آیتِ کریمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی تمام انبیاء سے پہلے ذکر فرمایا گیا ہے، اس کی وجہ خود زبانِ رسالت نے بیان فرمائی ہے:-

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: ”وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ“ الْآيَةِ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُنْتُ أَوَّلَ النَّبِيِّينَ فِي خَلْقِي وَأَخِرُهُمْ فِي الْبُعْثِ فَبَدَأَ بِبَنِي قَبْلَهُمْ. (ابن کثیر ج: ۸ ص: ۴۸)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آیتِ کریمہ: ”وَإِذْ أَخَذْنَا

مِنَ النَّبِيِّنَ.... الخ“ کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ: میں پیدائش میں تمام انبیاء سے پہلے تھا، اور اس عالم بعثت میں سب کے آخر میں، اسی لئے سب سے پہلے میرا نام لیا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے بھی معلوم ہوا کہ اس آیت میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے پہلے اور سب سے آخری نبی ہونے کی دلیل ہے۔

آیت نمبر ۵۸:- اَتَّبِعُوا مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ اَوْلِيَاءَ.

(الاعراف: ۳)
ترجمہ:- اس وحی کا اتباع کرو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل ہو چکی ہے، اور نہ چلو اس کے سوا اور رفیقوں کے پیچھے۔

یہ آیت کریمہ اگر ایک طرف اس وحی کا اتباع اہل عالم کے لئے فرض کرتی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تو دوسری جانب صاف طور سے اس کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اس وحی کے علاوہ اور کسی وحی کا اتباع جائز نہیں۔

اب انصاف کیجئے کہ اگر آپؐ کے بعد بھی کوئی آسمانی وحی خدا کی طرف سے آنے والی تھی، تو اس کے اتباع سے کیوں روکا جاتا؟ اور پھر اس پر بھی غور کیجئے کہ جب دنیا اس کے اتباع سے ممنوع ہے تو پھر اس وحی کے نازل کرنے اور نبی کے دنیا میں بھیجنے سے کیا فائدہ ہے؟

آیت نمبر ۵۹:- وَلَقَدْ اُهْلَكْنَا الْقُرُونَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا وَجَاءَهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ وَمَا كَانَوا لِیُؤْمِنُوا، كَذٰلِكَ نَجْزِی الْقَوْمَ الْمُجْرِمِیْنَ. ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلَایِفَ فِی الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَیْفَ تَعْمَلُوْنَ. (یونس: ۱۳، ۱۴)
ترجمہ:- اور ہم ہلاک کر چکے سب امتوں کو تم سے پہلے، جبکہ

انہوں نے ظلم کیا اور لائے تھے ان کے رسول ان کے پاس کھلی نشانیاں اور ہرگز نہ تھے وہ ایمان لانے والے، یونہی سزا دیتے ہیں ہم گنہگار قوم کو، پھر ہم نے تم کو نائب کیا زمین میں ان (سب) اُمتوں کے بعد تاکہ دیکھیں تم کیا کرتے ہو۔

اس آیت کریمہ میں اول تو یہ بتلایا گیا کہ پہلی اُمتیں سب شرک کی وجہ سے ہلاک ہو چکیں، اور پھر بیان کیا گیا کہ اُمت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تمام اُمتوں کی خلیفہ اور زمین میں سب کی قائم مقام ہے، جس کا حاصل صاف یہ ہے کہ یہ اُمت آخر الائم ہے، اس کے بعد نہ کوئی جدید نبی آئے گا اور نہ اس کی نئی اُمت پیدا ہوگی۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ خداوندِ عالم نے بنی اسرائیل پر اپنے انعامات کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:-

اَذْكُرُوا اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْبِيَاءَ. (المائدہ: ۲۰)

ترجمہ:- اور یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اندر انبیاء پیدا کئے۔

لیکن خیر الائم کے متعلق کہیں ایسے الفاظ مذکور نہیں، بلکہ اس موقع پر ”جَعَلْنٰكُمْ خَلِيفَہٗ“ کئی آیتوں میں ارشاد فرمایا گیا ہے، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدائے قدوس کی حکمتِ غامضہ اور خیر الائم کی شانِ امتیاز کا اقتضاء یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتابِ نبوت کے طلوع ہونے کے بعد کسی جدید ستارے کی روشنی کی ضرورت نہ سمجھی جائے۔

لیکن یاد رہے کہ اس سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ یہ اُمت اُممِ سابقہ سے کسی درجے میں کم ہے، کیونکہ منصبِ نبوت کے نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ کمالاتِ نبوت بھی مفقود ہوں، چنانچہ ارشاداتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ اس کا اعلان کرتی ہیں کہ یہ اُمت کمالاتِ نبوت کے ساتھ متصف ہے، مگر منصبِ نبوت آپ کے بعد کسی کو اس لئے نہیں دیا جاتا کہ اس میں آپ کی شانِ عظمت کی تنقیص ہے۔

مسند ابوداؤد طیالسی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک

طویل حدیث نقل کی ہے، جو انشاء اللہ تعالیٰ حصہ سوم ”ختم النبوة فی الحدیث“ میں مفصل نقل کی جاوے گی، اس کے چند جملے یہ ہیں:-

وَتَقُولُ الْأُمَمُ كَادَتْ هَذِهِ الْأُمَّةُ أَنْ تَكُونَ أَنْبِيَاءَ كُلِّهَا.

(مسند ابوداؤد طیلسی ص: ۲۵۴)

ترجمہ:- قیامت کے روز تمام امتیں کہیں گی کہ قریب کہ یہ امت سب کی سب انبیاء ہوں۔

نیز خداوندِ عالم نے پہلی امتوں کے متعلق جب یہ ذکر فرمایا کہ وہ اپنے سے پہلی امتوں کے قائم مقام اور خلیفہ ہیں تو ساتھ ہی اس قوم کا بھی ذکر فرمایا جس کا خلیفہ اس امت کو کیا گیا تھا، چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:-

وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ.

(الاعراف: ۵۹)

ترجمہ:- اور یاد کرو جب ہم نے قومِ نوح کے بعد تمہیں خلیفہ بنایا۔ اور دوسری جگہ ارشاد ہے:-

وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ عَادٍ. (الاعراف: ۷۴)

ترجمہ:- اور یاد کرو جب ہم نے تمہیں عاد کے بعد قائم مقام بنادیا۔

جس میں کسی امت کو قومِ نوح کا اور کسی کو قومِ عاد کا خلیفہ اور قائم مقام بتلایا گیا ہے، بخلاف خیر الأمم کے کہ اس کی خلافت و نیابت کو کسی خاص قوم کے ساتھ مقید نہیں فرمایا بلکہ ”خَلِيفَہ“ کے ساتھ ”فِي الْأَرْضِ“ کی قید کا اضافہ کر کے اس کا صاف اعلان کر دیا کہ یہ امتِ محمدیہ علی الاطلاق تمام اُممِ دُنیا کی خلیفہ ہے، اس کے بعد کوئی اور امت عالمِ دُنیا میں آنے والی نہیں۔

آیت نمبر ۶۰:- وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلِيفَہِ فِي الْأَرْضِ

وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ. (الانعام: ۱۶۵)

ترجمہ:- وہ اللہ ہے جس نے تمہیں زمین کا خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کے درجات دُوسروں پر بلند کئے۔

آیت نمبر ۶۱:- هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ.

(فاطر: ۳۹)

الایة.

ترجمہ:- وہ اللہ وہی ہے جس نے تمہیں زمین پر خلیفہ بنایا۔

یہ آیات بھی آیت مذکورہ کی طرح اس امت کو تمام اُم کا خلیفہ اور آخر الائم ثابت کرتی ہے، جس کی تفصیل ابھی گزر چکی ہے، مزید اطمینان کے لئے دیکھو تفسیر خازن جلد ۲: ص ۷۱:-

يَعْنِي وَاللَّهُ الَّذِي جَعَلَكُمْ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ
فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ الْخَالِيَةِ
وَأَسْتَخْلَفَكُمْ فَجَعَلَكُمْ خَلَائِفَ مِنْهُمْ تَخْلِفُونَهُمْ فِيهَا
وَتُعَمِّرُونَهَا بَعْدَهُمْ وَذَلِكَ لِأَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ خَاتِمَ الْأَنْبِيَاءِ وَآخِرُهُمْ وَأَمْتُهُ آخِرُ الْأُمَمِ.

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہیں اے امت محمدیہ تمام زمین کا خلیفہ بنایا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے پہلی تمام اُم سابقہ کو ہلاک کر دیا اور تمہیں اُن کا خلیفہ بنادیا کہ تم زمین پر اُن کی نیابت کرو اور ان کے بعد زمین کو آباد کرو، اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر الانبیاء اور آپ کی امت کو آخر الائم بنایا ہے۔

تفسیر خازن کی مذکورہ بالا عبارت میں خط کشیدہ عبارت کو غور سے دیکھئے جس میں ہماری گزارش کی پوری تصدیق ہے۔

نیز علامہ نسفی رحمہ اللہ تفسیر مدارک میں اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

لِأَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتِمَ النَّبِيِّينَ فَأَمْتُهُ قَدْ خَلَفَتْ سَائِرَ الْأُمَمِ.

(مدارک)

ترجمہ:- اس لئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، اور

اسی لئے آپ کی اُمت ساری اُمتوں کی خلیفہ بنی۔

آیت نمبر ۶۲:- اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَاُنْشَقَّ الْقَمَرُ. (القمر:۱)

ترجمہ:- قریب آئینچی قیامت اور شق ہو گیا چاند (جو کہ قرب

قیامت کی علامت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے)۔

آیت میں قیامت کے قریب ہونے سے اس کی طرف اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قیامت کے درمیان کوئی نبی نہ پیدا ہوگا، چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تصریح فرمائی ہے، دیکھو ابوحازم سلمۃ بن دینار رضی اللہ عنہ کی حدیث ذیل:-

قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:

بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ هَكَذَا، وَأَشَارَ بِأَصْبَعِيهِ السَّبَابَةِ

وَالْوُسْطَى. (بخاری و مسلم)

ترجمہ:- ابوحازم فرماتے ہیں کہ: میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے کہ: میں اور قیامت دونوں اس

طرح بھیجے گئے ہیں، اور آپ نے اپنی شہادت کی انگلی اور بیچ کی

انگلی کو ملا کر اشارہ فرمایا۔

اور اسی مضمون کی تین حدیثیں امام احمد رحمہ اللہ نے اپنے مسند میں حضرت

سہل بن سعد اور حضرت انس اور حضرت وہب سلوائی رضی اللہ عنہم سے بھی روایت

فرمائی ہیں، جن کو ابن کثیر رحمہ اللہ نے آیت مذکورۃ الصدر کی تفسیر میں پیش کیا ہے،

دیکھو ابن کثیر جلد: ۹ صفحہ: ۳۴۰۔

اور حضرت ابن زل رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث میں یہی مضمون اور

بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، جس میں یہ بھی تصریح ہے کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم اور قیامت دونوں کے قریب ہونے سے یہی مراد ہے کہ آپ کے اور

قیامت کے درمیان کوئی اور نبی پیدا نہ ہوگا۔

اسی حدیث میں ابو زل رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک طویل خواب آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنا اور آپؐ کا اس کی تعبیر بیان فرمانا ذکر کیا ہے، تمام خواب اور اس کی تعبیر اس جگہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں، صرف وہ جملے نقل کر دینا کافی ہے جن سے اس وقت ہمارا مقصد متعلق ہے، یعنی ابو زبل رضی اللہ عنہ نے اس خواب میں من جملہ بہت سے واقعات کے یہ بھی دیکھا تھا کہ ایک ناقہ ہے اور اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلا رہے ہیں، آپؐ نے اس کی تعبیر میں ارشاد فرمایا:-

وَأَمَّا النَّاقَةُ الَّتِي رَأَيْتَهَا وَرَأَيْتَنِي أُبْعَثُهَا فِيهِ السَّاعَةَ عَلَيْنَا
تَقَوْمُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَلَا أُمَّةَ بَعْدَ أُمَّتِي. الحديث.

(اخرجه البيهقي في دلائل النبوة، ذكره ابن كثير ج: ۹ ص: ۳۶۹)

ترجمہ:- وہ ناقہ جس کو تم نے دیکھا اور یہ دیکھا کہ میں اس کو چلا رہا ہوں وہ قیامت ہے جو ہم پر قائم ہوگی، نہ میرے بعد کوئی نبی ہے اور نہ میری اُمت کے بعد کوئی اُمت۔

آیت نمبر ۶۳:- اقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ
مُعْرِضُونَ. (الانبیاء: ۱)

ترجمہ:- لوگوں کے لئے اُن کا حساب (قیامت کا دن) قریب آگیا اور وہ غفلت میں اس سے روگردانی کر رہے ہیں۔

آیت نمبر ۶۴:- اَتَىٰ أَمْرُ اللَّهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوهُ. (النحل: ۱)
ترجمہ:- آپہنچا خدا تعالیٰ کا حکم (یعنی قیامت) سو تم اس میں جلدی مت مچاؤ۔

ائمہ مفسرین نے عامۃً بیان فرمایا ہے کہ آیت میں امر اللہ سے قیامت مراد ہے، اور ناظرین معلوم کر چکے ہیں کہ قرآن میں قرب قیامت سے اشارہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قیامت کے درمیان کوئی جدید نبی نہیں۔

آیت نمبر ۶۵:- كَذَٰلِكَ يُوحِيٓ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ
قَبْلِكَ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ. (الشوری: ۳)

ترجمہ:- اسی طرح اللہ تعالیٰ وحی بھیجتا ہے آپؐ کی طرف اور ان

انبیاء کی طرف جو آپ سے پہلے ہیں، وہ اللہ جو زبردست حکمت والا ہے۔

قرآن کریم نے اس مضمون کو بہت سی آیات میں بیان فرما کر مسئلہ زیر بحث کا واضح فیصلہ فرمادیا ہے، جس کا بیان آیت نمبر ۳ لغایت نمبر ۷ میں گزر چکا ہے، اسی لئے ہم ناظرین کرام کی توجہ اس طرف منعطف کرتے ہوئے درخواست کرتے ہیں کہ پہلے اس پر غور فرمائیں کہ اس میں تو کسی کو شک نہیں ہو سکتا کہ خدائے قدوس کے تمام انبیاء و رسل واجب الاحترام ہیں، اُن کا ذکر باعثِ برکات اور اُن کے ہر ہر قدم پر آنے والی نسلوں کے لئے عبرتیں اور حکمت کے سبق ہیں، اور اسی لئے اُن کے حالات و واقعات اور گراں قدر کارناموں کو جس قدر روشن کر کے بیان کیا جائے اسی قدر مفید اور نہایت مفید ہے، جیسا کہ خود قرآن کریم کا طرزِ عمل بتلا رہا ہے۔

لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نبوت و رسالت باقی اور وحی نبوت کا سلسلہ جاری ہے تو پہلی اُمتوں کی طرح اس اُمت کے لئے بھی انبیاء علیہم السلام کی دو جماعتیں ہو جائیں گی، ایک وہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گزر چکی ہیں، اور دوسری وہ جو آپ کے بعد آنے والی ہیں، اس صورت میں مناسب یہ تھا کہ قرآن عزیز دونوں قسم کی جماعتوں کا تذکرہ کرتا، دونوں کے حالات کو بیان کرتا، جیسا کہ کتب سابقہ توراۃ و انجیل وغیرہ اسی طرزِ عمل سے معمور ہیں، اُن میں اگر ایک طرف انبیائے سابقین علیہم السلام کے کارنامے دکھلا کر اس اُمت کے لئے درسِ عبرت پیش کیا گیا ہے، تو دوسری جانب بعد میں آنے والے انبیاء علیہم السلام اور بالخصوص خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پورے حالات و علامات، اخلاق، عادات، تمدن، معاشرت، وطن، ہجرت گاہ وغیرہ اور ان کی شریعت کا طغریٰ امتیاز اس طرح بتلایا گیا ہے کہ جس کے معلوم کرنے کے بعد کسی شخص کو ان کے پہچاننے میں غلط فہمی نہیں ہو سکتی، بلکہ بھس قرآن وہ آنے والے نبی کو اس طرح پہچانتے تھے جیسے کوئی شخص اپنی اولاد کو پہچانتا ہے، پھر آنے والے انبیاء کی صرف خبر ہی نہیں

(۱) قال تعالى: "يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ آبَاءَهُمْ" - ۱۲ منہ

دی بلکہ ان پر ایمان لانے اور ان کے اتباع کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی بعثتِ انبیاء اور سلسلہ وحی جاری تھا تو مناسب بلکہ ضروری تھا کہ قرآن عزیز انبیائے سابقین علیہم السلام کی طرح آنے والے انبیاء کا بھی مسلسل و مکمل تذکرہ کرتا، اُن کے نام، اُن کا مولد، حلیہ، اخلاق و عادات اور ایسے حالات بیان کر دیتا کہ جن کے معلوم کرنے کے بعد امتِ مرحومہ کو آنے والے انبیاء کے پہچاننے میں کوئی شبہ باقی نہ رہتا۔

بلکہ اگر ذرا غور سے کام لیا جائے تو بعد میں آنے والے انبیاء کا تذکرہ بہ نسبت انبیائے سابقین کے زیادہ اہم اور ضروری تھا، کیونکہ انبیائے سابقین پر اجمالی ایمان کافی ہے، یہ ضروری نہیں کہ اس میں سے ہر شخص کا نام اور تشخص معلوم ہو، اس کی ہدایتیں یاد ہوں، اس کے تمام احکام کی اطاعت کی جائے، اور خود قرآن کریم کا ارشاد ہے:-

مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ.

جس نے بتلادیا کہ بہت سے انبیائے سابقین کے نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں بتلائے گئے، امت کا تو ذکر ہی کیا۔

الغرض انبیائے سابقین کے متعلق صرف اس قدر اجمالی ایمان کافی ہے کہ خداوندِ عالم نے جتنے انبیاء بھیجے ہیں وہ سب حق و صداقت پر ہیں، اُن کے شخصی حالات ایمان کا جزو نہیں، بخلاف بعد میں آنے والے انبیاء کے کہ اُن کے دعوے کی تصدیق، اُن پر ایمان لانا، اُن کے تمام احکام کا اتباع امتِ مرحومہ کا اولین فرض ہے اور ان کی نجات کا مدار ہوگا، وہ جب تک آنے والے انبیاء کو نہ پہچانیں اور ان پر ایمان نہ لائیں، اگرچہ پہلے سب انبیاء پر کامل ایمان رکھیں، ہرگز نجات نہیں پاسکتے۔

ایسی حالت میں انصاف کیجئے کہ انبیائے سابقین کے حالات کا دُہرانا، اُن کے شخصی حالات کا تذکرہ زیادہ اہم اور ضروری ہے یا بعد میں آنے والے انبیاء کا؟

اس کے بعد قرآن کریم کی آیاتِ بینات پر نظر ڈالئے اور دیکھئے کہ اس مجسم ہدایت نے بعد میں آنے والے انبیاء کے ذکر اور اُن کے حالات کا کہاں تک اہتمام

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

کیا ہے اور انبیائے سابقین کا کہاں تک؟

ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ قرآن مجید کے تیس پاروں میں کوئی ایک آیت بھی ایسی نہیں دکھائی جاسکتی جس میں کسی بعد میں پیدا ہونے والے نبی کا نام یا اس کا حلیہ یا اس کا وطن یا اور کوئی تشخص بتلایا گیا ہو، بلکہ بلا تعین اجمالی طور پر کہیں یہ بھی ذکر نہیں کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہوگا۔

بخلاف اس کے کہ انبیائے سابقین کے نام نامی، ان کے وطن اور جائے قیام کا اکثر بلکہ مکرر ذکر فرمایا گیا ہے، ان کے تبلیغی کارناموں اور قصصِ عبرت کو ایک مرتبہ اور ایک جگہ نہیں، بلکہ قرآن کے مختلف مواضع میں مکرر سہ کرر لونا یا گیا، ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے کو دیکھئے کہ شاید کوئی پارہ ایسا نکلے جس میں اس قصے کا تفصیلاً یا اجمالاً ذکر نہ ہو۔

تذیلِ عزیز کے اس طرزِ عمل اور طریقِ ہدایت میں کیا چشمِ بصیرت کے لئے یہ سبق نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں، ورنہ کس قدر حیرت اور تعجب کا مقام ہے کہ جس آنے والے نبی کا شخصی طور پر پہچانا، اس کے حالات معلوم کرنا، اس کے احکام کی پیروی کرنا اُمت کے لئے جزوِ ایمان اور مدارِ نجات ہے، اس کا تو کہیں نام بھی نہ لیا جائے، کوئی ذکر بھی نہ کیا جائے، اس کے بعد میں آنے کی طرف اشارہ بھی نہ فرمایا جائے، اور جن انبیائے سابقین پر اجمالی ایمان لانا کافی تھا اُن کے ناموں کا معلوم ہونا، ان کے حالات و تشخصات کا جاننا، ان کے قصص کا پڑھنا جزوِ ایمان نہیں تھا، اس کو بار بار مختلف عنوانات سے سارے قرآن میں دہرایا جا رہا ہے۔

پھر اسی پر بس نہیں، بلکہ قرآن مجید میں اکثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت اور وحی کے تذکرہ کے ساتھ ”مِنْ قَبْلُ، مِنْ قَبْلِكَ“ وغیرہ کی قید لگا کر اس کا اعلان کیا جا رہا ہے کہ نبوت و رسالت اور وحی کے سلسلے صرف زمانہ قبل ہی تک محدود ہیں، بعد میں نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ سلسلہ وحی جاری رہے گا۔

اسی کی ایک نظیر وہ آیتِ کریمہ ہے جو اُپر تلاوت کی گئی ہے، یعنی:

”كَذٰلِكَ يُوحٰى اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ“ جس میں بتلایا گیا ہے کہ وحی الہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوگی، اور آپ سے پہلے انبیاء کی طرف۔

غور کا مقام ہے کہ اگر بعد میں بھی یہ سلسلہ وحی جاری تھا تو اول تو لازمی تھا کہ اس کو نہایت روشن کر کے ذکر کیا جاتا اور امت کو اس کے اتباع کی تاکید اور ہدایت کی جاتی، اور اگر یہ نہیں تھا تو کم از کم ”مِنْ قَبْلِكَ“ کی تخصیص کا تو کوئی موقع ہی نہیں تھا۔

اس لئے یہ یقین کہا جاسکتا ہے کہ قرآن عزیز میں وحی الہی کے ساتھ ”مِنْ قَبْلِكَ“ اور ”مِنْ قَبْلُ“ وغیرہ کی تخصیصات اس بات کا کھلا ہوا اعلان ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا جدید نبی پیدا نہ ہوگا۔

نیز یہ بات بھی قابل ملاحظہ ہے کہ قرآن مجید ایک غیر منسوخ وابدی قانون ہے، قیامت تک پیدا ہونے والی تمام نسلیں اسی کے زیر حکومت ہیں، یہاں تک کہ فرقہ مرزاسیہ کی دونوں پارٹیوں کی بھی ظاہراً اس میں خلاف نہیں^(۱)، اس کے باوجود اس میں آئندہ پیدا ہونے والے انبیاء کا تذکرہ نہ ہونا، اُن کے حالات کی تفصیل بلکہ اجمال کا بھی مذکور نہ ہونا، قطعاً یہ حکم کر رہا ہے کہ آئندہ کسی طرح سے سلسلہ نبوت باقی نہیں۔

اگر کتب قدیمہ توراۃ و انجیل وغیرہ اس طرز عمل کو اختیار کرتی ہوئی صرف اپنے سے پہلے انبیاء کے تذکرہ پر اکتفاء کریں، اور انبیاء کے ذکر کے ساتھ ”مِنْ قَبْلُ“ وغیرہ کی قید لگائیں، تو ایک درجہ میں غیر مناسب نہ تھا، کیونکہ وہ کتابیں ایک محدود زمانہ اور محدود اقوام کے لئے نازل کی گئی تھیں، وہ اس کی کفیل نہ تھیں کہ قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے ہدایت کا مکمل سامان پیش کریں، اور ان انبیاء کا مفصل ذکر کریں جو اُن کے بعد میں آنے والے ہیں۔

لیکن قرآن عزیز جو تا قیامت تمام انسانوں کے لئے نجات و ہدایت کا کفیل

(۱) اگرچہ حقیقت میں وہ صرف مرزا صاحب کی پوجا کرتے ہیں اور انہی کے اتباع میں بہت سے احکام قرآنیہ کو صفائی سے رد کرتے ہیں۔ ۱۲ منہ

ہو کر دُنیا میں آیا ہے، اگر سلسلہ نبوت و وحی جاری رکھنے کے باوجود وہ بعد میں آنے والے انبیاء کے مفصل حالات بیان نہیں کرتا تو یقیناً کہنا پڑے گا کہ (معاذ اللہ) اس کی تعلیم اور ہدایت میں سخت نقصان ہے۔

جب ہم کتب سابقہ کو انبیاء مابعد کے مفصل اور مکمل حالات اور ان کے تذکروں سے بھرا ہوا دیکھتے ہیں، اور اس کے خلاف قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی جدید نبی کا نام تک نہیں پاتے، مفصل حالات کو چھوڑ کر اجمال اور اشارہ بھی اس کی طرف نہیں دیکھتے، بلکہ صراحتاً اور قطعاً انقطاع نبوت کے مکرر اعلان اس کی آیت میں تلاوت کرتے ہیں تو ایمان لانا پڑتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی تشریحی یا غیر تشریحی اور بقول مرزا جی ظلی یا بروزی نبی کو تجویز کرنا یقیناً اسلام اور شریعت اسلامیہ سے رُوگردانی، اس کی نصوص کو ٹھکرانا اور کھلا ہوا ارتداد ہے، نعوذ باللہ منہ۔

اس کے بعد ناظرین کرام وہ آیات ملاحظہ فرمائیں جن میں خداوندِ عالم نے انبیاء کے تذکرہ کے ساتھ ”مِنْ قَبْلُ“ وغیرہ کی قیدیں لگائی ہیں۔

تنبیہ:- ان آیات سے یہ بات بھی بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ اگر بقول مرزا صاحب نبی کی کوئی قسم غیر تشریحی یا ظلی یا بروزی وغیرہ بھی شریعت میں معتبر ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ بھی منقطع ہے، کیونکہ نبی خواہ کسی نوع کا ہو اس پر ایمان لانا فرض اور اس سے اعراض کفر ہے۔

ایسی حالت میں قرآن کریم کا آنے والے غیر تشریحی یا ظلی یا بروزی نبی کا کوئی تذکرہ نہ کرنا، بلکہ اس کے خلاف انقطاع نبوت کا اعلان کرنا اس کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان اقسام میں سے بھی کسی قسم کا کوئی نبی بھیجنا حق تعالیٰ کو منظور نہیں۔

اس جگہ ایک اور بات بھی قابلِ غور ہے کہ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اُمت پر جو انتہائی شفقت تھی اس کے پیشِ نظر آپؐ نے قیامت تک اُمت کے سامنے پیش آنے والے تمام اہم معاملات کو ایک ایک کر کے نہایت صراحت و

وضاحت کے ساتھ سمجھایا ہے، جس کا بیان احادیثِ نبویہ میں اہتمام کے ساتھ آتا ہے، ایک طرف آئندہ آنے والے فتنوں اور اُن کے بڑے قائدوں کے پورے نشانات اور پتے بتلا کر ان سے محفوظ رہنے کی تدبیریں تلقین فرمائیں، تو دوسری طرف ایسے بزرگوں کے پورے نام و نشان بتلائے جو ملت کی رہنمائی کریں گے، مثلاً دجالوں کے آنے کی خبر اور ان کے شر سے محفوظ رہنے کی تدبیریں، آنے والے فتنوں کی نشانیاں، اُن کے وجوہ و اسباب، اُن کے شر سے بچنے کی صورتیں، احادیثِ صحیحہ میں نہایت تفصیل کے ساتھ موجود ہیں، اسی طرح اُمت کی رہنمائی کرنے والے بزرگوں کے نام لے لے کر کہیں فرمایا:-

اَقْتَدُوا بِالَّذِينَ مِنْ بَعْدِي أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ. (ترمذی، ابن ماجہ)
کہیں ارشاد فرمایا:-

يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ كُلُّ أُمَّةٍ عِطَاشًا إِلَّا مَنْ أَحَبَّ أَبَا بَكْرٍ
وَعُمَرَ وَغُثْمَانَ وَعَلِيًّا. (وافی از کبیر)

کہیں خلفائے راشدینؓ کی سنت و طریق کو مضبوط پکڑنے کی ہدایت فرمائی، تو کہیں ”تَمَسَّكُوا بَعْهْدِ ابْنِ مَسْعُودٍ“ (ترمذی) ارشاد ہوا۔

اور ”حَوَارِی الزُّبَيْرِ“ (بخاری) اور ”أَمِينُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ“ (بخاری و مسلم) اور ”سِنَامُ هَذِهِ الْأُمَّةِ عَمِي الْعَبَّاسُ وَسَبْطُ هَذِهِ الْأُمَّةِ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ“ (کنز العمال ج: ۲ ص: ۶۳) اور ”خَيْرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ“ (خطابی، کنز) اور ”أَعْلَمُهَا بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ“ (کنز) فرما کر اُمت کے رہنماؤں اور مقتداؤں کے نام و پتے بتلا دیئے۔

یمن سے اوّلین قرنی کے آنے کا پتہ دیا (مسلم)، ملکِ شام میں ابدال پیدا ہونے کا ذکر کیا (مسند احمد)، ہر صدی کے شروع میں مجدد پیدا ہونے کا اظہار فرمایا (ابو داؤد)، آخر زمانے میں امام مہدی کے پیدا ہونے کا تفصیلی تذکرہ اور ان کی علامات اور پوری نشانیاں بتلائیں (العرف الوردی فی اخبار المہدی)۔

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا آخری زمانے میں آسمان سے اُترنا بیان

فرمایا اور ان کی اتنی علامات و نشانات واضح طور پر بتلائے کہ اس سے زیادہ کسی شخص کے نشانات متعین کرنا عادتہ ممکن نہیں (التصریح بما تواتر فی نزول المسح)۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کی حفاظت و ہدایت کے لئے یہ سب کچھ کیا، لیکن کسی ایک حدیث میں اس کا اشارہ تک نہ فرمایا کہ ہمارے بعد فلاں نبی تشریحی یا غیر تشریحی، ظلی یا بروزی فلاں ملک، فلاں زمانے میں پیدا ہوگا، یہ اس کی علامات ہوں گی، اس کی اطاعت اُمت پر فرض ہوگی، اطاعت نہ کی گئی تو اُمت کافر، گمراہ اور ابدی عذاب میں مبتلا ہو جائے گی۔

ہاں! ذکر فرمایا تو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے دوبارہ آسمان سے نازل ہونے کا ذکر فرمایا، جن کو نبوت اس دُنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مل چکی ہے، اور قرآن اُن کے ذکر سے بھرا ہوا ہے۔

پھر یہ بھی واضح فرمادیا کہ آخر زمانے میں اس اُمت میں اُن کا تشریف لانا باوجود منصب نبوت پر قائم ہونے کے بحیثیت نبی نہیں، بلکہ ایک امام اور خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت میں ہوگا، جیسے ایک صوبے کا گورنر یا وزیر اعظم کسی دوسرے صوبے میں چلا جائے تو وہ اپنے عہدہ گورنری یا وزارت سے معزول نہیں ہوتا، مگر اس دوسرے صوبے میں اس کا وجود اس حیثیت سے نہیں ہوتا۔

پھر آخر زمانے میں آنے والے مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا ذکر ایک سو سے زیادہ احادیث نبویہ میں اتنی تفصیل و توضیح کے ساتھ کیا گیا اور اُن کے نشانات اور پتے دیئے گئے کہ کسی شخص کے اس سے زیادہ پتے دینا عادتہ ناممکن ہے تاکہ آنے والے مسیح کے بارے میں اُمت کو کوئی التباس و اشتباہ نہ رہے (آنے والے مسیح کی علامات اور نشانیاں جو نصوص قرآن اور احادیث نبویہ میں مذکور ہیں ان کو ہم نے ایک مستقل رسالے ”مسیح موعود کی پہچان“ میں درج کیا ہے، یہ رسالہ شائع شدہ ہے ملاحظہ فرمایا جائے)۔^(۱)

خلاصہ یہ کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے سوا اس اُمت میں کسی نبی یا

(۱) یہ رسالہ اس زیر نظر کتاب کے آخر میں بطور ضمیمہ شامل ہے۔ ۱۲ نجیب

رسول کے پیدا ہونے کا قطعاً کوئی تذکرہ بلکہ اشارہ تک کسی حدیث میں نہیں، بلکہ اس کے خلاف اس کی بے شمار تصریحات موجود ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا منصب نبوت کسی کو عطا نہیں ہوگا۔

قرآن کریم نے بھی جہاں ایمان کے بنیادی اصول بتلائے (جیسے آیت مذکورۃ الصدر میں) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کے ساتھ صرف انبیائے سابقین کی وحی کو شامل فرمایا، کسی بعد میں پیدا ہونے والے تشریحی یا غیر تشریحی یا ظلی یا بروزی نبی اور اس کی وحی کا مطلقاً کوئی ذکر نہ کیا۔

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اختتام نبوت اور انقطاع وحی نبوت پورے قرآن اور ذخیرہ احادیث میں اور کوئی بھی ثبوت نہ ہوتا تو ایک سمجھ دار آدمی کے لئے اتنا ہی کافی تھا جس سے وہ یقین کر لیتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی یا رسول پیدا ہونے والا نہیں، اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی و نبوت کا سلسلہ جاری رہے گا۔

بقول قادیانیہ اگر نبوت کی کچھ اقسام تشریحی یا غیر تشریحی یا ظلی و بروزی ہوتیں اور ان میں سے کوئی قسم خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی رہنے والی ہوتی، تو کیا اس موقع پر لازم نہ تھا کہ اس کا تذکرہ کیا جاتا کہ فلاں قسم کا نبی فلاں فلاں علامات کے ساتھ آئے گا، اس پر بھی ایمان لانا فرض ہوگا، اور جو کچھ اس پر نازل ہوگا اس کو بھی تسلیم کرنا اور اس کی اطاعت کرنا مسلمان کے لئے ضروری ہوگا۔

آیت نمبر ۶۶:- وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ.

(الانعام: ۴۴)

ترجمہ:- اور ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے تھے، بہت اُمتوں کی طرف۔

آیت نمبر ۶۷:- قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّن قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ.

الایۃ.

(آل عمران: ۱۸۳)

ترجمہ:- اے محمد! آپ کہہ دیجئے کہ مجھ سے پہلے کس قدر پیغمبر

آئے معجزے لے کر۔

آیت نمبر ۶۸:- فَقَدْ كَذَّبَ رَسُولٌ مِّنْ قَبْلِكَ.

(آل عمران: ۱۸۳)

ترجمہ:- آپؐ سے پہلے بہت سے رسول جھٹلائے گئے۔

آیت نمبر ۶۹:- وَلَقَدْ اسْتَهْزِئَ بِرَسُولٍ مِّنْ قَبْلِكَ.

(الانعام: ۱۰)

ترجمہ:- اور مذاق اڑایا گیا ہے ان رسولوں کا جو آپؐ سے پہلے گزرے۔

آیت نمبر ۷۰:- وَلَقَدْ كَذَّبَتْ رَسُولٌ مِّنْ قَبْلِكَ.

(الانعام: ۳۳)

ترجمہ:- اور جھٹلائے گئے ہیں بہت سے رسول تم سے پہلے۔

آیت نمبر ۷۱:- وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِيْ-

إِلَيْهِمْ مِنْ أَهْلِ الْقُرْأٰی.

(یوسف: ۱۰۹)

ترجمہ:- اور ہم نے آپؐ سے پہلے مختلف بستی والوں میں سے

جتنے (رسول) بھیجے سب آدمی ہی تھے (کوئی بھی فرشتہ نہ تھا)۔

آیت نمبر ۷۲:- وَلَقَدْ اسْتَهْزِئَ بِرَسُولٍ مِّنْ قَبْلِكَ.

(الرعد: ۳۲)

ترجمہ:- اور ٹھٹھا کیا گیا ہے بہت سے رسولوں کے ساتھ آپؐ

سے پہلے۔

آیت نمبر ۷۳:- وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ.

(الرعد: ۳۸)

ترجمہ:- اور ہم نے بھیجے ہیں بہت سے رسول آپؐ سے پہلے۔

آیت نمبر ۷۴:- وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِيْ-

إِلَيْهِمْ.

(الاحقاف: ۲۳)

ترجمہ:- (اے محمد!) آپؐ سے پہلے بھی ہم نے یہی مرد بھیجے تھے کہ ہم حکم بھیجتے تھے ان کی طرف۔

آیت نمبر ۷۵:- تَاَلَّه لَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ.

(النحل: ۶۳)

ترجمہ:- اللہ کی قسم! ہم نے بہت سے رسول بھیجے بہت سے فرقوں میں آپؐ سے پہلے۔

آیت نمبر ۷۶:- وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ.

(فاطر: ۳۱)

ترجمہ:- اور جو کتاب ہم نے آپؐ کی طرف بطور وحی بھیجی وہی حق ہے، تصدیق کرنے والی اپنے سے پہلی وحی کی۔

آیت نمبر ۷۷:- سُنَّةٌ مِّنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا.

(بنی اسرائیل: ۷۷)

ترجمہ:- دستور پڑا ہوا اُن رسولوں کا جو آپؐ سے پہلے بھیجے ہم نے۔

آیت نمبر ۷۸:- وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنَ.

(الانبیاء: ۲۵)

ترجمہ:- ہم نے آپؐ سے پہلے جو کوئی رسول بھیجا اس کو بھی وحی کی کہ کوئی بندگی کے لائق نہیں میرے سوا، سو میری ہی بندگی کرو۔

ظاہر ہے کہ یہ توحید کی تعلیم لازمہ نبوت ہے، اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی رسول بھیجا جاتا تو اس کے لئے بھی یقیناً یہی وحی ہوتی، اس کے لئے انبیاء ماقبل کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں، اس وحی میں ”مِنْ قَبْلِكَ“ کی قید یقیناً اس امر کا ثبوت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ بھیجا جائے گا۔

آیت نمبر ۷۹:- وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ.... الْاٰیة.

(الحج: ۵۲)

ترجمہ:- ہم نے آپؐ سے پہلے جو کوئی رسول اور نبی بھیجا ہے..... الخ۔

آیت نمبر ۸۰:- وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ.
(الفرقان: ۲۰)

ترجمہ:- اور جتنے بھیجے ہم نے آپ سے پہلے رسول سب کھانا کھاتے تھے۔

یہ الفاظ بھی قابل لحاظ ہیں، کیونکہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی نبی مبعوث ہوتا تو یقیناً وہ بھی کھانے پینے سے بری نہ ہوتا، پھر اس میں انبیائے ماقبل کی تخصیص کا اس کے سوا کیا فائدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے انقطاع کا اعلان کرنا منظور ہے۔

آیت نمبر ۸۱:- فَقَدْ كَذَّبَتْ رَسُولٌ مِّنْ قَبْلِكَ. (فاطر: ۴)
ترجمہ:- آپ سے پہلے بہت سے رسول جھٹلائے گئے۔

آیت نمبر ۸۲:- وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَالَّذِينَ مِّنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ.
(الزمر: ۲۵)

ترجمہ:- آپ کی طرف اور آپ سے پہلے انبیاء کی طرف یہ وحی بھیجی گئی کہ اگر (بالفرض) تم بھی شرک کرو تو تمہارے بھی سارے عمل حبط (بیکار) ہو جائیں، اور تم خسارہ والوں میں داخل ہو جاؤ۔

اس میں بھی یہ بات غور طلب ہے کہ شرک اگر حبط عمل اور خسارہ کا باعث ہے تو وہ صرف انبیائے سابقین ہی کے لئے نہیں بلکہ اگر بعد میں بھی کوئی نبی ہوتا تو وہ بھی اس حکم سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔

اس کے باوجود ”مِنْ قَبْلِكَ“ کی تخصیص سے کیا اس کی طرف صاف اشارہ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نبی پیدا ہوگا اور نہ یہ احکام اس پر جاری ہوں گے؟ ورنہ یہ تو ظاہر ہے کہ شریعت خداوندی کسی بعد میں آنے والے نبی کے لئے شرک کو جائز نہیں رکھے گی۔

آیت نمبر ۸۳:- مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ

قَبْلِكَ، إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ.

(حم السجده: ۴۳)

ترجمہ:- آپ سے وہی کہا جاتا ہے جو سب رسولوں سے آپ سے پہلے کہا گیا کہ آپ کا رب مغفرت والا ہے اور دردناک عذاب والا۔

اس میں بھی ظاہر ہے کہ انبیائے ماقبل کی تخصیص نہیں، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی انبیاء ہوتے تو یقیناً اُن سے بھی یہی کہا جاتا، پھر ”مِنْ قَبْلِكَ“ کی تخصیص کا اس کے سوا کیا فائدہ ہے کہ انقطاع نبوت بتلانا منظور ہو کہ نہ آپ کے بعد کوئی نبی ہوگا اور نہ یہ وحی اُس کی طرف بھیجی جائے گی۔

آیت نمبر ۸۴:- كَذَلِكَ يُوحِيْ اِلَيْكَ وَالِىَ الدِّينِ مِنْ قَبْلِكَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ.

(الشوری: ۳)

ترجمہ:- ایسے ہی وحی بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کی طرف اور آپ سے پہلوں کی طرف جو زبردست اور حکمت والا ہے۔

آپ کی طرف اور آپ سے پہلے انبیاء کی طرف وحی بھیجنے میں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ سے پہلے انبیاء کی تخصیص کیا یہ نہیں بتلاتی کہ انبیائے ماقبل کے علاوہ اور کسی پر وحی نہ بھیجی جائے گی؟ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اگر بعد نزول وحی ہوگی تو وہ اس کے مخالف نہیں، کیونکہ وہ انبیائے سابقین میں داخل ہیں۔

آیت نمبر ۸۵:- وَكَذٰلِكَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا الْاٰیة.

(الزخرف: ۲۳)

ترجمہ:- اور اسی طرح جو رسول بھیجا ہم نے آپ سے پہلے کسی بستی میں الخ۔

آیت نمبر ۸۶:- وَسَلُّ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا.

(الزخرف: ۲۵)

ترجمہ:- اور ان رسولوں سے دریافت کر لیجئے جو ہم نے آپ

سے پہلے بھیجے تھے۔

ان کثیر التعداد آیاتِ کریمہ میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ نبوت و رسالت اور وحی وغیرہ کے سلسلے کا جہاں کہیں ذکر آیا ہے اس کو اکثر ماقبل کے ساتھ مخصوص بتلایا گیا ہے، اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی انبیاء علیہم السلام پیدا ہونے والے تھے تو قرآنِ کریم کا یہ اسلوب قطعاً حکمت کے خلاف ہو جائے گا (والعیاذ باللہ) کیونکہ اس صورت میں اول تو یہ مناسب تھا کہ بعد میں آنے والے انبیاء کا مفصل تذکرہ، اُن کے اسمائے گرامی، اُن کے موطن و مہاجر وغیرہ بیان کئے جاتے، اور بہ نسبت انبیائے سابقین کے اُن کا زیادہ تذکرہ کیا جاتا۔

اور اگر یہ بھی نہیں تھا تو کم از کم نبوت و رسالت اور وحی کے سلسلے کے ساتھ ”مِنْ قَبْلُ“ وغیرہ کی تخصیصات اور قیود بڑھا کر اُمت کو اس شبہ میں تو نہ ڈالا جاتا کہ بعد میں کوئی نبی اور وحی آنے والی نہیں۔

قرآنِ عزیز کے اس اسلوبِ حکیم پر ایک نظر ڈالنے والا اس پر یقین کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس کتابِ مجید کو اس طرزِ تحریر کے ذریعے سے یہی بتلانا منظور ہے کہ کسی قسم کی نبوت اور کسی قسم سے وحی نبوت کا سلسلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جاری نہ رہے گا، ان صاف و صریح شواہد کو بھی اگر کوئی نظر انداز کرے تو اس کی قسمت!

غیر تشریحی یا ظلی، بروزی نبوت کا انقطاع بلکہ ابطال

اس سلسلہ آیات سے قادیانی دجل و تحریف کا بھی بالکلیہ ازالہ ہو جاتا ہے جو قسم نبی غیر تشریحی یا ظلی یا بروزی وغیرہ کے عنوانات سے بیان کی جاتی ہے، اور کہا جاتا ہے کہ آیاتِ ختم نبوت صرف نبی تشریحی کے آنے سے مانع ہیں، غیر تشریحی یا ظلی و بروزی آسکتے ہیں۔

کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ اگر غیر تشریحی یا ظلی و بروزی کوئی قسم نبی کی عند اللہ معتبر ہوتی اور وہ بعد میں جاری ہونے والی ہوتی تو ضروری تھا کہ قرآنِ حکیم جو باتفاق قیامت تک آنے والی نسلوں کی ہدایت کا کفیل ہو کر آیا ہے، وہ بہ نسبت انبیائے

سابقین کے اُن آنے والے انبیاء کے حالات و مقامات کو نہایت اہتمام سے روشن کر کے بیان کرتا۔

مگر جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بجائے آنے والے انبیاء کی خبر دینے اور ان کے حالات بیان کرنے کے قرآن حکیم اپنی غیر محصور آیات میں انقطاع سلسلہ نبوت کی خبر دیتا ہے، اور جہاں کہیں انبیاء اور نبوت و رسالت کا تذکرہ آتا ہے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ماقبل کے ساتھ مقید کرتا ہے تو ہمارے نزدیک کسی شب پرہ چشم کو بھی اس حقیقت سے آنکھ چرانے کی مجال نہیں رہتی، کہ اگر بالفرض غیر تشریحی یا ظلی و بروزی کوئی قسم نبوت کی عند اللہ معتبر بھی ہوتی تو وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی۔

کیا مرزا غلام احمد کا دم بھرنے والوں میں کوئی اللہ کا بندہ ہے جو خدا تعالیٰ سے ڈرے، اور اس بداہت کا اعتراف کرے کہ اپنے آپ کو ہمیشہ کے عذاب سے بچائے، اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِيْ اِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔

آیت نمبر ۸۷:- وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ۔

(الزخرف: ۶)

ترجمہ:- اور بہت رسول بھیجے ہم نے پہلی اُمتوں میں۔

یہ آیت کریمہ اور اسی طرح تمام مذکورہ الصدر آیات جن میں بعثت انبیاء اور نزول وحی کا ذکر ہے سب کی سب اُممِ اوّلین اور زمانہ ماقبل میں نبوت اور وحی نبوت کو ثابت کرتی ہیں، مگر مابعد کے زمانہ کے لئے کوئی اشارہ بھی نہیں پایا جاتا حالانکہ اس کا بیان اس سے زیادہ اہم تھا، جیسا کہ مفصل گزر چکا ہے۔

لہذا آیات قرآنیہ کے اس عظیم الشان ذخیرہ کو دیکھنے والا اس پر ایمان لانے کے لئے یقیناً مجبور ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا سلسلہ نبوت و وحی باقی نہیں۔

آیت نمبر ۸۸:- ثُمَّ اَوْزَنَّا الْكُتُبَ الَّتِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ

عِبَادِنَا، فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ، وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ، وَمِنْهُمْ

سَابِقُ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ، ذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ.

(فاطر: ۳۲)

ترجمہ:- پھر ہم نے قرآن مجید کا وارث ان لوگوں کو بنادیا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں انتخاب کیا، پھر ان میں (تین قسم کے لوگ ہیں) بعض اپنے نفس پر ظلم کرنے والے (گنہگار)، اور بعض بیچ کی چال چلنے والے، اور بعض نیکوں میں بڑھنے والے اللہ کے حکم سے، یہی ہے بڑی بزرگی۔

اس آیت کریمہ نے وارثین قرآن یعنی اُمتِ مرحومہ کو تین جماعتوں میں تقسیم کیا ہے، جن کی تعیین میں صحابہ کرامؓ سے چند قول مروی ہیں۔
حضرت عقبہ بن صہبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی تو فرمایا:-

يَا بُنَيَّ! هَؤُلَاءِ فِي الْجَنَّةِ، أَمَّا السَّابِقُ بِالْخَيْرَاتِ فَمَنْ مَضَى عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ، وَأَمَّا الْمُقْتَصِدُ فَمَنْ اتَّبَعَ أَثَرَهُ مِنْ أَصْحَابِهِ حَتَّى الْحَقِّ بِهِمْ، وَأَمَّا الظَّالِمُ لِنَفْسِهِ فَمِثْلِي وَمِثْلُكُمْ.

(تفسیر ابن کثیر بحوالہ ابن ابی حاتم ج: ۸ ص: ۱۹۶)

ترجمہ:- پیارے! یہ تینوں جماعتیں جنتی ہیں، ان میں سے سابق بالخیرات تو وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں گزر گئے، آپؐ نے اُن کے لئے جنت کی بشارت دی، اور مقتصد وہ لوگ ہیں جو آپؐ کے اصحابؓ میں سے اُن کے نشان قدم پر چلے، اور ظالم لفسہ ہم جیسے لوگ ہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ یہ صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی توضیح اور کسرِ نفسی ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو ظالم لفسہ میں شمار کیا، ورنہ وہ تو سابقین بالخیرات میں اعلیٰ درجے پر ہیں۔

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ان تینوں جماعتوں کی تعیین میں یہ روایت کیا جاتا ہے کہ:-

”ظالم لنفسہ“ گاؤں والے ہیں (جو اہل علم سے دُور رہتے ہیں)
اور ”مقتصد“ شہر والے ہیں، اور ”سابق بالخیرات“ اہل جہاد ہیں۔

(ابن کثیر بحوالہ ابن ابی حاتم ج: ۸ ص: ۱۹۶)

ان تینوں جماعتوں کی تعیین خواہ صدیقہ عائشہؓ کے قول کے مطابق کی جائے یا حضرت عثمان غنیؓ کے، لیکن اتنی بات بالا جمل دونوں میں متفق علیہ ہے کہ ان میں سے کوئی جماعت انبیاء کی جماعت نہیں، بلکہ وہ سب صحابہ کرامؓ ہیں، یا بعد میں آنے والے عام امتی۔

بالخصوص صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول تو اس میں بالکل صاف ہے، کیونکہ ان کی تفسیر پر سابق بالخیرات سے وہ صحابہؓ مراد ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں وفات پا چکے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے لئے جنت کی بشارت دی، اور ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی نبی نہیں تھا، خود مرزا جی اور اُن کی امت بھی صحابہ کرامؓ میں سے کسی کو نبی نہیں مانتے۔

اور جب امت کے افضل ترین طبقہ یعنی سابقین بالخیرات میں انبیاء نہیں، تو مقتصد اور ظالم لنفسہ میں اظہر ہے کہ انبیاء نہیں ہو سکتے، اور نہ مقتصد اور ظالم لنفسہ کے القاب شانِ نبوت کے کسی طرح مناسب ہیں۔

الحاصل جو لوگ کتابِ مبین یعنی قرآن مجید کی وراثت کے لئے منتخب کئے گئے ہیں، اُن کی تین جماعتیں ہیں اور ان تینوں جماعتوں میں کسی نبی کا ذکر نہیں بلکہ ایک طرح سے نفی موجود ہے، تو کیا یہ اس امر کا واضح ثبوت نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی فرد نبوت کا باقی نہیں ہے، حتیٰ کہ قرآن عزیز کا وارث اور اس کی شریعت کا پابند ہو کر بھی کوئی نبی اس امت میں پیدا نہیں ہو سکتا، اس سے اس غیر شرعی اور ظلمی نبوت کی بھی نفی ہو گئی جو مرزا جی نے مسلمانوں کو بہلانے کے لئے ایجاد کی ہے۔

آیت نمبر ۸۹:- يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَلَيْتَنَّا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَ. (الاحزاب: ۶۶)

ترجمہ:- جس دن اوندھے ڈالے جائیں گے ان کے منہ آگ میں، کہیں گے کاش ہم نے اطاعت کی ہوتی اللہ کی اور اطاعت کی ہوتی (محمد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

آیت کے سیاق و سباق پر نظر ڈالنے سے صاف ظاہر ہے کہ ”الرَّسُولَ“ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں، اس لئے پہلے ”يَسْأَلُكَ“ اور ”مَا يُذَرِّبُكَ“ وغیرہ کے الفاظ دیکھو۔

ولہذا آیت کا حاصل یہ ہے کہ اس اُمت کے کفار کو جہنم میں اسی پر عذاب ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کیوں نہ کی؟ اور اسی پر ان کو حسرت ہوگی۔ اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور انبیاء بھی پیدا ہونے والے تھے، اور ان کی اطاعت بھی اُمت کے لئے ضروری تھی تو اس اطاعت کے ترک پر بھی عذاب ہونا چاہئے تھا، اور اظہارِ حسرت کے وقت کفار کا یہ قول ہونا چاہئے تھا: ”أَطَعْنَا الرُّسُلَ“ یعنی کاش ہم اُن سب رسولوں کی اطاعت کرتے جو ہماری طرف بھیجے گئے۔ اور اسی طرح آیت ذیل بھی اسی معنی کی شاہد ہے:-

آیت نمبر ۹۰:- وَيَوْمَ يَعْصُ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا. (الفرقان: ۲۷)

ترجمہ:- اور جس دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا اور کہے گا کاش کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ راستہ اختیار کرتا۔

آیت نمبر ۹۱:- وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا. (سبا: ۲۸)

ترجمہ:- اور ہم نے آپ کو تمام ہی انسانوں کی طرف بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔

اس مضمون کی چند آیات پہلے گزر چکی ہیں، اور اُن کے ذیل میں صورت

استدلال بھی بیان کر دی گئی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ آیتِ کریمہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عمومِ بعثت ثابت کرتی ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ قیامت تک تمام پیدا ہونے والی نسلوں کی ہدایت کے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفیل بنادئے گئے ہیں، آپ کی نبوت کے بعد کسی اور نبوت کی (خواہ وہ کسی صورت سے ہو) ہرگز ضرورت نہیں۔

آیت نمبر ۹۲:- **إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ**۔ (سبا: ۳۶)

ترجمہ:- محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ڈرانے والے ہیں ایک آنے والے عذابِ شدید سے پہلے۔

اس آیتِ کریمہ میں عذابِ شدید سے قیامت مراد ہے، جیسا کہ ابنِ کثیرؒ وغیرہ مفسرین نے تصریح فرمائی ہے (دیکھو: تفسیر ابنِ کثیر ج: ۸ ص: ۱۷۶)۔

اور اس لئے اس آیت کا حاصل بھی وہی ہے جو اوپر چند آیتوں سے ثابت ہو چکا ہے، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قیامت کے درمیان میں کوئی اور نبی پیدا ہونے والا نہیں، ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اسی آیت کی تفسیر حدیثِ ذیل سے کی ہے:-

عَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ جَمِيعًا إِنْ كَادَتْ لَتَسْبِقَنِي. رواه احمد فى مسنده. (ابنِ کثیر)

ترجمہ:- حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں اور قیامت دونوں ساتھ ساتھ بھیجے گئے ہیں، (گویا) وہ تو مجھ سے بھی آگے ہوئی جاتی تھی۔

اس حدیث شریف کا مضمون آیتِ مذکورہ کی تفسیر اور اس کا واضح ثبوت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قیامت کے درمیان کوئی اور نبی نہیں، اور قیامت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ ہونے سے یہی اور صرف یہی مراد ہو سکتا ہے، ورنہ معاذ اللہ یہ کلامِ نبوی واقع کے خلاف ہوگا، بالخصوص آج جبکہ آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کی وفات کو بھی تقریباً ساڑھے تیرہ سو برس گزر چکے ہیں اور قیامت آج تک بھی نہیں آئی، پس اتنی طویل اور عریض مدت کے ہوتے ہوئے اگر قیامت کو قریب کہا جاسکتا ہے تو صرف اس اعتبار سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور قیامت کے درمیان کوئی نبی نہیں۔

آیت نمبر ۹۳:- یُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ. (ابراہیم: ۲۷)

ترجمہ:- مضبوط کرتا ہے اللہ ایمان والوں کو مضبوط بات سے، دُنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

یہ آیت کریمہ عذابِ قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جس کی تفسیر احادیث میں اس طرح فرمائی گئی ہے، صحیح بخاری میں بروایتِ براء بن عازب رضی اللہ عنہ مذکور ہے:-

إِذَا أَقْعَدَ الْمُؤْمِنُ فِي قَبْرِهِ أَتَى ثُمَّ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ فَذَلِكَ قَوْلُهُ يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ. الآية. (بخاری پ: ۵ ص: ۱۸۳)

ترجمہ:- جب مؤمن اپنی قبر میں بٹھایا جائے گا تو اس کے پاس فرشتے آئیں گے، پھر وہ شہادت دے گا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد، رسول اللہ ہیں، پس یہی قولِ ثابت ہے جو آیت ”يُثَبِّتُ اللَّهُ“ میں مذکور ہے۔

اور صحیح مسلم اور نسائی اور ابوداؤد، ابن ماجہ، اسمعیلی، ابوعوانہ وغیرہ میں بھی یہ روایت کسی قدر تفصیل کے ساتھ موجود ہے، جس کے بعض الفاظ میں ہے کہ مؤمن قبر میں شہادت دے گا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانے گا، پس یہی ”قولِ ثابت“ ہے۔

اور صحیح مسلم وغیرہ کی روایت میں ہے کہ اس سے پوچھا جائے گا کہ تیرا رب کون ہے؟ پس وہ کہے گا: ”رَبِّيَ اللَّهُ وَنَبِيِّيَ مُحَمَّدٌ“ (میرا پروردگار اللہ ہے اور کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

میرے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ (دیکھو فتح الباری ج: ۳ ص: ۲۳۴)

الغرض ان تمام احادیث سے ثابت ہوا کہ آیت میں ”قول ثابت“ سے وہ کلام مراد ہے جو مسلمان سوالی قبر کے جواب میں کہے گا۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس میں جب نبوت پر کلام آئے گا تو وہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نبی بتلا کر امتحان میں کامیاب ہوگا۔

بلکہ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ وہ جواب میں یوں کہے گا:-

میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو کہ خاتم النبیین ہیں۔

(دیکھو درمنثور ج: ۶ ص: ۱۶۵ کی روایت مذکورہ)

اب اہل انصاف غور فرمائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی نبی خواہ کسی قسم کے ہوں، دنیا میں مبعوث ہوتے اور مسلمان ان پر ایمان لاتے تو ضرور تھا کہ جب قبر میں نبوت کا سوال ہوتا تو وہ اس نبی کا نام لیتے۔

لیکن ہم معاملہ برعکس دیکھتے ہیں، تمام مسلمان مر کر بھی یہی کہتے ہیں کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور اس کے ساتھ ہی مرزائی اوہام کا خاتمہ کرنے کے لئے یہ بھی اعلان کرتے ہیں کہ آپ آخر النبیین ہیں، اور جب آیت مذکورہ میں ”قول ثابت“ سے یہی مراد ہے، یہ آیت کریمہ مطلقاً ختم نبوت کے لئے ایک قوی دلیل ہے۔

آیت نمبر ۹۴:- قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ (آل عمران: ۳۱)

ترجمہ:- اے محمدؐ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو، اگر تم میرا اتباع کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

اس آیت کریمہ میں اس اُمت کے لئے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع پر محبت خداوندی کا وعدہ ہے، اور کسی نبی کے اتباع یا اس پر ایمان لانے پر موقوف نہیں، جس سے ثابت ہوا کہ آپ ہی آخری نبی ہیں، آپ کے بعد نہ کوئی

تشریحی نبی پیدا ہوگا اور نہ بقول مرزا جی غیر تشریحی یا ظلی بروزی، کیونکہ اگر کوئی نبی پیدا ہو تو لازمی ہے کہ اس پر ایمان لانے اور اس کا اتباع کرنے کے بغیر کوئی شخص محبوب خدا نہ بن سکے، جیسا کہ اس سے پہلے بہت تفصیل سے مکرر گزر چکا ہے۔

آیت نمبر ۹۵:- فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً

فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا. (محمد: ۱۸)

ترجمہ:- وہ لوگ اب کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں بجز اس کے کہ اُن پر قیامت اچانک پہنچ جائے اس لئے اب قیامت کی علامات آ پہنچی ہیں۔

تفسیر جامع البیان صفحہ: ۲۳۵، اور تفسیر کبیر ج: ۷ صفحہ: ۵۲۱ وغیرہ میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:-

وَمِنْ أَشْرَاطِهَا مَبْعَثُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ:- اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت خود علامات قیامت میں سے ہے۔

بعثت نبویؐ کو اس آیت نے علامات قیامت قرار دیا جس کی وجہ یہی ہے کہ آپؐ کے بعد اور کوئی نبی پیدا ہونے والا نہیں، جیسا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوزلؓ کی حدیث میں مفصل بیان فرمایا ہے، جس کی شرح آیت نمبر ۶۲ کے تحت گزر چکی ہے، فلیراجع۔

آیت نمبر ۹۶:- إِنَّهُ هُوَ الَّذِي ذَكَرَ لِلْعَلَمِينَ. وَلَتَعْلَمَنَّ نَبَأَهُ

بَعْدَ حِينٍ. (ص: ۸۷، ۸۸)

ترجمہ:- یہ تو ایک نصیحت ہے جہان والوں کو، اور تم معلوم کر لو گے اس کا حال تھوڑی دیر پیچھے۔

اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عموم بعثت بتلا کر ختم نبوت کا اعلان کیا گیا ہے، جس کا مفصل بیان پہلے گزر چکا ہے۔

آیت نمبر ۹۷:- فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا

لَمَّا بَيَّنَّ يَدَيْهِ. (البقرة: ۹۷)

ترجمہ:- سو جبریلؑ نے یہ قرآن آپؐ کے قلب تک پہنچا دیا ہے خداوندی حکم سے، اس کی یہ حالت ہے کہ تصدیق کر رہا ہے اس وحی کی جو آپؐ سے پہلے نازل ہو چکی ہے۔

آیت نمبر ۹۸:- وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ. (البقرة: ۱۰۱)

ترجمہ:- اور جب آیا اُن کے پاس رسول (محمدؐ) اللہ کی طرف سے جو اس وحی کی تصدیق کرتا ہے جو اہل کتاب کے ساتھ تھی (یعنی توراۃ و انجیل وغیرہ)۔

آیت نمبر ۹۹:- وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ. (البقرة: ۹۱)

ترجمہ:- قرآن مجید حق ہے اُس وحی کی تصدیق کرنے والا جو اہل کتاب کے ساتھ تھی (یعنی توراۃ و انجیل وغیرہ)۔

ان تینوں آیات قرآنیہ کا حاصل یہ ہے کہ جو وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی وہ اس وحی کی تصدیق کرنے والی ہے جو آپؐ سے پہلے نازل ہو چکی ہے۔ اس مضمون کی آیات قرآن مجید میں کثرت سے موجود ہیں، اور اُدپر لکھی جا چکی ہیں، اگر ذرا تدبیر سے کام لیا جائے تو ان سب آیات میں انقطاع وحی و نبوت کا واضح اعلان ہے، کیونکہ جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء اور آپؐ سے پہلی کتبِ سماویہ کے حالات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اگر ایک طرف اپنے سے پہلے انبیاء اور ان کی طرف نازل ہونے والی وحی کی تصدیق کرتے ہیں تو دوسری طرف آئندہ آنے والے نبی اور نازل ہونے والی وحی کی خوشخبری بھی اُمت کو سناتے اور ان کی تصدیق کرتے ہیں، دیکھو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب اپنی اُمت کو دعوتِ اسلام دیتے ہیں تو فرماتے ہیں:-

إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ
وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ. (الصف: ۶)

ترجمہ:- میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، تصدیق کرنے والا اس وحی کی جو مجھ سے پہلے نازل ہوئی یعنی توراۃ اور خوشخبری دینے والا ایک اور رسول کی جو آئیں گے میرے بعد جن کا نام نامی احمد ہے۔

جس میں ایک طرف وحی ماسبق کی تصدیق ہے، تو دوسری طرف بعد میں آنے والے رسول کی بشارت بھی موجود ہے، لیکن قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بعینہ اس مضمون کو بیان فرماتے ہیں تو اس اُسلوب کو چھوڑ کر صرف اپنے سے پہلی وحی کی تصدیق پر اکتفاء کرتے ہیں، زمانہ مابعد کے متعلق کسی نبی یا کسی وحی کا کوئی تذکرہ نہیں فرماتے، حالانکہ اگر بعد میں بھی سلسلہ وحی جاری مانا جائے تو اس کی بشارت اور تصدیق بہ نسبت ماقبل کے زیادہ اہم ہے، جیسا کہ اوپر مفصل بیان کر دیا گیا ہے۔

کیونکہ کتب سابقہ کی تصدیق اگر اہل کتاب کی توجہ دین محمدی کی طرف کھینچنے والی ہے تو بعد میں آنے والے نبی اور نازل ہونے والی وحی کی بشارت اور اس کی تصدیق تمام اُمت محمدیہ کی آئندہ نسلوں کے لئے مدارِ نجات ہے۔

باایں ہمہ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ قرآن عزیز اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف اپنے سے پہلے انبیاء اور ان کی وحی کی تصدیق پر اکتفاء فرماتے ہیں، اور مابعد کے متعلق باوجود اشد ضرورت کوئی اشارہ بھی نہیں فرماتے، بلکہ صاف طور سے انقطاع نبوت کا اعلان فرماتے ہیں تو بلاشبہ اس پر ایمان لانا پڑتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا ہونا قضائے خداوندی میں مقدور نہیں۔

یہ ننانوے آیات قرآنیہ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر قسم کی نبوت کا اختتام بوضاحت ثابت کرتی ہیں اور اعلان کرتی ہیں کہ آپ کے بعد نہ کوئی تشریحی نبی پیدا ہو سکتا ہے اور نہ بقول مرزا جی غیر تشریحی یا ظلی بروزی۔

مسئلہ ختم نبوت کا ہر پہلو قرآن مجید کی روشنی میں واضح ہو چکا، اس کی ننانوے آیتوں نے ہر سوتے ہوئے کو بیدار اور بیدار کو ہوشیار کر کے خدا کی حجت اہل عالم پر تمام کر دی، اس کے بعد بھی اگر کوئی ختم نبوت پر ایمان نہ لائے تو اس کی قسمت، فَبِأَيِّ

حَدِيثُ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ، ”اس کے بعد وہ کوئی بات پر ایمان لائیں گے۔“

ایک ضروری تنبیہ

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ مذکورۃ الصدر ننانوے آیتیں جو ختم نبوت کے ثبوت میں پیش کی گئی ہیں، ان میں سے بعض اس مقصد میں بالکل صریح اور عبارت النص ہیں،^(۱) اور بعض اشارۃ النص یا دلالت النص اور اقتضاء النص کے طور پر ہیں، اور یہ چاروں طریق باتفاق علمائے اصول استدلال کے قطعی اور یقینی طریق ہیں، (دیکھو حسامی، نور الانوار وغیرہ) اور بعض وہ آیات بھی ہیں جن سے بطریق استنباط یا نکات کے طور پر ختم نبوت کا ثبوت نکلتا ہے، جو اصل مسئلے کی تائید کے لئے پیش کی گئی ہیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

جامعہ بیت العتیق (رجسٹرڈ)

کتاب نمبر ۵

۹۱

(۱) قرآن کریم سے کسی مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے چار طریق ہیں: عبارت النص، اشارۃ النص، دلالت النص، اقتضاء النص۔ جن کی تعریفیں اصول کی کتابوں میں مفصل ہیں، اور یہ چاروں طریق باجماع اہل اصول قطعی اور یقینی ہیں۔ ۱۲ منہ

ضمیمہ ختم نبوت حصہ اول

ایک اور شبہ اور اس کا ازالہ

”خاتم النبیین“ کے معنی میں مرزائیوں نے جو جدت طرازیں اختیار کی ہیں ان میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ لفظ محض مجاز پر محمول ہے جیسا کہ اس کی دوسری نظائر ”خاتم المحدثین، خاتم المفسرین“ وغیرہ میں باتفاق یہی معنی مجازی مراد ہیں، کیونکہ عرف میں جس شخص کو ”خاتم المحدثین“ لکھا جاتا ہے کسی کے نزدیک اس امر سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ اس کے بعد کوئی محدث پیدا نہ ہوگا۔

مرزائی اپنی اس ابلہ فریب تقریر پر خوش ہیں، لیکن درحقیقت یہ بھی اسی مرزائی خوش فہمی کا کرشمہ ہے جو خاص مرزائیت کا حصہ ہے، کیونکہ ”خاتم المحدثین، خاتم المحققین“ وغیرہ انسان کا کلام ہے، جس کو کچھ خبر نہیں کہ کل کیا ہونے والا ہے؟ کتنے آدمی پیدا ہوں گے اور کتنے مریں گے؟ اور کتنے عالم ہوں گے اور کتنے جاہل رہیں گے؟ کتنے محدث و مفسر بنیں گے اور کتنے آوارہ پھریں گے؟ اس لئے اس کو کوئی حق نہیں ہے کہ وہ کسی شخص کے لئے ”خاتم المحدثین“ یا ”خاتم المفسرین“ وغیرہ الفاظ استعمال کرے، اور اگر کہیں اس کے کلام میں ایسے الفاظ پائے گئے تو اس کے سوا چارہ نہیں کہ ان کو مجاز یا مبالغہ پر محمول کیا جائے ورنہ یہ کلام بالکل لغو اور بے معنی بلکہ جھوٹ ہو جائے گا۔

لیکن کیا خلاق عالم کے کلام کو بھی اس پر قیاس کیا جاسکتا ہے جس کے علم محیط سے کوئی چیز باہر نہیں، اور جو اپنے علم و اختیار کے ساتھ انبیاء کو مبعوث فرماتا ہے؟ پس جب علیم و خبیر اور قدوس و حکیم کے کلام پاک میں کسی ذات کے متعلق خاتم النبیین کا لفظ ارشاد فرمایا گیا ہے تو کیا وجہ ہے کہ اس کے ظاہری اور حقیقی معنی کو، جو بلا تکلف بنتے ہیں، چھوڑ کر مبالغہ یا مجاز پر حمل کیا جائے؟

الغرض انسان کے کلام میں ہم مجبور ہیں کہ ان کلام کو ظاہری معنی سے پھیر کر مبالغہ یا مجاز پر محمول کریں، مگر خدائے قدوس کے کلام میں ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں، اور بلا ضرورت حقیقی معنی کو چھوڑ کر مجاز کی طرف جانا اصولِ مسلمہ کے خلاف ہے۔ اس کے علاوہ جب ”خاتم النبیین“ کے معنی خود قرآن مجید کی ننانوے آیات نے واضح طور پر بتلادیئے جس میں کسی قسم کے مجاز یا مبالغہ کو دخل نہیں دیا، اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سو دس احادیث میں اس کی ایسی شرح فرمائی ہے کہ جس میں کوئی خفاء باقی نہ رہا، اور پھر اجماع صحابہؓ اور اقوالِ سلف نے اس کے ظاہری اور حقیقی معنی مراد لینے پر مہر کر دی، تو پھر کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ اس کے خلاف کوئی مجازی معنی مراد لے، اگرچہ الفاظ میں اس کا احتمال بھی ہو؟

عجب ہے کہ خود متکلم جل مجدہ اپنے کلام کے ایک حقیقی معنی بیان فرماتا ہے اور پھر اس کے رسول جن پر یہ کلام نازل ہوا اسی معنی کی انتہائی وضاحت فرماتے ہیں، اور پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد صحابہ کرامؓ اور پھر تمام علمائے سلف اسی کے معنی کو بیان کرتے ہوئے تصریح کرتے ہیں کہ یہ کلام اپنے ظاہری اور حقیقی معنی پر محمول ہے، نہ اس میں کوئی مجاز یا مبالغہ ہے اور نہ تأویل و تخصیص، جیسا کہ ہم اس رسالے میں بحوالہ اقتصاد امام غزالیؒ اور بحوالہ شفاء قاضی عیاضؒ نقل کر آئے ہیں۔

لیکن مرزا صاحب اور ان کی اندھا دھند اتباع کرنے والے یہ نیا انکشاف کر رہے ہیں کہ یہ لفظ مجازی معنی پر محمول ہے۔

سر خدا کہ عارف و زاہد کسے نہ گفت
در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

الغرض چونکہ قرآن عزیز اور احادیث نبویہؐ اور اجماع صحابہؓ اور اقوالِ سلف نے اس کا قطعی فیصلہ کر دیا ہے کہ ”خاتم النبیین“ اپنے حقیقی اور ظاہری معنی پر محمول ہے، نہ اس میں کوئی مجاز ہے، نہ مبالغہ اور نہ تأویل و تخصیص، تو اب کسی کو حق نہیں کہ اس لفظ کو ”خاتم المحققین“ وغیرہ الفاظ پر قیاس کر کے اس کی منصوص و منقول تفسیر کو بدلے۔

ختم نبوت حصہ اول تمام شد

ختم النبوة فی الحديث حصہ دوم

ختم النبوة فی الحدیث

حصہ دوم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

گفتہ او گفتہ اللہ بود

گرچہ از مخلوق عبد اللہ بود

احادیثِ نبویہ کا غیر محصور دفتر جو مسئلہ ختمِ نبوت میں منقول ہے، اس کا استیعاب تو نہایت دشوار بلکہ اس وقت تو عادتہ غیر ممکن ہے۔ لیکن اس میں سے جس قدر حصہ اس تھوڑے سے وقت میں اور محدود ذخیرہ حدیث میں ناقص تتبع کے ساتھ سامنے آیا ہے، اس کو حوالہ قلم کیا جاتا ہے، ہاں! احادیث کے موجودہ ذخیرہ کو دیکھ کر بھی بلا تامل یہ یقین کرنا پڑتا ہے کہ:-

ختم نبوت کی احادیث متواتر ہیں

جس کی تفصیل سے پہلے ہم مختصر طور پر متواتر کے معنی اور اس کا حکم بتلاتے ہیں:-
خبرِ متواتر وہ خبر ہے جس کے نقل کرنے والوں کی تعداد اس کثرت سے پائی جائے کہ اُن کی کثرت وحیثیت کو دیکھ کر عقل کو یہ گنجائش نہ ہو کہ اُن سب کا جھوٹ پر متفق ہو جانا تسلیم کر لے۔

مثلاً بغداد کو ہم نے دیکھا نہیں، مگر اس کے شاندار شہر ہونے کا آفتاب کی طرح یقین رکھتے ہیں، کیونکہ اس کے وجود کی خبر دینے والے اس کثرت سے ہیں کہ عقل ان سب کو کسی جھوٹ بات پر متفق ہو جانے والے قرار نہیں دے سکتی۔
خبرِ متواتر کا حکم یہ ہے کہ اس سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ قطعی اور یقینی اور

ایسا ہی بدیہی ہوتا ہے جیسا مشاہدات کا علم، جس طرح دہلی کو دیکھ کر ہمیں اس کے عظیم الشان شہر ہونے کا یقین ہے، ٹھیک اسی طرح بغداد کے شاندار شہر ہونے کا یقین اس کی خبر متواتر کی بناء پر ہے، یا جس طرح اپنے والدین کو دیکھ کر ہمیں اُن کے وجود کا یقین ہے اسی طرح سکندر اور دارا کے وجود کا یقین ہے، حالانکہ نہ ہم نے ان کا زمانہ پایا اور نہ ان کو دیکھا، بلکہ یہ فیض صرف خبر متواتر کا ہے۔

اسی طرح حدیث متواتر کو سمجھنا چاہئے کہ جس حدیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والے آپ کے عہد مبارک سے لے کر آج تک اس کثرت سے ہوں کہ ان کا کسی خلاف واقعہ بات پر اتفاق کر کے جھوٹ بولنا محال ہو، وہ حدیث متواتر ہے، اس کے کلام نبوی ہونے کا یقین بالکل ایسا بدیہی ہوتا ہے جیسا دوپہر کے وقت آفتاب کے وجود کا۔

اور اسی لئے تمام اُمت کا اجماعی فیصلہ ہے کہ اس پر ایمان لانا قرآن کی طرح فرض اور اس کا انکار کفرِ صریح ہے، کیونکہ وہ درحقیقت ایک حدیث کا انکار نہیں، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار^(۱) اور عیاذ باللہ آپ کے صدق و دیانت پر حملہ ہے۔

اس کے بعد یہ معلوم کر لینا دُشوار نہ رہا کہ احادیث ختم نبوت متواتر المعنی ہیں کیونکہ متواتر کی سب سے بڑی اور سب سے زیادہ روشن مثال محدثین نے حدیث ذیل کو قرار دیا ہے:-

مَنْ كَذَبَ عَلَى مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ فِي النَّارِ.

ترجمہ:- جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر افتراء کرے اس کو اپنا ٹھکانا

دوزخ میں سمجھ لینا چاہئے۔

اور حافظ الدین علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے تواتر کو

(۱) کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا یہ مطلب کسی کے نزدیک نہیں ہو سکتا کہ آپ کے حلیہ شریف اور آپ کی جسمانی کیفیات پر ایمان لائے، بلکہ ایک نبی پر ایمان لانے کا اس کے سوا کوئی مطلب نہیں ہو سکتا کہ ان کے ہر قول پر بغیر کسی شک کے یقین کرے۔ ۱۲ منہ

ثابت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ تو اسنادوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے جن میں سے تیس اسنادیں حسب قواعد محدثین صحیح ہیں۔

اور جب تواتر کی اعلیٰ حد یہ ہے تو ہم کہتے ہیں کہ احادیث ختم نبوت کے متواتر ہونے میں کوئی شبہ نہیں، کیونکہ ختم نبوت کی احادیث صریحہ تو سے بھی زائد ہیں، جن میں سے تقریباً چالیس حدیثیں بتصریحات محدثین صحیح ہیں، صرف اتنا فرق ہے کہ حدیث ”مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا“ کے الفاظ بھی متواتر ہیں، اور احادیث ختم نبوت متواتر المعنیٰ ہیں، یعنی بالفاظ مختلفہ تو سے زائد احادیث میں مضمون ختم نبوت بیان فرمایا گیا ہے، بلکہ اگر کتب حدیث کے تتبع میں پوری کوشش کی جائے تو عجب نہیں کہ ”لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ کے الفاظ بھی درجہ تواتر کو پہنچ جائیں، کیونکہ انہی الفاظ کے ساتھ چھتیس احادیث آپ ان شاء اللہ اسی رسالے میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

حالانکہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ کتب حدیث کا جو ذخیرہ اس وقت ہمارے سامنے ہے وہ بہت مختصر ہے، اور اس پر مزید یہ کہ ہجوم مشاغل کے وقت نہایت بے اطمینانی کی حالت میں اس رسالے کی ترتیب ہو رہی ہے، اور امام الحدیث حافظ ابن حزم اندلسی کا بیان ہمارے اس گمان کی تصدیق کے لئے بھی کافی ہے۔

ملاحظہ ہو ملل و نحل ابن حزم صفحہ: ۷۷ جلد اول:-

وَقَدْ صُرِّحَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَقْلِ
الْكُوفِ الْأَيْ نَقَلْتُ نُبُوَّتَهُ وَأَعْلَامَهُ وَكِتَابَهُ أَنَّهُ أَخْبَرَنَا أَنَّهُ لَا
نَبِيَّ بَعْدَهُ.

ترجمہ:- جن حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور معجزات اور قرآن مجید کو نقل کیا ہے، ان میں کثیر التعداد حضرات کی نقل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی ثابت ہو چکا ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

ملل کی اس عبارت سے نہ صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ حدیث ”لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ متواتر ہے، بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تواتر بھی اسی درجے کا تواتر ہے جس

درجے کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور آپ کے معجزات اور قرآن مجید کا تواتر ہے، اور امام التفسیر والحديث حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ نے آیت ”خاتم النبیین“ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے:-

وَبِذَلِكَ وَرَدَتْ الْأَحَادِيثُ الْمُتَوَاتِرَةُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حَدِيثِ جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ. (تفسیر ابن کثیر ج: ۸ ص: ۸۹)

ترجمہ:- احادیث متواترہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ختم نبوت پر وارد ہوئی ہیں جن کو صحابہؓ کی ایک بڑی جماعت نے بیان فرمایا ہے۔

اور سید محمود آلوسیؒ ”روح المعانی“ میں فرماتے ہیں:-

وَكَوْنُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتِمَ النَّبِيِّينَ مِمَّا نَطَقَ بِهِ الْكِتَابُ وَصَدَعَتْ بِهِ الشُّنَّةُ وَأُجْمِعَتْ عَلَيْهِ الْأُمَّةُ فَيُكَفِّرُ مُدْعَى خِلَافِهِ وَيُقْتَلُ إِنْ أَصَرَ. (روح المعانی ج: ۲۲ ص: ۴۱)

ترجمہ:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا اُن مسائل میں سے ہے جن پر قرآن مجید نے تصریح فرمائی اور احادیث نبویہؐ نے صاف طور سے اُن کو بیان فرمایا اور اس پر تمام اُمت محمدیہؐ کا اجماع ہے، اس لئے اس کا منکر کا فرسجھا جائے اور اگر اس پر اصرار کرے تو قتل کر دیا جائے۔

اس کے بعد احادیث ختم نبوت مع ترجمہ اُردو ہدیہ ناظرین کی جاتی ہیں، ترتیب میں اس کی رعایت رکھی گئی ہے کہ بخاری و مسلم کی روایات کو پہلے اور دوسری حدیث کی روایات کو بعد میں لکھا گیا ہے۔

صحیحین یعنی بخاری و مسلم کی احادیث

حدیث نمبر:- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ

اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ: إِنَّ مَثَلِي وَمَثَلَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بَيْتًا فَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ إِلَّا مَوْضِعَ لَبَنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِهِ وَيَعْجَبُونَ لَهُ وَيَقُولُونَ: هَلَّا وَضِعَتْ هَذِهِ اللَّبَنَةُ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ.

(رواہ البخاری فی کتاب الانبیاء، ومسلم ج: ۲ ص: ۲۳۸ فی

الفضائل وأحمد فی مسنده ج: ۲ ص: ۳۹۸، والنسائی والترمذی)

وَفِي بَعْضِ الْأَفَاطِلِ: فَكُنْتُ أَنَا سَدَدْتُ مَوْضِعَ اللَّبَنَةِ وَخُتِمَ

بِی النَّبِیَانِ وَخُتِمَ بِی الرُّسُلُ. (ہکذا فی الكنز عن ابن عساکر)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے روایت فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ: میری مثال مجھ

سے پہلے انبیاء کے ساتھ ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر بنایا اور

اس کو بہت عمدہ اور آراستہ و پیراستہ بنایا، مگر اس کے ایک گوشے

میں ایک اینٹ کی جگہ تعمیر سے چھوڑ دی، پس لوگ اُس کے

دیکھنے کو جوق در جوق آتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اور کہتے

جاتے ہیں کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی (تاکہ مکان

کی تعمیر مکمل ہو جاتی)، چنانچہ میں نے اس جگہ کو پُر کیا اور مجھ سے

ہی قصرِ نبوت مکمل ہوا، اور میں ہی خاتم النبیین ہوں، (یا) مجھ پر

تمام رسل ختم کر دئے گئے۔

جو لوگ کیسیاوی تحلیلّات کے ذریعہ ختم نبوت کے عموم میں سے مختلّہ نبوت

بروزیت و ظلمیت کی آڑ لے کر تاویلاتِ باطلہ سے مسئلہ ختم نبوت کو صرف نبوت

تشریعیہ کے ساتھ مخصوص کر دینا چاہتے ہیں وہ ذرا اس صحیح حدیث کے مضمون پر غور

فرمائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس بلیغ تمثیل کے ساتھ اُن کے ادہام کا

استیصال فرمادیا ہے، کیونکہ اس تمثیل کا حاصل یہ ہے کہ نبوت ایک عالی شان محل کی

طرح پر ہے، جس کے ارکان انبیاء علیہم السلام ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس

عالم میں تشریف لانے سے پہلے یہ محل بالکل تیار ہو چکا تھا، اور اس میں ایک اینٹ کے سوا اور کسی قسم کی گنجائش تعمیر میں باقی نہیں تھی جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا فرما کر قصرِ نبوت کی تکمیل فرمادی، اب اُس میں نہ نبوتِ تشریعیہ کی گنجائش ہے اور نہ غیر تشریعی وغیرہ کی۔

علاوہ بریں حدیث میں ”مَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي“ کے الفاظ خصوصیت سے قابلِ غور ہیں جن سے انبیاء کا عموم بتلایا گیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے انبیاء گزر چکے ہیں جن میں اصحابِ شریعتِ جدیدہ بھی تھے، اور پہلی شرائع کے متبع بھی، الغرض ان سب کے مجمع سے قصرِ نبوت کی تکمیل میں صرف ایک ہی اینٹ کی کمی واقع تھی جس کو آپؐ نے پورا فرمایا، آپؐ کے بعد کسی قسم کے نبی کی گنجائش نہیں رہی۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

مرزائی اُمت نے اس حدیث کی تحریف کے لئے کہا ہے کہ جب نبوت کے محل میں کسی نبی کی گنجائش نہیں رہی تو پھر آخر زمانے میں عیسیٰ علیہ السلام کا تشریف لانا کس طرح ہو سکتا ہے؟ نیز ان کا اپنی جگہ سے نکل کر دوسری جگہ میں جانا قصرِ نبوت کے تزلزل کا باعث ہوگا۔

لیکن جس شخص کو عقل و انصاف کا کوئی حصہ ملا ہے، وہ بلا تکلف سمجھ سکتا ہے کہ مکان کی کسی اینٹ کے تعمیر میں آخری ہونے سے یہ کسی طرح لازم نہیں آتا کہ پہلی تمام اینٹیں فنا ہو چکی ہیں۔

ٹھیک اسی طرح سمجھو کہ کسی نبی کا آخری ہونا بھی اس کو مستلزم نہیں کہ اس سے پہلے سارے انبیاء وفات پا چکے ہوں، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تمثیلِ بلیغ سے جو آپؐ کا قصرِ نبوت کے لئے آخری رکن ہونا سمجھ میں آتا ہے وہ کسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا منافی نہیں۔

اسی طرح یہ کہنا بھی انتہائی جہالت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے آخر زمانے میں آنے سے قصرِ نبوت میں حرکت اور تزلزل لازم آتا ہے، کیونکہ اس کا مطلب تو یہ کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ہے کہ مشبہ بہ کے تمام احکام مشبہ پر جاری کئے جائیں، یعنی اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ”فلاں شخص شیر ہے یا شیر کے مانند ہے“ تو اس کا یہ مطلب سمجھا جائے کہ وہ درندہ جانور ہے، جنگلوں میں رہتا ہے، اُس کے دُم بھی ہے اور بڑے بڑے ناخنوں اور بالوں والا بھی ہے، وغیرہ وغیرہ۔

یا اگر کوئی شخص کہے کہ ”فلاں آدمی چاند کے مانند ہے“ تو اس کا مطلب یہ لیا جائے کہ وہ ایک گول کرہ ہے، نہ اس کے ہاتھ پاؤں ہیں اور نہ آنکھ، وہ آسمان میں جڑا ہوا ہے یا جدید تحقیقات کے اصول پر وہ زمین کے گرداگرد چکر کھا رہا ہے۔

بریں عقل و دانش بیاید گریست

حدیث نبویؐ میں اگر انبیاء علیہم السلام کو ایک مکان کی اینٹوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی تو ان عقلمندوں نے انبیاء علیہم السلام کو ٹھیک ٹھیک گارے کی اینٹیں سمجھ لیا اور العیاذ باللہ اُن کو تہہ برتہ خیال کر کے ایک خالی مکان بنالیا، اور عیسیٰ علیہ السلام کے آخر زمانے میں دوبارہ اس عالم میں آنے سے اس مکان میں زلزلہ ڈالنے لگے، کیا خوب یہ مبلغِ علم و فہم اور اس پر مجددیت کے نہیں نبوت کے دعوے!

ہم کہتے ہیں کہ اگر اسی طرح مشبہ بہ کے تمام احکام کو مشبہ پر جاری کرنا ہے اور انبیاء علیہم السلام کو ٹھیک اینٹوں کی طرح سمجھنا ہے تو پھر قصرِ نبوت کا تزلزل عیسیٰ علیہ السلام کے آخری نزول پر ہی موقوف نہیں ہوگا، بلکہ اپنے زمانے میں بھی وہ جب کوئی حرکت ایک جگہ سے دوسری جگہ کریں گے تب بھی مرزائی منطق کے مطابق نبوت کے محل میں زلزلہ آئے گا، بلکہ اس صورت میں ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کی کیا تخصیص ہے جبکہ ہر نبی قصرِ نبوت کے لئے ایک اینٹ کے مرتبے پر ہے، تو ہر نبی کی ہر حرکت سے یہی زلزلہ آتا رہے گا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

حدیث نمبر ۲:- عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلِي وَمَثَلُ

النَّبِيِّنَ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى دَارًا فَأَتَمَّهَا إِلَّا لَبْنَةً وَاحِدَةً

فَجِئْتُ أَنَا فَأَتَمَمْتُ بِلُكِّ اللَّبْنَةِ. (رواہ مسلم و احمد)

اس حدیث کا ترجمہ اور حاصلِ مضمون بھی وہی ہے جو پہلی حدیث میں گزر چکا اس لئے مکرر لکھنے کی ضرورت نہیں (روایت کیا اس کو امام مسلم اور امام احمد نے)۔

حدیث نمبر ۳۳:- عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلِي وَمَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى دَارًا فَأَكْمَلَهَا وَأَحْسَنَهَا إِلَّا مَوْضِعَ لَبْنَةٍ فَكَانَ مَنْ دَخَلَهَا فَنَظَرَ إِلَيْهَا قَالَ: مَا أَحْسَنَهَا إِلَّا مَوْضِعَ اللَّبْنَةِ، فَخَتَمَ بَيَ الْأَنْبِيَاءِ.

(رواہ الشیخان والترمذی وابن ابی حاتم)

اس کا ترجمہ اور حاصلِ مطلب بھی تقریباً وہی ہے جو پہلی اور دوسری کا ہے (روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم اور ترمذی اور ابن ابی حاتم نے)۔

حدیث نمبر ۴:- عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: قَاعَدْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ خَمْسَ سِنِينَ فَسَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ، وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَسَيَكُونُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُونَ. قَالُوا: فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: فُوا بَيْعَةَ الْأَوَّلِ فَأَلَّوْا، أَعْطَوْهُمْ حَقَّهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ سَأَلَهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ. (رواہ البخاری فی کتاب احادیث الانبیاء ج: ۱ ص: ۲۹۱، و مسلم فی کتاب الامارة وأحمد فی مسنده ج: ۲ ص: ۲۹۷، وابن ماجه وابن جریر وابن ابی شیبہ)

ترجمہ:- حضرت ابو حازمؒ فرماتے ہیں کہ میں پانچ سال حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا، میں نے خود سنا کہ وہ یہ حدیث بیان کیا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: بنی اسرائیل کی سیاست خود ان کے انبیاء علیہم السلام کیا کرتے تھے، جب کسی نبی کی وفات ہوتی تھی تو اللہ تعالیٰ کسی

دوسرے نبی کو ان کا خلیفہ بنادیتا تھا، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں، البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ (یہ سن کر) صحابہؓ نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! اُن خلفاء کے متعلق آپؐ کیا حکم دیتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ہر ایک کے بعد دوسرے کی بیعت پوری کرو اور ان کے حق اطاعت کو پورا کرو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی رعیت کے متعلق ان سے سوال کرے گا۔^(۱)

(روایت کیا اس کو بخاریؒ نے ج: ۱ ص: ۴۹۱ میں، اور مسلمؒ نے کتاب الامارت میں، اور امام احمدؒ نے اپنے مسند ج: ۲ ص: ۲۹۷ میں، اور ابن ماجہؒ اور ابن جریرؒ اور ابن ابی شیبہؒ نے)

یہ حدیث جس طرح نبوتِ تشریعیہ کے انقطاع کے لئے روشن دلیل ہے اسی طرح ہر قسم کی نبوت کے اختتام کا اعلان ہے، اس سے نہ مرزا صاحب کی ایجاد کردہ نبوتِ غیر تشریعیہ بچ سکتی ہے اور نہ بروزِ یہ اور ظلیہ۔

حدیثِ مذکور سے غیر تشریعی یا ظلی

اور بروزِ یہ یا لغوی نبوت کا انقطاع

اول:- اس لئے کہ نصِ حدیث مطلق اور عام ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں، جس سے مطلقاً ہر مصداقِ نبوت کی نفی ثابت ہوتی ہے، پس اگر بقول مرزا صاحب غیر تشریعی اور ظلی یا بروزِ یہ بھی کوئی نبی ہو سکتا ہے تو وہ یقیناً ”لا نَبِیَّ“ کی نفی کے تحت میں داخل ہے، بلکہ اگر (لا ہوری مرزائیوں کے خیال کے مطابق) کوئی لغوی نبی بھی ہو سکتا ہے تو وہ بھی ”لا نَبِیَّ“ کی نفی سے نہیں بچ سکتا، کیونکہ ”لا نَبِیَّ بَعْدِی“ کا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ شخص جس پر لفظ ”نبی“ بولا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا نہیں ہو سکتا۔

دوم:- اُصول اور معانی کا مشہور علمی قاعدہ ہے کہ جب نکرہ نفی کے تحت

(۱) مطلب یہ ہے کہ اگر وہ ظلم کریں گے تو اللہ تعالیٰ خود ان کو جزا دے گا، مگر تم اپنی طاعت میں کمی

نہ کرو۔ ۱۲ منہ

میں آتا ہے تو وہ استغراق اور عموم کا فائدہ دیتا ہے، اس حدیث میں بھی لفظ ”نبی“ نکرہ ہے اور حرف نفی ”لا“ کے تحت میں واقع ہے، اس لئے حسبِ قاعدہ ”نبی“ سے باستغراق برنبی مراد ہونا چاہئے، یعنی صاحبِ شریعتِ جدیدہ ہو یا پہلی شریعت کا متبع اور بقول قادیانی مرزائیوں کے ظلی اور بروزی ہو یا بقول لاہوری مرزائیوں کے لغوی نبی ہو۔

الغرض حدیثِ مذکور اس امر کا صاف اعلان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہو سکتا جس پر کسی طرح لفظ ”نبی“ بولا جائے۔

سوم:- حدیث میں انبیائے بنی اسرائیل کے مقابلے میں فرمایا گیا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، جس سے معلوم ہوا کہ اس اُمت میں ایسے انبیاء بھی نہیں ہوں گے جیسے بنی اسرائیل کی سیاست کے لئے آئے تھے، اب دیکھ لیا جائے کہ وہ کس قسم کے انبیاء تھے اور سیاستِ بنی اسرائیل سے کیا مراد ہے؟

حافظ الدین علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح بخاری میں فرماتے ہیں:-

قوله: تسوسهم الأنبياء، أى انهم كانوا اذا ظهر فيهم

فساد بعث الله لهم نبياً يقيم لهم أمرهم ويزيل ما غيروا

من أحكام التوراة. (فتح الباری ج: ۶ ص: ۳۶)

یعنی بنی اسرائیل میں جب فساد ظاہر ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان کے

لئے کوئی نبی بھیج دیتا جو ان کے اُمور کو درست کرے اور اُن

تحریفات کو دور کرے جو انہوں نے توراة میں کی ہیں۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ یہ انبیائے بنی اسرائیل شریعتِ مستقلہ لے کر نہ آتے تھے، بلکہ شریعتِ موسویہ کے اتباع میں تبلیغِ احکام کرتے، اور لوگوں کو صحیح احکامِ توراة کا پابند بناتے تھے، اسی قسم کے انبیاء کو مرزا صاحب نے غیر تشریحی نبی کہا ہے، اس لئے حدیثِ مذکور کا حاصل صاف یہ ہو گیا کہ اس اُمت میں غیر تشریحی (یعنی شریعتِ سابقہ کے متبع) انبیاء بھی پیدا نہیں ہوں گے۔

چہارم:- سب سے زیادہ قابلِ لحاظ اور سب سے زیادہ واضح بات یہ ہے کہ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف انقطاعِ نبوت کے بیان کرنے پر

اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ اس کے ساتھ ہی اس چیز کو بھی بیان فرمادیا ہے جو نبوت کے قائم مقام ہو کر اصلاحِ عالم کے لئے باقی رہے گی، یعنی خلافتِ نبوت، چنانچہ ارشاد فرمایا: ”وَسَيَكُونُ خُلَفَاءُ“ یعنی میرے بعد کوئی نبی تو نہ ہوگا، مگر خلفاء بہت ہوں گے۔

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بیان میں ہر انسان کے لئے یہ سبق نہیں کہ نبوت کی کوئی قسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہونے والی نہیں ہے، ورنہ کیا یہ ضروری نہیں تھا کہ بجائے خلفاء کے اس قسم کے انبیاء کا ذکر فرمایا جاتا جو آپ کے بعد آنے والے تھے، اور جب حدیث کے اسلوبِ حکیم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف خلفاء کو رکھا ہے تو یہ اُس کا یقینی ثبوت ہے کہ آپ کے بعد نہ کوئی تشریحی نبی ہو سکتا ہے، اور نہ بقول مرزاجی غیر تشریحی یا ظلی اور بروزی۔ اسی طرح سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کے بعد کسی شخص کو لفظ بھی ”نبی“ نہیں کہا جاسکتا۔

ایک اور شبہ اور اس کا جواب

کہا جاتا ہے کہ حدیثِ مذکور صحیح نہیں ہے، کیونکہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ”قُولُوا خَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَلَا تَقُولُوا لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ“ یعنی خاتم النبیین کہو مگر لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ مت کہو۔ (درمنثور)

اور حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے سامنے ایک شخص نے کہا رحمت کرے اللہ تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کہ خاتم النبیین ہیں، یعنی آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، حضرت مغیرہؓ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا:۔

حسبك اذا قلت خاتم الانبياء فاننا كنا نحدث ان عيسى عليه السلام خارج فان هو خرج فقد كان قبله وبعده۔ (درمنثور ج: ۵ ص: ۲۰۴)

ترجمہ:- تمہارے لئے صرف خاتم الانبیاء کہہ دینا کافی ہے (لا نَبِيَّ بَعْدَهُ کہنے کی ضرورت نہیں) کیونکہ ہم سے حدیث بیان کی گئی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نکلنے والے ہیں، پس جب وہ نکلیں

گے تو وہ آپؐ سے پہلے بھی ہوئے اور بعد میں بھی۔

ہم اس نرالے مرزائی اصول کے سمجھنے سے عاجز ہیں کہ اگر مطلب کے موافق نہ ہو تب تو احادیث متواترہ و مشہورہ اور روایات صحیح بخاری و مسلم کو بھی ردی کی ٹوکڑی میں ڈالنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں، اور اگر اپنی ہوائے نفسانی کے مطابق ہو تو ایک ضعیف سے ضعیف حدیث بلکہ ایک ایسے قول پر جس کی نسبت کسی صحابی کی طرف ہو اگرچہ اس کی سند کا بھی کچھ پتہ نہ ملتا ہو، اس درجہ یقین کر لیا جاتا ہے کہ اس کے مقابلے میں صحیح بخاری کی مرفوع حدیثوں کا رد کر دینا ان کے نزدیک سہل ہو جاتا ہے۔

کس قدر حیرت کی بات ہے کہ ایک طرف صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث مرفوع ہے اور دوسری طرف اُس کے مقابلے میں ایسے دو قول ہیں جن کی نسبت حضرت عائشہؓ اور حضرت مغیرہؓ کی طرف ہے جن کی اسناد کا حال بھی معلوم نہیں۔ اصول حدیث اور عقل و دانش کے فیصلے سے اس وقت واجب تھا کہ صحیح اور مرفوع حدیث کو مجہول الاسناد آثار پر ترجیح دے کر بمقابلہ احادیث صحیحہ کے ان آثار کو نظر انداز، ناقابل تاویل قرار دیا جاتا، مگر مرزائی دُنیا کے نرالے اصول نے فیصلہ کیا کہ ایک مجہول الاسناد قول صحابی کی بناء پر صحیحین کی قوی الاسناد مرفوع حدیث کو مردود کر دیا، کیا خوب ۔

بار خاطر ہو تو قرآن کا بھی ارشاد بُرا

دل کو بھا جائے تو مرزا کی خرافات اچھی

یہ شبہ اور اس کا مفصل جواب اس رسالے کے پہلے حصہ میں آیتِ خاتم النبیین کے تحت گزر چکا ہے، جس میں ان آثارِ صحابہؓ کی اسنادی اور معنوی تحقیق مکمل بیان کی گئی ہے، ناظرینِ کرام اُس کے لئے صفحہ: ۷۱ سے صفحہ: ۱۲۰ تک مکرر ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عائشہؓ خود ختم نبوت کی قائل ہیں

اور اس کی احادیث روایت کرتی ہیں

علاوہ بریں جب ہم ختم نبوت کی احادیث پر نظر ڈالتے ہیں اور اُن کے رِوَاۃ

کی فہرست لگاتے ہیں تو اُن میں صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام بھی جلی حروف میں

سامنے آتا ہے، اور دفترِ حدیث میں سے احادیثِ ذیل خود حضرت عائشہؓ کی روایت سے ہم تک پہنچی ہیں:-

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: لَا يَبْقَى بَعْدَهُ مِنَ النَّبُوءَةِ شَيْءٌ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتِ. قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ؟ قَالَ: الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْمُسْلِمُ أَوْ تُرَى لَهُ.

(و کذا فی کنز العمال بروایة احمد والخطیب)

ترجمہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میرے بعد نبوت میں سے کوئی جزو باقی نہیں رہے گا سوائے مبشرات کے۔ صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مبشرات کیا چیز ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ: اچھے خواب جو کوئی مسلمان خود دیکھے یا اس کے لئے کوئی اور دیکھے۔

(اس روایت کو کنز العمال میں بحوالہ مسند احمد اور خطیب نقل کیا ہے)

نیز عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت فرماتی ہیں:-

أَنَا خَاتِمُ الْأَنْبِيَاءِ وَمَسْجِدِي خَاتِمُ مَسَاجِدِ الْأَنْبِيَاءِ.

(کذا فی الكنز بحوالہ الديلمی وابن النجار والبزار)

ترجمہ:- میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد خاتم مساجد الانبیاء

ہے۔ (نقل کیا اس کو کنز العمال نے بحوالہ دیلمی اور ابن نجار اور بزار)

کیا اس کے بعد بھی کسی مسلمان بلکہ منصف انسان کے لئے جائز ہو سکتا ہے کہ وہ صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر یہ افتراء باندھے کہ وہ ختم نبوت کا انکار کرتی ہیں؟ کیا ظلم نہیں کہ ہوائے نفس کے موافق ہو تو ایک مجہول الاسناد قول پر بلا تحقیق ایمان لے آئیں، اور ہوائے نفس کے خلاف ہو تو صحیح سے صحیح اور قوی سے قوی حدیث کو رد کر دیا جائے، اَفْکَلَمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَى أَنْفُسُكُمْ اسْتَكْبَرْتُمْ۔

ایک اور شبہ اور اس کا جواب

کہا جاتا ہے کہ حدیث ”لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کے مخالف ہے، جیسا کہ ابھی حضرت عائشہؓ اور مغیرہؓ کی طرف منسوب اقوال سے معلوم ہوا کیونکہ اگر ”لَا نَبِيَّ“ کی نفی عام ہے تو عیسیٰ علیہ السلام بھی اس نفی میں داخل ہیں، اور اگر عام نہیں ہے تو آپؐ کے بعد بھی انبیاء ہونے کی گنجائش نکلتی ہے اور مسئلہ ختم نبوت ہاتھ سے جاتا ہے۔

یہ وہ شبہ ہے کہ مرزائی اُمت اس کو لایخل سمجھ کر بڑے دعوے کے ساتھ پیش کرتی ہے، لیکن حقیقت میں یہی اُن کی انتہائی سادہ لوحی کی دلیل اور مبلغِ علم کا امتحان ہے، کیونکہ یہ شبہ وہ شخص کر سکتا ہے جس کو عربی عبارت سمجھنے کی بھی تمیز نہ ہو، اور جو محاوراتِ عرب سے بالکل ناواقف ہو۔ عربی محاورے میں جب اس قسم کی عبارت بولی جاتی ہے تو اس کی مراد صرف یہ ہوتی ہے کہ آئندہ یہ وصف کسی شخص میں پیدا نہ ہوگا، جس شخص میں پہلے سے موجود ہے اس کا معدوم ہو جانا ہرگز مراد نہیں ہوتا، مثال کے طور پر چند محاورات ملاحظہ ہوں:-

حدیث میں ہے: ”لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ“ یعنی فتحِ مکہ کے بعد مکہ سے ہجرت نہیں ہوگی، جس کا مطلب ہر فہیم انسان یہی سمجھتا ہے کہ فتحِ مکہ کے بعد کوئی شخص مہاجر نہ بنے گا، نہ یہ کہ فتحِ مکہ سے پہلے جو شخص مہاجر ہو چکا ہے، فتحِ مکہ کے بعد اس کا زندہ رہنا محال ہو جائے گا، یا اس کی ہجرت باطل ہو جائے گی۔

اور جب ”لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ“ کی ترکیب بعینہ ”لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ کی ترکیب ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ”لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ کا مطلب تمام نصوصِ شرعیہ کے خلاف یہ لیا جائے کہ انبیائے سابقین میں سے بھی کوئی نبی آپؐ کے بعد دُنیا میں نہیں آ سکتا، یا زندہ نہیں رہ سکتا۔

یا اگر کوئی شخص کہتا ہے: ”لَا عَمَلَ بَعْدَ الْمَوْتِ“ تو بلاشبہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد کوئی عمل نہیں ہوگا، یا یہ کہ مرنے کے بعد عمل کا سلسلہ منقطع

ہو جاتا ہے اور آئندہ کوئی جدید عمل نہیں ہو سکتا، کوئی انسان اس جملے کے یہ معنی نہیں لے سکتا کہ مرنے کے بعد اس کے پہلے کئے ہوئے بھی عمل بیکار ہو جاتے ہیں، اس باب میں جس قدر محاورات عرب کا تتبع کیا جاتا ہے وہ سب اس کے ہم نوا نظر آتے ہیں۔

محاورات عرب سے آگے بڑھ کر اگر احادیث کے طرق اور ان کے الفاظ کو دیکھئے تو خود نصوص حدیث اور الفاظ روایت ہمارے بتائے ہوئے معنی کے لئے شاہد نظر آتے ہیں، مثال کے طور پر ملاحظہ ہو:-

صحیح مسلم غزوہ تبوک میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جس میں ”لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ کے بجائے ”لَا نُبُوَّةَ بَعْدِي“ کے الفاظ موجود ہیں، جس کے معنی یہ ہیں کہ میرے بعد نبوت نہیں، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ”لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ کے معنی بھی یہی ہیں کہ آپؐ کے بعد کسی کو نبوت نہ دی جائے گی۔

اس کے بعد ہم یہ کہتے ہیں کہ ”لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ میں نفی بالکل عام ہے، اس سے کوئی نبوت مستثنیٰ نہیں، مگر محاورہ عرب اور فن حدیث کے موافق اس کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کو عہدہ نبوت نہ دیا جائے گا، نہ موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کو اور نہ آئندہ پیدا ہونے والے مرزا کو۔

ہاں! جن حضرات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے یہ عہدہ مل چکا ہے اس کا سلب ہونا اور اُن کا عہدہ نبوت سے معزول ہو جانا اس سے کسی طرح لازم نہیں آتا، پس اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس عالم میں آپؐ سے پہلے عہدہ نبوت مل چکا ہے تو ان کا آپؐ کے بعد میں تشریف لانا ہرگز ”لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ کے خلاف نہیں۔ ہاں! جو مسیحیت کا مدعی آج اپنے لئے عہدہ نبوت ثابت کرنا چاہتا ہے، اس کے لئے بیشک یہ حدیث ایک مایوس کن پیغام ہے، وہ اس پر جتنا ماتم کرے بجا ہے۔

الغرض محاورات عرب کا تتبع حکم کرتا ہے کہ ”لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ کے معنی یہ ہیں کہ آپؐ کے بعد کسی کو عہدہ نبوت نہ دیا جائے گا، اور جن لوگوں کو آپؐ سے پہلے اس عالم میں نبوت مل چکی ہے ان سب کا فنا ہو جانا یا ان کا نبوت سے معزول ہو جانا یا آپؐ کے بعد دوبارہ دُنیا میں نہ آ سکر کسی طرح اس حدیث کے مفہوم میں داخل نہیں،

بلکہ یہ محض مرزائی خوش فہمی کی برکات ہیں اور شاید حضرت عائشہؓ اور حضرت مغیرہؓ کو کشف کے آئینے میں یہی خوش فہم فرقہ نظر آگیا ہو جس کی اصلاح اور ان کے خیالاتِ باطلہ کے قلع قمع کے لئے انہوں نے کلمہ ”لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ کے اطلاق کو عوام کے لئے پہلے ہی سے روک دیا، ورنہ عربیت سے واقف حضرات سے یہ اندیشہ نہیں ہو سکتا تھا۔

ایک اور شبہ اور اس کا ازالہ

قادیانی نبوت کے دلدادہ لوگوں نے حدیث ”لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ کی تحریف کے لئے جو کچھ تدبیریں اختیار کی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ”لَا نَبِيَّ“ کی نفی کو نفی کمال قرار دیا جائے، یعنی میرے بعد کوئی کامل نبی نہیں ہو سکتا، غیر مستقل اور غیر تشریحی نبی ہونے کی نفی نہیں، جیسا کہ حدیث میں ہے: ”لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ“ (جس شخص میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں، یعنی کامل ایمان)۔

اور حدیث میں ہے: ”لَا صَلَوةَ لِحَجَارِ الْمَسْجِدِ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ“ (مسجد کے پڑوسی کی نماز نہیں ہوتی مگر مسجد ہی میں، یعنی کامل نماز)۔ پس جس طرح ان احادیث میں باتفاق نفی کمال مراد ہے، اسی طرح اگر ”لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ میں بھی نفی کمال قرار دی جائے تو کیا حرج ہے؟

جواب:- کیا خوب! اگر یہی اجتہاد اور یہی قیاس ہے تو اگر کوئی بُت پرست ہندو یہ کہتا ہے کہ لا الہ الا اللہ میں بھی نفی کمال ہے، یعنی کامل معبود سوا اللہ کے کوئی نہیں، اگرچہ غیر مستقل اور غیر شارع معبود ہو سکتے ہیں، اور حقیقت یہی تمام بُت پرست قوموں کا عقیدہ بھی ہے، تو آپ اُس کو کیا جواب دیں گے؟ یا کوئی کہتا ہے کہ آیت قرآنیہ: ”لَا رَيْبَ فِيهِ“ میں بھی نفی کمال مراد ہے، یعنی کامل ریب قرآن میں ہیں اگرچہ بعض اقسام ریب کے موجود ہیں، تو کیا مرزائی اُمت اس کو بھی تسلیم کر لے گی؟ کوئی ان نبوت کے دعویداروں سے پوچھے کہ اگر حدیث ”لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ“ وغیرہ میں نفی کمال بھی تسلیم کر لی جائے تو اس سے یہ کیسے لازم آتا ہے کہ ”لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ میں بھی نفی کمال ہی مراد ہو؟ کیا کسی ایک حدیث میں مجازاً نفی

کمال مراد ہو جانا آپ کے نزدیک اس کو مستلزم ہے کہ سب جگہ یہی معنی چلائے جائیں؟ اور اگر ایسا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ لا الہ الا اللہ اور ”لَا رَيْبَ فِيهِ“ وغیرہ میں نفی کمال مراد نہ لی جائے۔

اور اگر آپ کے پاس کوئی ایسی دلیل موجود ہے کہ جس کے ذریعہ سے لا الہ الا اللہ میں نفی کمال مراد لینے سے منع کیا جاسکتا ہے، تو وہی دلیل ہماری جانب سے ”لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ میں نفی کمال مراد نہ ہونے پر تصور فرمائیں۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

مرزائی اُمت نے جدید نبوت کے اشتیاق میں حدیث ”لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ کی تحریف کے لئے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا، ہر ضعیف سے ضعیف اور لچر سے لچر وہم کا سہارا ڈھونڈھا گیا، اسی ذیل میں کہا گیا کہ حدیث ”لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ کو ایسا سمجھنا چاہئے جیسے حدیث ”إِذَا هَلَكَ كِسْرَى فَلَا كِسْرَى بَعْدَهُ وَإِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرُ بَعْدَهُ“ (یعنی جب کسریٰ بادشاہ ملک فارس ہلاک ہو جائے گا تو پھر اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا، اور جب قیصر بادشاہ روم ہلاک ہو جائے گا تو پھر کوئی اس کے بعد قیصر نہیں ہوگا)۔

چونکہ کسریٰ اور قیصر خاص شخصوں کے نام نہیں بلکہ ”کسریٰ“ ملک فارس کے ہر بادشاہ کا لقب ہے، اور اسی طرح ”قیصر“ ملک روم کے ہر بادشاہ کو کہا جاتا ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ملک فارس و روم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے آج تک برابر بادشاہ ہوتے چلے آئے ہیں، جس کو دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ کسریٰ اور قیصر برابر موجود رہے ہیں، اس لئے کہنا پڑتا ہے کہ اس حدیث سے اس کے ظاہری معنی مراد نہیں، بلکہ حدیث کی مراد یہ ہے کہ اگرچہ قیصر و کسریٰ باقی ہوں گے مگر اسلام کے زیر نگین ہو کر رہیں گے، اُن کی خود مختار سلطنتیں باقی نہ رہیں گی، اسی طرح ”لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ کو سمجھنا چاہئے، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مستقل اور تشریفی نبی نہ ہوں گے بلکہ جو نبی ہوگا وہ آپ کا متبع اور آپ کی شریعت کا پیرو ہوگا۔

لیکن اگر ذرا انصاف کیا جائے تو مرزائی منطق کی یہ شکل اور اس کا نتیجہ بناء فاسد علی الفاسد کی مجسمہ تصویر نکلتی ہے، خود ہی اپنے دماغ میں فرض کر لیا کہ کسریٰ و قیصر آج تک موجود ہیں، اور خود ہی حدیث ”لَا كِسْرَى“ کی ایک تحریف تیار کر لی، اور پھر اہل اسلام کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ ان کی تحریف کو تمام دوسری احادیث کا بھی قبلہ تسلیم کر لیں، اور سب کو کھینچ تان کر اس کے مطابق بنائیں، تِلْكَ أَمَانِيْهُمْ۔

یہ محض دھوکا اور بالکل غلط ہے کہ کسریٰ اور قیصر آج تک موجود ہیں، نوویٰ شرح مسلم میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: امام شافعیؒ اور تمام علماء نے فرمایا ہے کہ حدیث کی مراد یہ ہے کہ کسریٰ عراق میں اور قیصر ملک شام میں باقی نہ رہے گا، جس کا حاصل یہ تھا کہ ان دونوں اقلیم^(۱) میں ان کی سلطنت نہ رہے گی، چنانچہ ٹھیک اسی طرح ہوا، کسریٰ اور کسرویت کا تو بالکل خاتمہ ہو گیا، اور قیصر نے ملک شام سے بھاگ کر کسی اور جگہ پناہ لی، غرض ان دونوں اقلیموں میں کسریٰ و قیصر نہ رہے۔

اس لئے خود ہی کہنا غلط ہے کہ حدیث ”لَا كِسْرَى الخ“ اپنے ظاہر معنی میں مستعمل نہیں ہے، پھر اُس پر ”لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ کو قیاس کر کے اس کی تحریف اگر بناء فاسد علی الفاسد نہیں تو اور کیا ہے؟

ہاں! اس جگہ مرزائی اجتہاد کا ایک اور کرشمہ بھی قابلِ دید ہے، وہ یہ کہ اگر تھوڑی دیر کے لئے کوئی یہ فرض بھی کر لے کہ حدیث ”لَا كِسْرَى الخ“ کسی وجہ

(۱) حافظ الدین علامہ ابن حجرؒ فتح الباری شرح بخاری میں ان دونوں اقلیم کی تخصیص کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: قریش کی عادت تھی کہ سردی کے زمانے میں یمن اور گرمی کے زمانے میں شام کا سفر کرتے تھے، اور یہی جگہ ان کی تجارت گاہیں تھیں، جیسا کہ قرآن عزیز میں ”رِحْلَةَ الْبَيْتِ وَالصَّيْفِ“ کے الفاظ سے بیان کیا گیا ہے، جب قریش مسلمان ہو گئے تو اُن کو اپنی تجارتوں کا خوف ہوا کہ اب ہمارا یمن اور شام میں داخلہ بند کر دیا جائے گا، اس پر اُن کی تسکین کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری تجارت گاہیں اُن کے وجود ہی سے پاک کر دی جائیں گی۔ ۱۲

سے اپنے ظاہری اور حقیقی معنی میں ہے تو اس سے یہ کیسے لازم آ گیا کہ حدیث ”لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ کو بھی کھینچ تان کر اس کے مطابق بنادیا جائے، کیا کسی ایک حدیث میں کسی وجہ سے مجازی معنی لے لینا آپ کی شریعت میں اس کو مستلزم ہے کہ کسی حدیث میں اس لفظ کے حقیقی معنی نہ لئے جائیں۔

ایک لطیفہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئی کے مطابق اس اُمت میں جھوٹے مدعی نبوت ہمیشہ آتے رہیں گے، اور حدیث ”لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ چونکہ ان کے مقاصد یا جوہیت کے مقابلے میں سد سکندری کی طرح حائل تھی اس لئے سب کی نظر عنایت اس کی تحریف پر ٹلی رہی ہے، اور ان میں سے ہر شخص نے اپنی اپنی فہم کے مطابق اس کی تحریف میں کوشش کی۔

ایک شخص نے اپنا نام لفظ ”لَا“ رکھ لیا، اور نبوت کا دعویدار بن کر خود اسی حدیث کو اپنی نبوت کا گواہ بنا لیا، اور کہنے لگا کہ اصل عبارت حدیث یوں ہے: ”لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ جس میں ”لَا“ مبتدأ، اور ”نَبِيَّ بَعْدِي“ اُس کی خبر ہے، جس کے مطابق حدیث کے معنی یہ ہوئے کہ ”میرے بعد یہ شخص مسٹی بہ لانی ہوگا۔ (کذابی فتح الباری) ایک عورت کو مغرب میں یہی جنون سوار ہوا اور نبوت کا دعویٰ کر بیٹھی، لوگوں نے ”لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ کا فرمان اس کے مقابلے پر پیش کیا تو کہنے لگی کہ حدیث ”لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ ہے، ”لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ نہیں، یعنی مرد کے نبی ہونے کا انکار ہے، عورت کی نبوت کا انکار نہیں۔ (فتح الباری شرح بخاری)

مگر زمانے میں خیر اور صلاح کے آثار باقی تھے، دلوں میں امانت کا کوئی حصہ موجود تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا احترام جزو ایمان سمجھا جاتا تھا، وہاں اس قسم کی لائینی تحریفات کب کھپ سکتی تھیں، اُمت نے اُن کے ساتھ وہی سلوک کیا جو ایک مرتد کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ عالم اسلام کو ان کے وجود اور ان کی تحریفات سے پاک کر دیا، حالانکہ ان کی تحریفات مرزا قادیانی کی تحریفات سے زیادہ دلچسپ تھیں۔

قسمت سے ہمارے حصے میں اگر متنبی ایسا خوش فہم آیا ہے کہ اس کو تحریف کرنے کا بھی کوئی سلیقہ نہیں تو لوگ بھی ایسے خوش عقیدہ آئے کہ انہیں ہر مجنون کے ہدیان کو دین نبی سمجھ لینا بالکل سہل ہے، خدا جانے اگر یہ لوگ پہلے متنبیوں کے زمانے میں ہوتے اور ان کی شعبدہ کاریاں دیکھتے تو کیا کرتے؟

حدیث نمبر ۵:- عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَنَا مُحَمَّدٌ أَنَا أَحْمَدُ وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي مَحَى اللَّهُ بِيَ الْكُفْرَ وَأَنَا حَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى عَقِبِي وَأَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ.

(رواہ البخاری و مسلم ج: ۲ ص: ۲۶۱، وأبو نعیم فی الدلائل ص: ۱۲) ترجمہ:- حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور ماحی ہوں یعنی میرے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹائے گا، اور میں حاشر ہوں، یعنی میرے بعد ہی قیامت آجائے گی اور حشر برپا ہوگا، (اور کوئی نبی میرے اور قیامت کے درمیان نہ آئے گا)، اور میں عاقب ہوں اور عاقب اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کے بعد اور کوئی نبی نہ ہو۔

(روایت کیا اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے ج: ۲ ص: ۲۶۱، اور ابونعیم نے دلائل ص: ۱۲ میں)

اور اسی حدیث کے بعض الفاظ میں ہے: ”يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى قَدَمِي“ جس کی شرح کرتے ہوئے حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری ج: ۶ ص: ۴۰۶ میں فرمایا ہے:-

يُمْكِنُ أَنْ يَكُونَ الْمُرَادُ بِالْقَدَمِ الزَّمَانُ أَوْ وَقْتُ قِيَامِي عَلَى قَدَمِي لظهور علامات الحشر إشارة إلى أنه لا نبى بعده ولا شريعة.

ترجمہ:- ممکن ہے کہ قدم سے مراد زمانہ ہو، یعنی جس وقت علاماتِ قیامت کے ظہور کے ساتھ میں اپنے قدم پر کھڑا ہوں گا، اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کے بعد نہ کوئی نبی ہے اور نہ کوئی شریعت۔

حافظ کے کلام سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ حدیث ہر قسم کی نبوت کے انقطاع کی خبر دے رہی ہے خواہ پہلی شریعت کے تابع ہو یا شریعتِ جدیدہ کے ساتھ۔

حدیث نمبر ۶:- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ كَانَ فِيمَا قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ مُحَدِّثُونَ فَإِنْ يَكُنْ فِي أُمَّتِي أَحَدٌ فَإِنَّهُ عُمَرُ زَادَ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ كَانَ فِيمَا قَبْلَكُمْ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ رِجَالٌ يُكَلِّمُونَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَكُونُوا أَنْبِيَاءَ فَإِنْ تَكُنْ فِي أُمَّتِي مِنْهُمْ أَحَدٌ فَعُمَرُ.

(رواہ البخاری فی صحیحہ ج: ۱ ص: ۵۲۱)

فی مناقب عمر و كذلك رواه مسلم)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: تم سے پہلی اُمتوں میں محدث ہوا کرتے تھے، پس اگر میری اُمت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمرؓ ہے۔ اور اسی حدیث کے دوسرے الفاظ میں یہ ہے کہ: تم سے پہلے بنی اسرائیل میں کچھ لوگ مکلم ہوا کرتے تھے، بغیر اس بات کے کہ وہ نبی ہوں، پس اگر ان میں سے کوئی میری اُمت میں بھی ہو سکتا ہے تو وہ عمرؓ ہے۔

(روایت کیا اس کو بخاری نے اپنی صحیح ج: ۱)

ص: ۵۲۱ میں اور روایت کیا اس کو مسلم نے)

محدث یا مکلم کون ہوتے ہیں؟

حافظؒ نے فتح الباری ج: ۴ ص: ۴۰ میں لفظ ”محدث“ کی شرح کرتے ہوئے فرمایا کہ: مکلم اور محدث کی تفسیر میں چند اقوال ہیں، بعض لوگوں نے اس کے معنی ”ملہم“ بتلائے ہیں، یعنی جس کو اللہ کی طرف سے الہام ہوتا ہے، اور صحیح مسلم کی ایک روایت اس کی تائید کرتی ہے، جس میں خود حدیث میں بجائے ”محدثون“ کے ”ملہمون“ کا لفظ منقول ہے۔

اسی طرح مسند حمیدی میں حضرت عائشہؓ سے اسی مضمون کی ایک حدیث آئی ہے، جس کے آخر میں ”المہلم بالصواب“ مذکور ہے، اور ترمذی نے ابن عیینہ کے بعض شاگردوں سے ”محدثون“ کی تفسیر میں ”مفہمون“ کے الفاظ نقل کئے ہیں، یعنی جن کو اللہ کی طرف سے حق بات سمجھادی جاتی ہے۔

بہر حال یہ بات خود نص حدیث سے بھی ثابت ہے کہ محدث یا مکلم وہ لوگ ہیں جو انبیاء تو نہیں مگر الطاف خداوندی اُن کی طرف خاص طور پر مبذول ہیں اور اُن کو حق بات کا اللہ کی طرف سے الہام ہو جاتا ہے یا حق بات سمجھادی جاتی ہے۔ یہ بات خود نص حدیث سے بھی ثابت ہے اور تمام اقوال محدثین بھی اس کے مطابق ہیں کہ محدث نبی نہیں ہوتا۔

اس کے بعد اصل حدیث کے مضمون پر غور فرمائیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اُمت کے سب سے بہتر افراد یعنی صحابہ کرامؓ اور ان میں سے بھی منتخب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے اگر کوئی بڑے سے بڑا درجہ تجویز فرمایا ہے تو وہ صرف محدثیت کا درجہ ہے، نبوت کا درجہ ان کے لئے بھی تجویز نہیں کیا، بلکہ صراحتہً اس کی نفی فرمائی، صحابہ کرامؓ جو باجماع اُمت خیار الخلاق بعد الانبیاء ہیں، اور ان میں بھی خلفائے راشدینؓ جن کی سنت کا اتباع بھی مثل سنت نبویہ اُمت کے لئے ضروری سمجھا گیا ہے، جب رتبہ نبوت کو نہیں پاسکتے تو اُن کے بعد کوئی غوث یا قطب یا ولی یقیناً اُس درجے کو نہیں پاسکتا، کیونکہ باتفاق اُمت کوئی ولی کتنا ہی ترقی کرے مگر صحابہؓ کے

درجے کو بھی نہیں پہنچ سکتا، افضل ہونا تو کجا، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ غیر نبی، نبی سے افضل نہیں ہو سکتا۔

اب اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد کوئی نبی بنے تو لازم آتا ہے کہ غیر نبی یعنی صحابہ کرام اس نبی سے افضل ہوں۔

حدیث نمبر ۷: - عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ: أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي. (رواه البخاری ومسلم فی غزوة تبوک) وفی لفظ المسلم: خَلَفَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِی بَعْضِ مَغَازِيهِ فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! خَلَفْتَنِي مَعَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى؟ إِلَّا أَنَّهُ لَا نُبُوَّةَ بَعْدِي. وفی لفظ اخر عنده: إِلَّا أَنَّكَ لَسْتَ نَبِيًّا.

ترجمہ: - حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: تم میرے ساتھ ایسے ہو جیسے حضرت ہارون موسیٰ (علیہما السلام) کے ساتھ تھے، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا (اس لئے کہ تم ہارون کی طرح نبی نہیں)۔ (روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے غزوہ تبوک کے باب میں) اور مسلم شریف کی روایت میں اتنی بات اور زیادہ ہے کہ: نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جہاد میں حضرت علیؑ کو ساتھ نہیں لیا بلکہ گھر پر چھوڑ دیا، تو حضرت علیؑ نے (بطور نیاز مندانہ شکایت کے) عرض کیا کہ: آپ نے مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ دیا۔ آپؐ نے (ان کو تسلی

کے لئے) ارشاد فرمایا کہ: کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم میرے

ساتھ ایسے ہو جاؤ جیسے ہارون موسیٰ (علیہما السلام) کے ساتھ (یعنی جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہ طور پر تشریف لے گئے تو ہارون علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے پاس اپنا نائب بنا کر چھوڑ گئے تھے، اسی طرح سے تم اس وقت میرے نائب تھے) لیکن میرے بعد نبوت نہیں (اس لئے تمہارا مرتبہ اگرچہ ہارون کا سا ہے مگر تم کو نبوت حاصل نہیں)۔ اور مسلم شریف کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: ”إِلَّا أَنْكَ لَسْتَ نَبِيًّا“ (مگر تم نبی نہیں ہو)۔

جن لوگوں نے ”لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ کے الفاظ کو تحریفات کا میدان بنا رکھا ہے، وہ اگر ان الفاظ پر بھی نظر ڈالیں تو ان کے سارے منصوبے ختم ہو جاتے ہیں۔

حدیث نمبر ۸:- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَفْتَتَلَ فِتْنَانِ فَيَكُونُ بَيْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِيمَةٌ دَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ، وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَبْعَثَ دَجَالُونَ كَذَّابُونَ قَرِيبًا مِنْ ثَلَاثِينَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ. (رواه البخاری ومسلم واحمد)
ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: قیامت اُس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ اس سے پہلے یہ علامات نہ ہو چکیں کہ دو جماعتوں میں جنگِ عظیم رونما ہو، حالانکہ دونوں کا دعویٰ ایک ہی ہو، اور قیامت اُس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک کہ تقریباً ۳۰ دجال کاذب دُنیا میں نہ آ چکیں جن میں سے ہر ایک یہ کہتا ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

(روایت کیا اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ اور امام احمدؒ نے)

اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعی نبوت کو دجال و کذاب کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

فرمایا گیا ہے، جیسا کہ آئندہ حدیث میں اس کی اور بھی زیادہ تصریح ہے۔

ایک سوال

اس جگہ پر یہ سوال ہوتا ہے کہ اگر ہر مدعی نبوت دجال و کذاب ہے تو پھر تمیں کا عدد صادق نہیں آتا، کیونکہ مدعی نبوت تو تمیں سے بہت زیادہ ہو چکے ہیں، اور نہ معلوم اور کتنے ہوں گے۔

جواب

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری شرح بخاری میں اس سوال کو حل کرتے ہوئے فرمایا ہے:-

ولیس المراد بالحديث من ادعى النبوة مطلقاً فانهم لا يحصون كثرة لكون غالبهم ينشأ لهم ذلك عن جنون وسوداء وانما المراد من قامت له الشوكة.

(فتح الباری ج: ۶ ص: ۴۵۵)

ترجمہ:- اور ہر مدعی نبوت مطلقاً اس حدیث میں مراد نہیں، اس لئے کہ آپؐ کے بعد مدعی نبوت تو بے شمار ہوئے ہیں، کیونکہ یہ بے بنیاد دعوے عموماً جنون یا سوداویت سے پیدا ہوتے ہیں، بلکہ اس حدیث میں جن تمیں دجالوں کا ذکر ہے وہ وہی ہیں جن کی شوکت قائم ہو جائے اور جن کا مذہب مانا جائے اور جن کے متبع زیادہ ہو جائیں۔

حافظؒ کی اس عبارت سے جس طرح مذکورہ الصدر سوال کا شافی جواب معلوم ہو گیا کہ اگرچہ مدعی نبوت سبھی کذاب ہیں مگر حدیث میں ۳۰ کے عدد سے وہ مدعی نبوت مراد ہیں جن کی شوکت و حشمت قائم ہو جائے اور ان کے ماننے والوں کی کوئی جماعت پیدا ہو جائے، اسی طرح دو اور فائدے معلوم ہوئے:-

اولیٰ:- یہ کہ اس قسم کے دعوائے نبوت آج کل عموماً جنون یا سوداویت کا کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جاتی ہیں اور ان کو اسلامی مذہب کا سب سے بڑا مفہم سمجھنا

کرشمہ ہوتے ہیں۔

دوم:- یہ کہ کسی مدعی نبوت کی شوکت و حشمت کا قائم ہو جانا یا اُس کے مذہب کا رواج پانا اور اُس کے متبعین کا زیادہ ہو جانا یہ اس کی سچائی یا حقانیت کی دلیل نہیں ہو سکتی، ہاں! اس کی دلیل ہوتی ہے کہ کوئی معمولی متنبی نہیں ہے، بلکہ اُن ہی تیس دجالوں کی فہرست میں کا ایک نمبری چھوٹا ہے جن کا ذکر حدیث میں آیا ہے۔

اب مرزا صاحب کا اپنے مریدین کی کثرت یا مذہب کے رواج یا لوگوں کے اموال بٹورنے پر فخر کرنا اور اس کو اپنی حقانیت کی دلیل بلکہ معجزہ قرار دینا جس درجے کی دلیل ہے وہ بھی ظاہر ہو گیا، اور معلوم ہو گیا کہ مرزا صاحب اُن تیس دجالوں میں سے بڑا رتبہ رکھتے ہیں، سچ ہے۔

وكان امرأ من جند ابليس فارثقى

به الحال حتى صار ابليس من جنده

ترجمہ:- وہ ابلیس کے لشکر کا ایک آدمی تھا، پھر اس کی ترقی ہو گئی یہاں تک کہ ابلیس بھی اس کا ایک لشکری بن گیا۔

حدیث نمبر ۹:- عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلُهُ عِنْدَ مُسْلِمٍ۔ (فتح الباری مطبوعہ ہند، باب ۱۴: ص ۳۴۳)

ترجمہ:- حضرت جابر بن سمرہ سے بھی اسی مضمون کی حدیث امام مسلم نے روایت کی ہے۔

حدیث نمبر ۱۰:- عَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَّابُونَ ثَلَاثُونَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ:- حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: قریب ہے کہ میری

امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے جن میں سے ہر ایک یہی

کہے گا کہ میں نبی ہوں، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

کیا اس قسم کی صاف صاف احادیث اور ارشادات نبویہ کے بعد بھی مسئلہ ”ختم نبوت“ کا کوئی پہلو خفاء میں رہتا ہے؟ اور کیا اس کے بعد بھی مرزائی امت کے لئے وقت نہیں آیا کہ وہ اپنے خیالاتِ باطلہ سے تائب ہو جائیں؟

حدیث نمبر ۱۱:- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَضَّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسَبْتِ أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخَتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ. (رواہ مسلم فی الفضائل)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: مجھے تمام انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی ہے: اول یہ کہ مجھے جوامع الکلم دیئے گئے اور دوسرے یہ کہ رعب سے میری مدد کی گئی (یعنی مخالفین پر میرا رعب پڑ کر ان کو مغلوب کر دیتا ہے)، تیسرے میرے لئے غنیمت کا مال حلال کر دیا گیا (بخلاف انبیائے سابقین کے کہ مال غنیمت ان کے لئے حلال نہ تھا، بلکہ آسمان سے ایک آگ نازل ہوتی تھی جو تمام مال غنیمت کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتی تھی، اور یہی جہاد کی مقبولیت کی علامت سمجھی جاتی تھی)، اور چوتھے میرے لئے تمام زمین نماز پڑھنے کی جگہ بنادی گئی (بخلاف اُمم سابقہ کے کہ ان کی نماز صرف مسجدوں ہی میں ہو سکتی تھی) اور زمین کی مٹی میرے لئے پاک کرنے والی بنادی گئی (یعنی بوقتِ ضرورت تیمم جائز کیا گیا جو کہ پہلی امتوں کے لئے جائز نہ تھا)،

انبیائے سابقین کے کہ وہ خاص خاص قوموں کی طرف کسی خاص اقلیم میں ایک محدود زمانہ تک کے لئے مبعوث ہوتے تھے، چھٹے یہ کہ مجھ پر انبیاء ختم کر دیئے گئے۔

(روایت کیا اس کو مسلم نے فضائل میں)

حدیث نمبر ۱۲:- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنَ النَّبُوءَةِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ.

(رواہ البخاری فی کتاب التعبير ج: ۲)

ص: ۳۳۱، علی ہامش الفتح و مسلم)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: اے لوگو! نبوت کا کوئی جزو سوائے اچھے خوابوں کے باقی نہیں۔

(اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے)

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ نبوت بالکلیہ ختم ہو چکی اور سلسلہ وحی منقطع ہو گیا البتہ اجزائے نبوت میں سے ایک جزو مبشرات باقی ہے، یعنی جو سچے خواب مسلمان دیکھتے ہیں، یہ بھی نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے جس کی تشریح بخاری ہی کی دوسری حدیث میں اس طرح آئی ہے کہ: سچا خواب نبوت کا چھیلیمساں جزو ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

عبرت کی جگہ ہے کہ ارشادات نبویہ کے ان بینات کے بعد بھی بجائے اس کے کہ مرزائی قلوب میں زلزلہ پڑ جاتا اور وہ ایک متنبی کا ذب کو چھوڑ کر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو اپنے لئے کافی سمجھ لیتے، ان کی جسارت اور تحریف میں دلیری اور بڑھتی جاتی ہے، وَكَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَى قَلْبِ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ۔

ادھر حدیث میں سلسلہ نبوت کے انقطاع پر یہ صاف ارشاد ہوتا ہے، اور ادھر قادیانی دنیا میں خوشیاں منائی جاتی ہیں کہ اس سے بقائے نبوت ثابت ہو گیا، إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عَجَابٌ۔

کہا جاتا ہے کہ اس حدیث میں بتلایا گیا ہے کہ نبوت کا ایک جزو باقی ہے جس سے نفسِ نبوت کا بقاء ثابت ہوتا ہے، جیسے پانی کا ایک قطرہ بھی باقی ہو تو پانی کو باقی کہا جاسکتا ہے، اسی طرح نبوت کے ایک جزو کا باقی ہونا خود نبوت کا باقی ہونا ہے۔ اہلِ دانش فیصلہ کریں کہ اس فلسفہ اور سائنس کے دور میں ایک مدعیِ نبوت کی طرف سے کہا جا رہا ہے، اُس کو جزو اور کل کا بدیہی امتیاز معلوم نہیں، وہ کسی شے کے ایک جزو موجود ہونے کو کل کا موجود ہونا سمجھتے ہیں، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ نماز کے ایک جزو مثلاً ”اللہ اکبر“ کو پوری نماز، اور وضوء کے ایک جزو مثلاً ”ہاتھ دھونے“ کو پورا وضوء کہا جائے، اسی طرح ایک لفظ ”اللہ“ کو پوری اذان، اور ایک منٹ کے روزہ کو ”ادائے روزہ“ کہا جائے۔

ہم کہتے ہیں کہ اگر قادیانی نبوت کی یہی برکات ہیں کہ کسی شے کے ایک جزو کے وجود کو کل کا وجود قرار دیا جائے، اور جزو پر کل کا اطلاق درست ہو جائے تو پھر ایک اینٹ کو پورا مکان کہنا بھی درست ہوگا، اور کھانے کے بیس اجزاء میں سے ایک جزو نمک ہے تو نمک کو ”کھانا“ کہنا بھی روا ہوگا، نمک کو ”پلاؤ“ اور پلاؤ کو ”نمک“ کہا جائے تو کوئی غلطی نہ ہوگی، اور پھر تو شاید ایک تاگر کو ”کپڑا“ کہنا بھی جائز ہوگا، اور ایک اُنکلی کے ناخن کو ”انسان“ اور ایک رتی کو ”چارپائی“ بھی کہا جائے، اور ایک میخ کو ”کواڑ“ بھی، کیا خوب! نبوت ہو تو ایسی ہو کہ تمام ہی کو بدل ڈالے۔

پس اگر ایک اینٹ کو مکان اور نمک کو پلاؤ اور ایک تاگر کو کپڑا اور ایک رتی کو چارپائی اور ایک میخ کو کواڑ نہیں کہہ سکتے تو نبوت کے چھیالیسویں جزو کو بھی ”نبوت“ نہیں کہہ سکتے۔

رہی پانی کی مثال کہ اس کا ایک قطرہ بھی ”پانی“ ہی کہلاتا ہے اور پورا سمندر بھی ”پانی“ کہلاتا ہے، سو یہ ایک جدید مرزائی فلسفہ ہے کہ ان عقلمندوں نے پانی کے ایک قطرہ کو پانی کا ایک جزو سمجھ رکھا ہے، حالانکہ پانی کا ایک قطرہ بھی ایسا ہی مکمل پانی ہے جیسے ایک دریا۔ جو شخص علم کی ابجد سے بھی واقف ہے وہ جانتا ہے کہ پانی کے ہر قطرہ میں اجزائے مائے پورے پورے موجود ہیں، فرق اتنا ہے کہ سمندر میں پانی کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

کے اجزاء زیادہ ہیں، اور قطرہ میں کم مقدار میں موجود ہیں، مگر اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ایک قطرہ میں پانی کے دونوں اجزاء جن کو جدید فلسفہ ہائیڈروجن اور آکسیجن نام رکھتا ہے، موجود ہیں، اس لئے پانی کے قطرات کو پانی کے اجزاء نہیں کہا جاسکتا، بلکہ پانی کے اجزاء وہی ہائیڈروجن اور آکسیجن ہیں، تو جس طرح تنہا ہائیڈروجن کو بھی ”پانی“ کہنا غلط ہے اور تنہا آکسیجن کو بھی ”پانی“ کہنا غلط ہے، اسی طرح نبوت کے کسی جز کو ”نبوت“ کہنا بھی غلط ہے، یہ محض لچر اور ناقابل ذکر بات ہے کہ نبوت کا ایک جز باقی ہونے سے نبوت کا بقاء ثابت کر ڈالا۔

نبوت بروز یہ یا ظلیہ وغیرہ بالفرض اگر نبوت ہے تو وہ بھی آپ کے بعد منقطع ہے

اس حدیث میں یہ بات زیادہ قابل لحاظ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انقطاع نبوت کے ذکر کے ساتھ صرف روئے صالحہ کے بقاء کا ذکر فرمایا ہے اور کسی قسم کی نبوت کا نام نہیں لیا، جو اس بات کا بدیہی ثبوت ہے کہ آپ کے نزدیک نبوت کی کوئی قسم آپ کے بعد باقی نہیں رہی، ورنہ ضروری تھا کہ نبوت کی جو قسم باقی رہنے والی ہے بجائے سچے خواب کے اس قسم کا ذکر فرمایا جاتا۔

اور اسی پر بس نہیں، بلکہ نبوت کے تمام اجزاء اور اقسام کے بالکل انقطاع کی خبر دے کر صرف ایک جز یعنی روئے صالحہ کا استثناء فرمایا گیا ہے، اب انصاف کیجئے کہ اگر سوائے روئے صالحہ کے اور بھی کوئی جز یا کوئی نوع یا کوئی قسم نبوت کی باقی رہنے والی تھی، تو اس کا استثناء کیوں نہیں فرمایا گیا؟

مرزا صاحب نے اپنی اسلام دشمنی پر پردہ ڈالنے کے لئے کبھی فرمایا کہ ختم نبوت کا مسئلہ تو میرا ایمان ہے مگر صرف تشریحی نبوت ختم ہوئی ہے، اور میری نبوت غیر تشریحی ہے۔ اور کبھی کہا کہ کلی نبوت ختم ہوئی ہے اور میری نبوت جزئی ہے۔ اور کبھی ارشاد ہوا کہ حقیقی نبوت ختم ہوئی ہے اور میری نبوت ظلی اور بروزی ہے۔ اور کہیں لکھا ہے کہ مستقل نبوت ختم ہوئی ہے اور میری نبوت غیر مستقل ہے۔

غرض ان متعارض اور متہافت اقوال کو اختیار کر کے مرزا صاحب نے سمجھا ہے کہ ہماری نبوت بھی سیدھی ہوگئی، اور مسلمانوں کے سامنے یہ کہنے کی بھی جگہ باقی رہی کہ قرآن و حدیث کے صریح حکم یا امت کے اجماعی عقیدہ ختم نبوت کے منکر نہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث نے مرزا صاحب کے سارے منصوبے خاک میں ملا دیئے ہیں، کیونکہ اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے فرض کر لیں کہ ظلی و بروزی وغیرہ جو قسم نبوت کی مرزا صاحب نے ایجاد کی ہے وہ واقعی نبوت کی ایک قسم ہے، اس حدیث میں اس کے بھی انقطاع کی خبر بصراحت موجود ہے، کیونکہ اس میں اجزاء و انواع نبوت میں سے رُوِیائے صالحہ کے سوا کچھ مستثنیٰ نہیں فرمایا گیا، پس اگر ظلی و بروزی وغیرہ بھی نبوت کی قسمیں ہیں تو وہ بھی اس حدیث کی رُو سے منقطع و مختتم ہو چکیں، اور مرزا صاحب کو ان متعارض اقوال اور نئی نئی قسم کی نبوتیں تراشنے کے بعد بھی کچھ ہاتھ نہ آیا۔

حدیث نمبر ۱۳:- عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَشَفَ السِّتَارَةَ وَرَأَاهُ مَعْصُوبٌ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ وَالنَّاسُ صُفُوفٌ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنْ مُبَشِّرَاتِ النَّبُوءَةِ إِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةَ يَرَاهَا الْمُسْلِمُ أَوْ تَرَى لَهُ.

(رواہ مسلم والنسائی وغیرہ)

ترجمہ:- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں دروازہ کا پردہ کھولا، آپ کا سر مبارک بوجہ مرض کے بندھا ہوا تھا، ادھر لوگ حضرت صدیق اکبرؓ کے پیچھے صفیں باندھے کھڑے تھے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ: نبوت میں کوئی جزو باقی نہیں رہا، مگر اچھے خواب جو مسلمان دیکھتا ہے، یا اس کے لئے کوئی اور دیکھے۔

(روایت کیا اس کو مسلم اور نسائی نے)

حدیث نمبر ۱۴:- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ قَارِظٍ: أَشْهَدُ

أَنْبَى سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَإِنِّي أَخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَمُسْجِدِي أَخِرُ الْمَسَاجِدِ. (رواه مسلم ج: ۱ ص: ۴۴۶، والنسائي

ولفظه: خَاتِمُ الْأَنْبِيَاءِ وَخَاتِمُ الْمَسَاجِدِ)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن ابراہیم بن قارظ فرماتے ہیں کہ: میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میں آخر الانبیاء ہوں اور میری مسجد آخر المساجد ہے۔

(اس حدیث کو مسلم نے ج: ۱ ص: ۴۴۶ میں اور نسائی نے روایت کیا ہے، نسائی کے الفاظ میں بجائے آخر الانبیاء اور آخر المساجد کے خاتم الانبیاء اور خاتم المساجد واقع ہوا ہے، اور بہر دو صورت معنی واحد ہیں، جیسا کہ اسی رسالے میں مفصل گزر چکا ہے)

تنبیہ

حدیث میں خاتم المساجد سے مراد خاتم مساجد الانبیاء ہے، جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں خود یہی لفظ موجود ہے، جس کو ائمہ حدیث دہلی، ابن نجار، بزار وغیرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بایں الفاظ روایت کیا ہے:-

أَنَا خَاتِمُ الْأَنْبِيَاءِ وَمُسْجِدِي خَاتِمُ مَسَاجِدِ الْأَنْبِيَاءِ.

(کذا فی الكنز)

ترجمہ:- میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد مساجد انبیاء کی خاتم اور آخر ہے۔

حاصل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نبی پیدا ہوگا اور نہ کسی نبی کی اور مسجد بنے گی۔

ایک لطیفہ

مرزائی دنیا میں صحیح مسلم کی حدیث کے الفاظ دیکھ کر خوشیاں منائی گئیں کہ

اس نے ختم نبوت کے مسئلے میں تحریف کا راستہ نکال دیا، کیونکہ ”خاتم المساجد“ کے معنی

باتفاق یہ نہیں ہو سکتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی مسجد نہیں بنے گی، کیونکہ یہ واقعات کے خلاف ہے، اسی طرح ”خاتم الانبیاء“ کے معنی بھی یہ نہیں ہوں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

لیکن دلیلی، ابنِ نجار اور بزار کے حوالے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جو حدیث ابھی پیش کی گئی ہے کہ ”خاتم المساجد“ کے معنی ”خاتم مساجد الانبیاء“ ہیں، اس نے اُن کے تمام منصوبے خاک میں ملا دیئے۔

حدیث نمبر ۱۵:- عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَمِّي لَنَا نَفْسَهُ أَسْمَاءً فَقَالَ: أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَحْمَدُ وَالْمُقَفَّى، الْحَدِيثُ.

(رواہ مسلم ج: ۲ ص: ۲۶۱)

ترجمہ:- حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اسمائے شریفہ ہم سے بیان فرمایا کرتے تھے، چنانچہ آپؐ نے فرمایا: میں محمدؐ ہوں اور احمدؐ اور مقفیؐ بھی ہوں۔ (اس حدیث کو امام مسلمؒ نے روایت فرمایا ہے)

امام نوویؒ نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لفظ ”مقفی“ کے معنی شر سے نقل کئے ہیں کہ مقفی بمعنی عاقب ہے، اور عاقب کے معنی خود نص حدیث میں آخر الانبیاء بیان فرمائے ہیں، جیسا کہ حدیث نمبر ۵ میں گزرا ہے۔ اور ابن الاعرابی نے مقفی کا ترجمہ ”هُوَ الْمُتَّبِعُ لِلْأَنْبِيَاءِ“ کیا ہے، جس کے معنی بھی یہی آخر الانبیاء ہوتے ہیں، اس لئے نوویؒ نے دونوں قول نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ: ”فَظْهَرَ أَنَّ الْمُقَفَّى هُوَ الْآخِرُ“ یعنی ثابت ہوا کہ مقفی کے معنی آخر کے ہیں، اور اس لئے حدیث کا حاصل مطلب یہ ہوا کہ میں آخر الانبیاء ہوں۔

حدیث نمبر ۱۶:- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي حَدِيثِ الشَّفَاعَةِ: يَقُولُ لَهُمْ عِيسَى: اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي، اذْهَبُوا إِلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَيَأْتُونَ مُحَمَّدًا

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولُونَ: يَا مُحَمَّدُ! أَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ
وَأَخَاتُكَ النَّبِيِّنَ الخ.

(رواہ البخاری ج: ۲ ص: ۶۸۵، و مسلم ج: ۱ ص: ۱۱۱)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث کے ذیل میں روایت کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: جب لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت کے روز شفاعت کے لئے عرض کریں گے تو وہ کہیں گے کہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، لوگ میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ: اے محمد! آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں (الیٰ آخر الحدیث)۔

(روایت کیا اس کو بخاری نے ج: ۲ ص: ۶۸۵)

میں اور مسلم نے ج: ۱ ص: ۱۱۱ میں)

حدیث نمبر ۱:- عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ.

(رواہ البخاری فی صحیحہ، مشکوٰۃ)

المصابیح باب قرب القيامة)

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اگشتِ شہادت اور بیچ کی انگلی کو ملا کر) فرمایا کہ: میں اور قیامت دونوں اس طرح ملے ہوئے بھیجے گئے ہیں جس طرح یہ دونوں انگلیاں ملی ہوئی ہیں۔

باتفاق علمائے حدیث اس سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور قیامت کے درمیان کوئی جدید نبی پیدا نہ ہوگا اور قیامت آپ کے ساتھ ملی ہوئی آنے سے یہی مراد ہو سکتی ہے، ورنہ حدیث کا خلاف واقعہ ہونا لازم آتا ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کو تقریباً چودسویں برس ہو چکے اور اب تک قیامت کا پتہ نہیں۔

اور دوسری احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قیامت کے متصل ہونے کا یہی مطلب خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے جیسا کہ ”ختم النبوة فی القرآن“ (آیت نمبر ۶۲ کے تحت) صفحہ: ۲۰۹ میں حضرت ابو زہل رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث کا ایک حصہ نقل ہو چکا ہے، جس کے چند جملے یہ ہیں:-

وَأَمَّا النَّافَةُ الَّتِي رَأَيْتَهَا أُبْعِثُهَا فِيهِ السَّاعَةُ عَلَيْنَا تَقُومُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَلَا أُمَّةَ بَعْدَ أُمَّتِي. (ابن کثیر ج: ۹ ص: ۳۶۹)

ترجمہ:- وہ نافرمانی جس کو تم نے خواب میں دیکھا اور یہ کہ میں اس کو چلا رہا ہوں وہ قیامت ہے جو ہم پر قائم ہوگی، کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، اور نہ میری امت کے بعد کوئی امت۔

اس میں بوضاحت معلوم ہو گیا کہ قیامت کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ملے ہوئے آنے کے یہی معنی ہیں کہ آپ کے اور قیامت کے درمیان نہ کوئی نبی ہوگا، نہ کوئی دوسری امت۔

حدیث نمبر ۱۸:- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ كَانَ فِي الْأُمَمِ قَبْلَكُمْ مُحَدِّثُونَ فَإِنْ يَكُنْ فِي أُمَّتِي مِنْهُمْ أَحَدٌ فَعَمْرُ بْنُ الْخَطَّابِ. (رواه مسلم والنسائي وأبو يعلى وأحمد)

ترجمہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے، اگر میری امت میں بھی ان میں سے کوئی ہو سکتا ہے تو وہ عمر بن خطاب ہیں۔

(اس حدیث کو مسلم اور نسائی اور ابویعلیٰ اور امام احمد نے روایت فرمایا ہے)

حدیث نمبر ۶ کے تحت ”محدث“ کے معنی اور مضمون حدیث کا مطلب مفصل گزر چکا ہے۔

حدیث نمبر ۱۹:- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَحْنُ الْآخِرُونَ
السَّابِقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بَيَدَهُمْ أَوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا
وَأَوْتَيْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ، الْحَدِيثُ.

(رواه البخاری و مسلم والنسائی من الكنز ج: ۶)

ص: ۲۳۰، ومثله عند أبي نعيم في الدلائل ص: ۹)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ہم سب سے آخر ہیں اور
قیامت میں سب سے سابق ہوں گے، صرف اتنی بات ہے کہ
اُمم سابقہ کو کتاب ہم سے پہلے دی گئی اور ہمیں اُن کے بعد ملی۔

(روایت کیا اس حدیث کو بخاری اور مسلم اور نسائی نے، کنز فی الكنز ج: ۶)

ص: ۲۳۰، اور ابونعیم نے دلائل نبوت ص: ۹ میں بعینہ یہی حدیث نقل کی ہے)

صحیح مسلم میں ابواب الجمعہ میں اس حدیث کو چار طریق سے روایت کیا ہے۔
حدیث نمبر ۲۰:- عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلَهُ وَلَفْظُهُ:

نَحْنُ الْآخِرُونَ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا وَالْأَوَّلُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

(رواه مسلم ج: ۲ ص: ۲۸۲)

ترجمہ:- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مضمون مسلم نے

روایت کیا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں کہ: ہم دُنیا میں سب سے

آخری اُمت ہیں، اور قیامت میں سب سے پہلے ہوں گے۔

صحیحین کے علاوہ وہ احادیث جن کو ائمہ حدیث نے صحیح کہا ہے

حدیث نمبر ۲۱:- عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فِي أُمَّتِي كَذَابُونَ

دَجَالُونَ سَبْعَةٌ وَعَشْرُونَ، مِنْهُمْ أَرْبَعُ نِسْوَةٍ، وَإِنِّي خَاتِمُ

النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي.

(رواه أحمد والطبرانی واسناده جيد،

والطحاوی فی مشکل الآثار ج: ۴ ص: ۱۰۴)

ترجمہ:- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میری امت میں ستائیس^۲ کذاب دجال ہوں گے، جن میں سے چار عورتیں ہوں گی، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

(اس کو امام احمد اور طبرانی نے باسناد جید روایت کیا ہے، اور اسی طرح روایت کیا اس کو طحاوی نے مشکل الآثار ج: ۴ ص: ۱۰۳ میں)

اس سے پہلے ایک حدیث گزر چکی ہے جس میں تین^۳ دجالوں کا ذکر ہے، اس میں ستائیس^۲ مذکور ہیں، مگر ان میں کوئی تعارض نہیں، ہو سکتا ہے اول آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ستائیس کا علم ہوا ہو اور پھر تیس کا ہونا معلوم ہوا۔

حدیث نمبر ۲۲:- عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: وَجَعْتُ وَجَعًا فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَقَامَنِي فِي مَقَامِهِ وَقَامَ يُصَلِّي وَالْقَى عَلَيَّ طَرْفَ ثَوْبِهِ ثُمَّ قَالَ: بَرَأْتُ يَا ابْنَ أَبِي طَالِبٍ فَلَا بَأْسَ عَلَيْكَ مَا سَأَلْتُ بِاللَّهِ لِي شَيْئًا إِلَّا سَأَلْتُ لَكَ مِثْلَهُ وَلَا سَأَلْتُ اللَّهَ شَيْئًا إِلَّا أَعْطَانِيهِ غَيْرَ أَنَّهُ قِيلَ لِي أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي. فَقُمْتُ كَأَنِّي مَا اشْتَكَيْتُ.

(رواہ ابن جریر وابن شاہین فی السنۃ والطبرانی فی الأوسط وأبو نعیم فی فضائل الصحابة، کذا فی الكنز)

ترجمہ:- حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ مجھے سخت درد ہوا، میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے مجھے اپنی جگہ کھڑا کر دیا، اور خود نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے، اور آپ نے کپڑے کا ایک کنارہ میرے اوپر ڈال دیا، پھر فرمایا کہ: اے علی! تم شفا یاب ہو گئے، اب تم میں کوئی مرض نہیں رہا۔ جو کچھ تم اللہ سے میرے لئے دُعا کرو گے، میں تمہارے لئے وہی دُعا کروں گا، اور میں جو کچھ دُعا

کروں گا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا، اس کے سوا کہ مجھ سے کہہ دیا گیا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا (اس لئے تمہارے لئے بھی نبوت کی دُعا نہیں کر سکتا)۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ: اس کے بعد میں وہاں سے ایسا تندرست ہو کر اُٹھا کہ گویا بیمار تھا

ہی نہیں۔ (روایت کیا اس کو ابن جریرؒ نے اور فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے، نیز روایت کیا ابن شاہینؒ نے سنت میں، اور طبرانیؒ نے معجم اوسط میں اور ابونعیمؒ نے فضائل صحابہ میں، از کنز العمال)

حدیث نمبر ۲۳:- عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا ذَرٍّ! أَوَّلُ الْأَنْبِيَاءِ أَدَمُ وَآخِرُهُ مُحَمَّدٌ.

(رواہ ابن حبان فی صحیحہ وأبونعیم فی الحلیۃ وابن عساکر والحبیکم الترمذی، من الكنز ج: ۶ ص: ۱۳۰، وأخرجه ابن حبان فی تاریخہ فی السنۃ العاشرة ص: ۶۹ قلمی)

ترجمہ:- حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: سب انبیاء میں پہلے آدم علیہ السلام ہیں، اور سب سے آخر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔

(روایت کیا اس حدیث کو ابن حبانؒ نے اپنی کتاب صحیح میں، نیز اپنی تاریخ میں سنہ ۱۱۰ھ کے احوال کے تحت قلمی ص: ۶۹ پر، اور ابونعیمؒ نے حلیۃ میں اور ابن عساکرؒ، وحکیم ترمذیؒ وغیرہ نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ دیکھو کنز العمال ج: ۶ ص: ۱۳۰۔ اور حافظ ابن حجرؒ نے بھی فتح الباری میں اس کی تصحیح کی ہے)

حدیث نمبر ۲۴:- وَعَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا تَرَى أَنْ تَكُونَ بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي.

(رواہ الحاکم فی المستدرک والطبرانی فی الکبیر. کذا فی الكنز ج: ۶ ص: ۱۵۴)

ترجمہ:- حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ: کیا تم اس کو پسند نہیں کرتے کہ تم ایسے ہو جیسے ہارون موسیٰ (علیہما السلام) کے ساتھ تھے، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ (اس حدیث کو حاکم نے مستدرک میں نقل کر کے تصحیح کی ہے، اور طبرانی نے معجم کبیر میں بھی روایت کیا ہے، حدیث کا مطلب اور تحقیق مفصل پہلے گزر چکی ہے)

حدیث نمبر ۲۵:- عَنْ نَافِعٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَنَا أَحْمَدُ وَأَنَا الْمُقَفِّي وَالْحَاشِرُ وَالْمَاجِي وَالْخَاتِمُ وَالْعَاقِبُ.

(رواہ احمد وابن سعد والطبرانی والحاکم، من الكنز)
ترجمہ:- حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں محمد ہوں اور احمد، مقفی، حاشر، ماجی، خاتم اور عاقب۔

(روایت کیا اس کو امام احمدؒ نے مسند میں اور ابن سعدؒ اور طبرانیؒ نے اور حاکمؒ نے اس کو مستدرک میں درج کر کے تصحیح فرمائی، من الكنز)

مراد حدیث کی یہ ہے کہ یہ سب میرے نام ہیں، ”مقفی“ اور ”عاقب“ کے معنی پہلے گزر چکے ہیں کہ خاتم الانبیاء کو کہا جاتا ہے۔ اسی طرح ”حاشر“ کے معنی بھی یہی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہی حشر و قیامت قائم ہو جائے گی، کوئی نبی اور نہ پیدا ہوگا، اور ”ماجی“ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ سے کفر کو مٹائے گا۔

حدیث نمبر ۲۶:- عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا: فَوَاللَّهِ! لَأَنَا الْحَاشِرُ وَأَنَا الْعَاقِبُ وَأَنَا الْمُقَفِّي.

(رواہ طب وک من الكنز)

ترجمہ:- حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: خدا کی قسم! میں حاشر اور

عاقب اور مقفی ہوں۔ (روایت کیا اس کو طبرانی نے اور حاکم نے مستدرک میں درج کر کے صحیح کی ہے)

ابھی گزر چکا ہے کہ حاشر، عاقب، مقفی تینوں کی مراد ایک ہے، یعنی آخر الانبیاء۔

حدیث نمبر ۲۷: - عَنْ وَهَبِ بْنِ مُنْبِيهِ رَحِمَهُ اللَّهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا مَرْفُوعًا فِي حَدِيثِ طَوِيلٍ فِي الْمَحْشَرِ: فَيَقُولُ قَوْمُ نُوحٍ: وَأَنَّى عَلِمْتَ هَذَا يَا أَحْمَدُ؟ وَأَنْتَ وَأُمَّتُكَ الْآخِرُ الْأُمَمُ.

(رواہ الحاکم فی المستدرک، کذا فی الكنز)

ترجمہ:- حضرت وہب بن منبہؓ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث کے ذیل میں روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: قیامت کے دن حضرت نوح (علیہ السلام) کی امت کہے گی کہ: اے احمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟ حالانکہ آپؐ اور آپؐ کی امت آخر الأمم ہے۔

(اس کو حاکم نے مستدرک میں درج کر کے صحت کا حکم کیا ہے)

حدیث نمبر ۲۸: - عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَبْعَةٍ رَهْطٍ شَهَدُوا بِذَرَا كُلِّهُمْ رَفَعُوا الْحَدِيثَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ. (رواہ الحاکم فی المستدرک)

ترجمہ:- حضرت حسن رضی اللہ عنہ سات صحابہؓ سے جو غزوہ بدر کے شرکاء میں سے تھے مرفوعاً اسی مضمون کو نقل کرتے ہیں جو اس سے پہلی حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے نقل کیا گیا ہے۔

(حاکم نے مستدرک میں روایت کر کے صحت کا حکم کیا ہے)

(۱) ایک معاملے کی طرف اشارہ ہے جو ابتدائے حدیث میں مذکور ہے۔ ۱۲ منہ

حدیث نمبر ۲۹:- عَنْ أَبِي سَعِيدٍ مَرْفُوعًا: إِنِّي خَاتِمُ الْنَبِيِّ أَوْ أَكْثَرَ.

(رواہ الحاکم فی المستدرک من الكنز ج: ۶ ص: ۱۲۱)
ترجمہ:- حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ: میں ایک ہزار انبیاء کا ختم کرنے والا ہوں یا کچھ زیادہ کا۔

(حاکمؒ نے مستدرک میں نقل کر کے تصحیح فرمائی ہے)
حدیث نمبر ۳۰:- عَنْ عَرَبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ وَخَاتِمُ النَّبِيِّينَ.

(رواہ البیہقی والحاکم وصححہ، کذا فی الدر المنثور ج: ۵ ص: ۲۰۷)
ترجمہ:- حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: میں اللہ کا بندہ ہوں اور تمام انبیاء کا خاتم اور آخر۔

(اس کو بیہقیؒ نے روایت کیا، اور حاکمؒ نے مستدرک میں روایت کر کے تصحیح فرمائی، از درمنثور)
حدیث نمبر ۳۱:- عَنْ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي قِصَّةِ طَوِيلَةٍ لَهُ حِينَ جَاءَتْ عَشِيرَتُهُ يَطْلُبُونَهُ مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَا أَسْلَمَ فَقَالُوا لَهُ: اْمْضِ مَعَنَا يَا زَيْدُ! فَقَالَ: مَا أُرِيدُ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَلًا وَلَا غَيْرِهِ أَحَدًا. فَقَالُوا: يَا مُحَمَّدُ! إِنَّا مُعْطَوُكَ بِهَذَا الْغُلَامِ دِيَّاتٍ فَسَمِ مَا شِئْتَ فَإِنَّا حَامِلُوهُ إِلَيْكَ. فَقَالَ: أَسْأَلُكُمْ أَنْ تَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنِّي خَاتِمُ أَنْبِيَائِهِ وَرُسُلِهِ وَأَرْسِلُهُ مَعَكُمْ. الْحَدِيث.

(أخرجه الحاکم مفصلاً وسرد قصته فی مستدرک ج: ۳ ص: ۳۱۴)

ترجمہ:- حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اپنے اسلام لانے کا طویل اور دلچسپ قصہ بیان فرما کر آخر میں فرماتے ہیں کہ: جب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر مسلمان ہو گیا تو میرا قبیلہ مجھے تلاش کرتا ہوا آپ کی خدمت میں پہنچا اور مجھے آپ کے پاس دیکھ کر کہا: اے زید! اٹھو اور ہمارے ساتھ چلو۔ میں نے جواب دیا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدلے میں ساری دنیا کو کچھ نہیں سمجھتا اور نہ آپ کے سوا کسی اور کا ارادہ رکھتا ہوں۔ پھر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے کہا کہ: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ کے اس لڑکے کے بدلے میں بہت سی دیتیں (اموال) دینے کے لئے تیار ہیں جو آپ چاہیں فرمادیں، ہم ادا کر دیں گے (مگر اس لڑکے کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے)۔ آپ نے فرمایا کہ: میں تم سے صرف ایک چیز مانگتا ہوں، وہ یہ ہے کہ شہادت دو اس کی کہ اللہ کے سوا کوئی قابلِ عبادت نہیں، اور یہ کہ میں رسولوں کا ختم کرنے والا ہوں (جب تم یہ گواہی دو گے) میں اس لڑکے کو تمہارے ساتھ کر دوں گا، الحدیث۔

(روایت کیا اس کو حاکم نے مستدرک ج: ۳ ص: ۳۱۴ میں)

فائدہ:- اس حدیث میں یہ بات قابلِ لحاظ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیدہ ختم نبوت کو کلمہ شہادت کی طرح ایمان کا جزو قرار دیا ہے۔

حدیث نمبر ۳۲:- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ عُمَرُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي مَرَرْتُ بِأَخٍ لِي مِنْ قُرَيْظَةَ فَكَتَبَ لِي جَوَامِعَ مِنَ التَّوْرَةِ لِأَغْرِضَهَا عَلَيْكَ، فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ

بِيَدِهِ! لَوْ أَصْبَحَ فِيكُمْ مُوسَى ثُمَّ اتَّبَعْتُمُوهُ لَضَلَلْتُمْ، إِنَّكُمْ حَظِي مِنَ الْأَمَمِ وَأَنَا حَظُّكُمْ مِنَ النَّبِيِّينَ.

(رواہ أحمد فی مسنده کذا فی الدر المنثور للسيوطی ج: ۲ ص: ۴۸)
ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! میں بنی قریظہ میں سے اپنے ایک بھائی کے پاس گزرا، اس نے توراۃ سے کچھ جامع کلمات لکھ کر مجھے دیئے ہیں تاکہ وہ آپ کے سامنے پیش کروں۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک بدل گیا، اور فرمایا کہ: اس ذاتِ قدوس کی قسم ہے جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے! اگر خود موسیٰ (علیہ السلام) بھی تمہارے اندر آجائیں اور تم اُس وقت اُن کی اتباع کرنے لگو تو تم گمراہ ہو جاؤ، کیونکہ تم تمام اُمتوں سے صرف میرا حصہ ہو، اور تمام انبیاء میں سے صرف میں تمہارا حصہ ہوں۔ (اس کو امام احمد نے مسند میں روایت کیا ہے، از در منثور ج: ۲ ص: ۴۸، کذا فی الکفر ج: ۱ ص: ۵۱)

فائدہ:- اس حدیث میں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حصر کر کے بتلادیا ہے کہ نہ اس اُمت کے لئے اور کوئی نبی ہو سکتا ہے، اور نہ یہ اُمت کسی اور نبی کی اُمت بن سکتی ہے۔

حدیث نمبر ۳۳:- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْ الرِّسَالَةَ وَالنَّبُوَّةَ قَدْ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُولَ بَعْدِي وَلَا نَبِيَّ.

(رواہ الترمذی وقال هذا حدیث صحیح، وقال ابن کثیر فی تفسیرہ ج: ۸ ص: ۹ أخرجه أحمد أيضاً)

ترجمہ:- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں

کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی، پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ نبی۔

(اس حدیث کو ترمذی نے روایت کر کے فرمایا ہے کہ حدیث صحیح ہے، اور ابن کثیر نے اپنی تفسیر ج: ۸ ص: ۹ میں فرمایا ہے کہ اس کو امام احمد نے اپنی مسند میں بھی روایت کیا ہے)

فائدہ:- اس حدیث میں لفظ ”نبی“ اور ”رسول“ کو علیحدہ علیحدہ بیان کر کے یہ بھی بتلادیا گیا ہے کہ نہ کوئی تشریحی نبی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوگا، نہ غیر تشریحی، کیونکہ ہم اس رسالے کے پہلے حصے کے شروع میں لکھ چکے ہیں کہ جمہور کے نزدیک ”رسول“ صاحب شریعت نبی کو کہا جاتا ہے، اور ”نبی“ عام ہے، صاحب شریعت جدیدہ ہو یا پہلی شریعت کا متبع۔

حدیث نمبر ۳۴:- عَنْ أُمِّ كُرَيْزٍ الْكُغْبِيَّةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ذَهَبَتِ النُّبُوَّةُ وَبَقِيَتِ الْمُبَشِّرَاتُ.

(رواہ ابن ماجہ فی سننہ ص: ۲۸۶، وأحمد

والطبرانی وصححه ابن خزيمة، كذا فی الكنز)

ترجمہ:- حضرت اُمّ کرز کعبیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرما رہے تھے کہ: نبوت ختم ہوگئی، صرف مبشرات باقی رہ گئے۔

(اس کو ابن ماجہ نے اپنی سنن ص: ۲۸۶ میں، اور امام احمد نے مسند میں اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور ابن خزيمة نے اس کو روایت کر کے فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، کذا فی الكنز)

اس حدیث میں بھی ”مبشرات“ سے اچھے خواب مراد ہیں، جس کی تفصیل

ابھی گزری ہے۔

حدیث نمبر ۳۵:- عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَدِيثٍ طَوِيلٍ: وَأَنَا
آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَأَنْتُمْ آخِرُ الْأُمَمِ.

(رواہ ابن ماجہ فی سننہ ص: ۳۰۷ باب فتنۃ الدجال، وابن
خزیمہ والحاکم والضیاء من منتخب الكنز ج: ۶ ص: ۴۱)
ترجمہ:- حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے ایک طویل
حدیث کے ذیل میں روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ: میں آخر الانبیاء ہوں اور تم سب سے آخری امت ہو۔
(دیکھو ابن ماجہ ص: ۳۰۷، باب فتنۃ الدجال، اور منتخب الكنز ج: ۶ ص: ۴۱ میں
اس حدیث کو بحوالہ صحیح ابن خزیمہ اور حاکم اور ضیاء نے بھی روایت کیا ہے)

حدیث نمبر ۳۶:- عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثِ التَّمْثِيلِ بِاللَّبَنَةِ
الْخَاتِمَةِ وَفِي آخِرِهِ: فَأَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّينَ مَوْضِعَ تِلْكَ
اللَّبَنَةِ.

(رواہ أحمد والترمذی وقال الترمذی:
هذا حديث حسن صحيح غريب)

ترجمہ:- حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے مذکورہ بالا حدیث
جس میں نبوت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عظیم الشان محل
کے ساتھ اور انبیاء علیہم السلام کو اس کی اینٹوں کے ساتھ تشبیہ دی
ہے، مفصل الفاظ نقل کرنے کے بعد یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ:
میں خاتم النبیین ہوں، اور درجہ میرا انبیاء میں ایسا ہے جیسا اس
محل میں آخری اینٹ کا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی اور امام احمد نے
اور ترمذی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے)

یہ چھتیس احادیث ختم نبوت کے ثبوت میں محدثین کی اصطلاح کے مطابق
صحیح احادیث ہیں، جو حدیث کے اقسام میں سب سے قوی حجت سمجھی جاتی ہیں۔

سنن اربعہ یعنی صحاح ستہ کی باقی احادیث

نسائی، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ

حدیث نمبر ۳:- عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ
لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ. (رواه الترمذی)

ترجمہ:- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطابؓ ہوتے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ میں کمالاتِ نبوت موجود تھے، مگر باایں ہمہ ان کو عہدہ نبوت نہیں دیا گیا، کیونکہ سلسلہ نبوت ختم کر دیا گیا ہے۔ حدیث میں لفظ ”لَوْ كَانَ“ سے اسی طرف اشارہ ہے، کیونکہ لفظ ”لَوْ“ عربی زبان میں اسی غرض کے لئے آتا ہے کہ شرط موجود نہ ہونے کی وجہ سے مشروط بھی موجود نہیں، لہذا حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ میرے بعد چونکہ کوئی نبی نہیں ہو سکتا، اس لئے عمرؓ بھی نبی نہیں ہوئے۔

خیر الامم اور کمالاتِ نبوت

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبوت کے انقطاع سے یہ لازم نہیں آتا کہ کمالاتِ نبوت بھی منقطع ہو جائیں، بلکہ اس اُمت میں بھی کمالاتِ نبوت موجود ہیں، البتہ عہدہ نبوت نہیں دیا جاتا۔ اور یہ ایسا ہے کہ ایک فارغ التحصیل عالم میں مدرس ہونے کی قوت اور درس و تدریس کا کمال موجود ہے مگر اس وقت تک مدرس نہیں کہا جاسکتا جب تک کہ کسی مدرسہ میں یہ عہدہ اس کو نہ دیا جائے۔ یا ایک گریجویٹ جو انگریزی فنون کا پورا ماہر ہے، اس میں ڈپٹی کلکٹر ہونے کی قوت اور کمال موجود ہے، مگر کلکٹری کا عہدہ اس کو جب تک نہ دیا جائے وہ کلکٹر نہیں کہلا سکتا۔

الحاصل اس اُمت کے فضلاء کمالاتِ نبوت سے محروم نہیں، بلکہ کمالاتِ نبوت میں سے ان کو وافر حصہ ملا ہے، البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت چونکہ قیامت تک باقی اور قائم ہے، اس کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کو عہدہ نبوت دینے کی نہ ضرورت ہے اور نہ مناسب، کیونکہ آپ کی نبوت قائم ہوتے ہوئے کسی کو عہدہ نبوت دینا آپ کی کسرِ شان ہے، اس لئے عہدہ نبوت کسی کو نہیں دیا گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک طویل حدیث کے ذیل میں روایت فرماتے ہیں کہ: قیامت کے دن تمام اُمم سابقہ ہمارا احترام کریں گی اور کہیں گی:-

كَانَ هَذِهِ الْأُمَّةُ أَنْ تَكُونُوا أَنْبِيَاءَ كُلِّهَا.

(رواہ ابوداؤد الطیالسی فی مسندہ)

ص: ۳۵۴، وکذلک رواہ أحمد وأبو یعلیٰ

ترجمہ:- یہ اُمت بلحاظ کمالات سب کے سب انبیاء ہونے کے

قریب تھے۔

اور شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے خصائص کبریٰ صفحہ ۶۱ میں یہی مضمون حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے بحوالہ توراۃ و انجیل نقل کیا ہے، اور کنز العمال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً مروی ہے کہ آپ نے چند صحابہؓ کے متعلق فرمایا کہ: ”كَادُوا أَنْ يَكُونُوا أَنْبِيَاءَ“ یعنی یہ لوگ باعتبار کمالات انبیاء ہونے کے قریب ہیں۔

اس بیان سے اُس قادیانی مکر کی بھی حقیقت کھل گئی جس کو وہ مسلمانوں کے سامنے خوبصورت بنا کر پیش کیا کرتے ہیں کہ اگر بالکل نبوت کا انقطاع تسلیم کر لیا جائے تو اس اُمتِ مرحومہ کی سخت توہین ہوگی کہ ساری اُمتیں ہمیشہ نبوت کا شرف پاتی رہیں اور یہ اس سے محروم رہ گئی۔

کیونکہ احادیثِ مذکورہ سے ثابت ہو گیا کہ یہ اُمت کمالاتِ نبوت میں تمام پہلی اُمتوں سے بھی بہت آگے ہے، اور عہدہ نبوت کا نہ ملنا چونکہ آپ کی نبوت کی بقاء و قیام کی وجہ سے ہے، اس لئے یہ بھی درحقیقت اس اُمت کے لئے افضلیت کا باعث کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ہے، نہ کہ محرومی یا نقصان کا۔

حدیث نمبر ۳۸:- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا أَرَادَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَخْلِفَ قَالَ لَهُ عَلِيٌّ: مَا يَقُولُ النَّاسُ فِي إِذَا خَلَفْتَنِي؟ قَالَ: فَقَالَ: أَمَا أَنْ تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا يَكُونُ بَعْدِي نَبِيٌّ. (رواه أحمد وابن ماجه والترمذی)

ترجمہ:- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ جب (غزوہ تبوک کے موقع پر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مکان پر چھوڑ دیں اور جہاد میں نہ لے جائیں، تو حضرت علیؑ نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! اگر آپؐ نے مجھے چھوڑ دیا تو لوگ کیا کہیں گے (کہ جہاد چھوڑ کر بیٹھ گئے)۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمہارا مرتبہ میرے ساتھ ایسا ہو جیسا کہ حضرت ہارون (علیہ السلام) کا موسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھ ہے (یعنی جیسے موسیٰ علیہ السلام کو ہ طور پر جانے کے وقت حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنے پیچھے چھوڑ گئے تھے، اسی طرح تم میرے پیچھے ہو) مگر (اتنا فرق ہے کہ حضرت ہارونؑ نبی تھے) اور میری نبوت کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا (اسی لئے تم بھی نبی نہیں ہو)۔

فائدہ:- اس حدیث سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ جیسی نبوت ہارونؑ کو ملی تھی، وہ بھی منقطع ہو چکی ہے، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ہارونؑ کی نبوت شریعتِ مستقلہ کے ساتھ نہیں تھی، بلکہ شریعتِ موسویہ کے اتباع اور احکامِ توراۃ کی تبلیغ کے لئے تھی، اس سے ثابت ہوا کہ جس کو مرزا صاحب غیر شرعی نبوت کہہ کر باقی رکھنا چاہتے ہیں وہ بھی اس حدیث کے حکم سے ختم اور منقطع ہو چکی ہے۔

حدیث نمبر ۳۹:- عَنْ سَفِينَةَ مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهَا فِي حَدِيثٍ طَوِيلٍ فِي الرُّوْيَا وَنُزُولِ الْمِيزَانِ مِنَ السَّمَاءِ قَالَ: فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ: خِلَافَةُ النُّبُوَّةِ ثَلَاثُونَ عَامًا ثُمَّ يَكُونُ مُلْكٌ. فَاسْتَأْذَنَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي فَسَاءَ ذَلِكَ فَقَالَ: خِلَافَةُ نُبُوَّةٍ ثُمَّ يُؤْتَى اللَّهُ الْمُلْكَ مَنْ يَشَاءُ. (رواه الترمذی و ابوداؤد)

ترجمہ:- حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام حضرت سفینہ ایک طویل حدیث میں ایک خواب اور اس میں آسمان سے ایک ترازو کا اُترنا ذکر کر کے بیان کرتے ہیں کہ یہ خواب سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک بدل گیا اور پھر فرمایا کہ: نبوت کی خلافت تیس برس تک رہے گی، اور پھر ملک و سلطنت ہو جائے گی، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر رنجیدہ ہوئے اور فرمایا کہ: کچھ دنوں خلافت نبوت ہے اور پھر اللہ تعالیٰ جس کو چاہے ملک دے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے)

نبوتِ بروزیہ اگر بالفرض نبوت ہے
تو وہ بھی آپ کے بعد منقطع ہے

اس حدیث میں بھی بوضاحت بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف خلافت نبوت باقی رہے گی، نبوت بالکل نہیں ہوگی، اور اگر نبوت کی بھی کوئی قسم باقی رہتی تو لازم تھا کہ خلافت کے ذکر سے اس کے ذکر کو مقدم سمجھا جاتا۔ اس سے بھی بلا تکلف ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کی نو ایجاد نبوتِ بروزی و ظلی یا غیر مستقل نبوت اگر واقع میں بھی نبوت کی قسمیں فرض کر لی جائیں تو وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی نہیں رہ سکتی۔

حدیث نمبر ۴۰:- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

أَنَّهُ لَيْسَ يَبْقَى بَعْدِي مِنَ النَّبَوَّةِ إِلَّا الرُّوْيَا الصَّالِحَةُ.

(رواہ النسائی وأبو داؤد، من الفتح ج: ۱۲ ص: ۳۳۱)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میرے بعد سوائے رُویائے صالحہ کے نبوت میں سے کوئی جزو باقی نہیں رہے گا۔

(روایت کیا اس کونساں اور ابوداؤد نے، کذا فی فتح الباری ج: ۱۲ ص: ۳۳۱)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبوت کی کوئی قسم تشریحی یا غیر تشریحی یا بقول مرزا صاحب ظلی یا بروزی وغیرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی نہیں رہ سکتی۔

حدیث نمبر ۴۱:- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَحْنُ اخِرُ الْأُمَمِ وَأَوَّلُ مَنْ يُحَاسَبُ أَيْنَ الْأُمَّةِ أُمِّيَّةٌ وَنَبِيِّهَا؟ فَتَحْنُ الْآخِرُونَ الْأَوَّلُونَ. (رواہ ابن ماجہ، کذا فی الكنز ج: ۶ ص: ۲۳)

ترجمہ:- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ہم سب سے آخری امت ہیں اور قیامت میں سب سے پہلے ہمارا حساب ہوگا، پکارا جائے گا کہ کہاں ہیں امتِ امیہ اور اس کے نبی؟ اس لئے ہم ایک حیثیت سے سب سے اول بھی ہیں اور سب سے آخر بھی۔

(روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے، کذا فی الكنز)

حدیث نمبر ۴۲:- عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ مَرْفُوعًا: تَكْمُلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ سَبْعُونَ أُمَّةً نَحْنُ اخِرُهَا وَخَيْرُهَا. (رواہ الترمذی وابن ماجہ والدارمی، کذا فی الكنز ج: ۶ ص: ۲۳۲، وقال: هذا حديث حسن كذا في المشكوة ص: ۵۸۴)

ترجمہ:- حضرت بہز بن حکیم اپنے باپ حکیم رضی اللہ عنہ سے اور وہ اُن کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

وسلم نے فرمایا ہے کہ: قیامت کے روز ستر اُمّیں کامل ہوں گی، ہم اُن سب سے آخر اور سب سے بہتر ہوں گے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی نے، اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث ہے)

حدیث نمبر ۴۳:- عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ جُنْدَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْتُمْ تَتِمُّونَ سَبْعِينَ أُمَّةً وَأَنْتُمْ خَيْرُهَا وَأَكْرَمُهَا عَلَى اللَّهِ. (رواہ أحمد فی مسندہ والترمذی وابن ماجہ والحاکم فی المستدرک، کنز ج: ۶ ص: ۲۳۰)

ترجمہ:- حضرت معاویہ بن جندہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: تم ستر ۷۰ اُمّیں پوری کرتے ہو جن میں سے تم سب سے بہتر اور اللہ کے نزدیک زیادہ محترم ہو۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے اور ابن ماجہ نے اور احمد نے مسند میں اور حاکم نے مستدرک میں، کذا فی الكنز ج: ۶ ص: ۲۳۰)

حدیث نمبر ۴۴:- عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: لَمْ يَبْقَ مِنْ مُبَشِّرَاتِ النَّبُوَّةِ إِلَّا الرُّوْيَا الصَّالِحَةُ.

(رواہ النسائی، کنز ج: ۶ ص: ۳۳)

ترجمہ:- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ: نبوت میں سے اچھے خواب کے سوائے کوئی جزو باقی نہیں رہا۔

حدیث نمبر ۴۵:- عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَ كَيْفِيهِ خَاتَمُ النَّبُوَّةِ وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ.

(رواہ الترمذی فی شمائلہ ص: ۳)

ترجمہ:- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہے، اور آپ خاتم النبیین ہیں۔ (رواہ الترمذی)

مسندِ امام احمد بن حنبلؒ کی احادیث

یہ حدیث کی وہ مستند اور معتبر کتاب ہے کہ جس کی شہرت تعریف سے بے نیاز ہے، سات لاکھ پچاس احادیث کے ذخیرہ میں سے صرف تیس ہزار احادیث کا انتخاب کر کے امام احمد بن حنبلؒ نے یہ کتاب تیار کی ہے، اور جمہور محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس میں کوئی حدیث حسن لغیرہ سے کم نہیں، اس لئے اس کی احادیث معتبر و مستند ہیں۔

حدیث نمبر ۴۶: - عَنْ عِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنِّي عِنْدَ اللَّهِ مَكْتُوبٌ
خَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَإِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِي طَيْبَتِهِ.

(رواہ فی شرح السنۃ وأحمد فی مسندہ، کذا فی مشکوٰۃ والکنز ج: ۶ ص: ۱۱۲، وفی لفظ لہذا الحدیث عند ابن سعد: انی فی ام الكتاب خاتم النبیین. الحدیث. کذا فی الکنز) ترجمہ:- حضرت عریاض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میں اللہ کے نزدیک خاتم النبیین اس وقت لکھا ہوا تھا جبکہ آدم پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ (اس حدیث کو امام احمدؒ نے مسند میں روایت کیا ہے، کذا فی مشکوٰۃ، نیز یہ حدیث کنز العمال میں بھی بحوالہ ابن سعد روایت کی گئی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں کہ: میں ام الكتاب میں خاتم النبیین لکھا ہوا تھا، کذا فی الکنز ج: ۶ ص: ۱۱۲)

حدیث نمبر ۴۷: - عَنْ ابْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ:
خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا
كَالْمُودِعِ فَقَالَ: أَنَا النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ، ثَلَاثًا، وَلَا نَبِيَّ بَعْدِي.
إِلَى قَوْلِهِ: فَاسْمِعُوا وَأَطِيعُوا مَا دُمْتُ فِيكُمْ فَإِذَا ذُهِبَ بِي
فَعَلَيْكُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى أَجْلُوا حَلَالَهُ وَحَرِّمُوا حَرَامَهُ.

(رواہ أحمد فی مسندہ، کذا فی تفسیر ابن

کثیر ج: ۸ ص: ۹۱ طبع قدیم مع بغوی)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے

ہیں کہ: ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، پس تین مرتبہ مکرر فرمایا کہ: میں نبی امی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور (اسی حدیث کے آخر میں فرمایا کہ) جب تک میں تمہارے اندر موجود ہوں اس وقت تک میرے احکام سنتے اور اُن کا اتباع کرتے رہو، اور جب مجھے دُنیا سے لے لیا جائے تو تم کتاب اللہ کو مضبوط پکڑو اور اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھو۔

(روایت کیا اس کو امام احمد نے اپنی مسند میں، اور ابن مردویہ نے (کذا فی الدر المنثور ج: ۳ ص: ۱۳۱) کذا فی ابن کثیر ج: ۸ ص: ۹۱)

مطلب یہ ہے کہ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں مفہوم قرآنی کی تعبیر و تفسیر خود حضور فرماتے ہیں، اس کا اتباع ضروری ہے، اور آپ کے بعد جو کوئی نئی بات پیش آئے اس کو خود قرآن میں تلاش کر کے حکم معلوم کرو۔

اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت نے یہ بھی واضح کر دیا کہ اگر قرآن میں مسئلہ نہ ملے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں تلاش کریں اس میں بھی نہ ملے تو مسلمانوں کے اجماع کو، پھر قیاس شرعی کو استعمال کریں۔

حدیث نمبر ۴۸:- عَنْ نُعْمَانَ بْنِ بَشِيرٍ وَحُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَا: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَكُونُ النُّبُوَّةُ فِيكُمْ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونُ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللَّهُ تَعَالَى ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا جَبَرِيَّةً فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونُ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللَّهُ تَعَالَى ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَىٰ مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ، ثُمَّ سَكَتَ.
(رواه أحمد في مسنده والبيهقي، كذا في المشكوة)

ترجمہ:- حضرت نعمان بن بشیر اور حذیفہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: تمہارے اندر نبوت رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا (یعنی

جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں زندہ رہیں گے) پھر اللہ تعالیٰ نبوت کو اٹھالے گا، اس کے بعد قوت کے زور پر بادشاہت رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوگا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو اٹھالے گا، پھر خلافت طریقہ نبوت پر ہوگی، اس کے بعد آپ خاموش ہو گئے۔

(امام احمد نے مسند میں اور بیہقی نے روایت کیا ہے، از مشکوٰۃ)

اس حدیث میں سب سے آخر میں خلافت کا ذکر ہے، اس سے وہ خلافت مراد ہے جو قریب قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ہوگی۔
فائدہ:- اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کی کوئی قسم باقی نہیں رہے گی، بلکہ صرف ملک و جبروت یا خلافت باقی رہے گی، جس سے مرزا صاحب کی تصنیف کردہ نبوت کی اقسام، ظلیہ، بروزیہ وغیرہ کا بھی قلع قمع ہو جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۴۹:- عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلَ حَدِيثِ
النُّعْمَانِ الْمَذْكُورِ مَرْفُوعًا.

(رواہ احمد فی مسنده والبیہقی کذا فی مشکوٰۃ)

ترجمہ:- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اسی مضمون کی ایک حدیث مروی ہے جو حضرت نعمان بن بشیرؓ کی روایت سے اس سے پہلی روایت میں بیان ہوا ہے۔ (روایت کیا اس کو احمد نے)
حدیث نمبر ۵۰:- عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ أَسِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ذَهَبَتِ النَّبُوءَةُ فَلَا نُبُوءَةَ بَعْدِي إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ. قِيلَ: مَا الْمُبَشِّرَاتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: أَلَرُّوْا الصَّالِحَةَ يَرَاهَا الرَّجُلُ أَوْ تُرَى لَهُ.
(رواہ احمد والخطیب، کذا فی الكنز)
ترجمہ:- حضرت حذیفہ بن اُسید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: نبوت چلی گئی، میرے بعد نبوت میں سے سوائے مبشرات کے کچھ باقی نہیں رہا۔ عرض کیا گیا کہ: مبشرات سے کیا مراد ہے؟ ارشاد ہوا کہ: اچھے خواب جو انسان خود دیکھتا ہے یا اس کے واسطے کوئی اور دیکھے۔ (اس کو احمد نے مسند میں اور خطیب بغدادی نے روایت کیا ہے، کذا فی الكنز، اس روایت کی مفصل تحقیق گزر چکی ہے)

حدیث نمبر ۵۱:- عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ: أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي. (رواہ احمد و ابوبکر المطیری فی جزئہ ج: ۶ ص: ۱۵۳، کذا فی الكنز ترجمہ:- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ: تم میرے ساتھ ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھ ہارون (علیہ السلام)، مگر (اتنا فرق ہے کہ ہارون نبی ہیں، تم نہیں، کیونکہ) میرے کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

(اس کو امام احمد نے اپنی مسند میں اور خطیب مطہری نے جزء میں روایت کیا ہے، از کنز ج: ۶ ص: ۱۵۳، اس روایت کی توضیح بھی پہلے گزر چکی ہے) حدیث نمبر ۵۲:- عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَلِيُّ! وَالَّذِي بَعْتَنِي بِالْحَقِّ مَا اخْتَرْتُكَ إِلَّا لِنَفْسِي وَأَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي.

(رواہ احمد وابن عساکر، من الكنز)

ترجمہ:- حضرت زید بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: اے علی! قسم ہے اس

ذاتِ قدوس کی جس نے مجھے دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں نے تمہیں اپنے ہی لئے پسند کیا ہے، اور تم مجھ سے ایسے ہو جیسے موسیٰ (علیہ السلام) سے ہارون (علیہ السلام) مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

(اس کو امام احمدؒ نے مسند میں اور ابنِ عساکرؒ نے روایت کیا ہے، از کنز) حدیث نمبر ۵۳:- عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي حَدِيثِ الشَّفَاعَةِ: فَيَأْتُونَ عِيسَى فَيَقُولُونَ: اشفع لنا إلى ربنا فيقضي بيننا، فيقول: إني لست هناكم إني اتخذت وأمي إلهين من دون الله ولكن أرايتم لو أن متاعا في وعاء قد ختم عليه أكان يوصل أي ما في الوعاء حتى يفض الخاتم؟ فيقولون: لا! فيقول: فإن محمدا صلى الله عليه وسلم قد حضر اليوم وقد غفر له ما تقدم من ذنبه وما تأخر. قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: فَيَأْتِيَنِ النَّاسُ فَيَقُولُونَ: اشفع لنا إلى ربنا حتى يقضي بيننا، فأقول: أنا لها! أنا لها... إلى أن قال عليه الصلوة والسلام... فنحن الأحرار والأولون وأول من يحاسب وتفرج لنا الأمم على طريقتنا ونقول الأمم: كادت هذه الأمة أن تكون أنبياء كلها. الحديث. (رواه أبو داود الطيالسي في مسنده ص: ۳۵۳، رواه أحمد وأبو يعلى وفي الفاظه: فيقول (يعني عيسى): أن محمدا صلى الله عليه وسلم خاتم النبيين قد حضر اليوم).

ترجمہ:- حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے قیامت اور شفاعت کے متعلق ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں جس کے آخر میں ہے کہ: تمام لوگ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے پاس

جائیں گے اور کہیں گے کہ: اے روح اللہ! آپ ہی ہماری شفاعت فرمائیں کہ ہمارا حساب ہو جائے، وہ فرمائیں گے کہ: میں یہ کام نہیں کر سکتا، کیونکہ دُنیا میں میری اور میری والدہ کی پرستش کی گئی ہے، لیکن کیا تم جانتے ہو کہ اگر کسی برتن کو بند کر کے اس پر مہر لگا دی جائے تو کیا اس برتن کی چیز کو اس وقت تک لے سکتے ہیں جب تک کہ اس کی مہر نہ توڑی جائے؟ لوگ کہیں گے کہ: ایسا تو نہیں ہو سکتا! پھر عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ: پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم (جو انبیاء کے خاتمہ پر بمنزلہ مہر کے ہیں) آج موجود ہیں اور ان کی اگلی اور پچھلی لغزشیں سب معاف کر دی گئی ہیں (تم ان کے پاس جاؤ)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: لوگ یہ سن کر میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ: یا محمد! آپ ہی ہماری شفاعت فرمائیے تاکہ ہمارا حساب ہو جائے۔ میں کہوں گا کہ: ہاں یہ کام میں ہی کروں گا۔ اس کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ہم سب سے آخر ہیں اور سب سے پہلے، اور وہ اُمت جس کا حساب سب سے پہلے ہوگا، اور تمام اُمتیں ہمارے لئے تعظیماً راستہ چھوڑ دیں گی، اور سب اُمتیں کہیں گی کہ: یہ اُمت تو قریب ہے کہ سب ہی انبیاء میں شمار ہوں (الی آخر الحدیث)۔

اس طویل حدیث کو ابوداؤد طیالسی نے اپنی مسند صفحہ: ۳۵۴ میں روایت کیا ہے، اور امام احمد نے اپنی مسند میں اور ابویعلیٰ نے بھی روایت کیا ہے، اور ان کے الفاظ یہ ہیں کہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، اور آج یہاں موجود ہیں الخ۔

حدیث نمبر ۵۴:- عَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ

جَمِيعًا اِنْ كَاذَتْ لَتَسْبِقْنِي.

(اخرجه ابن جریر بحوالہ مسند أحمد، کذا فی تفسیر ابن کثیر ج: ۶ ص: ۱۵۶ طبع قدیم مع بغوی)
ترجمہ:- حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میں اور قیامت دونوں ساتھ بھیجے گئے ہیں، وہ تو قریب تھی کہ مجھ سے بھی آگے جائے۔

اس حدیث میں مبالغے کے ساتھ قرب قیامت کو بیان فرمایا گیا ہے، اور حدیث نمبر ۵۱ کے تحت آپ نے معلوم کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قیامت کے ساتھ ہونے سے یہ مراد ہے کہ آپ کے اور قیامت کے درمیان کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

حدیث نمبر ۵۵:- عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا: لَا نُبُوءَ بَعْدِي إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ.

(اخرجه سعيد بن منصور وأحمد في مسنده وابن مردويه من الكنز ج: ۸ ص: ۳۳)
ترجمہ:- حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میرے بعد نبوت باقی نہیں رہے گی، مگر مبشرات، یعنی اچھے خواب باقی رہیں گے۔

(روایت کیا اس کو سعید بن منصور اور امام احمد بن حنبل)
اور ابن مردویہ نے، کنز العمال ج: ۸ ص: ۳۳)
حدیث نمبر ۵۶:- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: لَا يَبْقَى مِنَ النُّبُوءِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ.

(اخرجه أحمد والخطيب، من الكنز ج: ۸ ص: ۳۳)
ترجمہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میرے بعد نبوت میں سے کوئی جزو سوائے مبشرات یعنی اچھے خوابوں کے باقی نہیں رہے گا۔

(روایت کیا اس کو امام احمد بن حنبل اور خطیب نے، کنز العمال ج: ۸ ص: ۳۳)

باقی مستند کتب کی احادیث

اس حصے میں وہ احادیث ہدیہ ناظرین کی جائیں گی جو معتبر ائمہ حدیث نے اپنی مستند کتابوں میں درج فرمائی ہیں، مگر محدثین نے ان کے متعلق خاص طور پر کوئی حکم تجویز نہیں کیا۔

حدیث نمبر ۵۷:- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِينَ وَلَا فُخْرَ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَلَا فُخْرَ وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ وَمُشَفِّعٍ وَلَا فُخْرَ.

(رواہ الدارمی وابن عساکر، کذا فی المشکوۃ والکنز ج: ۶ ص: ۱۰۹)

ترجمہ:- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میں تمام رسولوں کا پیشوا ہوں اور کوئی فخر نہیں، اور میں خاتم النبیین ہوں اور کوئی فخر نہیں، اور میں قیامت کے روز پہلا شفاعت کرنے والا اور مقبول الشفاعت ہوں اور کوئی فخر نہیں۔

(روایت کیا اس کو دارمی نے اور ابن عساکر نے، کذا فی المشکوۃ والکنز ج: ۶ ص: ۱۰۹)

اور خصائص کبریٰ جلد ۲: صفحہ ۲۲۴ میں اسی حدیث کو تاریخ بخاری اور معجم اوسط طبرانی اور بیہقی اور ابونعیم کے حوالے سے بھی نقل کیا ہے۔

حدیث نمبر ۵۸:- عَنْ تَمِيمِ الدَّارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي حَدِيثٍ طَوِيلٍ فِي سُؤَالِ الْقَبْرِ فَيَقُولُ (أَيُّ الْمَيِّتِ): الْإِسْلَامُ دِينِي وَمُحَمَّدٌ نَبِيٌّ وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ. يَقُولُونَ لَهُ: صَدَقْتَ.

(رواہ ابن ابی الدنیا وأبو یعلیٰ، کذا فی الدر المنثور للسيوطی ج: ۶ ص: ۱۶۵)

ترجمہ:- حضرت تميم داری رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث کے کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ذیل میں سوالِ قبر کے بارے میں روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: (منکر و نکیر کے جواب میں) مسلمان کہے گا کہ: میرا دین اسلام ہے، اور میرے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور وہ خاتم النبیین ہیں۔ منکر نکیر یہ سن کر کہیں گے کہ: تو نے سچ کہا۔ (روایت کیا اس کو ابن ابی الدنیا اور ابویعلیٰ نے، منقول از درمنثور ج: ۶ ص: ۱۶۵)

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مسئلہ ختم نبوت ایمان کا اس قدر اہم جزو ہے کہ قبر کے مختصر سے سوال و جواب میں بھی اس کی شہادت دی جاتی ہے۔
حدیث نمبر ۵۹:- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَمَّا خَلَقَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ آدَمَ أَخْبَرَهُ بِبَنِيهِ فَجَعَلَ يَرَى فَضَائِلَ بَعْضِهِمْ عَلَى بَعْضٍ فَرَأَى نُورًا سَاطِعًا فِي أَسْفَلِهِمْ، قَالَ: يَا رَبِّ! مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا ابْنُكَ أَحْمَدُ هُوَ الْأَوَّلُ هُوَ الْآخِرُ وَهُوَ شَافِعٌ وَأَوَّلُ مُشَفِّعٍ.

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کو اپنی اولاد پر مطلع فرمایا، آدم علیہ السلام ان میں دیکھ رہے تھے کہ بعض، بعض پر فضیلت رکھتے ہیں، پس اُن سب سے نیچے کی جانب میں ایک نور دیکھا، تو عرض کیا کہ: اے میرے پروردگار! یہ کون ہے؟ ارشاد ہوا کہ یہ آپ کے بیٹے احمد ہیں، وہی سب سے پہلے نبی ہیں اور وہی سب سے آخر ہیں، اور قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کرنے والے اور مقبول الشفاعت ہوں گے۔ (روایت کیا اس کو ابن عساکر نے، ازکنز)

حدیث نمبر ۶۰:- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَمَّا نَزَلَ آدَمُ بِالْهِنْدِ
وَأَسْتَوْحَشَ فَنَزَلَ جِبْرِيلُ فَنَادَى بِأَذْنِ اللَّهِ: اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ
أَكْبَرُ مَرَّتَيْنِ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مَرَّتَيْنِ، أَشْهَدُ أَنَّ
مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ مَرَّتَيْنِ، قَالَ آدَمُ لَجِبْرِيلَ: مَنْ مُحَمَّدٌ؟
قَالَ: الْآخِرُ وَلَدَكَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ.

(رواہ ابن عساکر، کذا فی الكنز ج: ۶ ص: ۱۱۳)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: آدم علیہ السلام ہندوستان میں نازل
ہوئے (مگر تنہائی کی وجہ سے) ان کو وحشت ہوئی تو جبریل علیہ
السلام نازل ہوئے اور اذان پڑھی، اللہ اکبر، اللہ اکبر دو مرتبہ،
اشہد ان لا الہ الا اللہ دو مرتبہ، اشہد ان محمد رسول اللہ دو مرتبہ،
آدم علیہ السلام نے جبریل امین سے دریافت کیا کہ: محمد کون
ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ: انبیاء میں سے آپ کے سب
سے آخری بیٹے ہیں۔

(روایت کیا اس کو ابن عساکر نے، کنز العمال ج: ۶ ص: ۱۱۳)

اور خصائص کبریٰ جلد اول میں اسی حدیث کو بحوالہ حلیہ ابو نعیم بھی نقل کیا ہے۔
حدیث نمبر ۶۱:- عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خُطْبَتِهِ يَوْمَ حَجَّةِ
الْوَدَاعِ: أَيُّهَا النَّاسُ! أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَلَا أُمَّةَ بَعْدَكُمْ،
فَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَصَلُّوا خَمْسَكُمْ وَصُومُوا شَهْرَكُمْ وَأَدُّوا
زَكَاةَ أَمْوَالِكُمْ طَيِّبَةً بِهَا أَنْفُسُكُمْ وَأَطِيعُوا وِلَاةَ أُمُورِكُمْ
تَدْخُلُوا جَنَّةَ رَبِّكُمْ.

(کذا فی منتخب الكنز علی هامش مسند احمد ج: ۲ ص: ۳۹۱)

ترجمہ:- حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حجۃ الوداع کے خطبے میں فرمایا:
اے لوگو! نہ میرے بعد کوئی نبی ہوگا اور نہ تمہارے بعد کوئی
امت، خبردار! اپنے رب کی عبادت کرتے رہو، اور پانچ نمازیں
پڑھتے رہو، اور رمضان کے روزے رکھتے رہو، اور اپنے اموال
کی زکوٰۃ خوش دلی کے ساتھ دیتے رہو، اور اپنے خلفاء اور حکام
کی اطاعت کرتے رہو تو تم اپنے پروردگار کی جنت میں داخل
ہو جاؤ گے۔ (منتخب کنز علی حاشیہ مسند احمد ج ۲: ص ۳۹۱)

فائدہ:- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی
نبی کسی قسم کا بھی نہیں ہو سکتا، نہ تشریفی، نہ غیر تشریفی، اور مرزا صاحب کا ایجاد کردہ
بروزی، ظلی، لغوی، جزوی وغیرہ، کیونکہ اگر کسی قسم کا کوئی نبی بعد میں آنے والا ہوتا تو
ضروری تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی اطاعت امت کے لئے اولی الامر کی
اطاعت سے زیادہ ضروری قرار دے کر اس کی تاکید کو مقدم فرماتے، حالانکہ حدیث
میں صرف اولی الامر کی اطاعت کے حکم پر بس کیا گیا ہے۔

حدیث نمبر ۶۲:- عَنْ نَعِيمِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَقُومُ السَّاعَةُ
حَتَّى يَخْرُجَ ثَلَاثُونَ كَذَّابًا كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ.

(رواہ الطبرانی)

ترجمہ:- حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: قیامت اس وقت تک
قائم نہ ہوگی جب تک تین دجال نہ پیدا ہو لیں، جن میں سے ہر
ایک کا یہ دعویٰ ہو کہ میں نبی ہوں۔ (طبرانی)

حدیث نمبر ۶۳:- عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو اللَّيْثِيِّ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَقُومُ
السَّاعَةُ حَتَّى يَخْرُجَ ثَلَاثُونَ كَذَّابًا كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ

قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ. (رواہ ابن ابی شیبہ)

ترجمہ:- حضرت عبید اللہ بن عمرو لیش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ اس سے پہلے میں کذاب نہ پیدا ہو چکیں، جن میں سے ہر ایک یہ کہتا ہو کہ میں نبی ہوں۔

(روایت فرمایا اس کو ابن ابی شیبہ نے)

حدیث نمبر ۶۴:- عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَكْثَرُوا النَّاسَ فِي أَمْرِ مُسَيْلَمَةَ الْكَذَّابِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ شَيْئًا ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَأَثْنَى عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، فِي شَأْنِ هَذَا الرَّجُلِ الَّذِي قَدْ أَكْثَرْتُمْ فِي شَأْنِهِ فَإِنَّهُ كَذَّابٌ مِّنْ ثَلَاثِينَ يَخْرُجُونَ قَبْلَ الدَّجَالِ. (رواہ الطحاوی فی مشکل الآثار ج: ۴ ص: ۱۰۴)

ترجمہ:- حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: مسیلہ کذاب کے بارے میں جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہیں فرمایا تھا اس وقت تک لوگوں میں چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز خطبہ دیا اور بعد حمد و صلوٰۃ کے ارشاد فرمایا کہ: یہ شخص جس کے بارے میں تم رائے زنی کر رہے ہو وہ تین کذابوں میں سے ایک کذاب ہے جو دجال اکبر سے پہلے نکلیں گے۔ (دیکھو مشکل الآثار طحاوی ج: ۴ ص: ۱۰۴)

حدیث نمبر ۶۵:- عَنْ ضَحَّاكِ بْنِ نَوْفَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَلَا أُمَّةَ بَعْدَ أُمَّتِي. (رواہ البیہقی فی کتاب الروایا)

ترجمہ:- حضرت ضحاک بن نوفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور میری امت کے بعد کوئی امت نہیں ہوگی۔

(طبرانی اور بیہقی نے روایت فرمایا ہے)

حدیث نمبر ۶۶:- عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَمَّا أُسْرِيَ بِي إِلَى السَّمَاءِ قَرَّبَنِي رَبِّي اللَّهُ تَعَالَى حَتَّى كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ كَقَابِ قَوْسَيْنِ أَوْ أَذْنَى، قَالَ: يَا حَبِيبِي! يَا مُحَمَّدُ! قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَبِّ. قَالَ: هَلْ غَمُّكَ إِنْ جَعَلْتُكَ آخِرَ النَّبِيِّينَ؟ قُلْتُ: لَا يَا رَبِّ. قَالَ: حَبِيبِي! هَلْ غَمُّ أُمَّتِكَ إِنْ جَعَلْتُهُمْ آخِرَ الْأُمَمِ؟ قُلْتُ: يَا رَبِّ لَا. قَالَ: أُبْلِغْ عَنِّي السَّلَامَ وَأَخْبِرْهُمْ إِنِّي جَعَلْتُهُمْ آخِرَ الْأُمَمِ.

(رواہ الخطیب والدیلمی، کذا فی الكنز ج: ۶ ص: ۱۱۲)

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب اسریٰ میں جب مجھے آسمان پر لے گئے تو مجھے میرے رب اللہ تعالیٰ نے اتنا قریب فرمایا کہ قاب قوسین (دو کمانوں کی مقدار) کا فاصلہ درمیان میں رہ گیا یا اس سے بھی کم ہو، اور آواز دی: اے میرے محبوب! اے محمد! میں نے عرض کیا کہ: حاضر ہوں اے میرے پروردگار! پھر ارشاد ہوا کہ: کیا تمہیں یہ ناگوار ہے کہ میں نے تمہیں آخر النبیین کر دیا؟ میں نے عرض کیا کہ: نہیں، پھر ارشاد ہوا کہ: کیا تمہیں یہ ناگوار ہے کہ ہم نے تمہاری امت کو آخر الأمم بنادیا؟ میں نے عرض کیا کہ: نہیں اے میرے رب، ایسا نہیں، پھر فرمایا کہ: اپنی امت کو میرا سلام پہنچا دو اور کہہ دو کہ میں نے تمہیں آخر الأمم کر دیا۔

(روایت کیا اس کو خطیب اور دیلمی نے، کذا فی الكنز ج: ۲ ص: ۱۱۲)

حدیث نمبر ۶۷:- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ: وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ ... الآية. قَالَ: كُنْتُ أَوَّلَ النَّبِيِّينَ فِي الْخَلْقِ وَآخِرُهُمْ فِي الْبُعْثِ.

(رواہ ابن ابی حاتم وابن مردویہ وأبو نعیم فی الدلائل ص: ۶، والدیلمی وابن عساکر وابن ابی شیبہ وابن جریر وابن سعد، کذا فی تفسیر ابن کثیر ج: ۸ ص: ۸۹، طبع قدیم مع بغوی والدر المنثور ج: ۵ ص: ۸۴، کنز العمال ج: ۶ ص: ۱۱۳) ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ: ”وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ الخ“ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ: میں باعتبار اصل خلقت کے سب سے پہلا نبی ہوں اور باعتبار بعثت کے سب سے آخری۔ (روایت کیا اس کو ابن ابی حاتم نے، ابن مردویہ اور ابویعیم نے دلائل النبوة ص: ۶ میں، نیز ابن عساکر، ابن ابی شیبہ اور ابن جریر وابن سعد نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے، دیکھو تفسیر ابن کثیر ج: ۸ ص: ۸۹، اور در منثور ج: ۵ ص: ۸۴، اور کنز العمال ج: ۶ ص: ۱۱۳)

حدیث نمبر ۶۸:- عَنْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: كُنْتُ أَوَّلَ النَّاسِ فِي الْخَلْقِ وَآخِرُهُمْ فِي الْبُعْثِ.

(رواہ ابن سعد مرسلًا وكذا فی الكنز ج: ۶ ص: ۱۰۲، ورواہ ابن ابی شیبہ مسندًا عنه، کذا فی الدرر ج: ۵ ص: ۱۸۴) ترجمہ:- حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میں باعتبار اصل خلقت کے سب انسانوں سے پہلا ہوں اور باعتبار بعثت کے سب انبیاء سے آخری۔ (روایت کیا اس کو ابن سعد نے مرسلًا اور ابن ابی شیبہ نے مسندًا، دیکھو در منثور ج: ۵ ص: ۱۸۴)

حدیث نمبر ۶۹:- عَنْ مُعَاذِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَلِيُّ! أُخَصِّمُكَ بِالنُّبُوءَةِ وَلَا نُبُوءَةَ بَعْدِي وَتُخَصِّمُ بِسَبْعٍ لَا يَحَاجُّكَ فِيهَا أَحَدٌ، أَنْتَ أَوَّلُهُمْ إِيْمَانًا.

(رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ، کذا فی الكنز ج: ۶ ص: ۱۵۶)
ترجمہ:- حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اے علی! میں نبوت میں تمہارے ساتھ مقابلہ کیا جاتا ہوں، مگر میرے بعد نبوت نہیں ہو سکتی، اور تم سات چیزوں میں مقابلہ کئے جاؤ گے جن میں کوئی تم سے بڑھ نہ سکے گا، ان میں سے ایک یہ ہے کہ تم ان میں سب سے پہلے ایمان لانے والے ہو۔

(روایت کیا اس کو ابو نعیم نے حلیہ میں، کنز العمال ج: ۶ ص: ۱۵۶)
حدیث نمبر ۷۰:- وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَفَعَهُ أَنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوءَةَ قَدْ انْقَطَعَتْ وَلَا نَبِيٌّ بَعْدِي وَلَا رَسُولٌ وَلَكِنْ بَقِيَتِ الْمُبَشِّرَاتُ. قَالُوا: وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ؟ قَالَ: رُؤْيَا الْمُسْلِمِينَ جُزْءٌ مِّنْ أَجْزَاءِ النُّبُوءَةِ.

(آخر جہ ابو یعلیٰ، من الفتح ج: ۱۲ ص: ۲۳۲)
ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: رسالت اور نبوت منقطع ہو گئی اور میرے بعد نہ کوئی نبی ہو سکتا ہے نہ رسول، لیکن مبشرات باقی رہ گئے ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ: مبشرات سے کیا مراد ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ: مسلمانوں کے خواب جو کہ نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہیں۔

(روایت کیا اس کو ابو یعلیٰ نے، دیکھو فتح الباری ج: ۱۲ ص: ۲۳۲)

فائدہ:- اس حدیث کی مفصل تحقیق تو پہلے گزر چکی ہے، اور جو مطلب اس جگہ عرض کیا گیا ہے اُس کے متعلق یہ حدیث بہت صاف دلیل ہے، اس میں خود تصریح ہے کہ نبوت موجود نہیں، بلکہ اس کا ایک جزو موجود ہے۔

حدیث نمبر ۷۱:- عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: اسْتَأْذَنَ الْعَبَّاسُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْهَجْرَةِ فَكَتَبَ إِلَيْهِ: يَا عَمُّ! أَقِمِ مَكَانَكَ أَنْتَ بِهِ فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ خَتَمَ بِكَ الْهَجْرَةَ كَمَا خَتَمَ بِبَنِي النَّبِيِّونَ.

(رواہ الطبرانی و ابو نعیم و ابو یعلیٰ)

وابن عساکر وابن النجار، من الكنز)

ترجمہ:- حضرت سہل بن الساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عباسؓ نے مسلمان ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کی اجازت طلب کی تو آپؐ نے فرمایا کہ: اے چچا! اپنی جگہ ٹھہرے رہو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ہجرت ختم کر دی جس طرح کہ مجھ پر انبیاء ختم کر دیئے گئے۔

(روایت کیا اس کو طبرانی، ابو نعیم، ابو یعلیٰ،

ابن عساکر اور ابن نجار نے، کنز العمال)

فتح مکہ کے بعد چونکہ مکہ خود دارالاسلام ہو گیا تھا، اس لئے وہاں سے ہجرت کرنے کی اجازت نہیں دی۔

حدیث نمبر ۷۲:- عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَلْفُكَ أَنْ تَكُونَ خَلِيفَتِي، قُلْتُ: أَتَخْلَفُ عَنْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: أَلَا تَرَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي.

(رواہ الطبرانی فی الأوسط)

ترجمہ:- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں نے اس لئے تمہیں پیچھے چھوڑا ہے کہ

تم مکان پر میرے قائم مقام رہو، میں نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! کیا میں آپ سے علیحدہ رہوں گا؟ آپ نے فرمایا کہ: کیا تم اس کو پسند نہیں کرتے کہ تم مجھ سے ایسے ہو جیسے موسیٰ (علیہ السلام) سے ہارون (علیہ السلام)، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا (اس لئے تم ہارون کی طرح نبی نہیں)۔

(روایت کیا طبرانی نے معجم اوسط میں)

حدیث نمبر ۷۳:- وَعَنْ عُمَرَ وَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلُهُ عِنْدَ الْخَطِيبِ. (کذا فی کنز العمال ج: ۶ ص: ۱۵۴)

ترجمہ:- حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے بھی بعینہ اسی مضمون کی حدیث روایت فرمائی جس کو خطیب نے نقل فرمایا ہے۔

(دیکھو کنز العمال ج: ۶ ص: ۱۵۴)

حدیث نمبر ۷۴:- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلُهُ عِنْدَ الطَّبْرَانِيِّ فِي الْكَبِيرِ. (کذا فی الكنز ج: ۶ ص: ۱۵۴)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی بعینہ یہی مضمون مرفوعاً مروی ہے جس کو طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے۔ (دیکھو کنز ج: ۶ ص: ۱۵۴)

حدیث نمبر ۷۵:- عَنْ حَبِشِيِّ بْنِ جَنَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَلِيُّ! أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي.

(رواہ ابو نعیم، کذا فی الكنز)

ترجمہ:- اسی مضمون کی حدیث حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ نے بھی بیان فرمائی ہے جس کو ابو نعیم نے روایت کیا ہے۔

(کذا فی الكنز)

حدیث نمبر ۷۶:- عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَلِيُّ! أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي.

(رواه الطبرانی)

ترجمہ:- حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اے علی! تم میرے ساتھ ایسے ہو جیسے ہارون، موسیٰ (علیہما السلام) کے ساتھ، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ (طبرانی)

حدیث نمبر ۷۷:- عَنْ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ.

(رواه الخطيب)

ترجمہ:- حضرت مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن الخطاب ہوتے۔ (روایت کیا اس کو خطیب نے)

اس حدیث کی تحقیق گزر چکی ہے، اور مطلب ظاہر ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں اگرچہ کمالات نبوت سے حصہ وافر موجود ہے، مگر چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دروازہ نبوت بند ہے، اس لئے عہدہ نبوت اُن کو نہیں دیا گیا۔

حدیث نمبر ۷۸:- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا خَاتِمُ الْأَنْبِيَاءِ وَمَسْجِدِي خَاتِمُ مَسَاجِدِ الْأَنْبِيَاءِ.

(رواه الديلمی وابن النجار والبخاری، من الكنز)

ترجمہ:- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد مساجد انبیاء کی خاتم ہے۔

(روایت کیا اس کو دیلمی، بخاری، ابن نجار نے، از کنز العمال)

حدیث کا مطلب صاف ہے کہ میرے بعد نہ کوئی اور نبی پیدا ہوگا اور نہ کوئی اور مسجد نبی کی تیار ہوگی۔

حدیث نمبر ۷۹:- عَنِ الْحَسَنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْسَلًا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا رَسُولُ مَنْ أَدْرِكُ حَيًّا وَمَنْ يُؤَلِّدُ بَعْدِي.

(رواہ ابن سعد، من الكنز ج: ۶ ص: ۱۰۱)

ترجمہ:- حضرت حسن رضی اللہ عنہ مرسلًا روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں اس شخص کا بھی رسول ہوں جس کو میں زندگی میں پالوں اور اس شخص کا بھی جو میرے بعد پیدا ہوگا۔ (روایت کیا اس کو ابن سعد نے، دیکھو کنز العمال ج: ۶ ص: ۱۰۱، اور خصائص کبریٰ ج: ۲ ص: ۱۸۸)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیامت تک جو انسان پیدا ہوگا اس کے نبی صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

حدیث نمبر ۸۰:- عَنْ أَبِي قُبَيْلَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَلَا أُمَّةَ بَعْدَكُمْ فَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَأَقِيمُوا حِمَمَكُمْ وَصُومُوا شَهْرَكُمْ وَأَطِيعُوا وَلَاةَ أَمْرِكُمْ تَدْخُلُوا جَنَّةَ رَبِّكُمْ.

(رواہ الطبرانی والبغوی، من الكنز)

ترجمہ:- حضرت ابوقبیلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں ہوگی، پس تم اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہو اور پانچوں نمازیں (ٹھیک وقت پر موافق شرط) پڑھتے رہو، اور ماہ رمضان کے روزے رکھتے رہو، اور اپنے مسلمان حکام کی

اطاعت کرتے رہو تو تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو گے۔

(روایت کیا اس کو طبرانیؒ اور بغویؒ نے، کنز العمال)

حدیث نمبر ۸۱:- عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهُ لَمْ يُعَثْ نَبِيٌّ قَطُّ إِلَّا كَانَ فِي أُمَّتِهِ مَنْ يُحَدِّثُ فَإِنْ يَكُنْ فِي أُمَّتِي مِنْهُمْ أَحَدٌ فَهُوَ عَمْرٌ.

(رواہ ابن عساکر، من الکنز)

ترجمہ:- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: مجھ سے پہلے کوئی نبی نہیں بھیجا گیا جس کی امت میں کوئی محدث نہ ہو، اگر ان میں سے کوئی میری امت میں بھی ہے تو وہ عمرؓ ہیں۔

(روایت کیا اس کو ابن عساکرؒ نے، از کنز، اور خصائص کبریٰ)

ج: ۲: ص ۱۲۹ میں اسی حدیث کو بحوالہ طبرانی نقل کیا ہے)

پہلے گزر چکا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف محدث کا درجہ بیان فرمایا ہے، حالانکہ دوسری احادیث میں یہ بھی موجود ہے کہ اس امت میں کوئی نبی ہوتا تو وہ عمرؓ ہی ہو سکتے تھے، تو جب باایں ہمہ حضرت عمرؓ کے لئے درجہ نبوت حاصل نہیں ہے تو صاف ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لئے یہ درجہ ملنے والا نہیں۔

حدیث نمبر ۸۲:- عَنْ عَقِيلِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَقِيلُ! وَاللَّهِ لَا حِجْبَ لِمَخْلُوعَتَيْنِ لِقَرَابَتِكَ وَلِحُبِّ أَبِي طَالِبٍ إِيَّاكَ، وَأَمَّا أَنْتَ يَا جَعْفَرُ! فَخُلِقْتَ يُشَبِّهُ خُلُقِي، وَأَمَّا أَنْتَ يَا عَلِيُّ! فَأَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي.

(رواہ ابن عساکر، من الکنز)

ترجمہ:- حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اے علی! تم مجھ سے اُس درجے میں ہو جس میں موسیٰ سے ہارون (علیہما السلام) تھے، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ (ابن عساکر، از کنز العمال)

حدیث نمبر ۸۳:- عَنْ أَبِي الْفَضْلِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ لِي عِنْدَ رَبِّي عَزْرٌ وَجَلَّ عَشْرَةُ أَسْمَاءَ مُحَمَّدٍ، أَحْمَدُ وَأَبُو الْقَاسِمِ وَالْفَاتِحُ وَالْخَاتَمُ وَالْمَاجِي وَالْعَاقِبُ وَالْحَاشِرُ وَيَسَ وَطَه.

(رواہ ابن عساکر وابن عدی فی الکامل، من الكنز ج: ۶ ص: ۱۱۶) ترجمہ:- حضرت ابوالفضل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میرے پروردگار کے نزدیک میرے دس نام ہیں، محمد، احمد، ابوالقاسم، فاتح، خاتم، ماجی، عاقب، حاشر، یس، طہ۔

(بروایت ابن عساکر وابن عدی، از کنز ج: ۶ ص: ۱۱۶)

حدیث نمبر ۸۴:- عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا: أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَنَا أَحْمَدُ وَالْحَاشِرُ الَّذِي أَحْشِرَ النَّاسُ عَلَى قَدَمَيَّ.

(من الكنز ج: ۶ ص: ۱۱۶ بروایہ طبرانی) ترجمہ:- حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں محمد ہوں، اور احمد اور حاشر کہ میرے زمانے میں لوگوں کا حشر ہوگا۔ (طبرانی، از کنز ج: ۶ ص: ۱۱۶)

پہلے گزر چکا ہے کہ اس حدیث کا حاصل آپؐ کا آخر النبیین ہونا ہے۔ حدیث نمبر ۸۵:- عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلُهُ.

(رواہ سعید بن منصور فی سننہ، من الكنز ج: ۶ ص: ۱۱۶)

ترجمہ:- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مضمون کی

حدیث سعید بن منصور نے اپنے سنن میں روایت فرمائی ہے۔
(دیکھو کنز العمال ج: ۶ ص: ۱۱۶، اور خصائص
ص: ۷۷ میں بحوالہ ترمذی وغیرہ ہے)
حدیث نمبر ۸۶: - عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ:
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا أَحْمَدُ وَأَنَا
مُحَمَّدٌ وَالْحَاشِرُ وَالْمُقَفَّى وَالْحَاتِمُ.

(رواہ الخطیب وابن عساکر، من الكنز ج: ۶ ص: ۱۱۶)
ترجمہ:- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ: میں احمد ہوں
اور محمد ہوں، اور حاشر ہوں اور مقفی اور خاتم۔

(روایت کیا اس کو خطیب اور ابن عساکر نے، کنز العمال ج: ۶ ص: ۱۱۶)
ان سب احادیث میں جو اسمائے گرامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان
فرمائے ہیں، ان میں کئی ایسے ہیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم
الانبیاء ہیں جیسا کہ اس سے پہلے بہ تفصیل گزر چکا ہے۔

حدیث نمبر ۸۷: - عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ بَدَأَ
هَذَا الْأَمْرَ نُبُوءَةً وَرَحْمَةً وَكَانِنَا خِلَافَةً وَرَحْمَةً وَكَانِنَا
مُلْكًا غُضُوضًا وَكَانِنَا غُتُوًّا وَجَبْرِيَّةً وَفَسَادًا فِي الْأُمَّةِ.
(رواہ الطبرانی فی الکبیر، کذا فی الكنز ج: ۶ ص: ۲۹)
ترجمہ:- حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے اس
امر کو نبوت اور رحمت بنا کر شروع کیا، اور پھر (کچھ دنوں کے
بعد) خلافت اور رحمت ہونے والی ہے، اور پھر تکبر اور جبر اور
امت میں فساد ہونے والا ہے۔

(روایت کیا اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں، دیکھو کنز العمال ج: ۶ ص: ۲۹)

حدیث نمبر ۸۸:- عَنْ مُعَاذِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا مِثْلَهُ.

(رواہ ابوداؤد الطیالسی والبیہقی فی السنن، من الكنز ج: ۶ ص: ۲۹)
ترجمہ:- حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مضمون کی حدیث
ابوداؤد طیلانی نے اور بیہقی نے سنن میں روایت کی ہے۔

(کنز العمال ج: ۶ ص: ۲۹)

حدیث نمبر ۸۹:- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا مَرْفُوعًا: لَمْ
يَبْقَ بَعْدِي مِنَ الْمُبَشِّرَاتِ إِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا
الرَّجُلُ أَوْ تَرَى لَهَا.

(رواہ البیہقی فی الشعب، من الكنز ج: ۸ ص: ۳۳)

ترجمہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میرے بعد مبشرات میں سوائے
ایچھے خوابوں کے کچھ باقی نہیں رہا (یعنی سلسلہ وحی منقطع ہو گیا
اور اب مبشرات میں سے صرف خواب کی صورت رہ گئی)۔

حدیث نمبر ۹۰:- عَنْ عِصْمَةَ بِنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ
لَكَانَ عُمرُ بِنِ الْخَطَّابِ.

(رواہ الطبرانی، من الكنز ج: ۶ ص: ۱۴۶)

ترجمہ:- حضرت عصمہ بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: اگر میرے بعد کوئی
نبی ہوتا تو عمر بن خطابؓ ہوتے۔

(روایت کیا اس حدیث کو طبرانی نے، از کنز العمال ج: ۶ ص: ۱۴۶)

اور پہلے احادیث میں گزر چکا ہے کہ حضرت عمرؓ نبی نہیں ہیں، لہذا معلوم ہوا
کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

حدیث نمبر ۹۱:- عَنْ مُعَاذِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ

اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فِی حَدِیْثِ طَوِیْلِ فِی الْفِتَنِ:
تَنَاسَخَتْ النُّبُوَّةُ فَصَارَتْ مُلْکًا عُضْوًا رَحِمَ اللہُ مَنْ
أَخَذَهَا بِالْحَقِّ خُرُوجَ مِنْهَا کَمَا دَخَلَهَا.

(رواہ الطبرانی فی الکبیر، کذا فی الكنز ج: ۶ ص: ۳۹)
ترجمہ:- حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فتن کو بیان فرماتے ہوئے ایک طویل حدیث
میں فرمایا کہ: نبوت منقطع ہوگئی اور اب ملک عضو ہو گیا، اللہ
تعالیٰ اس پر رحم کرے جو اس ملک کو حق کے موافق لے، اور اس
سے اسی طرح پاک و صاف نکل جائے جس طرح داخل ہوا تھا۔
(روایت کیا اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں، کنز ج: ۶ ص: ۳۹)

حدیث نمبر ۹۲:- عَنْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: ذُکِرَ لَنَا
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ ذَاتَ یَوْمٍ وَهُوَ مُسْنِدٌ
ظَهَرِہُ اِلَى الْکَعْبَةِ: نَحْنُ نُکْمِلُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ سَبْعِیْنَ اُمَّةً
نَحْنُ اٰخِرُهَا وَخَیْرِهَا.

(رواہ ابن جریر فی تفسیر قولہ: "کُنْتُمْ خَیْرٌ
اُمَّةٌ" الایة. کذا فی الدرر ج: ۶ ص: ۶۴)
ترجمہ:- حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا
گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز کعبہ سے کرمبارک
لگائے ہوئے بیٹھے تھے اس وقت فرمایا کہ: ہم ستر اُمّتیں پوری کریں
گے جن میں ہم سب سے آخر اور سب سے بہتر ہوں گے۔

(اس کو ابن جریر نے آیت: "کُنْتُمْ خَیْرٌ اُمَّةٌ" کی
تفسیر میں نقل فرمایا ہے، دیکھو در منثور ج: ۶ ص: ۶۴)

حدیث نمبر ۹۳:- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَزْمٍ رَضِيَ اللہُ عَنْہُ مِنْ
الْأَنْصَارِ: تُکْمَلُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ سَبْعُونَ اُمَّةً نَحْنُ اٰخِرُهَا
وَخَیْرِهَا. (رواہ الماوردی، کذا فی الكنز ج: ۶ ص: ۲۳۲)

ترجمہ:- حضرت محمد بن حزم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: قیامت کے دن ستر اُمّیں پوری ہو جائیں گی جن میں ہم سب سے آخر اور سب سے بہتر ہوں گے۔ (روایت کیا اس کو ماوردی نے، از کنز ج: ۶ ص: ۲۳۲)

حدیث نمبر ۹۴:- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَثَلُ أُمَّتِي كَحَدِيقَةٍ قَامَ عَلَيْهَا صَاحِبُهَا فَاحْتَدَرَ رَوَاكِهَا وَهَيَّأَ مَسَاكِنَهَا وَحَلَقَ سَعْفَهَا فَأَطْعَمَ عَامًا فَوْجًا وَعَامًا فَوْجًا فَلَعَلَّ آخِرَهُمَا طَعْمًا أَنْ يَكُونَ أَجْوَدُهُمَا قِنَوَانًا وَأَطْوَلُهُمَا شَمْرَاخًا وَالَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ لِيَجِدَنَّ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ فِي أُمَّتِي خُلَفَاءَ مِنْ حَوَارِيهِ.

(رواہ ابو نعیم، کذا فی الكنز ج: ۶ ص: ۲۳۵)

ترجمہ:- حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میری اُمت کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی باغ والا اپنے باغ کا پورا حق ادا کرے اور اس کی گولیں گہری اور اس کی بیٹھکیں دُرست اور اس کے درختوں کی شاخ بریدہ کرے، پھر ایک سال اس کے پھل ایک فوج کو کھلائے اور دوسرے سال دوسری فوج کو (اسی طرح ہر سال ایک فوج کو کھلاتا رہے) تو شاید وہ فوج جو آخر میں کھائے گی اُس کے پھل عمدہ ہوں گے اور اُن کے خوشے لائبے ہوں گے، اُس ذاتِ قدوس کی قسم جس نے دینِ حق کے ساتھ مجھے بھیجا ہے کہ عیسیٰ (جب نزول فرمائیں گے تو) میری اُمت میں اپنے حواریں کے قائم مقام لوگ پائیں گے۔

(روایت کیا اس کو ابونعیم نے، از کنز العمال ج: ۶ ص: ۲۲۵)

حدیث نمبر ۹۵:- عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْسَلًا:
إِنَّمَا بُعِثْتُ خَاتِمًا وَفَاتِحًا وَأُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ
وَفَوَاتِحَهُ.

(رواہ البیہقی فی الشعب، کذا فی الكنز ج: ۶ ص: ۱۰۶)

ترجمہ:- حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ مرسلاً روایت کرتے ہیں
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: میں فاتح اور خاتم
بنا کر بھیجا گیا ہوں (یعنی اصل خلقت میں سب سے پہلے اور
بعثت نبوت میں سب سے آخر) اور مجھے جوامع کلم^(۱) اور فواتح کلم
دیئے گئے ہیں۔

(روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان

میں، از کنز العمال ج: ۶ ص: ۱۰۶)

حدیث نمبر ۹۶:- عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
مَرْفُوعًا: إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَدْرَكَ بِي فِي الْأَجَلِ الْمَرْجُوعِ
وَاخْتَارَنِي اخْتِيَارًا فَنَحْنُ الْأَخِرُونَ وَنَحْنُ السَّابِقُونَ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ.

(رواہ الدارمی، من الكنز ج: ۶ ص: ۱۱۰)

ترجمہ:- حضرت عمر بن قیس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے
ایک امرِ منتظر کے لئے چھانٹ لیا ہے، اور مجھے انتخاب فرمایا ہے،
پس ہم قیامت کے روز آخرین ہوں گے اور ہم ہی سابقین ہوں
گے۔

(روایت کیا اس کو دارمی نے، کنز ج: ۶ ص: ۱۱۰)

حدیث نمبر ۹۷:- عَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ

(۱) خصائص کبریٰ ج: ۲ ص: ۱۹۴ میں ابن شہابؒ سے نقل کیا ہے کہ: جوامع الکلم سے مراد یہ ہے
کہ پہلے انبیاء کی وحی میں جو بہت سے امر لکھے جاتے تھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک یا
دو امر میں جمع کر دیئے گئے، اتنی۔ اور فواتح الکلم سے مراد وہ کلمات ہیں جو کسی مستقل علم کا باب
کھول دیتے ہیں۔ ۱۲ منہ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَمَّا خَلَقَ اللَّهُ الْعَرْشَ
كَتَبَ عَلَيْهِ مِنْ نُورِ طُولِ الْقَلَمِ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَبِهِ أُخِذَ وَبِهِ أُعْطِيَ وَأُمَّتُهُ
أَفْضَلُ الْأُمَمِ وَأَفْضَلُهَا أَبُو بَكْرٍ.

(رواہ الرافعی، من الكنز ج: ۶ ص: ۱۳۸)

ترجمہ:- حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: جب اللہ تعالیٰ نے عرش کو پیدا کیا تو اس پر نور سے یہ کلمہ لکھا (قلم کا طول اتنا تھا جتنا مغرب سے مشرق کا فاصلہ) البتہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد اللہ کے رسول ہیں، انہی کی وجہ سے اطاعت نہ کرنے پر مواخذہ کروں گا اور انہی کی وجہ سے (اطاعت کرنے پر) عطا کروں گا، ان کی اُمت تمام اُمتوں پر افضل ہے، اور پھر ساری اُمت میں ابوبکرؓ افضل ہیں۔ (روایت کیا اس کو رافعیؒ نے، کنز ج: ۶ ص: ۱۳۸)

حدیث کی تصریح سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام اُمت محمدیہ سے افضل ترین فرد ہیں، حالانکہ وہ نبی نہیں ہیں، جس سے صاف ثابت ہوا کہ اس اُمت میں کوئی نبی نہیں ہو سکتا، ورنہ لازم آئے گا کہ غیر نبی (ابوبکرؓ) نبی سے بڑھ جائے، حالانکہ یہ ناممکن ہے۔

حدیث نمبر ۹۸:- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ:
لَا وَحْيَ إِلَّا الْقُرْآنُ.

(کذا فی المعتمر من مشکل الآثار ص: ۲۵۲)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: قرآن کے سوا کوئی وحی نہیں۔ (دیکھو معتمر من مشکل الآثار ص: ۲۵۲)
مراد یہ ہے کہ قرآن کے بعد اور کوئی جدید آسمانی کتاب نہیں آ سکتی۔
حدیث نمبر ۹۹:- عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لِي عِنْدَ رَبِّي عَشْرَةَ أَسْمَاءَ. قَالَ أَبُو الطُّفَيْلِ حَفِظْتُ مِنْهَا ثَمَانِيَةَ: مُحَمَّدٌ وَأَحْمَدُ وَأَبُو الْقَاسِمِ وَالْفَاتِحُ وَالْحَاتِمُ وَالْعَاقِبُ وَالْحَاشِرُ وَالْمَاجِي. (رواه أبو نعيم في الدلائل ص: ۱۲)

ترجمہ:- حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میرے پروردگار کے نزدیک میرے دس نام ہیں۔ (ابو الطفیلؓ کہتے ہیں کہ) مجھے ان میں سے آٹھ یاد رہ گئے، وہ یہ ہیں: محمد، احمد، ابو القاسم، فاتح، خاتم، عاقب، حاشر، ماجی۔ (دیکھو دلائل النبوة، ابوعیسیٰ ص: ۱۲)

حدیث نمبر ۱۰۰:- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِي النَّبُوءَةُ وَلَكُمْ الْخِلَافَةُ. (رواه ابن عساکر، من الكنز ج: ۶ ص: ۱۸۰)

ترجمہ:- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: میرے لئے نبوت ہے اور تمہارے لئے خلافت۔

(روایت کیا اس کو ابن عساکرؒ نے، از کنز العمال ج: ۶ ص: ۱۸۰)

حدیث کی تقسیم سے معلوم ہوا کہ اس امت میں بجائے نبوت کے محض خلافت ہے، نبوت صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی۔

حدیث نمبر ۱۰۱:- عَنِ ابْنِ شِهَابٍ مُرْسَلًا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِطْمَئِنَّ يَا عَمَّ! فَإِنَّكَ خَاتِمُ الْمُهَاجِرِينَ فِي الْهَجْرَةِ كَمَا أَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّينَ فِي النَّبُوءَةِ. (كذا في الكنز ج: ۶ ص: ۱۷۸)

ترجمہ:- ابن شہابؒ مرسلًا روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اطمینان پاؤ! کیونکہ تم لوگ ہجرت کے خاتم ہو گے جیسا کہ میں انبیاء کے خاتم ہوں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: اے چچا! آپ مطمئن رہیں (اور مکہ سے ہجرت نہ کریں) اس لئے کہ آپ ہجرت میں خاتم المہاجرین ہیں جیسے میں نبوت میں خاتم النبیین ہوں۔

(روایت کیا اس کو رویانی اور ابن عساکر نے، کذا فی الكنز ج: ۶ ص: ۱۷۸)

حدیث نمبر ۱۰۲:- عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَبُو بَكْرٍ خَيْرُ النَّاسِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ نَبِيٌّ.

(رواہ الطبرانی وابن عدی فی الکامل، من الكنز ج: ۶ ص: ۱۳۷) ترجمہ:- حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ابو بکرؓ انبیاء کے سوا تمام انسانوں سے بہتر ہیں۔

(روایت کیا اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں اور ابن عدی نے کمال میں، از کنز ج: ۶ ص: ۱۳۷)

حدیث نمبر ۱۰۳:- عَنْ عِكْرَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ أَبِيهِ مَرْفُوعًا: أَبُو بَكْرٍ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدِي إِلَّا أَنْ يَكُونَ نَبِيًّا.

(رواہ ابن عدی والطبرانی فی الکبیر والخطیب فی المتفق والمفترق والدیلمی، من الكنز ج: ۶ ص: ۱۳۸) ترجمہ:- حضرت عکرمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ابو بکرؓ سوائے نبی کے میرے بعد سب انسانوں سے افضل ہیں۔ (روایت کیا اس کو ابن عدی نے اور طبرانی نے معجم کبیر میں، اور خطیبؒ نے متفق ومفترق میں اور دیلمی نے، کنز ج: ۶ ص: ۱۳۸)

حدیث نمبر ۱۰۴:- عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتَانِي جَبْرِيلُ فَقُلْتُ: مَنْ يَهَاجِرُ مَعِيَ؟ قَالَ: أَبُو بَكْرٍ، وَهُوَ يَلِي أَمْرَ أُمَّتِكَ مِنْ بَعْدِكَ وَهُوَ أَفْضَلُ أُمَّتِكَ مِنْ بَعْدِكَ.

(رواہ الدیلمی، من الكنز ج: ۶ ص: ۱۳۸)

ترجمہ:- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے تو میں نے دریافت کیا کہ: میرے ساتھ ہجرت کون کرے گا؟ فرمایا: ابوبکرؓ، اور وہی آپ کے بعد آپ کی امت کے خلیفہ ہوں گے اور وہ آپ کے بعد ساری امت سے افضل ہیں۔

(کنز العمال ج: ۶ ص: ۱۳۸)

حدیث نمبر ۱۰۵:- عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ! أَتَمَشِي أَمَامَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَلَا غَرَبَتْ عَلَى أَحَدٍ بَعْدَ النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ أَفْضَلَ مِنْ أَبِي بَكْرٍ.

(رواہ ابن النجار وجل، من الكنز ج: ۶ ص: ۱۴۰)

ترجمہ:- حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اے ابو الدرداء! کیا تم اس شخص سے آگے چلتے ہو جو تم سے دنیا و آخرت میں افضل ہے؟ یاد رکھو کہ نبیین اور مرسلین کے بعد پورے دور شمسی یعنی زمانہ میں ابوبکر سے افضل کوئی نہیں ہوا۔ (کنز العمال ج: ۶ ص: ۱۴۰)

حدیث نمبر ۱۰۶:- عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا قَالَ: كِتَابُ وَ سُنَّتُ كِي رُوشَنِي مِيں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

خَيْرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ.

(رواہ ابن عساکر، من الكنز ج: ۶ ص: ۱۴۰)

ترجمہ:- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: اس اُمت کے نبی کے بعد ساری اُمت سے افضل ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔

(روایت کیا اس کو ابن عساکر نے، کنز العمال ج: ۶ ص: ۱۴۳)

حدیث نمبر ۱۰۷:- عَنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا: خَيْرُ أُمَّتِي بَعْدِي أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ.

(رواہ ابن عساکر، من الكنز ج: ۶ ص: ۱۴۲)

ترجمہ:- حضرت زبیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میرے بعد میری اُمت میں سب سے بہتر ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔ (ابن عساکر، از کنز ج: ۶ ص: ۱۴۲)

ان تمام احادیث کا حاصل یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام اُمتِ محمدیہ میں افضل انسان ہیں، اور باایں ہمہ جبکہ وہ نبی نہیں تو معلوم ہوا کہ اس اُمت میں کوئی نبی نہیں ہو سکتا، ورنہ غیر نبی کا نبی سے افضل ہونا لازم آئے گا۔

حدیث نمبر ۱۰۸:- عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي حَدِيثِ طَوِيلٍ: فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ: لَا أَمْنُ بِكَ (يَعْنِي بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) حَتَّى يُؤْمِنَ بِكَ هَذَا الصَّبُّ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَنَا يَا صَبُّ؟ فَقَالَ الصَّبُّ بِلِسَانِ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ يَفْهَمُهُ الْقَوْمُ جَمِيعًا: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ يَا رَسُولَ رَبِّ الْعَالَمِينَ. قَالَ: مَنْ تَعْبُدُ؟ فَقَالَ: الَّذِي فِي السَّمَاءِ عَرْشُهُ وَفِي الْأَرْضِ سُلْطَانُهُ وَفِي الْبَحْرِ سَبِيلُهُ وَفِي الْجَنَّةِ رَحْمَتُهُ وَفِي النَّارِ عَذَابُهُ. قَالَ: فَمَنْ أَنَا؟ قَالَ: أَنْتَ رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ

وَحَاثِمُ النَّبِيِّينَ. الحديث. (أخرجہ الطبرانی فی الأوسط والصغیر وابن عدی والحاکم فی المعجزات والبیہقی وأبو نعیم وابن عساکر ولس فی اسنادہ من ینظر فی حالہ سوی محمد بن علی بن الولید البصری السملی شیخ الطبرانی وابن عدی وقال السیوطی فی الخصائص: قلت لحديث عمر طریق اخر ليس فيه محمد بن علی بن الولید، أخرجه أبو نعیم)

ترجمہ:- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث کے ذیل میں مروی ہے کہ: (ایک گاؤں والے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت دی تو اس نے ایک گوہ آپ کے سامنے چھوڑ دی اور کہا) میں جب تک ایمان نہ لاؤں گا جب تک یہ گوہ آپ پر ایمان نہ لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ سے خطاب کر کے فرمایا کہ: بتلا میں کون ہوں؟ گوہ نے نہایت بلیغ عربی زبان میں جس کو ساری مجلس سمجھتی تھی کہا: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ يَا رَسُولَ رَبِّ الْعَالَمِينَ! یعنی ”اے رب العالمین کے سچے رسول میں حاضر ہوں اور آپ کی اطاعت کرتی ہوں“ آپ نے فرمایا کہ: تو کس کی عبادت کرتی ہے؟ گوہ نے جواب دیا کہ: اس ذاتِ مقدس کی کہ آسمان میں اس کا عرشِ عظیم ہے اور زمین پر اس کا قبضہ و سلطنت ہے اور دریا میں اس کا بنایا ہوا راستہ ہے اور جنت میں اس کی رحمت ہے اور دوزخ میں اس کا عذاب ہے۔ آپ نے فرمایا: میں کون ہوں؟ گوہ نے جواب دیا کہ: آپ پروردگارِ عالم کے سچے رسول ہیں اور انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں۔ (اس حدیث کو طبرانی نے معجم الاوسط اور معجم صغیر میں، اور ابن عدی اور حاکم نے معجزات میں، اور بیہقی، ابو نعیم، ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔ (دیکھو خصائص کبریٰ للسیوطی ج: ۲ ص: ۶۵) شیخ

جلال الدین سیوطیؒ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس کی اسناد میں کوئی ایسا شخص نہیں جس کی ثقاہت میں کلام کیا جائے، سوائے محمد بن علی بن الولید کے جو کہ طبرانیؒ اور ابن عدیؒ کے اُستاذ ہیں، لیکن اس روایت کے لئے ایک اور طریقِ سند بھی ہے جس میں محمد بن علی بن الولید نہیں ہیں، ابو نعیمؒ نے اسی اسناد کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے (الحاصل حدیث کے قابلِ وثوق ہونے میں کوئی تاہل نہیں ہو سکتا۔ حدیث نمبر ۱۰۹:- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا مِثْلُهُ عِنْدَ الْبَيْهَقِيِّ. (کذا فی الخصائص الکبریٰ ج: ۲ ص: ۶۵) ترجمہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی اسی مضمون کی حدیث بیہقیؒ نے روایت کی ہے۔ (دیکھو خصائص کبریٰ ج: ۲ ص: ۶۵) حدیث نمبر ۱۱۰:- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلُهُ أَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ. (من الخصائص الکبریٰ) ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بعینہ اسی مضمون کی حدیث بیہقیؒ نے روایت کی ہے۔ (از خصائص کبریٰ) حدیث نمبر ۱۱۱:- وَمِثْلُهُ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَخْرَجَهُ ابْنُ عَسَاكِرٍ. (کذا فی الخصائص ج: ۲ ص: ۶۵) ترجمہ:- اسی طرح بعینہ مضمون کی حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ابنِ عساکرؒ نے روایت فرمائی ہے۔

افسوس! جنگل کے وحشی جانور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخرِ انبیتین ہونے پر ایمان لاتے ہیں، مگر اسلام کے مدعی قادیانیوں کے کانوں پر جوں بھی نہیں ریگتی۔

گفتم ایں شرط آدمیت نیست
مرغ تسبیح خوان و تو خاموش

حدیث نمبر ۱۱۲:- عَنْ أَبِي زُمَيْلٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تَأْوِيلِ رُؤْيَاهُ (وفی

الحديث طول) وبعض الفاظه هكذا: وَأَمَّا النَّاقَةُ الَّتِي رَأَيْتَهَا وَرَأَيْتَنِي أَبْعَثُهَا فَهِيَ السَّاعَةُ عَلَيْنَا تَقُومُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَلَا أُمَّةَ بَعْدَ أُمَّتِي.

(رواه البيهقي في دلائل النبوة، هكذا عند ابن كثير في التفسير ج: ۹ ص: ۳۶۹ طبع قديم مع بغوي)

ترجمہ:- حضرت ابو زہل جہنی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنا ایک طویل خواب بیان کیا، آپ نے اس کی مفصل تعبیر بیان فرمائی، اس کے آخری جملے مسئلہ زیر بحث کے لئے روشن دلیل ہیں، وہ یہ ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: تم نے جو خواب میں اُٹھنی کو دیکھا اور یہ دیکھا کہ میں اس کو چلا رہا ہوں تو اس سے مراد قیامت ہے جو ہماری اُمت پر قائم ہوگی، کیونکہ نہ میرے بعد کوئی نبی ہے، اور نہ میری اُمت کے بعد کوئی اُمت۔ (روایت کیا اس کو بیہقی نے دلائل نبوت میں، از تفسیر ابن کثیر ج: ۹ ص: ۳۶۹ طبع قدیم مع بغوی)

حدیث نمبر ۱۱۳:- فی حدیث طویل فی باب الاسراء عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا: قَالُوا: يَا جَبْرِيلُ! مَنْ هَذَا مَعَكَ؟ قَالَ: هَذَا مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ خَاتِمُ النَّبِيِّينَ. (الِیْ اَنْ قَالَ) فَقَالَ لَهُ رَبُّهُ تَبَارَكَ، وَتَعَالَى: قَدْ اخَذْتُكَ حَبِيبًا وَهُوَ مَكْتُوبٌ فِي التَّوْرَةِ مُحَمَّدٌ حَبِيبُ الرَّحْمَنِ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ كَافَّةً وَجَعَلْتُ اُمَّتَكَ هُمْ الْاَوَّلُونَ وَهُمْ الْاٰخِرُونَ وَجَعَلْتُ اُمَّتَكَ لَا تَجُوزُ لَهُمْ خُطْبَةٌ حَتَّى يَشْهَدُوْا نَكَ عِبْدِيْ وَرَسُوْلِيْ وَجَعَلْتُكَ اَوَّلَ النَّبِيِّينَ خَلْقًا وَاٰخِرُهُمْ بَعَثًا وَاَعْطَيْتُكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي وَلَمْ

كُنْزِ تَحْتِ الْعَرْشِ لَمْ أُعْطِهَا قَبْلَكَ وَجَعَلْتُكَ فَاتِحًا
وَوَخَاتِمًا. الحديث.

(رواہ البزار، کذا فی مجمع الزوائد ص: ۲۷، ۲۹)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے شبِ اسریٰ کے واقعے کو مفصل ایک طویل حدیث میں بیان کیا ہے جس کے چند جملے حسبِ ضرورت درج کئے جاتے ہیں: ^(۱) (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) فرشتوں نے جبریلؑ سے کہا کہ: تمہارے ساتھ یہ کون ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے جواب دیا کہ: اللہ کے رسول اور تمام انبیاء میں سے آخر محمدؐ ہیں۔ (اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ) اللہ تعالیٰ کی جانب سے مجھے ارشاد ہوا کہ: میں نے تمہیں اپنا محبوب بنایا ہے اور توراۃ میں بھی لکھا ہوا ہے کہ محمد اللہ کے محبوب ہیں، اور ہم نے تمہیں تمام مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا ہے۔ اور آپؐ کی امت کو اولین و آخرین بنایا، اور میں نے آپؐ کی امت کو اس طرح رکھا کہ اُن کے لئے کوئی خطبہ جائز نہیں جب تک کہ وہ خالص دل سے گواہی نہ دیں کہ آپؐ میرے بندے اور میرے رسول ہیں، اور میں نے آپؐ کو باعتبار اصل خلقت کے سب سے اول اور باعتبار بعثت کے سب سے آخر بنایا ہے، اور آپؐ کو سب سے مثنیٰ (سورہ فاتحہ) دی ہے جو آپؐ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی، اور آپؐ کو آخر سورہ بقرہ کی آیتیں دی ہیں اس خزانے سے جو عرش کے نیچے ہے اور جو آپؐ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی اور آپؐ کو فاتح اور خاتم بنایا.... الی آخر الحدیث۔ (مجمع الزوائد از صفحہ: ۲۷ تا صفحہ: ۲۹ بحوالہ بزار)

(۱) اس حدیث میں چھ جگہ مختلف انداز سے ختم نبوت کے مسئلے کو روشن کیا گیا ہے۔ ۱۲ منہ

اور خصائصِ کبریٰ صفحہ: ۱۷۱ میں اس حدیث کو بحوالہ ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ اور ابویعلیٰ اور بیہقی نے بھی نقل کیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۴:- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا أَمَرَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِاخْرَاجِ هَاجِرَ حُمَلٍ عَلَى الْبَرَقِ فَكَانَ لَا يَمُرُّ بِأَرْضٍ عَذْبَةٍ سَهْلَةٍ إِلَّا قَالَ: أَنْزِلْ هَهُنَا يَا جِبْرِيلُ! فَيَقُولُ: لَا، حَتَّى أَتَى مَكَّةَ فَقَالَ جِبْرِيلُ: أَنْزِلْ يَا إِبْرَاهِيمُ! قَالَ: حَيْثُ لَا ضَرْعٌ وَلَا زَرْعٌ؟ قَالَ: نَعَمْ! هَهُنَا يَخْرُجُ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ مِنْ ذُرِّيَةِ ابْنِكَ الَّذِي تَتِمُّ بِهِ الْكَلِمَةُ الْعُلْيَا. (كذا في الخصائص الكبرى ص: ۹)

ترجمہ:- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت ہاجرہ کے لے جانے کا حکم دیا گیا تو آپ لو براق پر سوار کیا گیا، پس جب براق کسی عمدہ شیریں اور نرم زمین پر لے کر گزرتا تھا تو ابراہیم علیہ السلام فرماتے تھے کہ: جبریل! یہاں اتر جاؤ، مگر جبریل انکار کرتے تھے، یہاں تک کہ مکہ کی سرزمین پر گزر ہوا تو جبریل امین ٹھہر گئے اور فرمایا کہ: اے ابراہیم! یہاں اتر جاؤ، ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ: عجیب بات ہے یہاں اُتارتے ہو جہاں نہ کوئی کھیتی کا سامان ہے نہ دودھ کا، جبریل نے جواب دیا کہ: ہاں! اسی جگہ آپ کے صاحبزادے کی ذریت سے نبی اُمی پیدا ہوں گے جن کے ذریعہ کلمہ علیا تمام (کامل) ہوگا۔ (خصائص کبریٰ ص: ۹)

حدیث نمبر ۱۱۵:- عَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي حَدِيثِ الشَّفَاعَةِ: يَأْتُونَ مُحَمَّدًا فَيَقُولُونَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ! أَنْتَ الَّذِي فَتَحَ اللَّهُ بِكَ وَخْتَمَ وَغَفَرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ وَمَا تَأَخَّرَ.

(رواہ ابن ابی شیبہ، کذا فی فتح الباری ج: ۱۱ ص: ۳۷۸)

ترجمہ:- حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: قیامت کے روز تمام مخلوق جمع ہو کر آئیں گی اور کہیں گی کہ: اے اللہ کے نبی! آپ ہی وہ ہیں کہ اللہ نے آپ سے نبوت کو شروع فرمایا اور آپ ہی پر ختم کیا، اور آپ کی سب اگلی پچھلی لغزشیں معاف کیں (آپ ہی ہماری سفارش کیجئے)۔

(روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہؒ نے، از فتح الباری ج: ۱۱ ص: ۳۷۸)
حدیث نمبر ۱۱۶:- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْ نَزَلَ مُوسَى فَاتَّبَعْتُمُوهُ وَتَرَكْتُمُونِي لَضَلَلْتُمْ، أَنَا حَظُّكُمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَأَنْتُمْ حَظِّي مِنَ الْأُمَمِ.

(رواہ البیہقی فی الشعب، کنز ج: ۱ ص: ۴۹)
ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: تم میں خود موسیٰ علیہ السلام بھی آجاویں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کا اتباع کرو تو البتہ تم گمراہ ہو جاؤ، انبیاء میں سے تمہارا حصہ صرف میں ہی ہوں، اور اُمتوں میں سے میرا حصہ صرف تم ہی ہو۔

(روایت کیا اس کو بیہقیؒ نے شعب الایمان میں، من الکفر)

اسی مضمون کی ایک حدیث بحوالہ مسند احمد نمبر ۴۸ میں گزر چکی ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انحصار کے ساتھ اس اُمت کے لئے صرف اپنی ذاتِ اقدس کو نبی قرار دیا ہے، اور اس اُمت کے لئے اپنے سوا کسی اور کے نبی ہونے سے انکار فرمایا ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۷:- عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلَهُ عِنْدَ الطَّبْرَانِيِّ فِي الْكَبِيرِ.
(از کنز ج: ۱ ص: ۵۱)

ترجمہ:- حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مضمون کی ایک حدیث طبرانی نے روایت فرمائی ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۸:- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ مُوسَى لَمَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِ التَّوْرَةُ وَقَرَأَهَا فَوَجَدَ فِيهَا ذِكْرَ هَذِهِ الْأُمَّةِ، فَقَالَ: يَا رَبِّ! إِنِّي أَجِدُ فِي الْأَلْوَاحِ أُمَّةً هُمْ الْأَخِرُونَ السَّابِقُونَ فَاجْعَلْهُمْ أُمَّتِي. الحديث.

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: موسیٰ علیہ السلام پر جب توراۃ نازل ہوئی اور انہوں نے اس کو پڑھا تو اس میں اس اُمت کا ذکر پایا، اس وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ: اے میرے پروردگار! میں ألواحِ توراۃ میں ایک ایسی اُمت پاتا ہوں (جو دنیا میں) سب سے آخری اُمت ہے اور (قیامت میں) سب سے پہلے ہیں، ان کو میری اُمت بنا دے۔

(دلائل نبوت، البوعیم ص: ۱۳)

حدیث نمبر ۱۱۹:- أَخْرَجَ ابْنُ عَسَاكِرٍ مِنْ طَرِيقِ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: قَالَ: بَيْنَ كَيْفَيِ آدَمَ مَكْتُوبٌ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ خَاتِمُ النَّبِيِّينَ.

(از خصائص کبریٰ ج: ۱ ص: ۷۴)

ترجمہ:- ابنِ عساکر نے بطریق ابوالزبیر حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں شانوں کے درمیان لکھا ہوا تھا: ”محمد رسول اللہ خاتم النبیین“۔

حدیث نمبر ۱۲۰:- عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (فِي حَدِيثٍ طَوِيلٍ) قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ

مُوسَى دَعَا اللَّهَ تَعَالَى: اجْعَلْنِي نَبِيَّ بِلَكَ الْأُمَّةِ (يَعْنِي هَذِهِ الْأُمَّةَ الْمَرْحُومَةَ) قَالَ (يَعْنِي اللَّهَ تَعَالَى): نَبِيُّهَا مِنْهَا، قَالَ: اجْعَلْنِي مِنْ أُمَّةِ ذَلِكَ النَّبِيِّ، قَالَ: اسْتَقْدَمْتُ وَاسْتَأَخَّرَ وَلَكِنْ سَأَجْمَعُ بَيْنَكُمَا فِي دَارِ جَلَالٍ.

(رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ، کذا فی الخصائص ج: ۱ ص: ۱۴)
ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ: مجھے اس اُمت (یعنی اُمت محمدیہ) کا نبی بنادے، تو ارشاد ہوا کہ: اس اُمت کا نبی خود انہیں میں سے ہوگا (آپ نہیں ہو سکتے)، پھر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ: مجھے اس نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی اُمت بنادیا جائے، تو ارشاد ہوا کہ: آپ اُن سے پہلے آئے ہیں اور وہ بعد میں تشریف لائیں گے (اس لئے اُمت بھی نہیں ہو سکتے) البتہ دار جلال میں ہم آپ دونوں کو جمع کر دیں گے۔

(الْبُيُوتُ فِي الْحَلِيَّةِ، كَذَا فِي الْخَصَائِصِ ج: ۱ ص: ۱۴)

اس حدیث میں ایک تو یہ ثابت ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا اُولوالعزم پیغمبر بھی جب اس اُمت کا نبی نہیں بن سکتا، تو پھر اور کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی نبوت کا درجہ کیسے پاسکتا ہے؟ دوسرے اس حدیث میں لفظ ”نَبِيُّهَا“ زیادہ قابل غور ہے، کیونکہ اس کو بصیغہ واحد ادا کر کے بتلادیا گیا ہے کہ اس اُمت کے لئے صرف ایک نبی ہوگا، ورنہ اقتضائے مقام یہ تھا کہ بصیغہ جمع ”أَنْبِيَائُهَا مِنْهَا“ فرمایا جاتا۔

حدیث نمبر ۱۲۱:- عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَحْمَدُ وَأَنَا رَسُولُ الرَّحْمَةِ أَنَا رَسُولُ الْمَلْحَمَةِ أَنَا الْمُقَفَّى وَالْحَاشِرُ بُعِثْتُ بِالْجِهَادِ وَلَمْ

أُبْعَثُ بِالزَّرَّاعِ.

(آخر جہ ابن سعد، کذا فی الخصائص ج: ۱ ص: ۷۶)
ترجمہ:- حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں اور رسول رحمت ہوں اور جہاد کا رسول ہوں، اور سب سے آخری رسول ہوں جس کے بعد حشر و قیامت ہوگی، مجھے جہاد کے لئے بھیجا گیا ہے زراعت کے لئے نہیں۔

حدیث نمبر ۱۲۲:- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي قِصَّةِ الْمِعْرَاجِ فِي حَدِيثِ طَوِيلٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ لِي إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: يَا بُنَيَّ! إِنَّكَ لَأَقِي رَبَّكَ اللَّيْلَةَ وَإِنَّ أُمَّتَكَ آخِرُ الْأُمَمِ وَأَضْعَفُهَا فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَكُونَ حَاجَتَكَ كُلَّهَا أَوْ جِلْهَا فِي أُمَّتِكَ فَأَفْعَلْ.

(آخر جہ ابن عرفة فی جزئہ و ابو نعیم و ابن عساکر من طریق ابن ابی عیبدہ عن ابن مسعود، خصائص ج: ۱ ص: ۱۶۲)
ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ واقعہ معراج بیان فرماتے ہوئے ایک طویل حدیث کے ذیل میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: شب معراج میں مجھ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ: آپ آج کی رات اپنے پروردگار سے ملنے والے ہیں، اور آپ کی امت آخری امت ہے اور سب سے زیادہ ضعیف ہے، اس لئے اگر آپ کچھ کر سکتے ہیں تو اپنی امت کے لئے سہولت کے بارے میں کوشش کیجئے۔ (ابن عرقہ، ابو نعیم، ابن عساکر)

حدیث نمبر ۱۲۳:- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا كَانَ نَبِيٌّ إِلَّا كَانَ فِي أُمَّتِهِ مُعَلِّمٌ أَوْ مُعَلِّمَانِ فَإِنْ يَكُنْ فِي أُمَّتِي مِنْهُمْ أَحَدٌ فَهُوَ عَمَرُ بَنِ الْخَطَّابِ.

(اخرجه الطبرانی فی الأوسط،
خصائص کبریٰ ج: ۲ ص: ۱۲۹)

ترجمہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ہر نبی کی امت میں ایک یا دو معلم (محدث) ہوا کرتے تھے، اگر میری امت میں ان میں سے کوئی ہو سکتا ہے تو وہ عمر بن خطاب ہیں۔ (طبرانی)

اس مضمون کی متعدد احادیث باختلاف الفاظ پہلے گزر چکی ہیں، اس حدیث میں بھی بجائے ”محدث“ کے ”معلم“ کا لفظ رکھا ہے، مگر مضمون واحد ہے، تقریر مضمون اور ختم نبوت کا ثبوت مفصل ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۲۴:- أَخْرَجَهُ ابْنُ عَسَاكِرٍ عَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي حَدِيثِ طَوِيلٍ قَالَ: قَالَ جَبْرِيلُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ رَبَّكَ يَقُولُ: إِنْ كُنْتَ اصْطَفَيْتَ آدَمَ فَقَدْ خَتَمْتَ بِكَ الْأَنْبِيَاءَ وَمَا خَلَقْتَ خَلْقًا أَكْرَمَ مِنْكَ عَلَى.

(خصائص ج: ۲ ص: ۱۹۳)

ترجمہ:- ابن عساکر نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں روایت کیا ہے کہ جبریلؑ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ: آپ کا پروردگار فرماتا ہے کہ: اگر ہم نے آدم کو صفی اللہ ہونے کا تمغہ امتیازی دیا ہے تو آپ پر تمام انبیاء کو ختم کر کے آپ کی شان امتیاز سب سے بڑھادی ہے، اور میں نے کوئی مخلوق ایسی پیدا نہیں کی جو میرے نزدیک آپ سے زیادہ عزیز ہو۔

حدیث نمبر ۲۵:- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ أَيْدَنِي بِأَرْبَعَةٍ
وُزَرَاءَ، اثْنَيْنِ مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ جِبْرِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَاثْنَيْنِ
مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ.

(اخرجه البزار والطبرانی، كذا في الخصائص ج: ۲ ص: ۲۰۰)
ترجمہ:- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے چار وزیروں
کے ذریعہ میری تائید فرمائی، جن میں سے دو آسمان والوں میں
سے ہیں یعنی جبریل اور میکائیل اور دو زمین والوں میں سے یعنی
ابوبکر اور عمر۔ (بزار، طبرانی، از خصائص کبریٰ ج: ۲ ص: ۲۰۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے وزیر ہیں، لیکن باایں ہمہ بتصریحات نبویہ و اجماع امت وہ دونوں انبیاء میں
داخل نہیں، حالانکہ انبیائے سابقین کے وزیر نبی ہوتے تھے جیسا کہ خود قرآن میں
موجود ہے: ”وَجَعَلْنَا أَخَاهُ هَارُونَ وَزِيرًا“ الایہ، ”اور ہم نے موسیٰ کے بھائی
ہارون کو اُن کا وزیر بنادیا۔“

اور دوسری جگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا اس طرح نقل کی گئی ہے:-

وَأَجْعَلْ لِي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي. هَارُونَ أَخِي.

یعنی اے اللہ! میرے لئے میرے اہل میں سے میرے بھائی
ہارون کو میرا وزیر بنادے۔

پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وزراء انبیاء و رسل نہیں (حالانکہ
انبیائے سابقین کے وزیر نبی ہوتے تھے) تو صاف ظاہر ہو گیا کہ اس امت میں
سوائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

حدیث نمبر ۱۲۶:- أخرج ابن جرير في كتاب السنة عن
جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ اخْتَارَ أَصْحَابِي عَلَى جَمِيعِ

الْعَالَمِينَ سِوَى النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ وَاخْتَارَ مِنْ أَصْحَابِي
أَرْبَعَةً أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيًّا فَجَعَلَهُمْ خَيْرَ
أَصْحَابِي وَفِي أَصْحَابِي كُلُّهُمْ خَيْرٌ.

(خصائص کبریٰ ج: ۲ ص: ۲۰۳)

ترجمہ:- ابن جریر نے کتاب السنۃ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ
سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:
اللہ تعالیٰ نے میرے صحابہ کو انبیاء و مرسلین کے علاوہ تمام اہل
عالم میں پسند فرمایا، اور پھر صحابہ میں سے چار کو پسند فرمایا، یعنی
ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ اور ان چاروں کو تمام صحابہ میں بہترین قرار
دیا اور میرے سب صحابہ میں خیر اور بھلائی غالب ہے۔

(خصائص کبریٰ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تمام امت
سے افضل ہیں اور باایں ہمہ جب وہ بھی نبی نہیں تو اور کوئی کیسے نبی ہو سکتا ہے؟

حدیث نمبر ۱۲۷:- عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (فِي حَدِيثٍ طَوِيلٍ): بَلْ
يَا يَهُودِيُّ أَنْتُمْ الْأَوَّلُونَ وَنَحْنُ الْآخِرُونَ السَّابِقُونَ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ.

(آخر جہ ابن راہویۃ فی مسندہ وابن ابی شیبہ
فی المصنف، خصائص ج: ۲ ص: ۲۰۹)

ترجمہ:- ایک طویل حدیث کے ذیل میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ
سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اے
یہودی! تم دنیا میں ہم سب سے پہلے ہو، اور ہم دنیا میں سب
سے آخر ہیں، اور قیامت میں سب سے آگے ہوں گے۔

(مسند ابن راہویۃ و مصنف ابن ابی شیبہ)

حدیث نمبر ۱۲۸:- أَخْرَجَ أَبُو نُعَيْمٍ فِي حَدِيثٍ طَوِيلٍ عَنْ

خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَأَلَهُ مَا هَانُ عَامِلُ
مَلِكِ الرُّومِ عَلَى الشَّامِ: هَلْ كَانَ رَسُولُكُمْ أَخْبَرَكُمْ أَنَّهُ
يَأْتِي بَعْدَهُ رَسُولٌ؟ قَالَ: لَا، وَلَكِنْ أَخْبَرَ أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ
وَأَخْبَرَ أَنَّ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ قَدْ بَشَّرَ بِهِ قَوْمَهُ. قَالَ الرُّومِيُّ:
وَأَنَا عَلَى ذَلِكَ مِنَ الشَّاهِدِينَ. (خصائص ج: ۲ ص: ۴۸۴)

ترجمہ:- حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ جب یرموک پہنچے تو لشکرِ روم کے سردار نے ایک قاصد بھیجا، قاصد نے کہا کہ: ملکِ شام کے گورنر ماہان کی طرف سے آیا ہوں، انہوں نے کہا ہے کہ: آپ ہمارے پاس اپنی جماعت میں سے ایک عقلمند کو بھیج دیجئے تاکہ ہم ان سے مکالمہ کریں، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس کام کے لئے منتخب فرمایا، چنانچہ حضرت خالدؓ تشریف لے گئے، دورانِ گفتگو ماہان نے دریافت کیا کہ: کیا تمہارے رسول نے تمہیں یہ خبر بھی دی ہے کہ ان کے بعد کوئی اور رسول آئے گا؟ حضرت خالدؓ نے فرمایا کہ: نہیں! بلکہ یہ خبر دی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، اور یہ خبر دی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے میرے وجود کی اپنی امت کو پہلے ہی سے بشارت دی تھی۔ ماہان رومی نے یہ سن کر کہا کہ: ہاں! میں بھی اس پر گواہ ہوں۔ (ابونعیم)

حدیث نمبر ۱۲۹:- عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (فِي حَدِيثِ طَوِيلٍ) مَرْفُوعًا: أَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَرْسَلَنِي رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ وَكَافَّةً لِّلنَّاسِ (الِي قَوْلِهِ) وَجَعَلَ أُمَّتِي هُمُ الْآخِرُونَ وَهُمْ الْأَوَّلُونَ، قَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: جَعَلْتُ أُمَّتَكَ هُمُ

الْآخِرُونَ وَهُمْ الْأَوَّلُونَ (الِي قَوْلِهِ) جَعَلْتُكَ أَوَّلَ النَّبِيِّينَ

خَلَقًا وَآخِرُهُمْ بَعَثْنَا (الی قولہ) وَجَعَلْتُكَ فَاتِحًا وَخَاتِمًا.

(اخرجه ابو نعیم، خصائص کبریٰ ج: ۲ ص: ۱۹۷)

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ ایک طویل الذیل حدیث میں روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: حمد ہے اُس ذاتِ قدوس کے لئے جس نے مجھے تمام اہل عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا اور میری اُمت کو سب سے آخری اور سب سے پہلا بنایا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ہم نے تمہاری اُمت کو آخری اُمت اور اوّل بنایا، اور ہم نے باعتبار خلقت کے آپ کو سب سے پہلے اور بعثت میں سب سے آخر نبی بنایا اور ہم نے آپ کو فاتح اور خاتم بنایا۔

حدیث نمبر ۱۳۰:- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيِّ: أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نُبُوَّةَ وَلَا وِرَاثَةَ. (خصائص ج: ۲ ص: ۲۴۹، بحوالہ طبرانی)

ترجمہ:- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ: کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم مجھ سے اس مرتبے پر ہو جاؤ جس پر حضرت موسیٰ سے ہارون تھے، مگر ہارون کی طرح تم کو نبوت اور وراثت نہیں مل سکتی۔ (طبرانی)

حدیث نمبر ۱۳۱:- أَخْرَجَ أَبُو نَعِيمٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ مَيْسَرَةَ بَنِي جَلِيسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتَانِي مَلَكٌ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ فَشَقَّ بَطْنِي فَأَخْرَجَ خُشُوعَةً فِي جَوْفِي فَغَسَلَهَا ثُمَّ ذَرَّ عَلَيْهِ دُرُورًا ثُمَّ قَالَ (فِيمَا قَالَ) وَأَنْتَ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ الْمُقَفَّى

وَالْحَاشِرُ. (خصائص ج: ۱ ص: ۲۵)

ترجمہ:- حضرت یونس بن میرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میرے پاس ایک فرشتہ ایک سونے کا طباق لایا، پھر میرے پیٹ کو چاک کر کے اس میں سے ایک لوتھڑا نکالا پھر اس کو دھویا، اور اس پر کوئی چیز چھڑکی، پھر کہا کہ: آپ محمد ہیں اللہ کے رسول جن کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور جن کے بعد ہی حشر و نشر ہو جائے گا۔ (ابو نعیم)

حدیث نمبر ۱۳۲:- أَخْرَجَ الدَّارِمِيُّ وَابْنُ عَسَاكَرٍ عَنِ ابْنِ غَنَمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: جَبْرِيلُ أَنْزَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَقَّ بَطْنَهُ ثُمَّ قَالَ جَبْرِيلُ: قَلْبٌ وَكَيْعٌ فِيهِ أَذْنَانِ سَمِيعَتَانِ وَعَيْنَانِ بَصِيرَتَانِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ الْمُقَفَّى الْحَاشِرُ. (خصائص ج: ۱ ص: ۲۵)

ترجمہ:- دارمی اور ابن عساکر نے ابن غنم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: جبریل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کا پیٹ چاک کیا، اور پھر کہا کہ: قلب حفاظت کرنے والا ہے، کان سننے والے ہیں، اور آنکھیں دیکھنے والی ہیں، یہ محمد ہیں اللہ کے رسول جن کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، اور جن کے بعد ہی قیامت قائم ہو جائے گی۔

(از خصائص ج: ۱ ص: ۲۵)

حدیث نمبر ۱۳۳:- عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ زَيْدُ بْنُ خَارِجَةَ مِنْ سَرَاةِ الْأَنْصَارِ فَبَيْنَا هُوَ يَمْشِي فِي طَرِيقٍ مِنْ طُرُقِ الْمَدِينَةِ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ إِذْ خَرَّ فَتَوَقَّيْ فَأَعْلَمْتُ بِهِ الْأَنْصَارُ فَاتَوُّهُ فَأَحْتَمَلُوهُ إِلَى بَيْتِهِ وَسَجَّوْهُ كَسَاءَ وَبُرْدَيْنِ وَفِي الْبَيْتِ نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءِ الْأَنْصَارِ

يَكِينٍ عَلَيْهِ وَرَجَالَ مِنْ رَجَالِهِمْ فَمَكَتْ عَلَى حَالِهِ حَتَّى إِذَا كَانَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ إِذَا سَمِعُوا صَوْتَ قَائِلٍ يَقُولُ: اُنْصِتُوا!! اُنْصِتُوا!! فَنَظَرُوا فَإِذَا الصَّوْتُ مِنْ تَحْتِ الثِّيَابِ فَحَسَرُوا عَنْ وَجْهِهِ وَصَدْرِهِ فَإِذَا الْقَائِلُ يَقُولُ عَلَى لِسَانِهِ: مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ خَاتِمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ، كَانَ ذَلِكَ فِي الْكِتَابِ الْأَوَّلِ، صَدَقَ صَدَقَ.

(آخر جہ الحافظ ابن ابی الدنيا فی کتابہ من عاش بعد الموت حدیث رقم: ۷ ص: ۵۱، ۵۲، والطبرانی فی معجم الکبیر ج: ۵ ص: ۲۳۹، ۲۵۰، حدیث رقم: ۵۱۴۳)

ایک حیرت انگیز واقعہ

ترجمہ:- نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: زید بن خارجه انصار کے سرداروں میں سے تھے، ایک روز وہ مدینہ طیبہ کے کسی راستے میں چل رہے تھے کہ یکا یک زمین پر گرے اور فوراً وفات ہوگئی، انصار کو اس کی خبر ہوئی تو ان کو وہاں جا کر اٹھایا اور گھر لائے اور چاروں طرف سے ڈھانپ دیا، گھر میں کچھ انصاری عورتیں تھیں جو ان کی وفات پر گریہ و زاری میں مبتلا تھیں، اور کچھ مرد جمع تھے، اسی طرح پر جب مغرب وعشاء کا درمیان وقت آیا تو اچانک ایک آواز سنی کہ: ”چپ رہو! چپ رہو!“ لوگ متحیر ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگے، تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ آواز اسی چادر کے نیچے سے آرہی ہے جس میں میت ہے، یہ دیکھ کر لوگوں نے اُن کا منہ کھول دیا، اس وقت دیکھا گیا کہ زید بن خارجه کی زبان سے یہ آواز نکل رہی ہے کہ ”محمد رسول اللہ النبی الامی خاتم النبیین لا نبی بعدہ الخ“ یعنی محمد اللہ کے رسول ہیں اور نبی امی ہیں، جو انبیاء کے ختم کرنے والے

ہیں، آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا، یہی مضمون کتابِ اول یعنی توراۃ و انجیل وغیرہ میں موجود ہے، سچ کہا سچ کہا۔

حدیث نمبر ۱۳۴:- رَوَى أَبُو يَعْلَى بِإِسْنَادٍ حَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَخْرُجَ ثَلَاثُونَ كَذَّابًا دَجَالًا مِنْهُمْ الْمُسَيْلَمَةُ وَالْعَنْسَى وَالْمُخْتَارُ.

(کذا فی فتح الباری من طبع الهند ص: ۳۳۳ پ: ۱۴)

ترجمہ:- ابو یعلیٰ نے باسنادِ حسن حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: قیامت اُس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک تیس جھوٹے دجال نہ نکل آویں، جن میں مسیلہ، عنسی اور مختار ہیں۔

حدیث نمبر ۱۳۵:- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فِي حَدِيثٍ طَوِيلٍ فِي خُطْبَةِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ فَجَمَعَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعَلَهُمُ الْأُمَّةَ الْبَاقِيَةَ الْوَسْطَى.

(کنز العمال ج: ۳ ص: ۱۴۲)

ترجمہ:- جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بعض عرب مرتد ہو گئے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اُن پر جہاد کا ارادہ کر کے صحابہؓ سے مشورہ طلب کیا اور ان سب نے اپنی قلتِ تعداد اور ضعف کی وجہ سے جہاد کو مناسب نہ سمجھا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے اور ایک نہایت شجاعانہ طویل الذیل خطبہ دیا (جس کے ابتدائی کلمات یہ ہیں کہ:) خداوند تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور آپؐ کے ذریعہ تمام متفرق اور مختلف لوگوں کا سر جوڑ دیا، اور اُن کو تاقیامت باقی رہنے والی درمیانہ جال کی اُمت بنادیا۔

(تا آخر حدیث) آپ کی امت تا قیامت جب ہی آپ کی امت رہ سکتی ہے جب کوئی دوسرا نبی نہ آئے۔

حدیث نمبر ۱۳۶:- وَفِي حَدِيثِ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عِنْدَ الْبَيْهَقِيِّ فِي الدَّلَائِلِ فِي حَدِيثِ الْإِسْرَاءِ: بَيْنَمَا هُوَ يَسِيرُ إِذْ لَقِيَهُ خَلْقُ اللَّهِ فَسَلَّمُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَوَّلُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا آخِرُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَاشِرُ. (زرقانی شرح مواہب ج: ۶ ص: ۴۰) وَفِي آخِرِهِ: قَالَ جِبْرِيلُ: وَأَمَّا الَّذِينَ سَلَّمُوا عَلَيْكَ فَأَبْرَاهِيمُ وَمُوسَى وَعِيسَى.

ترجمہ:- پہنچی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے واقعہ معراج میں ایک حدیث روایت کرتے ہوئے نقل کیا ہے کہ: جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں کی سیر فرما رہے تھے تو آپ کا ایک جماعت پر گزر ہوا، جنہوں نے آپ کو دیکھ کر اس طرح پر سلام کیا: السلام علیک یا اول، السلام علیک یا آخر، السلام علیک یا حاشر۔ اور اسی حدیث کے آخر میں ہے کہ جبریلؑ نے بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ: جن لوگوں نے آپ کو سلام کیا تھا یہ حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ تھے۔

اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر اور حاشر ہونے اور آپ پر نبوت ختم ہونے کا اعلان ہے۔

حدیث نمبر ۱۳۷:- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا مَرْفُوعًا: أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى.

(رواہ ابن الجوزی)

ترجمہ:- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ: ابوبکرؓ اور عمرؓ کا

مرتبہ میرے مقابلے میں ایسا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ کے ساتھ
حضرت ہارون (علیہما السلام) کا تھا۔ (ابن جوزی)

اس حدیث میں شیخین رضی اللہ عنہما کا مرتبہ مقام ہارونی کو قرار دیا گیا ہے،
مگر بایں ہمہ وہ نبی نہیں تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے نبی نہ ہونے کے
متعلق بارہا اعلان فرمایا ہے، اس سے ظاہر ہے کہ اگر اس اُمت میں کوئی نبی ہو سکتا تو
یہ دونوں بزرگ جو مقام ہارون میں تھے ضرور یہ عہدہ پاتے۔

حدیث نمبر ۱۳۸:- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا:
أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ خَيْرُ أَهْلِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَخَيْرُ مَنْ
بَقِيَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. (رواه الديلمی، کنز ج: ۶ ص: ۱۴۳)
ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ تمام آسمانی اور زمینی
مخلوقات سے بہتر ہیں، اور ان تمام لوگوں سے بھی بہتر ہیں کہ
قیامت تک جن کا پیدا ہونا باقی اور مقدور ہے۔

اس حدیث نے نہایت وضاحت سے ہمارے مقصد کو صاف کر دیا ہے کہ
شیخین رضی اللہ عنہما تا قیامت تمام آنے والی نسلوں سے افضل ہیں، جن کا لازمی نتیجہ یہ
ہے کہ آئندہ کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا تا کہ غیر نبی کا نبی سے افضل ہونا لازم نہ آئے،
اور اسی مضمون کی دو حدیثیں پہلے بھی گزر چکی ہیں۔

حدیث نمبر ۱۳۹:- عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا:
أَتَيْتُ بِكَفَّةٍ مِيزَانٍ فَوُضِعَتْ فِيهَا وَجِيئُ بِأُمْتِي وَوُضِعَتْ
فِي الْكَفَّةِ الْأُخْرَى فَرَجَحْتُ بِأُمْتِي ثُمَّ رُفِعَتْ فَجِيئُ بِأَبِي
بَكْرٍ فَوُضِعَ فِي كَفَّةِ الْمِيزَانِ فَرَجَحَ بِأُمْتِي ثُمَّ رُفِعَ أَبُو
بَكْرٍ وَجِيئُ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَوُضِعَ فِي كَفَّةِ الْمِيزَانِ
فَرَجَحَ بِأُمْتِي ثُمَّ رُفِعَ الْمِيزَانُ إِلَى السَّمَاءِ وَأَنَا أَنْظُرُ.

(رواه أبو نعيم في فضائل الصحابة، کنز ج: ۶ ص: ۱۴۳)

ترجمہ:- حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: (خواب میں) میرے سامنے ایک ترازو لائی گئی اور مجھے اس کے پلے میں رکھ دیا گیا اور پھر میری تمام اُمت کو جمع کر کے دوسرے پلے میں رکھ دیا گیا، تو میں وزن میں ساری اُمت سے بڑھ گیا، اس کے بعد مجھے وہاں سے اُٹھادیا اور ابوبکرؓ کو رکھ دیا گیا تو وہ بھی ساری اُمت سے بڑھ گئے، اس کے بعد ابوبکرؓ کو اس میں سے اُٹھالیا گیا اور عمرؓ کو اس میں رکھ دیا گیا، وہ بھی ساری اُمت سے بڑھ گئے، اس کے بعد وہ ترازو آسمان پر اُٹھالی گئی، جس کو میں سامنے دیکھ رہا تھا۔ (ابو نعیم)

حدیث نمبر ۱۴۰:- عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلَهُ (بتغیر ما) عند الطبرانی فی الکبیر۔

(کنز العمال ج: ۶ ص: ۱۴۳)

ترجمہ:- اسی مضمون کی حدیث حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے بھی طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کی ہے۔

حدیث نمبر ۱۴۱:- عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قُولُوا: اَللَّهُمَّ صَلِّوْكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَإِمَامِ الْمُتَّقِينَ وَخَاتِمِ النَّبِيِّينَ۔

(أخرجه الديلمی مرفوعاً، قال الحافظ ابن حجر العسقلانی: المعروف أنه موقوف عليه،

كذا رواه ابن ماجه، از كنز ج: ۱ ص: ۱۲۵)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: (بوقتِ درد) تم یہ کہا کرو کہ: اے اللہ! تو اپنی رحمتیں اور برکات رسولوں کے سردار اور متقیوں کے امام اور انبیاء کے ختم کرنے والے رسول (محمدؐ) پر

نازل فرما۔ (اس کو دلیلی نے مرفوعاً روایت کیا ہے، مگر حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ: اس حدیث کے متعلق مشہور یہ ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پر موقوف ہے، چنانچہ ابن ماجہؒ نے اس کو موقوفاً ہی روایت کیا ہے)

حدیث نمبر ۱۴۲:- عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ نَوْفَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي حَدِيثٍ طَوِيلٍ فِي الرُّؤْيَا مَرْفُوعًا: قَالَ دُنْيَا سَبْعَةُ أَلْفِ سَنَةٍ وَأَمَّا فِي آخِرِهَا أَلْفًا (الی قولہ) وَأَمَّا النَّاقَةُ الَّتِي رَأَيْتَهَا وَرَأَيْتَنِي أَتْبَعُهَا فَهِيَ السَّاعَةُ عَلَيْنَا تَقُومُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَلَا أُمَّةَ بَعْدَ أُمَّتِي.

(رواہ الطبرانی فی الکبیر والبیہقی، کنز ج: ۸ ص: ۳۵)
ترجمہ:- حضرت ضحاک بن نوفل رضی اللہ عنہ تعبیرِ خواب کے باب میں ایک طویل حدیث کے ذیل میں روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: دُنیا کی کل عمر سات ہزار سال ہے اور میں اس کے آخری ہزار میں مبعوث ہوا ہوں، (اس کے بعد ضحاکؒ کے خواب کی تعبیر دیتے ہوئے فرمایا کہ) تم نے جو اُونٹنی دیکھی اور یہ دیکھا کہ میں اس کے پیچھے ہوں تو سمجھ لو کہ وہ قیامت ہے، جو ہم پر قائم ہوگی، نہ میرے بعد کوئی نبی ہوگا اور نہ میری اُمت کے بعد کوئی اُمت ہوگی۔
(طبرانی، بیہقی)

حدیث نمبر ۱۴۳:- عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي صِيغِ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَاتِمَ النَّبِيِّينَ وَإِمَامَ الْمُرْسَلِينَ. الحديث. (رواہ عیاض فی الشفاء)
ترجمہ:- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دُرود شریف کے صیغے جو روایت کئے گئے ہیں اُن میں: ”اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ خَاتَمِ

النبيين وامام المرسلين“ بھی آیا ہے۔

(قاضی عیاضؒ نے اپنی کتاب شفاء میں اس کو نقل کیا)

وہ احادیث جن سے مسئلہ ختم نبوت بطور استنباط سمجھا جاتا ہے

حدیث نمبر ۱۴۴:- عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا: أَنَّهَا سَتَكُونُ فِتْنَةً، قِيلَ: مَا الْمَخْرَجُ عَنْهَا؟ قَالَ: كِتَابُ اللَّهِ فِيهِ نَبَأٌ مَنْ قَبْلَكُمْ وَخَبَرٌ مَنْ بَعْدَكُمْ وَحُكْمٌ مَا بَيْنَكُمْ هُوَ الْفَصْلُ لَيْسَ بِالْهَزْلِ مَنْ تَرَكَهُ مِنْ جَبَارٍ قَصَمَهُ اللَّهُ وَمَنْ ابْتَغَى الْهُدَى مِنْ غَيْرِهِ أَضَلَّهُ اللَّهُ.

(رواہ احمد والترمذی، کنز ج: ۱ ص: ۴۵)

ترجمہ:- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: عنقریب ایک فتنہ پیدا ہونے والا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ: پھر اس سے بچنے کی کیا سبیل ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ: خدا کی کتاب (قرآن) جس میں تم سے پہلے لوگوں کے واقعات اور آئندہ آنے والوں کی خبریں اور تمہارے نزاعات کے فیصلے موجود ہیں، وہ فیصلہ کن کتاب ہے، ٹھٹھا نہیں، جو ظالم اس کو چھوڑے گا اللہ اس کو ہلاک کرے گا، اور جو اس کے سوا (کسی منسوخ شدہ آسمانی کتاب سے) ہدایت ڈھونڈے گا اس کو اللہ گمراہ کر دے گا۔ (امام احمد، ترمذی)

حدیث نمبر ۱۴۵:- عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلَهُ وَلَفْظُهُ: مَنْ اسْتَمْسَكَ بِهِ وَأَخَذَ كَانَ عَلَى الْهُدَى وَمَنْ أَخْطَأَهُ ضَلَّ. الحديث.

(رواہ احمد فی مسنده و عبد اللہ بن حمید، من الكنز ج: ۱ ص: ۱۴۵)

ترجمہ:- حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مضمون

مروی ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں کہ: جس شخص نے اس کی (یعنی قرآن کی) پیروی کی وہ ہدایت پر ہے، اور جس نے اُسے چھوڑا وہ گمراہ ہو گیا۔

حدیث نمبر ۱۴۶:- عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا: إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ كِتَابَ اللَّهِ هُوَ حَبْلُ اللَّهِ مَنْ اتَّبَعَهُ كَانَ عَلَى الْهُدَى وَمَنْ تَرَكَهُ كَانَ عَلَى الضَّلَالَةِ.

(رواہ ابن ابی شیبہ وابن حبان فی صحیحہ، کنز ج: ۱ ص: ۱۴۷)
ترجمہ:- حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں تمہارے اندر اللہ کی کتاب (قرآن) چھوڑتا ہوں، وہ اللہ کی رسی ہے جس نے اسے پکڑ لیا اور اس کا اتباع کیا اس نے ہدایت پائی، اور جس نے چھوڑ دیا گمراہ ہو گیا۔ (ابن ابی شیبہ، صحیح ابن حبان)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ قرآن کریم کے بعد نہ کوئی اور آسمانی کتاب نازل ہوگی اور نہ کوئی شریعت جدیدہ آئے گی، نہ قرآن کا کوئی حرف منسوخ ہوگا، یہ صرف نبوتِ تشریعیہ کے انقطاع کی دلیل ہیں۔

حدیث نمبر ۱۴۷:- عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! أُنْزِلَ اللَّهُ كِتَابَهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ وَأَحَلَّ حَلَالَهُ وَحَرَّمَ حَرَامَهُ فَمَا أَحَلَّ فِي كِتَابِهِ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ فَهُوَ حَلَالٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَا حَرَّمَ فِي كِتَابِهِ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ فَهُوَ حَرَامٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

(رواہ أبو النصر السنجری فی الابانہ، کنز ج: ۱ ص: ۵۰)
ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: اے لوگو! اللہ نے اپنی کتاب اپنے

نبی کی زبان پر نازل فرمائی، اور اپنے حلال کو حلال اور حرام کو حرام بیان فرمادیا ہے، پس جو اللہ نے اپنی کتاب میں اپنے نبی کی زبان پر حلال کر دیا ہے وہ قیامت تک حلال ہے، اور جو حرام کر دیا ہے وہ قیامت تک حرام ہے۔

حدیث نمبر ۱۴۸:- عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَنْ يَرَحَ هَذَا الدِّينُ قَائِمًا يُقَاتِلُ عَلَيْهِ عُصَابَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ. (رواہ مسلم، کنز ج: ۶ ص: ۲۳)

ترجمہ:- حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: یہ دین (یعنی دین محمدی) ہمیشہ قائم رہے گا، اور اس کے باقی رکھنے کے لئے مسلمانوں کی ایک جماعت ہمیشہ جہاد کرتی رہے گی، جب تک کہ قیامت قائم ہو۔ (صحیح مسلم)

حدیث نمبر ۱۴۹:- عَنْ مُغِيرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلُهُ عِنْدَ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ. (کنز ج: ۶ ص: ۲۳۱)

ترجمہ:- حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے اسی مضمون کی حدیث بخاری و مسلم میں موجود ہے۔

حدیث نمبر ۱۵۰:- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلُهُ عِنْدَ ابْنِ مَاجَةَ. (کنز ج: ۶ ص: ۲۳۱)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی مضمون کی حدیث سنن ابن ماجہ میں موجود ہے۔

حدیث نمبر ۱۵۱:- عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلُهُ عِنْدَ الْحَاكِمِ فِي الْمُسْتَدْرَكِ. (کنز ج: ۶ ص: ۲۳۱)

ترجمہ:- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسی مضمون کی حدیث مستدرک حاکم میں ہے۔

حدیث نمبر ۱۵۲:- عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلُهُ عِنْدَ أَحْمَدَ فِي مُسْنَدِهِ وَابْنُ خَرَّابٍ وَمُسْلِمٌ. (کنز ج: ۶ ص: ۲۳۲)
ترجمہ:- حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے یہی مضمون بخاری و مسلم و مسند احمد میں مروی ہے۔

حدیث نمبر ۱۵۳:- عَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلُهُ عِنْدَ مُسْلِمٍ وَالتِّرْمِذِيِّ وَابْنِ مَاجَةَ. (کنز ج: ۶ ص: ۲۳۲)
ترجمہ:- حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے بھی اسی معنی کی حدیث کو مسلم و ترمذی، ابن ماجہ میں روایت کیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۵۴:- عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلُهُ وَفِيهِ: حَتَّى تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ عَلَى ذَلِكَ. عِنْدَ مُسْلِمٍ.
(کنز ج: ۶ ص: ۲۳۲)

ترجمہ:- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مضمون کی حدیث صحیح مسلم میں مروی ہے۔

حدیث نمبر ۱۵۵:- وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلُهُ، وَفِيهِ: حَتَّى يُقَاتِلُوا أَخْرَهُمُ الدَّجَالَ.

(آخر جہ احمد فی مسندہ و ابو داؤد و الحاکم فی المستدرک، کنز ج: ۶ ص: ۲۳۲)
ترجمہ:- حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مضمون امام احمد اور حاکم اور ابوداؤد نے روایت کیا اور اس کے الفاظ یہ بھی ہیں کہ: یہاں تک کہ اس امت کا آخری طائفہ دجال سے مقاتلہ کرے گا۔

حدیث نمبر ۱۵۶:- وَعَنْ قُرَّةِ بْنِ إِيَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلُهُ

عند ابن حبان فی صحیحہ وأحمد والترمذی.

(کنز ج: ۶ ص: ۲۳۲)

ترجمہ:- اور حضرت قرہ بن ایاس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مضمون صحیح ابن حبان اور مسند احمد و جامع ترمذی وغیرہ میں مروی ہے۔
حدیث نمبر ۱۵۷:- عَنْ سَلَمَةَ بْنِ نَفِيلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
مِثْلُهُ عِنْدَ الطَّبْرَانِيِّ فِي الْكَبِيرِ وَابْنِ سَعْدٍ.

(کنز ج: ۶ ص: ۲۳۵)

ترجمہ:- سلمہ بن نفیل رضی اللہ عنہ سے یہی مضمون طبرانی اور ابن سعد نے بھی روایت کیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۵۸:- وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلُهُ عِنْدَ
ابْنِ حَبَانَ فِي صَحِيحِهِ.

(کنز ج: ۶ ص: ۲۳۵)

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے صحیح ابن حبان میں بھی مروی ہے۔

حدیث نمبر ۱۵۹:- وَعَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلُهُ
عِنْدَ عَبْدِ بْنِ حَمِيدٍ.

ترجمہ:- حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے یہی مضمون مروی ہے۔
(مسند عبد بن حمید)

حدیث نمبر ۱۶۰:- وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ مِثْلُهُ أَخْرَجَهُ أَبُو النَّصْرِ السَّنَجَرِيُّ فِي الْإِبَانَةِ
وَالْهَرَوِيُّ فِي ذِمِّ الْكَلَامِ.

(کنز ج: ۶ ص: ۲۳۵)

ترجمہ:- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے یہی مضمون ابو النصر سنجرئی نے ابانہ میں اور ہروی نے ذم الکلام میں روایت کیا ہے۔

یہ کل کی کل تعداد احادیث اعلان کر رہی ہے کہ امت محمدیہ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کی امت ہو کر قیامت تک باقی رہے گی، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے بعد اور کوئی نبی نہیں ہو سکتا، ورنہ پھر تو لوگ اس نبی کی امت کہلاویں گے جیسے انبیائے سابقین کی امتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد آپ کی امت کہلاتی ہیں، نہ کہ گزشتہ انبیاء کی۔

حدیث نمبر ۱۶۱:- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا مَرْفُوعًا: أُعْطِيَ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ نَبِيٌّ قَبْلِي وَلَا أَقُولُهُ فَخَرًا، بُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً الْأَحْمَرَ وَالْأَسْوَدَ، وَكَانَ النَّبِيُّ قَبْلِي يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ.

(رواہ أحمد فی مسنده والحکیم، من الكنز ج: ۶ ص: ۱۰۹)
ترجمہ:- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئیں ہیں کہ جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں، اور یہ میں فخر سے نہیں کہتا، (اُن پانچ چیزوں میں) ایک یہ ہے کہ میں تمام انسانوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں، جس میں عرب و عجم سب برابر ہیں، اور مجھ سے پہلے انبیاء صرف اپنی قوم کے لئے مبعوث ہوتے تھے۔ (مسند احمد و حکیم ترمذی)

حدیث نمبر ۱۶۲:- عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا: أُعْطِيَ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ نَبِيٌّ قَبْلِي، أُرْسِلْتُ إِلَى الْأَبْيَضِ وَالْأَسْوَدِ وَالْأَحْمَرِ، الْحَدِيث.

(رواہ العسکری فی الأمثال، کنز ج: ۶ ص: ۱۰۹)
ترجمہ:- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: مجھے پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں، ایک یہ کہ مجھے بلا امتیاز کالے گورے (عرب و عجم کے) تمام عالم کے لئے نبی بنا کر

بھیجا گیا ہے۔ (عسکری فی الامثال)

حدیث نمبر ۱۶۳:- وَمِثْلُهُ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.

(رواہ طحکم و حک و الدارمی، من الکنز ج: ۶ ص: ۱۰۹)

ترجمہ:- اسی مضمون کی حدیث ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مسند احمد و

مسند رک حاکم وغیرہ میں بھی موجود ہے۔ (کنز ج: ۶ ص: ۱۰۹)

حدیث نمبر ۱۶۴:- وَمِثْلُهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُمَا عِنْدَ الْحَكِيمِ وَالطَّبْرَانِي فِي الْكَبِيرِ.

(کنز ج: ۶ ص: ۱۰۹)

ترجمہ:- اسی مضمون کی ایک حدیث حکیم ترمذی اور طبرانی نے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کی ہے۔

حدیث نمبر ۱۶۵:- وَمِثْلُهُ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ

اللَّهُ عَنْهُ، أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ فِي مَسْنَدِهِ وَالطَّبْرَانِي فِي الْكَبِيرِ.

(من الکنز ج: ۶ ص: ۱۰۹)

ترجمہ:- حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے امام احمد نے

مسند میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں اسی مضمون کی حدیث روایت

کی ہے۔

حدیث نمبر ۱۶۶:- عَنْ عُمَرَوِ بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ

جَدِّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ

أُعْطِيتُ اللَّيْلَةَ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ نَبِيٌّ قَبْلِي، أَمَّا أَوْلَهُنَّ

فَأُرْسِلْتُ إِلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ كَافَّةً عَامَّةً وَكَانَ مِنْ قَبْلِي إِنَّمَا

يُرْسَلُ إِلَى قَوْمِهِ.

(رواہ احمد فی مسنده و الحکیم، من الکنز ج: ۶ ص: ۱۱۰)

ترجمہ:- حضرت عمرو بن شعیب رحمہ اللہ اپنے دادا سے روایت

کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: آج کی

رات مجھے ایسی پانچ چیزیں دی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں، ان میں سے پہلی یہ ہے کہ میں تمام عالم کی طرف نبی ہو کر آیا ہوں اور مجھ سے پہلے انبیاء صرف اپنی اپنی قوموں کی طرف پیغمبر ہو کر آتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۶۷:- وَمِثْلُهُ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عِنْدَ الطَّبْرَانِيِّ فِي الْكَبِيرِ وَأَخْرَجَ التِّرْمِذِيُّ بَعْضَهُ وَقَالَ حَسَنٌ صَحِيحٌ. (من الكنز ج: ۶ ص: ۱۱۰)

ترجمہ:- حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مضمون کی ایک حدیث روایت کی گئی ہے جس کو طبرانیؒ نے روایت کیا ہے، اور ترمذیؒ نے اس کے ایک حصے کو روایت کر کے کہا ہے کہ یہ حسن صحیح ہے۔ (کنز العمال ج: ۶ ص: ۱۱۰)

حدیث نمبر ۱۶۸:- عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً. الْحَدِيثُ.

ترجمہ:- حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میں تمام عالم والوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

یہ احادیث ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم کے لئے نبی ہیں، آپ کی نبوت کے بعد قیامت تک جتنے انسان پیدا ہوئے یا ہوں گے سب آپ کی امت ہیں، نبی نہیں، کیونکہ عموم بعثت میں دونوں قسم کے عموم داخل ہیں، یعنی عموم اقوام عالم اور عموم زمان، یعنی اپنے زمانے میں بھی آپ کی نبوت تمام اقوام دنیا کے لئے ثابت تھی اور باعتبار زمانہ کے آپ کے بعد کی آنے والی نسلوں کو بھی شامل ہے، جیسا کہ گزشتہ احادیث میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بقرعہ گزر چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ”أَنَا رَسُولُ مَنْ

أُذِرْكُهُ حَيًّا وَمَنْ يُؤَلِّدْ بَعْدِي“ (یعنی میں اس شخص کا بھی رسول ہوں جس کو میں اپنی زندگی میں پالوں اور اس شخص کا بھی جو میرے بعد قیامت تک پیدا ہوگا)۔

بہر حال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تمام اقوامِ عالم کے لئے اور قیامت تک ہر زمانے کو شامل ہے اور قیامت تک آپ کی نبوت کا سلسلہ باقی ہے، جب یہ ظاہر ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ہوتے ہوئے کوئی نبی نہیں ہو سکتا، ورنہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ نبوت کی توہین ہوگی اور احادیثِ ذیل بھی اسی مضمون کی تائید کرتی ہیں:-

حدیث نمبر ۱۶۹:- عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ بَعَثَنِي رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ وَهُدًى لِّلْمُؤْمِنِينَ.

(رواہ احمد فی مسنده والطبرانی فی الکبیر)

ترجمہ:- حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام اہل عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور مومنین کے لئے ہدایت۔

(مسند احمد و معجم کبیر طبرانی)

حدیث نمبر ۱۷۰:- عَنْ مِسُورِ بْنِ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ بَعَثَنِي رَحْمَةً لِّلنَّاسِ كَافَّةً.

(رواہ الطبرانی فی الکبیر، کنز ج: ۶ ص: ۱۱۱)

ترجمہ:- حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام انسانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

حدیث نمبر ۱۷۱:- وَمِثْلُهُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عِنْدَ الْحَسَنِ بْنِ سَفْيَانَ وَابْنِ مَنْدَةَ وَأَبِي نُعَيْمٍ وَابْنِ النُّجَّارِ.

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مضمون ایک روایت حسن بن سفیان اور ابن مندہ اور ابو نعیم اور ابن التجار میں مروی ہے۔
(خصائص کبریٰ ج: ۱ ص: ۱۶)

حدیث نمبر ۱۷۲:- عَنْ عُرْوَةَ بْنِ رُوَيْمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا: خَيْرُ أُمَّتِي أُولُهَا وَآخِرُهَا، أُولُهَا فِيهِمْ رَسُولُ اللَّهِ وَآخِرُهَا فِيهِمْ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ وَبَيْنَ ذَلِكَ نَهْجُ أَغْوَاجٍ لَيْسُوا مِنْكُمْ وَلَسْتُمْ مِنْهُمْ.

(رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ مرسلًا، من الكنز ج: ۶ ص: ۱۳۲)
ترجمہ:- حضرت عروہ بن رویم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میری امت کا بہترین طبقہ اس کا سب سے پہلا اور سب سے آخری طبقہ ہے، کیونکہ پہلے طبقہ میں اللہ کا رسول (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں، اور آخری طبقہ میں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) آئیں گے، اور اس کے درمیان ٹیڑھے راستے والے ہیں، نہ تم میں سے وہ ہیں، اور نہ تم ان میں سے۔
(حلیۃ ابو نعیم مرسلًا)

حدیث نمبر ۱۷۳:- عَنْ زَمَلِ بْنِ عَمْرٍو الْعَدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي حَدِيثٍ طَوِيلٍ: ثُمَّ قَالَ (يَعْنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ): يَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ! إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَى الْأَنَامِ كَافَّةً (الْأَنَامُ قَالَ) فَمَنْ أَجَابَنِي فَلَهُ الْجَنَّةُ نَزْلًا وَثَوَابًا، وَمَنْ عَصَانِي كَانَتْ لَهُ النَّارُ مُنْقَلَبًا، الْحَدِيثُ. (من الكنز)
ترجمہ:- حضرت زمل بن عمرو عدری رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث کے ذیل میں روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میں تمام مخلوق کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ اور پھر فرمایا کہ: جس نے میری دعوت قبول کی اس کے

لئے جنت میں مہمانی ہے، اور جس نے نافرمانی کی اس کے لئے جہنم ٹھکانا ہے۔

حدیث نمبر ۱۷۴۱:- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا مَرْفُوعًا: إِنَّ اللَّهَ أَيَّدَنِي بِأَرْبَعَةِ وَزَرَاءَ اثْنَيْنِ مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ جِبْرِئِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَاثْنَيْنِ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ.
(آخر جہ الطبرانی والبخاری)

ترجمہ:- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے چار وزیروں کے ساتھ میری تائید فرمائی، دو آسمان والوں میں سے یعنی جبریل و میکائیل، اور دو زمین والوں میں سے یعنی ابوبکر و عمرؓ۔

(طبرانی و بخاری)

اس سے بھی ثابت ہوا کہ تمام اقوامِ عالم قیامت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی امت ہوگی حتیٰ کہ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بھی سب لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی امت ہوں گے، کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام باوجود عہدہ نبوت پر باقی رہنے کے اس امت کے لئے نبی ہو کر نہ آئیں گے، بلکہ جس طرح پہلے بنی اسرائیل کے نبی تھے اسی عہدہ نبوت پر ہوں گے۔

حدیث نمبر ۱۷۴۵:- عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا: رَأَيْتُ لَيْلَةَ أُسْرَى بِي حَوْلَ الْعَرْشِ فَرِيْدَةً خَضْرَاءَ مَكْتُوبٌ فِيهَا بِقَلَمِ نُورٍ أَبْيَضُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ.

(رواہ ابن حبان فی الضعفاء والدارقطنی)

فی الافراد، کنز ج: ۶ ص: ۱۳۸)

ترجمہ:- حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: شبِ اسری میں نے ایک سبز

موتی دیکھا جس میں نور کے قلم سے لکھا ہوا تھا: لا اِلهَ اِلَّا اللہ محمد رسول اللہ ابوبکر الصدیق۔ (ابن حبان، دارقطنی)

حدیث نمبر ۱۷۶۱:- عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلُهُ وَفِي آخِرِهِ: أَبُو بَكْرٍ الصَّدِيقُ عَمَرُ الْفَارُوقِ عُثْمَانُ ذُو النُّورَيْنِ. (اخرجه ابن عساکر، کذا فی الخصائص)
ترجمہ:- حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی اسی مضمون کی حدیث ابن عساکر نے روایت کی ہے، اور اس کے آخر میں ہے: ابوبکر الصدیق، عمر الفاروق، عثمان ذو النورین۔

حدیث نمبر ۱۷۷۱:- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْلَةُ أُسْرِي بِي عَرَجَ إِلَى السَّمَاءِ مَا مَرَرْتُ بِسَّمَاءٍ إِلَّا وَجَدْتُ اسْمِي مَكْتُوبٌ فِيهَا وَأَبُو بَكْرٍ الصَّدِيقُ خَلْفِي.

(اخرجه أبو يعلى والطبرانی في الأوسط وابن عساکر وابن عرفة في جزئه المشهور، کذا فی الخصائص)
ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: شب اسری میں نے ہر آسمان سے گزرتے ہوئے وہاں اپنا نام اور اس کے پیچھے ابوبکر الصدیق لکھا ہوا پایا۔ (روایت کیا اس کو ابو یعلیٰ، طبرانی نے اوسط میں، ابن عساکر نے اور ابن عرفتہ نے جزء میں، کذا فی الخصائص)

ان احادیث سے بتقریح ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام امت سے افضل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، اور جب وہ نبی نہیں ہیں تو اور کیسے نبی ہو سکتا ہے؟ ورنہ غیر کا نبی سے افضل ہونا لازم آئے گا۔

نادرہ

ابن عساکر اور ابن عساکر نے اپنی اپنی تاریخ میں ایک عجیب واقعہ نقل کیا ہے کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی مکتبہ کا سب سے بڑا مفت مرکز ہے

کہ ابو الحسن علی بن عبد اللہ البہاشی الرقی فرماتے ہیں کہ: میں ایک مرتبہ ہندوستان کے بعض شہروں میں گیا، میں نے اس کے ایک گاؤں میں سیاہ گلاب دیکھا جس پر گلاب کا بڑا پھول کھلتا تھا، اس کی خوشبو نہایت عمدہ اور رنگ سیاہ ہوتا تھا، جس پر سفیدی سے لکھا ہوا تھا: ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ عَمْرُ الْفَارُوقِ“، مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی اور یہ خیال کیا کہ مصنوعی ہے، کسی نے لکھ دیا ہوگا، مگر جب میں نے اس کے دوسرے غنچے کو جو ابھی کھلا نہیں تھا، توڑ کر دیکھا تو اس کے اندر بھی یہی لکھا ہوا پھول نکلا، اور میں نے دیکھا کہ اس کے شہر کے لوگ سب پتھروں کو پوجتے تھے، کوئی اللہ کو جانتا بھی نہ تھا۔

(کذا فی النہائص الکبریٰ للسیوطی ج: ۱ ص: ۸)

حدیث نمبر ۱۷۸۷- عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا، كِتَابَ اللَّهِ وَعِترَتِي أَهْلَ بَيْتِي.

(رواہ النسائی و الترمذی، کذا فی الكنز ج: ۱ ص: ۴۴)

ترجمہ:- حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میں نے تمہارے لئے دو چیزیں چھوڑ دی ہیں جن کو اگر تم نے مضبوطی سے پکڑ لیا تو تم ہرگز کبھی گمراہ نہ ہو گے، اور وہ اللہ کی کتاب اور میری عترت یعنی اہل بیت ہیں۔

(نسائی و جامع ترمذی شریف)

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد تمام انسانوں کی نجات کے لئے قرآن کریم اور اہل بیت و صحابہؓ کے اتباع کو مدارِ ہدایت قرار دیا ہے، جو اس کی دلیل ہے کہ آپؐ کے بعد اور کوئی نبی نہیں ہوگا، ورنہ ضروری تھا کہ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس نبی کا ذکر فرماتے جو بعد میں ہونے والا ہے۔

اس مضمون کی احادیث ذخیرہ حدیث میں بے شمار ہیں، جن میں سے بعض ذیل میں درج کی جاتی ہیں:-

حدیث نمبر ۱۷۹:- عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلَهُ وَلَفْظُهُ: إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ خَلِيفَتَيْنِ كِتَابَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مَمْدُودٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَعِثْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي وَإِنَّهُمَا لَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَى الْحَوْضِ.

(رواہ احمد فی مسنده والطبرانی فی الکبیر، کنز ج: ۱ ص: ۱۴۴)
ترجمہ:- حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میں تمہارے اندر اپنے دو قائم مقام چھوڑتا ہوں، ایک اللہ کی کتاب جو زمین و آسمان کے درمائی خدائی سلسلہ ہے، اور دوسرے میری عترت اہل بیت، اور یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچیں گے۔ (مسند احمد، طبرانی)

حدیث نمبر ۱۸۰:- عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلَهُ عِنْدَ التِّرْمِذِيِّ.

ترجمہ:- حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مضمون کی حدیث ترمذی نے روایت کی ہے۔ (کنز العمال)

حدیث نمبر ۱۸۱:- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلَهُ عِنْدَ الْحَاكِمِ فِي الْمُسْتَدْرَكِ وَأَبِي بَكْرِ الشَّافِعِيِّ. (من الكنز)
ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مضمون کی حدیث مستدرک حاکم میں موجود ہے۔

حدیث نمبر ۱۸۲:- عَنْ عُرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا: أَوْصِيَكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَلَوْ أُمِرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ، فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسِيرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ

تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَظُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاحِذِ وَأَبِائِكُمْ وَمُحَدِّثَاتِ

الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحَدَّثَةٍ بِدْعَةٍ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.

(رواہ احمد فی المسند و ابو داؤد و الترمذی و ابن ماجہ
والحاکم فی المستدرک، کنز ج: ۴ ص: ۱۲۴)

ترجمہ:- حضرت عریاض بن ساریہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو، اور مسلم حکام کی اطاعت کرو، اگرچہ ایک حبشی غلام تمہارا امیر بن جائے، اس لئے کہ جو شخص تم میں سے میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت اختلافات دیکھے گا، پس تم میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کے اتباع کو لازم سمجھو، اور اس کو مضبوطی کے ساتھ دانتوں میں پکڑلو، تم نئی باتوں سے بچو، کیونکہ (دین میں) ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

(ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مسند امام احمد،
حاکم، از کنز العمال ج: ۴ ص: ۱۲۴)

حدیث نمبر ۱۸۳:- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
مَرْفُوعًا: إِنِّي تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ اغْتَصَمْتُمْ بِهِ فَلَنْ تُضِلُّوا
أَبَدًا، كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّكُمْ.

(رواہ الحاکم فی المستدرک، من الكنز ج: ۴ ص: ۱۲۷)

ترجمہ:- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میں تمہارے اندر ایسی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم نے اُن کو لازم پکڑا تو کبھی گمراہ نہ ہو گے، ایک اللہ کی کتاب، اور دوسرے نبی کی سنت، الحدیث۔

(متدرک)

حدیث نمبر ۱۸۴:- وَمِثْلُهُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
عِنْدَ الْبَاورِدِيِّ وَابْنِ أَبِي شَيْبَةَ وَأَحْمَدَ وَابْنِ سَعْدٍ وَأَبِي

یعلیٰ۔ (کنز ج: ۴ ص: ۱۴۷)

ترجمہ:- حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مضمون مروی ہے۔ (امام احمد، ابن ابی شیبہ، ابویعلیٰ)

حدیث نمبر ۱۸۵:- وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلَهُ عِنْدَ أَحْمَدَ فِي مُسْنَدِهِ وَالطَّبْرَانِي فِي الْكَبِيرِ وَسَعِيدُ

بْنُ مَنْصُورٍ فِي سَنَنِهِ۔ (کنز ج: ۱ ص: ۱۴۷)

ترجمہ:- حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مضمون کی حدیث امام احمد اور طبرانی اور سعید بن منصور نے روایت فرمائی ہے۔ (کنز ج: ۱ ص: ۱۴۷)

حدیث نمبر ۱۸۶:- عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلَهُ عَنِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ وَالْخَطِيبِ۔ (کنز ج: ۱ ص: ۱۴۸)

ترجمہ:- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مضمون کی حدیث ابن ابی شیبہ اور خطیب نے روایت کی ہے۔

حدیث نمبر ۱۸۷:- عَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلَهُ عِنْدَ الدَّيْلَمِيِّ۔ (کنز ج: ۱ ص: ۱۴۸)

ترجمہ:- حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مضمون دیلمی نے روایت کیا ہے۔

ان سب احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے لئے جو دستور العمل تجویز فرمایا ہے اس میں کہیں یہ ذکر نہیں ہے کہ بعد میں کوئی نبی مبعوث ہوگا جو تمہاری ہدایت کا کفیل ہوگا۔

حدیث نمبر ۱۸۸:- عَنْ سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا: رَضِيتُ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا۔

(رواہ ابن السنی فی عمل الیوم واللیلۃ)

ترجمہ:- میں عبادت کے لئے اللہ تعالیٰ پر اور نبوت کے لئے محمد

صلی اللہ علیہ وسلم پر اور دین کے لئے اسلام پر راضی ہوں، یعنی ان کے سوا ہر معبود اور آپ کے بعد ہر مدعی نبوت اور ہر دین سے بیزار ہوں۔

حدیث نمبر ۱۸۹:- من طریق سعید بن خیشم عن شیخ من أهل الشام مرفوعاً: أَعْهَدُ إِلَيْكُمْ أَنْ تَتَّقُوا اللَّهَ وَتَلْزَمُوا سُنَّتِي وَسُنَّةَ الْخُلَفَاءِ الْهَادِيَةِ الْمَهْدِيَةِ فَعَصُوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِنْ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ فَاسْمِعُوا وَأَطِيعُوا. (رواه البغوی، کنز ج: ۱ ص: ۵۴)

ترجمہ:- جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو، اور میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کا اتباع کرو، اور اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑلو، اگرچہ تم پر ایک حبشی غلام حاکم بنا دیا جائے، اس کی بھی اطاعت کرو۔ (روایت کیا اس کو بغوی نے، کنز ج: ۱ ص: ۵۴)

حدیث نمبر ۱۹۰:- عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعاً: مَنْ أَهَانَ سُلْطَانَ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ أَهَانَهُ اللَّهُ، وَمَنْ أَكْرَمَ سُلْطَانَ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ أَكْرَمَهُ اللَّهُ.

(طبرانی، کنز ج: ۱ ص: ۵۵)

ترجمہ:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: جو شخص اللہ کے حاکم کی اہانت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کرے گا، اور جو اس کی عزت کرے گا، اللہ اس کو عزت دے گا۔

حدیث نمبر ۱۹۱:- عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلُهُ عِنْدَ السَّجَرِيِّ.

ترجمہ:- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی مضمون سنجرئی نے بھی روایت کیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۹۲:- عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلُهُ عِنْدَ الدَّيْلَمِيِّ.

(کنز ج: ۱ ص: ۵۵)

ترجمہ:- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مضمون دیلمی نے روایت کیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۹۳:- وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِعْمَلُوا بِالْقُرْآنِ أَحْلُوا حَلَالَهُ وَحَرِّمُوا حَرَامَهُ وَاقْتَدُوا بِهِ وَلَا تَكْفُرُوا بِشَيْءٍ مِنْهُ وَمَا تَشَابَهَ عَلَيْكُمْ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَإِلَى أَوْلَى الْعِلْمِ مِنْ بَعْدِي كَيْمَا يُخْبِرُوكُمْ وَآمِنُوا بِالتَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالزَّبُورِ وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ. (۱)

(رواہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرک، من الكنز ج: ۱ ص: ۴۹)

ترجمہ:- حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: قرآن پر عمل کرو، اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھو، اور اس کی اقتداء کرو، اور اس کے کسی حرف کا انکار نہ کرو، اور اس کی جو آیت تم پر مشتبہ ہو جائے اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف اور میرے بعد اہل علم کی طرف رجوع کرو، تاکہ وہ تمہیں صحیح تفسیر بتلائیں، اور توراۃ و انجیل و زبور اور تمام ان کتابوں یا صحف پر ایمان لاؤ جو پہلے انبیاء پر نازل ہوئی ہیں۔ (مستدرک حاکم، معجم کبیر للطبرانی)

(۱) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اختلاف و اشتباہ کے موقعوں پر اہل علم کی تقلید کرنی چاہئے اور یہ تقلید عین حکم نبوی کی اطاعت ہے، نہ کہ شرک فی النبوة جیسا کہ ہمارے زمانے کے بعض جہلاء کا

حدیث نمبر ۱۹۴:- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَنْ يَبْعَثَ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا.

(رواہ ابو داؤد والحاکم والبیہقی
فی المعرفة، کنز ج: ۱ ص: ۳۳۸)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر سو سال کے ایک مجدد بھیجے گا جو اس کے دین کو درست کرے گا اور جو کچھ اس میں رخنہ واقع کر دیئے گئے ہیں ان کا اسناد کرے گا۔ (کنز العمال ج: ۱ ص: ۳۳۸)

حدیث نمبر ۱۹۵:- عَنْ تَمِيمِ الدَّارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا: الَّذِينَ النَّصِيحَةُ، قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَيِّمَةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ. (رواہ مسلم)

ترجمہ:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: دین خیر خواہی کرنے کا نام ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ: کس کی خیر خواہی؟ آپ نے فرمایا کہ: اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتابوں اور مسلمانوں کے اماموں اور عام مسلمانوں کی۔

حدیث نمبر ۱۹۶:- عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا: اقْتَدُوا بِالَّذِينَ مِنْ بَعْدِي أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ.

(رواہ احمد فی مسندہ والترمذی وابن ماجہ، کنز ج: ۶ ص: ۱۴۲)

ترجمہ:- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: اُن دو شخصوں کا اتباع کرو جو میرے بعد خلیفہ ہوں گے، یعنی ابو بکر و عمر۔ (روایت کیا اس حدیث کو ترمذی اور ابن ماجہ اور امام احمد نے اپنی مسند میں، کنز ج: ۶ ص: ۱۴۲)

حدیث نمبر ۱۹۷:- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا: يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ كُلُّ أُمَامَةٍ عَطَاشًا إِلَّا مَنْ أَحَبَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيًّا.

(رواہ الرافعی، کنز ج: ۶ ص: ۱۶۱)

ترجمہ:- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: قیامت کے روز ساری اُمّیں پیاسی آئیں گی مگر جو شخص کہ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ کی محبت رکھتا ہوگا وہ پیاسا نہ ہوگا۔

(روایت کیا اس کو امام رافعیؒ نے، از کنز ج: ۶ ص: ۱۶۱)

حدیث نمبر ۱۹۸:- عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا: اقْتَدُوا بِالَّذِينَ مِنْ أَصْحَابِي أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ، اهْتَدُوا بِهِدْيِ عَمَّارٍ وَتَمَسَّكُوا بِعَهْدِ ابْنِ مَسْعُودٍ.

(رواہ الترمذی، کنز ج: ۶ ص: ۱۴۲)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ: ان لوگوں کی اطاعت کرو جو میرے صحابہ میں سے میرے بعد ہوں گے، یعنی ابوبکرؓ اور عمرؓ، اور عمارؓ کی سی عادت اختیار کرو، اور عبداللہ بن مسعودؓ کے عہد کے ساتھ تمسک کرو۔

حدیث نمبر ۱۹۹:- عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلُهُ عِنْدَ الرُّوْيَانِي.

(کنز ج: ۶ ص: ۱۴۲)

ترجمہ:- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مضمون کی حدیث رویانی نے نقل کی ہے۔

حدیث نمبر ۲۰۰:- وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلُهُ.

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مضمون ابنِ عدیؒ نے روایت کیا ہے۔

حدیث نمبر ۲۰۱:- عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلُهُ عِنْدَ الطَّبْرَانِيِّ فِي الْأَوْسَطِ. (کنز ج: ۶ ص: ۱۲۲)
ترجمہ:- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مضمون مرفوعاً مروی ہے۔ (دیکھو معجم اوسط طبرانی)

حدیث نمبر ۲۰۲:- عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلُهُ. (کنز ج: ۶ ص: ۱۲۲)
ترجمہ:- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث مروی ہے۔

حدیث نمبر ۲۰۳:- عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلُهُ. (کنز ج: ۶ ص: ۱۲۲)
ترجمہ:- حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مضمون منقول ہے۔

حدیث نمبر ۲۰۴:- عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيٍّ وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْرِ. (أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ وَالتِّرْمِذِيُّ، الرِّيَاضُ النَّضْرَةُ لِلطَّبْرِيِّ ج: ۲ ص: ۲۶۳)
ترجمہ:- حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ہر نبی کے لئے ایک مخلص و مددگار ہوتا ہے اور میرے مخلص و مددگار زبیرؓ ہیں۔ (بخاری، مسلم، ترمذی)

حدیث نمبر ۲۰۵:- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا: لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينٌ وَأَمِينُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ

الْجَوَّاحِ. (رواہ البخاری ومسلم، الرياض النضرة ج: ۲ ص: ۳۰۸) ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ہر ایک اُمت کا ایک امین ہوتا ہے، اور میری اُمت کے امین ابوعبیدہ بن الجراح ہیں۔ (بخاری ومسلم) حدیث نمبر ۲۰۶:- عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا مَرْفُوعًا: لِكُلِّ شَيْءٍ سَنَامٌ وَسَنَامُ هَذِهِ الْأُمَّةِ عَمَى الْعَبَّاسُ، وَلِكُلِّ شَيْءٍ سَبْطٌ وَسَبْطُ هَذِهِ الْأُمَّةِ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ.

(کنز ج: ۶ ص: ۱۶۳)

ترجمہ:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: ہر چیز کا ایک اعلیٰ حصہ ہوتا ہے اور اس اُمت کا اعلیٰ حصہ میرے چچا عباسؓ ہیں، اور ہر شے کے لئے ایک شجرہ (درخت) ہے کثیر الاغصان (زیادہ ٹہنیوں والا یعنی پھیلا ہوا) اور اس اُمت کے شجرہ حسنؓ اور حسینؓ ہیں۔

یہ بشارت ہے ان دونوں صاحبزادوں کے کثیر الاولاد ہونے کی قیامت تک، واللہ اعلم۔ منجد میں ہے: ”السبط أيضا الشجرة لها أغصان كثيرة وأصلها واحد“ (ص: ۳۲۶، مطبوعہ بیروت)

حدیث نمبر ۲۰۷:- عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا مَرْفُوعًا: خَيْرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ.

(خطابی، کنز ج: ۶ ص: ۱۶۳)

ترجمہ:- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: اس اُمت کے بہترین فرد عبد اللہ بن عباسؓ ہیں۔ (کنز ج: ۶ ص: ۱۶۳)

حدیث نمبر ۲۰۸:- عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا:

أَغْلَمُهَا (أَيُّ الْأُمَّةِ) بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مَعَاذُ بْنِ جَبَلٍ.

(کنز ج: ۶ ص: ۱۶۳)

ترجمہ:- حلال اور حرام کو سب سے زیادہ جاننے والے معاذ بن جبل ہیں۔
(کنز ج: ۶ ص: ۱۴۳)

حدیث نمبر ۲۰۹:- عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الْأَبْدَالُ يَكُونُونَ بِالشَّامِ وَهُمْ أَرْبَعُونَ رَجُلًا كُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ أَبْدَلَ اللَّهُ مَكَانَهُ رَجُلًا يُسْقَى بِهِمُ الْغَيْثُ وَيَنْتَصِرُ بِهِمْ عَلَى الْأَعْدَاءِ. (رواه أحمد، مشكوة ص: ۵۷۵)

ترجمہ:- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ابدال ملک شام میں ہوں گے اور وہ چالیس آدمی ہیں، جب اُن میں سے کوئی مرجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے دوسرا پیدا کر دیتا ہے، اُن کی برکت سے قحط دفع ہوگا اور دشمنوں پر فتح حاصل ہوگی۔ (مسند احمد)

حدیث نمبر ۲۱۰:- عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ رَجُلًا يَأْتِيكُمْ مِنَ الْيَمَنِ يُقَالُ لَهُ أُوَيْسُ (الْيَقُولُ) فَمَنْ لَقِيَهُ مِنْكُمْ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ. (رواه مسلم، مشكوة ص: ۵۷۳)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ایک شخص تمہارے پاس یمن سے آئیں گے جن کا نام اویس ہوگا، تم میں سے جو شخص اُن سے ملے اپنے لئے استغفار کرائے (کیونکہ وہ مستجاب الدعوات ہوں گے)۔

(روایت کیا اس حدیث کو مسلم نے، مشکوة ص: ۵۷۳)

احادیث مذکورۃ الصدر سے ختم نبوت کا ثبوت

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت و شفقت جو اُمتِ مرحومہ کے ساتھ ہے وہ محتاجِ بیان نہیں، اور پھر یہ بھی مُسلم ہے کہ زمانہ ماضی و مستقبل کے جتنے علوم و حالات آپ کو عطا کئے گئے ہیں وہ نہ کسی نبی کو حاصل ہیں اور نہ کسی فرشتے کو۔

ان دونوں باتوں کے سمجھنے کے بعد یہ یقین کرنا پڑتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کے لئے دین کے راستے کو ایسا ہموار اور صاف بنا کر چھوڑا کہ جس میں دن اور رات برابر ہو، اس پر چلنے والے کو ٹھوکر لگنے یا راستہ بھولنے کا اندیشہ نہ رہے، اس میں جتنے خطرات اور مہالک کے مواقع ہوں گے وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتلادیئے ہوں گے، نیز اس راستے کے لئے ایسے ایسے نشانات ان کو بتلائے ہوں گے جو تمام راستے میں ان کی رہبری کرتے رہیں۔

چنانچہ جب ہم حدیثِ نبوی کے دفتر پر نظر ڈالتے ہیں تو ثابت ہو جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان امور میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا، آپ کے بعد جتنے آدمی قابلِ اقتداء رہنمائی پیدا ہونے والے تھے آپ نے اکثر کے نام لے لے کر بتلادیا، اور اُمت کو ان کی پیروی کی ہدایت فرمائی، جن میں سے ”مشتے نمونہ از خروارے“ چند احادیث اُپر ذکر کی گئی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی شفقت اور مربیانہ تعلیم اور پھر احادیثِ مذکورہ بالا کو دیکھتے ہوئے ایک مسلمان بلکہ ایک منصف مزاج انسان یہ یقین کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی (اگرچہ وہ بقول مرزا، ظلی یا بروزی رنگ میں سہی) اس عالم میں پیدا نہیں ہو سکتا، ورنہ لازمی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن سب سے پہلے اور سب سے زیادہ اس نبی کا ذکر فرماتے، کیونکہ ان سب کا اتباع اُمت کی نجات کا مدار نہیں، اور نبی خواہ کسی قسم کا ہو جب کسی اُمت میں

بھیجا جائے تو اس کی پیروی اس اُمت کے لئے مدارِ نجات ہو جاتی ہے، بغیر اس کی کتاب و سنت کی روشنی میں ٹھکانی جائے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

پیروی کہ ان کے سارے عمل جط سمجھے جاتے ہیں۔

مگر عجب تماشا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کو خلفائے راشدین کے اقتداء کا حکم فرماتے ہیں، ائمہ دین اور اُمراء کی اطاعت کی تعلیم دیتے ہیں، بلکہ ایک حبشی غلام کی بھی (جبکہ وہ امیر بن جائے) اطاعت اُمت پر واجب قرار دیتے ہیں، مواقع اشتباہ و اختلاف میں اہل علم و اجتہاد کی تقلید کی تاکید کرتے ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کی دعوت دیتے ہیں، حضرت زبیر، ابوعبیدہ بن الجراح، معاذ بن جبل، عبداللہ بن عباس وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام لے لے کر انہیں واجب التکریم اور تامل اقتداء فرماتے ہیں، اولیں قرنی کے آنے کی خبر اور ان سے استغفار کرانے کی تعلیم دیتے ہیں، مجددین اُمت کا ہر صدی پر آنا، ابدال کا ملک شام میں پیدا ہونا، اور اُن کا مستجاب الدعوات ہونا، وغیرہ وغیرہ مفصل بیان فرماتے ہیں۔

لیکن ایک حدیث میں بھی یہ بیان نہیں فرماتے کہ ہمارے بعد فلاں نبی پیدا ہوگا، تم اس پر ایمان لانا اور اس کی اطاعت کرنا، حالانکہ ایک رؤف و رحیم نبی کا پہلا فرض یہ تھا کہ وہ آنے والے نبی کے مفصل حالات سے اپنی اُمت کو خوب واقف کرادے، اس کا نام، مقام پیدائش، تاریخ، حلیہ، والدین کا نام وغیرہ بتلا دے، تاکہ ان کو آنے والے نبی کی پہچان میں کوئی اشتباہ باقی نہ رہے۔

اگر پہلو میں دل اور دل میں ایمان یا انصاف کا کوئی ذرہ بھی ہے تو تمام احادیث سابقہ کو چھوڑ کر صرف یہی احادیث ایک انسان کو اس پر مجبور کرنے کے لئے کافی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تا قیامت کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

یہ دو سو دس احادیث نبویہ ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ختم نبوت کا قطعی اعلان فرما کر ہر قسم کی تاویل اور تخصیص کا راستہ بند کر دیا ہے!

جس کے آنکھوں ہوں دیکھے، اور جس کے کان ہوں سنے۔

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ

وَهُوَ شَهِيدٌ، وَصَلَوَاتُ اللَّهِ الْبَرِّ الرَّحِيمِ وَالْمَلَائِكَةُ
الْمُقَرَّبِينَ وَالنَّبِيِّينَ وَالصَّادِقِينَ وَالشُّهَدَاءَ وَالصَّالِحِينَ،
وَمَا سَبَّحَ لَكَ مِنْ شَيْءٍ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ عَلَى سَيِّدِنَا
مُحَمَّدٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَإِمَامِ الْمُتَّقِينَ وَخَاتِمِ
النَّبِيِّينَ وَرَسُولِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الشَّاهِدِ الْبَشِيرِ الدَّاعِي
إِلَيْكَ بِإِذْنِكَ السِّرَاجِ الْمُنِيرِ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ.

(رواه عياض فى الشفاء عن على رضى الله عنه)

ختم النبوة حصہ دوم

تمام شد

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

ختم النبوة

فی الآثار

حصہ سوم

ختم النبوة فی الآثار

حصہ سوم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفَى وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی، اَمَّا بَعْدُ:-

پہلے دو حصوں میں ایک سو آیات قرآنیہ اور دو سو سے زائد احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اس دعویٰ کی شہادت میں ناظرین کے سامنے آچکی ہیں کہ ہمارے آقائے نامدار خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کی نبوت باقی نہیں، اور کسی قسم کا نبی تشریحی یا غیر تشریحی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا نہیں ہو سکتا، بلکہ ہر مدعی نبوت کذاب و دجال ہے۔

اب اس تیسرے حصے میں یہ دکھلایا جاتا ہے کہ یہ مسئلہ ملت اسلامیہ کے ان ضروریات میں سے ہے کہ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے آج پونے چودہ سو برس تک تمام امت امیہ کا قطعی اجماع و اتفاق رہا ہے، جس نے کسی مسلمان گھرانے میں پرورش پائی ہو وہ کبھی اس مسئلے میں شبہ یا تاویل کے درپے نہیں ہو سکتا۔

علمائے ربانیتین کے تمام طبقات محدثین، مفسرین، فقہاء، متکلمین، صوفیاء کی غیر محصور تصانیف ہمارے اس دعوے کی ناقابل انکار شہادتوں سے لبریز ہیں جن کو اگر ہم باستیعاب نقل کرنے کا ارادہ کریں تو نہ صرف یہ رسالہ ایک عظیم الشان دفتر بن جائے گا، بلکہ یقین ہے کہ ہم لکھتے لکھتے تھک جائیں گے اور ان ائمہ سلف اور علمائے امت کے اقوال و تصریحات ختم نہ ہوں گی۔ اس لئے بالاختصار اول اجماع امت اور بالخصوص اجماع صحابہ کی نقلیں پیش کر کے اہل اجماع میں سے بعض حضرات کے اقوال کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

بطور نمونہ ہدیہ قارئین کئے جاتے ہیں، وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ۔

ایک ضروری گزارش

مرزا جی اور اُن کی اُمت چونکہ ختم نبوت کے تمام دلائل و براہین کو یہ کہہ کر ٹھکرادیتے ہیں کہ ان سے نبوتِ تشریحی کا اختتام مراد ہے، غیر تشریحی نبوت اس میں داخل نہیں، اس لئے ہم نے اس سے پہلے دونوں حصوں میں اکثر آیات و احادیث کے ذیل میں اس پر تنبیہ کی ہے، کہ قرآن و حدیث نے سینکڑوں مواقع میں صراحتاً اور اشارۃً ختم نبوت کو بیان کیا ہے، لیکن کسی ایک جگہ بھی تشریحی و غیر تشریحی کی تقسیم نہیں فرمائی، بلکہ بہت جگہ صراحتاً اس کی نفی کر دی گئی، اسی بناء پر میں اس حصے میں بھی ناظرین کی توجہ اس طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ہر بات اور ہر عنوان میں اس کا لحاظ رکھیں کہ ساری اُمتِ اسلامیہ میں سے کسی ایک نے بھی کہیں یہ تفصیل کی ہے کہ ختم نبوت سے مراد صرف تشریحی نبوت کا اختتام ہے؟ اور جب یہ نہیں تو پھر مرزا اور مرزائیوں سے پوچھیں کہ کیا وہ اپنی اس طبع زاد تحقیق پر کوئی حجتِ اسلامی دلائل میں سے پیش کر سکتے ہیں؟

اجماع کی حقیقت اور اس کی عظمت

خدائے تعالیٰ کی ہزاروں ہزار دُرود اس ذاتِ مقدس پر جس کے طفیل میں ہم جیسے سراپا گناہ اور سراسر خطا و قصور بھی خیر الائم، اُمتِ وسط، اُمتِ مرحومہ، شہدائے خلق کے القابِ گرامی کے ساتھ پکارے جاتے ہیں۔

کہ دارد زیر گردوں میر سامانے کہ من دارم

وہ بے شمار خداوندی انعام و اکرام جو ہمارے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ہم پر مبذول ہوئے ہیں، اجماعِ اُمت بھی ان میں سے ایک امتیازی فضیلت ہے، جس کی حقیقت یہ ہے کہ اس اُمت کے علمائے مجتہدین اگر کسی مسئلے میں ایک حکم پر اتفاق کر لیں تو یہ حکم بھی ایسا ہی واجب الاتباع اور واجب التعمیل ہوتا ہے جیسے قرآن و حدیث کے صریح احکام۔ جس کی حقیقت دوسرے عنوان سے یہ ہے کہ

ختم نبوت حصہ سوم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جب نبوت ختم کر دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ہستی معصوم باقی نہیں رہتی جس کے حکم کو غلطی سے پاک اور ٹھیک حکم خداوندی کا ترجمان کہا جاسکے، اس لئے رحمت خداوندی نے امت محمدیہ کے مجموعے کو ایک نبی معصوم کا درجہ دے دیا، کہ ساری امت جس چیز کے اچھے یا بُرے ہونے پر متفق ہو جائے، وہ علامت اس کی ہے کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا ہی ہے جیسا امت کے مجموعے نے سمجھا ہے۔

اسی بات کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں فرمایا ہے:-

لَنْ تَجْتَمِعَ أُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ.

یعنی میری امت کا مجموعہ کبھی گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتا۔

اسی لئے اصول کی کتابوں میں اس کے حجت ہونے اور اس کے شرائط و لوازم پر مفصل بحث کی جاتی ہے، اور احکام شرعیہ کی حجتوں میں قرآن و حدیث کے بعد تیسرے نمبر پر اجماع کو رکھا جاتا ہے، اور درحقیقت اجماع کا شرعی حجتوں میں داخل ہونا اور اس امت کے لئے مخصوص ہونا خود بھی ہمارے زیر بحث مسئلہ ختم نبوت کی روشن دلیل ہے، جیسا کہ صاحب توضیح لکھتے ہیں:-

وَمَا اتَّفَقَ عَلَيْهِ الْمُجْتَهِدُونَ مِنْ أَمَّةٍ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَصْرِ عَلَى أَمْرٍ فَهَذَا مِنْ خَوَاصِ أَمَّةٍ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهُ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا وَحْيَ بَعْدَهُ وَقَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ. وَلَا شَكَّ أَنَّ الْأَحْكَامَ الَّتِي تَنْبُثُ بِصَرْيَحِ الْوَحْيِ بِالنِّسْبَةِ إِلَى الْحَوَادِثِ الْوَاقِعَةِ قَلِيلَةٌ غَايَةُ الْقَلِيلَةِ فَلَوْ لَمْ تُعْلَمَ أَحْكَامُ تِلْكَ الْحَوَادِثِ مِنَ الْوَحْيِ الصَّرِيحِ وَبَقِيَتْ أَحْكَامُهَا مُهْمَلَةً لَا يَكُونُ الدِّينُ كَامِلًا، فَلَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ لِلْمُجْتَهِدِينَ وَلَايَةٌ اسْتِنَابُ أَحْكَامِهَا مِنَ الْوَحْيِ.

(توضیح، مصری ج: ۱ ص: ۴۹)

ترجمہ:- اور وہ حکم جس پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے مجتہدین کا کسی زمانے میں اتفاق ہو جائے اس کا واجب التعمیل ہونا اس اُمت کی خصوصیات میں سے ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کسی پر وحی نہیں آئے گی، اور ادھر یہ اشارہ خداوندی ہے کہ: ”ہم نے تمہارا دین کامل کر دیا ہے“ اور اس میں بھی شک نہیں کہ جو احکام صریح وحی سے ثابت ہوئے ہیں وہ بہ نسبت روزمرہ کے پیش آنے والے واقعات کے نہایت قلیل ہیں، پس جب ان واقعات کے احکام وحی صریح سے معلوم نہ ہوئے (اب اگر اجماع و قیاس کو حجت نہ بنایا جائے) اور شریعت میں ان واقعات کے متعلق احکام نہ ہوں تو دین کامل نہیں رہتا، اس لئے ضروری ہے کہ اس اُمت کے مجتہدین کو وحی سے ان احکام کے استنباط کرنے کا حق حاصل ہو۔

الغرض جس طرح قرآن و حدیث سے احکام شرعیہ ثابت ہوئے ہیں، اسی طرح بتصریح نصوص قرآن و حدیث اور باتفاق علمائے اُمت، اجماع سے قطعی احکام ثابت ہوتے ہیں۔

البتہ اس میں چند درجات ہیں، جن میں سب سے مقدم اور سب سے زیادہ قطعی اجماع صحابہؓ ہے، جس کے متعلق علمائے اُصول کا اتفاق ہے کہ اگر کسی مسئلے پر تمام صحابہؓ کی رائیں بالتصریح جمع ہو جائیں تو وہ بالکل ایسا ہی قطعی ہے جیسا کہ قرآن مجید کی آیات۔

اور اگر یہ صورت ہو کہ بعض نے اپنی رائے بیان فرمائی اور باقی صحابہؓ نے اس کی تردید نہ کی بلکہ سکوت اختیار کیا، تو یہ بھی اجماع صحابہؓ میں داخل ہے، اور اس سے جو حکم ثابت ہو وہ بالکل ایسا ہی قطعی ہے جیسے احادیث متواترہ کے احکام قطعی ہوتے ہیں۔

بلکہ اگر غور سے کام لیا جائے تو تمام اَدلہ شرعیہ میں سب سے زیادہ فیصلہ کن دلیل ہے، اور بعض حیثیات سے تمام حجج شرعیہ پر مقدم ہے، کیونکہ قرآن و سنت کے

مفہوم و معنی متعین کرنے میں رائیں مختلف ہو سکتی ہیں، اجماع میں اس کی بھی گنجائش نہیں، چنانچہ حفاظِ حدیث علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:-

وَأَجْمَاعُهُمْ حُجَّةٌ قَاطِعَةٌ يَجِبُ اتِّبَاعُهَا بَلْ هِيَ أَوْ كَذُ
الْحَجَجِ وَهِيَ مُقَدَّمَةٌ عَلَى غَيْرِهَا وَلَيْسَ هَذَا مَوْضِعُ
تَقْرِيرِ ذَلِكَ فَإِنَّ هَذَا الْأَصْلَ مُقَرَّرٌ فِي مَوْضِعِهِ وَلَيْسَ فِيهِ
بَيْنَ الْفُقَهَاءِ وَلَا بَيْنَ سَائِرِ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ هُمْ الْمُؤْمِنُونَ
خِلَافٌ الخ. (اقامة الدلیل ج: ۳ ص: ۱۳۰)

ترجمہ:- اور اجماع صحابہؓ حجتِ قطعیہ ہے، اس کا اتباع فرض ہے بلکہ وہ تمام شرعی حجتوں سے زیادہ مؤکد اور سب سے مقدم ہے، یہ موقع اس بحث کے پھیلانے کا نہیں، کیونکہ اپنے موقعے (یعنی کتبِ اصول) میں یہ بات باتفاقِ اہل علم ثابت ہو چکی ہے، اور اس میں تمام فقہاء اور تمام مسلمانوں میں جو واقعی مسلمان ہیں کسی کا بھی خلاف نہیں۔

اس کے بعد ہم اپنے اصلی مقصد کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور نہایت قوی اور صحیح روایات سے دکھلاتے ہیں کہ:-

صحابہ کرامؓ کا سب سے پہلا اجماع

مسئلہ ختم نبوت پر اور اُس کے منکر کے مرتد،

واجب القتل ہونے پر ہوا ہے

مسئلہ کذاب کا دعویٰ نبوت اور صحابہ کرامؓ کا اس پر جہاد

اسلامی تاریخ میں یہ بات درجہ تواتر کو پہنچ چکی ہے کہ مسئلہ کذاب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں دعوائے نبوت کیا اور بڑی جماعت اس کی پیرو ہو گئی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سب سے پہلا مہم جہاد جو کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جائے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں کیا ہے وہ اسی کی جماعت پر تھا۔ جمہور صحابہؓ مہاجرین و انصار نے اس کو محض دعوائے نبوت کی بناء پر کافر سمجھا، اور باجماع صحابہؓ و تابعینؓ اُن کے ساتھ وہی معاملہ کیا گیا جو کفار کے ساتھ کیا جاتا ہے، اور یہی اسلام میں سب سے پہلا اجماع تھا، حالانکہ میلہ کذاب بھی مرزا صاحب کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کا منکر نہ تھا بلکہ بعینہ مرزا صاحب کی طرح آپؐ کی نبوت پر ایمان لانے کے ساتھ اپنی نبوت کا بھی مدعی تھا، یہاں تک کہ اُس کی اذان میں برابر ”أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ“ پکارا جاتا تھا، اور وہ خود بھی بوقت اذان اس کی شہادت دیتا تھا، تاریخ طبری میں ہے:-

وَكَانَ يُؤَذِّنُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَشْهَدُ فِي الْأَذَانِ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَكَانَ الَّذِي يُؤَذِّنُ لَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ النُّوَاحَةِ وَكَانَ الَّذِي يُقِيمُ لَهُ حُجَيْرُ بْنُ عَمِيرٍ وَيَشْهَدُ لَهُ وَكَانَ مُسَيِّمَةً إِذْ أَدْنَى حُجَيْرٍ مِنَ الشَّهَادَةِ قَالَ: صَرَخَ حُجَيْرٌ، فَيَزِيدُ فِي صَوْتٍ وَيَبَالِغُ التَّصْدِيقَ نَفْسَهُ ... الخ. (تاریخ طبری ج: ۳ ص: ۲۴۴)

ترجمہ:- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اذان دیتا تھا اور اذان میں یہ گواہی دیتا تھا کہ محمد رسول اللہ ہیں، اور اس کا مؤذن عبد اللہ بن نواحہ اور اقامت کہنے والا حیر بن عمیر تھا، اور جب حیر شہادت پر پہنچتا تھا تو میلہ باواز بلند کہتا تھا کہ: حیر نے صاف بات کہی، اور پھر اس کی تصدیق کرتا تھا۔

الغرض نبوت و قرآن پر ایمان اور نماز روزہ سب ہی کچھ تھا، مگر ختم نبوت کے بدیہی مسئلے کے انکار اور دعوائے نبوت کی وجہ سے باجماع صحابہؓ کافر سمجھا گیا اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرامؓ، مہاجرین و انصار اور تابعین کا ایک عظیم الشان لشکر حضرت خالد بن ولیدؓ کی امارت میں میلہ کے ساتھ جہاد کے لئے یمامہ کی طرف روانہ کیا۔

جمہور صحابہؓ میں سے کسی ایک نے بھی اس پر انکار نہ کیا اور کسی نے نہ کہا کہ یہ لوگ اہل قبلہ ہیں، کلمہ گو ہیں، قرآن پڑھتے ہیں، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اُن کو کیسے کافر سمجھ لیا جائے۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا ابتداء خلاف کرنا اور بعد تحقیق حق کے صدیقِ اکبرؓ کے ساتھ موافقت کرنا جو روایات میں منقول ہے وہ بھی اس واقعے میں نہیں تھا، بلکہ مانعینِ زکوٰۃ پر جہاد کرنے کے معاملے میں تھا۔

بعض لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کیا تھا، صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے اُن پر جہاد کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت فاروقؓ نے وقت کی نزاکت اور مسلمانوں کی قلت و ضعف کا عذر پیش کر کے ابتداء اُن کی رائے سے خلاف ظاہر فرمایا تھا، لیکن حضرت صدیقؓ کے ساتھ تھوڑے سے مکالمے کے بعد ان کی رائے بھی موافق ہو گئی۔

الغرض حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا ابتداء خلاف کرنا بھی مسلمانوں کے واقعے میں ثابت نہیں، جیسا کہ بعض غیر محقق لوگوں نے سمجھا ہے۔

الحاصل بلا خوف و بلا تکبر یہ آسمانِ نبوت کے ستارے اور حزبِ اللہ کا ایک جم غفیر یمامہ کی طرف بڑھا، اس کی پوری تعداد تو اس وقت نظر سے نہیں گزری، مگر تاریخِ طبری میں حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا ایک فرمان خالد بن ولیدؓ کے نام درج ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو صحابہؓ و تابعینؓ اس جہاد میں شہید ہوئے اُن کی تعداد بارہ سو ہے۔ نیز اسی تاریخ میں ہے کہ مسلمانوں کی جماعت جو اس وقت مسلمانوں کے مقابلے کے لئے نکلی تھی اس کی تعداد چالیس ہزار مسلح جوان تھی، جن میں سے اٹھائیس ہزار کے قریب ہلاک ہوئے اور خود مسلمان بھی اسی فہرست میں داخل ہوا، باقی ماندہ

(۱) حضرت خالد رضی اللہ عنہ جب مسلمانوں کو قتل کر کے اہلِ یمامہ پر فتح حاصل کر چکے تو مسلمانوں کے ساتھیوں میں سے ایک شخص یمامہ نامی کی لڑکی سے شادی کر لی، حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی تو ایک عتاب نامہ ان کے پاس بھیجا، جس کے الفاظ یہ تھے: "اِنَّكَ فَارِغٌ تَنْكِحُ النِّسَاءَ بِنَاءً بِنَيْتِكَ دَمُ الْاَلْبِ وَ مَاتِي رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ لَمْ يُجَفَّفْ بَعْدُ۔"

لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے، حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بہت مالی غنیمت اور قیدی ہاتھ آئے، اور پھر صلح کر لی گئی۔

ان واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ صحابہؓ کی کتنی بڑی جماعت اس میدان میں آئی تھی جنہوں نے ایک مسئلہ ختم نبوت کے انکار کی وجہ سے نہ وقت کی نزاکت کا خیال کیا اور نہ مسلمانوں کی بے سروسامانی کا، اور نہ اس جماعت کے اذان و نماز اور تلاوت و اقرارِ نبوت اور تمام اسلامی احکام کے ادا کرنے کا، بلکہ اتنی بڑی عظیم الشان جماعت پر جہاد کرنے کے لئے باجماع و اتفاق اٹھ کھڑے ہوئے۔

نتائج

۱:- اس واقعے میں بغیر اس کے کہ مسلمانوں کے دعویٰ پر دلائل اور معجزات طلب کئے جائیں اور اس کے حالات کا جائزہ لیا جائے، تمام صحابہؓ کے اس کو کذاب سمجھنے اور جہاد کے لئے آمادہ ہو جانے سے صاف معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کرامؓ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بعد کسی شخص کا دعوائے نبوت کرنا خواہ وہ کسی تاویل اور کسی پیروی سے ہو باجماع صحابہؓ موجب کفر و ارتداد ہے۔

۲:- اس سے یہ بھی بلا تکلف معلوم ہوا کہ مرزا صاحب اور مرزائیوں نے جو اپنے دعویٰ نبوت میں نبوت غیر تشریحی یا غیر مستقل، یا ظلی یا بروزی یا لغوی یا جزوی وغیرہ بے معنی الفاظ کی آڑ لی ہے، اور مسئلہ ختم نبوت کی تحریف کر کے ایک لفظ بے معنی بنادیا ہے، اور چاہا ہے کہ مسلمانوں کی آنکھوں اور عقلوں پر پردہ ڈال دیں، اُن کا یہ کید اور یہ تحریف انہیں کفر سے نہیں بچا سکتی، جیسا کہ باجماع صحابہؓ، مسلمانوں اور اس کی جماعت کی تاویلات اس معاملے میں نہیں سنی گئیں بلکہ مطلق دعویٰ نبوت کو کفر سمجھا گیا۔

۳:- یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر کوئی شخص تمام اسلامی فرائض و احکام کو بصدقِ دل تسلیم کرے اور سب پر بطیبِ خاطر اور اخلاص کے ساتھ عمل کرے، لیکن احکام شرعیہ میں سے صرف ایک حکم (بشرطیکہ اس کا شرعی حکم ہونا قطعی اور یقینی ہو) انکار کر دے تو ایسا ہی کفر و ارتداد ہے جیسے تمام شریعت کا انکار کرنا، جیسا کہ مسلمانوں اور اس

کی جماعت کو باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے اور نماز روزہ وغیرہ ادا کرنے کے کافر ہی سمجھا گیا۔

آج مرزائیوں کو اپنی اس کوشش پر ناز ہے جس کا نام انہوں نے ”تبلیغ اسلام“ رکھا ہے، لیکن مسیلمہ کے واقعے سے معلوم ہوا کہ اگر یہ تبلیغ واقعی اور صحیح اسلام کی تبلیغ ہوتی تب بھی اُن کے عقائد کفریہ کے ہوتے ہوئے ان کے ہاتھ میں سوائے خسران کے کچھ نہ تھا۔

۴:- یہ بھی واضح ہو گیا کہ کسی شخص کے اتباع اور پیروؤں کی کثرت اس کی حقانیت کی دلیل نہیں ہو سکتی، ورنہ مسیلمہ کذاب کے متبعین کی کثرت اور شوکت و قوت بدرجہ اولیٰ اس کی حقانیت کی دلیل ہوتی، کیونکہ چالیس ہزار جوانوں کا لشکر جرار اس کا پتہ دیتا ہے کہ اُن کے پیچھے اور کتنے مرد و عورت اور بوڑھے بچے اس کی جماعت کے ساتھ وابستہ ہوں گے۔

عجب ہے کہ آج مرزا صاحب کو اپنی ایک مٹھی بھر جماعت پر فخر ہی نہیں، بلکہ اس کو اپنی حقانیت کی ایک بڑی دلیل قرار دیتے ہیں، حالانکہ مرزائیوں کی تعداد آج تک بھی مسیلمہ کے متبعین کے ساتھ کوئی نسبت نہیں رکھتی۔

۵:- صحابہ کرامؓ کے اس طرز عمل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اُمت محمدیہ میں سے جو فرقہ کسی اور مدعی نبوت کی پیروی اختیار کر لے، وہ اسلام اور مسلمانوں سے اتنا بعید ہے کہ اسلام کے صریح مخالفین، یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے مقابلے کے وقت بھی اُن کو مسلمانوں کے ساتھ نہیں ملایا جاسکتا، جبکہ اسلام اپنے ذاتی ضعف و بے سروسامانی کے ساتھ تمام بیرونی و اندرونی دشمنوں کے زرعے میں ہو۔

کیونکہ جس وقت مسیلمہ پر جہاد کیا جاتا ہے، یہ وہ وقت ہے کہ اسلام سخت بیچارگی و بے سروسامانی کی حالت میں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی، ادھر بیرونی دشمن یہود و نصاریٰ اور مشرکین جو ہر وقت موقع کے منتظر رہتے تھے، اس وقت مسلمانوں کو نگل جانے کے خواب دیکھنے لگے، ادھر خود مسلمانوں کے بہت سے

قابل اطمینان مدینے میں مرتد ہو کر اُن کے ساتھ مل گئے، ایک طرف یہاں سے بڑا مفت مرکز کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

کے فتنے نے ایک طوفان کی صورت اختیار کر لی، اور ہر طرف باہمی اختلافات کی بنیاد پڑ گئی، اسلام کے ذمہ دار ارکان سخت تشویش میں ہیں، اس وقت اگر ”نئی روشنی“ کی ملحدانہ سیاست سے مشورہ لیا جاتا تو بلاشبہ اس کو فرض بتلاتے کہ میلہ کذاب اور اس کی جماعت کو جو ایک درجے میں مسلمانوں کے ساتھ شامل ہے اور اکثر اسلامی احکام و عقائد کو تسلیم کرتی ہے، اس کو اپنے ساتھ ملا کر دوسرے مخالفین کا مقابلہ کیا جائے، لیکن وہاں سیاست الہیہ کی حکومت تھی، حضرت صدیق اکبر اور جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان میں سے کسی بات کی بھی پروا نہیں کی، بلکہ سب سے پہلا جہاد انہی مرتدین پر کیا گیا، کیونکہ وہ اس راز کو خوب سمجھے ہوئے تھے کہ مسلمانوں کی عزت و ذلت اور فتح و شکست اُن کی مردم شماری کی کثرت کے قبضے میں نہیں ہے، بلکہ اللہ رب العزت کے قبضے میں ہے، جس نے بدر میں ایک بے سرو سامان قلیل و ضعیف جماعت کو ہزاروں جوانوں کے با سامان لشکر پر فتح دی، اور وادی حنین میں باوجود کثرت تعداد اور ہر قسم کی قوت و طاقت کے شکست دے دی، وہ جانتے تھے کہ مسلمان اگر مسلمان ہوں تو تھوڑے بھی بہت ہیں، ورنہ بہت بھی کچھ نہیں۔

الغرض اس واقعے سے ثابت ہوا کہ کسی سیاسی مصلحت کی بناء پر ”مسلمان“ کے مفہوم کو اتنا عام کر دینا کہ اس میں بہت سے کافر بھی داخل ہو جائیں اور اس طرح سے بیرونی مخالفین کے مقابلے میں مسلمانوں کی کثرت اور اتفاق دکھانا سنتِ سلف، سیاستِ شرعیہ کے خلاف بھی ہے اور بے فائدہ بھی۔

دوسرے مدعیانِ نبوت اور سلفِ صالحین کا ان کے ساتھ برتاؤ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئی کے مطابق امت میں بہت سے کذاب لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا، مگر صحابہ و تابعین اور ان کے بعد تمام خلفائے اسلام اور پھر عام اہل اسلام نے ہمیشہ ہر قرن اور ہر شہر میں اُن کے ساتھ وہی معاملہ کیا جو ایک مرتد کے ساتھ ہونا چاہئے۔

چنانچہ جب اسود غسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں

نبوت کا دعویٰ کیا تو آپؐ کے حکم سے صحابہ کرامؓ کے ہاتھوں قتل کر دیا گیا، اس طرح زمانہ خلفاء میں بھی جب کسی نے یہ دعویٰ کیا فوراً تلوار کے گھاٹ اُتار دیا گیا، جن کے کچھ مختصر واقعات حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں نقل فرمائے ہیں۔

(فتح الباری ج: ۶ ص: ۴۵۵)

امام بیہقیؒ کتاب المحاسن والمساوی میں نقل فرما۔ تہ ہیں کہ: طلحہ نامی ایک شخص نے صدیق اکبرؓ کے عہد خلافت میں نبوت کا دعویٰ کیا، حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید کو اس کے قتل کے لئے بھیجا، مگر وہ شام کی طرف بھاگ گیا، ہاتھ نہ آسکا، اور صدیق اکبرؓ کی وفات کے بعد پھر خود بخود مسلمان ہو گیا۔

(کتاب المحاسن والمساوی ج: ۱ ص: ۶۳)

خلیفہ عبدالملک بن مروانؒ کے عہد خلافت میں حارث نامی ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا تو خلیفہ نے علمائے وقت (جو صحابہؓ و تابعینؓ تھے) کے متفقہ فتویٰ سے اس کو قتل کیا اور سولی پر چڑھایا، قاضی عیاضؒ شفاء میں اس واقعے کو نقل کر کے لکھتے ہیں:-

وَفَعَلَ ذَلِكَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْخُلَفَاءِ وَالْمُلُوكِ

بِأَسْبَاهِهِمْ وَأَجْمَعَ عُلَمَاءَ وَقْتِهِمْ عَلَى صَوَابٍ فَعَلِهِمْ

وَالْمُخَالَفَ فِي ذَلِكَ مِنْ كُفْرِهِمْ كَافِرًا. (شفاء، قاضی عیاضؒ)

ترجمہ:- اور بہت سے خلفاء و سلاطین نے ان جیسے مدعیان نبوت

کے ساتھ یہی معاملہ کیا ہے، اور اس زمانے کے علماء نے اُن

کے اس فعل کے درست ہونے پر اجماع کیا ہے، اور جو شخص

ایسے مدعیان نبوت کی تکفیر میں خلاف کرے وہ خود کافر ہے۔

خلیفہ ہارون الرشیدؒ کے عہد خلافت میں بھی ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ

کیا، اور کہا کہ: میں نوح علیہ السلام ہوں، کیونکہ عمرِ نوح کے ایک ہزار پورے ہونے

میں پچاس سال کی کمی باقی رہی تھی جس کے پورا کرنے کے لئے مجھے اللہ تعالیٰ نے

بھیجا ہے۔ اور کہا کہ: قرآن عزیز میں بھی اس کی تصدیق موجود ہے: "أَلَفَ سَنَةً إِلَّا

خَمْسِينَ عَامًا" یعنی نوح علیہ السلام دُنیا میں پچاس کم ایک ہزار سال زندہ رہے۔ کتاب و سنت ہی روشنی میں لکھی جاتے والی اردو اسلامک کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز۔

ہارون الرشیدؒ نے علماء کے فتویٰ سے بحکم ارتداد اس کی گردن ماردی، اور پھر عبرت کے لئے سولی پر لٹکا دیا۔ (کتاب المحاسن والسادۃ للشیخ ج ۱: ص ۶۴)

ہمارے مرزاجی کے دعوے تو اس سے کہیں بڑھ کر ہیں، وہ آدم بھی ہیں اور شیث بھی، نوح بھی ہیں موسیٰ بھی، عیسیٰ بھی ہوئے داؤد بھی ہوئے، غرض سارے انبیائے کرام ہونے کا دعویٰ کیا، (مرزا صاحب حاشیہ حقیقۃ الوحی^(۱) صفحہ ۷۳ میں فرماتے ہیں: میں آدم ہوں، میں شیث ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں یعقوب ہوں، میں یوسف ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا میں مظہر اتم ہوں، یعنی ظلی طور پر میں محمد اور احمد ہوں)۔

اور اس پر مزید یہ کہ اکثر انبیاء کی توہین بھی کی، مگر ان کی قسمتِ بابرکت سے مسلمانوں کا احساس یہاں تک باطل ہو گیا کہ ان کی ایک جماعت ان کی کفریات ہی کو اسلام سمجھنے اور کہنے کے لئے تیار ہو گئی، اور بڑی خوش قسمتی ان کی یہ ہے کہ اُن کا وجود باوجود انگریزی سلطنت کے سایہ میں ظہور پذیر ہوا، اور پھر ان کے قدم کی برکت سے رہی سہی اسلامی سلطنتیں بھی مٹ گئیں، اور اب میدان صاف ہو گیا، کوئی پوچھنے والا نہ رہا۔

الغرض مسیلمہ کذاب اور اس کے امثال کے یہ واقعات اور صحابہ کرامؓ کا دعوائے نبوت معلوم کر کے بغیر مطالبہٴ معجزات کے ان کو کذاب و دجال اور مرتد قرار دینا اور قتل کرنا اور کسی ایک صحابی یا تابعی سے اس کے خلاف آواز بلند نہ ہونا اس بات پر صریح اجماع ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی پیدا نہیں ہو سکتا، اور جو ایسا دعویٰ کرے وہ اور اس کے تمام متبعین مرتد ہیں۔ (نعوذ باللہ منہ)

قاضی عیاضؒ اپنی کتاب شفاء میں اسی اجماع کی تصریح ان الفاظ میں فرماتے ہیں:-

لَآ اَنَّهُ اُخْبِرَ اَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتِمُ النَّبِيِّينَ وَلَا نَبِيٍّ

(۱) روحانی خزائن ج ۲۲: ص ۷۶۔

بَعْدَهُ وَأَخْبَرَ عَنِ اللَّهِ تَعَالَى أَنَّهُ خَاتِمُ النَّبِيِّينَ وَأَجْمَعَتِ
الْأُمَّةُ عَلَى حَمْلِ هَذَا الْكَلَامِ عَلَى ظَاهِرِهِ أَنَّهُ مَفْهُومُهُ
الْمُرَادُ بِهِ دُونَ تَأْوِيلٍ وَلَا تَخْصِصٍ فَلَا شَكَّ فِي كُفْرِ
هَؤُلَاءِ الطَّوَائِفِ كُلِّهَا قَطْعًا إِجْمَاعًا وَسَمْعًا.

(شفاء قاضی عیاض ص: ۳۶۲، مطبوعہ ہند)

ترجمہ:- اس لئے کہ آپؐ نے خبر دی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ
وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا، اور
اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر دی ہے کہ آپؐ انبیاء کے ختم کرنے
والے ہیں، اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام بالکل اپنے
ظاہری معنوں پر محمول ہے، اور جو اس کا مفہوم ظاہری الفاظ سے
سمجھ میں آتا ہے وہ ہی بغیر کسی تاویل یا تخصیص کے مراد ہے،
پس اُن لوگوں کے کفر میں کوئی شبہ نہیں ہے جو اس کا انکار کریں،
اور یہ قطعی اور اجماعی عقیدہ ہے۔

اور علامہ سید محمود آلوسیؒ مفتی بغداد اپنی تفسیر رُوح المعانی میں اسی اجماع کو
الفاظ ذیل میں نقل فرماتے ہیں:-

وَكُونُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتِمَ النَّبِيِّينَ مِمَّا نَطَقَ بِهِ
الْكِتَابُ وَصَدَعَتْ بِهِ السُّنَّةُ وَأَجْمَعَتْ عَلَيْهِ الْأُمَّةُ فَيُكَفِّرُ
مُدَّعِي خِلَافِهِ وَيُقْتَلُ إِنْ أَصَرَّ. (رُوح المعانی ج: ۲۲ ص: ۴۱)
ترجمہ:- اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا ان
مسائل میں سے ہے جن پر قرآن مجید نے تصریح فرمائی ہے، اور
احادیث نبویہ اس کو بوضاحت بیان کرتی ہیں، اور تمام امت کا
اس پر اجماع ہے، پس اس کے خلاف کا مدعی کافر ہے، اگر توبہ
نہ کرے تو قتل کر دیا جائے۔

فرمایا ہے:-

وَمَنْ اَعْتَقَدَ وَحْيًا بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَفَرَ
بِاجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ.

ترجمہ:- اور جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی وحی کا
معتقد ہو وہ باجماع مسلمین کافر ہے۔

اور مؤلاً علی قارئی شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:-

وَدَعَا النُّبُوَّةَ بَعْدَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفْرٌ
بِالْاجْمَاعِ.

(شرح فقہ اکبر ص: ۲۰۲)

ترجمہ:- اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ
باجماع کفر ہے۔

حضرات صحابہؓ و تابعینؓ کی شہادتیں ختم نبوت پر

اگرچہ اجماع صحابہؓ کی مذکورہ بالا نقل کے بعد ضرورت نہیں کہ صحابہؓ اور ائمہ
سلفؓ کےفرادی فرادئی شخص اقوال نقل کئے جائیں، لیکن تائید کے طور پر چند آثار صحابہؓ
و تابعینؓ لکھ کر اُن حضرات صحابہؓ کے اسمائے گرام پیش کئے جاتے ہیں جن سے ختم
نبوت کی تصریحات کسی حدیث میں منقول ہیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک طویل کلام کے ذیل میں واقعہ

ردّت کے وقت ارشاد فرمایا ہے:-

قَدْ انْقَطَعَ الْوَحْيُ وَتَمَّ الدِّينُ اَوْ يَنْقُصُ وَاَنَا حَيٌّ؟

(رواہ النسائی بهذا اللفظ معناه فی الصحيحین، الرياض

النضرة ج: ۱ ص: ۹۸، و تاریخ الخلفاء للسيوطی ص: ۹۴)

ترجمہ:- اب وحی منقطع ہو چکی اور دین الہی تمام ہو چکا، کیا میری

زندگی ہی میں اس کا نقصان شروع ہو جائے گا؟

نیز حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے

وقت فرمایا:-

الْيَوْمَ فَقَدْنَا الْوَحْيَ وَمِنْ عِنْدِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ الْكَلَامَ.

(رواہ ابو اسمعیل الهروی فی دلائل

التوحید، کنز العمال ج: ۴ ص: ۵۰)

ترجمہ:- آج ہم وحی کو اور خدا کی جانب سے کلام کو گم کر چکے ہیں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، صحیح بخاری ج: ۱ ص: ۳۶۰ میں اسی

مضمون کا کلام حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما دونوں حضرات سے منقول ہے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی وفات ہوئی تو ایک روز حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ: چلو امّ

ایمنؓ کی زیارت کر آئیں، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُن کی زیارت کے

لئے تشریف لے جایا کرتے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم تینوں

وہاں گئے، امّ ایمنؓ ہمیں دیکھ کر رونے لگیں، ان دونوں حضرات نے فرمایا: دیکھو امّ

ایمن! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وہی بہتر ہے جو اللہ کے نزدیک آپ کے

واسطے مقدر ہے، انہوں نے کہا کہ:-

قَدْ عَلِمْتُ إِنَّمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ لِّرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ وَلَكِنْ أَبْكِي عَلَى خَبَرِ السَّمَاءِ قَدْ انْقَطَعَ عَنَّا.

(ش، م، ع، ابوعوانہ)

ترجمہ:- یہ تو میں بھی جانتی ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

لئے وہی بہتر ہے جو اللہ کے نزدیک ہے، لیکن میں اس پر روتی

ہوں کہ آسمانی خبریں ہم سے منقطع ہو گئیں۔

(کذا فی الكنز ج: ۴ ص: ۴۸)

اور مواہب لدنیہ میں ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات

کے وقت فرط غم سے اول تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کی وفات ہی سے انکار کرتے

تھے، جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سمجھایا تو قلق واضطراب میں ایک کتاب لکھی جو مثنوی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

طویل کلام کے ذیل میں فرمایا:-

بَابِي أَنْتَ وَأَمِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَدْ بَلَغَ مِنْ فَضِيلَتِكَ عِنْدَهُ
أَنْ بَعَثَكَ آخِرَ الْأَنْبِيَاءِ وَذَكَرَكَ فِي أَوَّلِهِمْ فَقَالَ تَعَالَى:
إِذَا أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ.

(مواہب ج: ۲ ص: ۴۹۶)

ترجمہ:- یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں،
آپ کی فضیلت اللہ کے نزدیک اس درجے کو پہنچی ہوئی ہے کہ
آپ کو سب انبیاء کے بعد بھیجا اور آپ کا ذکر سب سے پہلے
فرمایا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: جب ہم نے انبیاء سے
عہد لیا اور آپ سے اور نوح (علیہ السلام) سے۔

حضرت علی کریم اللہ وجہہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شامل بیان کرتے
ہوئے فرماتے ہیں:-

بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النَّبِيِّ وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ.

((رواہ الترمذی فی الشمائل ص: ۲))

ترجمہ:- آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہے اور
آپ انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں۔

حضرت علیؑ کے اس کلام سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی پشت مبارک پر مہر نبوت ہونا یہ آپ کے آخر الانبیاء ہونے کی علامت ہے۔

صاحب مجمع البحار اور شامل ترمذی کے شارحین مثلاً علی قاریؒ اور شیخ
عبدالرؤف مناویؒ وغیرہ علماء نے بھی اس کی تصریح فرمائی ہے۔

حضرت علی کریم اللہ وجہہ کے شاگرد^(۱) حضرت سلامہ کندیؒ تابعی بیان کرتے

(۱) ابن حبانؒ نے سلامہ کندیؒ کو ثقات تابعین میں شمار کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ حضرت علیؑ سے
احادیث روایت کرتے ہیں، اور منثور میں لکھا ہے کہ اس سند سے تو روایت ضعیف ہے، لیکن یہ
دوسری کئی سندوں سے مروی ہے جن کے رجال صحیح بخاری کے رجال ہیں، مگر وہ مرسل ہیں۔
(شرح شفاء عیاض للتحفا ج: ۳ ص: ۵۲۴)۔

ہیں کہ حضرت علیؑ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود کے لئے الفاظِ ذیل ہمیں سکھایا کرتے تھے:-

اَللّٰهُمَّ دَاخِيَ الْمَذْحُوَاتِ وَبَارِئِ الْمَسْمُوكَاتِ اجْعَلْ
شَرَائِفَ صَلَوَتِكَ وَنَوَامِيَ بَرَكَاتِكَ وَرَأْفَةَ رَحْمَتِكَ
عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ الْفَاتِحِ لِمَا أُغْلِقُ
وَالْخَاتِمِ لِمَا سَبَقَ. (شفاء قاضی عیاض)

ترجمہ:- اے اللہ! زمینوں کے بچھانے والے اور آسمانوں کے پیدا کرنے والے، اپنی پاک رحمتیں اور بڑھنے والی برکتیں اور مہربانی و شفقت ہمارے آقا محمدؐ پر فرما جو تیرے بندے اور رسول ہیں، بند شدہ دروازوں کے کھولنے والے اور ہر قسم کی نبوت و رسالت کو ختم کرنے والے۔

یہ طویل عبارت دُرود حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عام کتب و طائف و حزب الاعظم وغیرہ میں بھی منقول ہے۔

نیز قاضی عیاضؒ نے شفاء میں حضرت علیؑ سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ آیتِ کریمہ: ”اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلٰی النَّبِیِّ“ تلاوت فرمائی، اور پھر الفاظِ ذیل میں دُرود پڑھا:-

صَلَوَاتُ اللّٰهِ اَبْرَ الرَّحِیْمِ وَالْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَالنَّبِیِّیْنَ
وَالصَّادِقِیْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ وَمَا سَبَّحَ لَكَ مِنْ
شَیْءٍ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ عَلٰی مُحَمَّدٍ بَنِی عَبْدِ اللّٰهِ خَاتَمِ
النَّبِیِّیْنَ. (شرح شفاء، قاضی عیاضؒ ج ۳: ص ۵۰۳)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ رحیم و کریم کی رحمتیں اور مقرب فرشتوں کی اور صدیقین و شہداء و صالحین کی جب تک کہ اے رب العالمین! تیرے لئے کوئی شے تسبیح کرتی رہے حضرت محمد بن عبد اللہ پر

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ابن ماجہ اور بیہقی نے الفاظ

ذیل روایت کئے ہیں:-

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَتِكَ وَبَرَكَاتِكَ وَرَحْمَتِكَ عَلٰی سَيِّدِ
الْمُرْسَلِيْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ.

(شرح شفاء ج: ۳ ص: ۵۳۰)

ترجمہ:- اے اللہ! اپنے دُرود اور برکتیں اور رحمت رسولوں کے سردار
اور متقیوں کے امام اور انبیاء کے ختم کرنے والے پر نازل فرما۔

اور محدث دیلمی نے اس کو مرفوعاً بھی روایت کیا ہے، لیکن حافظ ابن حجر کہتے
ہیں کہ: صحیح یہی ہے کہ موقوف ہے۔

حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے کسی نے دریافت کیا کہ: آپ نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ ابراہیمؑ کو دیکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا
کہ: ہاں! اور پھر فرمایا:-

لَوْ قُدِّرَ اَنْ يَّكُوْنَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ لَّعَاشَ اِبْرَاهِيْمُ. (صحیح بخاری)

ترجمہ:- اگر یہ مقدر ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد
کوئی نبی ہوگا تو ابراہیمؑ زندہ رہتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سدی نے دریافت کیا کہ: حضرت ابراہیمؑ کی
عمر بوقت وفات کیا تھی؟ آپ نے فرمایا کہ:-

مَا مَلَأَ مَهْدُهُ وَلَوْ بَقِيَ لَكَانَ نَبِيًّا لَكِنْ لَمْ يَبْقَ لِأَنَّ نَبِيَّكُمْ

اٰخِرُ الْاَنْبِيَاءِ. (تلخیص التاریخ الکبیر لابن عساکر ج: ۱ ص: ۲۹۴)

ترجمہ:- وہ تو گہوارہ (جھولے) کو بھی پورا نہیں بھر سکے، یعنی
بچپن ہی میں انتقال ہو گیا، اور اگر وہ باقی رہتے تو نبی ہوتے،
لیکن اس لئے باقی نہ رہے کہ تمہارے نبی آخری نبی ہیں۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
نام اہل جنت کے نزدیک عبدالکریم ہے، اور اہل دوزخ کے نزدیک عبدالجبار، اور

صحفِ آسمانی میں عاقب اور زبور میں فاروق۔ (کذا فی شرح الشماک للماویٰ)

اور حصہ دوم کی احادیث میں گزر چکا ہے کہ ”عاقب“ کے معنی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمائے ہیں کہ اس کے بعد کوئی اور نبی پیدا نہ ہو۔

حضرت وہب بن منبہ جو کتب سابقہ کے مشہور عالم ہیں، فرماتے ہیں کہ: خداوند عالم نے اُمتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ایک طویل کلام میں ارشاد فرمایا ہے:-

أُخْتِمُ بِهِمُ الْخَيْرَ الَّذِي بَدَأْتُ بِأَوَّلِهِ.

(تفسیر ابن کثیر ج: ۸ ص: ۹۶، سورہ احزاب، طبع قدیم مع بغوی)

ترجمہ:- میں انہی پر وہ خیر ختم کروں گا جس سے میں نے اول شروع کیا ہے۔

حضرت ابو جعفر محمد بن علیؒ سے سیوطیؒ نے خصائصِ کبریٰ ج: ۱ ص: ۳ میں نقل کیا ہے:-

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَمَّا أَخَذَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ كَانَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلَ مَنْ قَالَ: بَلَى! وَلِذَلِكَ صَارَ يَتَقَدَّمُ الْأَنْبِيَاءَ وَهُوَ آخِرُ مَنْ بُعِثَ. (خصائص ج: ۱ ص: ۳)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ نے جب (عالمِ امثال میں) بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان کو اس بات پر گواہ بنایا کہ ”اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ؟“ یعنی کیا میں ہی تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو جس نے سب پہلے ”بلی“ کہا وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اس لئے انبیاء میں وہ سب سے پہلے اور بعثت میں سب سے آخر ہوئے۔

حضرات صحابہؓ و تابعینؒ کے آثار و اقوال کو اگر مع عبارات جمع کیا جائے تو یقیناً رسالہ ایک دفتر بن جائے گا، اور پھر بھی استیعاب متعذر ہے، اس لئے بغرض اختصار ان صحابہ کرامؓ کے اسمائے گرامی نقل کر دینے پر اکتفاء کیا جاتا ہے جن سے کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

بقرح ختم نبوت کے قطعی ثبوت پر تقریریں منقول ہیں، یا انہوں نے ختم نبوت کی احادیث مرفوعہ روایت کی ہیں جو مع حوالہ کتب حدیث اور تصریح اسمائے صحابہ اسی رسالے کے حصہ دوم میں گزر چکی ہیں، کیونکہ جو صحابی کسی مسئلے کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث روایت کرتا ہے ظاہر یہی ہے کہ اس مسئلے میں اس کا وہی اعتقاد و مذہب ہوگا جو اس حدیث میں مذکور ہے۔

ان صحابہ کرامؓ کے اسمائے گرامی جو ختم نبوت کے شاہد ہیں

حضرت صدیق اکبرؓ، حضرت فاروق اعظمؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت انسؓ، حضرت حسنؓ، حضرت عباسؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سلمانؓ، حضرت مغیرہؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت ابوذرؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت جابر بن سمرہؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابوالدرداءؓ، حضرت حذیفہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت عقیل بن ابی طالبؓ، حضرت معاویہ بن جندبؓ، حضرت بہز بن حکیمؓ، حضرت جبیر بن مطعمؓ، حضرت بریدہؓ، حضرت زید بن ابی اوفیؓ، حضرت عوف بن مالکؓ، حضرت نافعؓ، حضرت مالک بن حویرثؓ، حضرت سفینہؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت ابوالطفیلؓ، حضرت نعیم ابن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عمروؓ، حضرت ابو حازمؓ، حضرت ابو مالک اشعرؓ، حضرت ام کرزؓ، حضرت زید بن حارثہؓ، حضرت عبداللہ بن ثابتؓ، حضرت ابوقادہؓ، حضرت نعمان بن بشیرؓ، حضرت ابن غنمؓ، حضرت یونس بن میرہؓ، حضرت ابوبکرہؓ، حضرت سعید بن حثیمؓ، حضرت سعدؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عرابض بن ساریہؓ، حضرت زید بن ارقمؓ، حضرت مسعود بن مخرمہؓ، حضرت عروہ بن زویمؓ، حضرت ابوامامہ بابلیؓ، حضرت تمیم داریؓ، حضرت محمد بن حزمؓ، حضرت سہل بن سعد الساعدیؓ، حضرت ابوزہل جہنیؓ، حضرت خالد بن معدانؓ، حضرت عمرو بن شعیبؓ، حضرت مسلمہ بن نفیلؓ، حضرت قرۃ بن ایاسؓ،

حضرت عمران بن حصینؓ، حضرت عقبہ بن عامرؓ، حضرت ثوبانؓ، حضرت ضحاک بن نوفلؓ، حضرت مجاہدؓ، حضرت مالکؓ، حضرت اسماء بنت عمیسؓ، حضرت حبشی بن جنادہؓ، حضرت عبداللہ بن حارثؓ، حضرت سلمہ بن اکوعؓ، حضرت عکرمہ بن اکوعؓ، حضرت عمرو بن قیسؓ، حضرت عبدالرحمن بن سمرہؓ، حضرت عصمہ بن مالکؓ، حضرت ابوقبیلہؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ۔

یہ اسی حضرات میرے مقدمے کے گواہوں کی پہلی قسط ہیں، جو مرزا جی کی نبوت کے گواہ کنہیا لال وغیرہ نہیں بلکہ آفتابِ نبوت کی شعاعیں، ہدایت کے ستارے، علومِ نبوت کے وارث، ثقاہت و دیانت کے مجسمے، علم و عمل میں سارے عالم کے مُسلم اُستاذ، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مقدس جماعت کے افراد ہیں۔

أُولَئِكَ ابَائِي فَأَجِنِي بِمِثْلِهِمْ
إِذَا جَمَعْتُنَا يَا غُلَامُ الْمَجَامِعُ

یہ میرے مقتداء ہیں، پس (اگر دعویٰ ہے) اے غلامِ احمد! مجلس میں اُن کی مثال پیش کر۔ اس فرشتہ صفت جماعت پر اگر میں فخر کروں تو بجا ہے۔

دلے دارم جواہر خانہ عشق است تحویش
کہ دار وزیر گردوں میر سامانے کہ من دارم

یہ صحابہ کی جماعت ہے، ہم تو بحمد اللہ تعالیٰ اُن کے اقتداء کو ذریعہ نجات اور فرمانِ نبوی: ”مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي“ کی تعمیل سمجھتے ہیں، اگر یہ حق پر ہیں تو ہم بھی اس کے متبع ہیں، اور اگر حق رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے اُسوۂ حسنہ کے سوا کسی اور چیز کا نام ہے تو ہم شرحِ صدر سے کہتے ہیں کہ ہمیں ایسے مرزائی حق کی ضرورت نہیں۔

وَرَشَادِي إِنْ يَكُنْ فِي سَلَوَتِي
فَدَعُونِي لَسْتُ أَرْضَى بِالرَّشَادِ

ترجمہ:- اور اگر میری ہدایت اسی میں منحصر سمجھی جائے کہ میں آپ کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

کی محبت سے علیحدہ ہو جاؤں تو مجھے اپنے حال پر چھوڑ دے میں ایسی ہدایت نہیں چاہتا۔

اس کے بعد ہم اپنے دعوے کی شہادت میں اساطینِ اُمت، ائمہ اسلام اور علمائے سلف کو پیش کرتے ہیں، لیکن یہ ایک ایسا دریائے ناپیدا کنار ہے کہ اُن کی شہادتیں سنانے اور سننے کے لئے عمرِ نوح (علیہ السلام) چاہئے، اس لئے نہایت اختصار کے ساتھ بغیر کسی تحقیق و تفتیش اور استقراء اور تتبع کے جن اکابر علماء کے اقوال اس باب میں سامنے آگئے ہیں، ان کو ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ بات اس قدر وسیع ہے کہ پھر بھی تطویل کا اندیشہ ہے، اس لئے بغرض اختصار چند حضرات علماء اور ان کی تصانیف کی عبارتیں نقل کرنے کے بجائے صرف اُن کے اسمائے گرامی کی تصریح اور حوالہ کتاب پر اکتفاء کیا جاتا ہے، البتہ کہیں کہیں کوئی خاص عبارت بھی لکھ دی گئی ہے، اور اس بیان کو بغرض سہولت طبقاتِ اہل علم پر تقسیم کیا جاتا ہے، مثلاً طبقات المحدثین، طبقات المفسرین، طبقات الفقہاء وغیرہ۔

ضروری اطلاع

طبقاتِ علماء کے تحریر کرنے میں یہ مشکل پیش نظر ہے کہ بعض بلکہ اکثر علمائے سلف جس پایہ کے محدث ہیں اُسی رتبے کے مفسر اور فقیہ بھی ہیں، اب اُن کے اسمائے گرامی کو کس طبقے میں لیا جائے؟ نیز یہ کہ تقدیم و تاخیر میں اُن کے مراتب و درجات کا لحاظ بھی دُشوار ہے، لیکن چونکہ اصل مقصد سے اس بات کا کوئی تعلق نہیں اس لئے اس بات میں ہم نے تحقیق و تعمیق کو چھوڑ کر زیادہ توسیع سے کام لیا ہے، اور سرسری طور پر اپنے نزدیک جس طبقے میں جس عالم کی شہرت معلوم ہوئی اسی طبقے میں اُن کا نام درج کر دیا، اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

طبقاتُ المحدثین

اس باب میں ہم سب سے پہلے اُن حضراتِ محدثین کے اسمائے گرامی پیش کرتے ہیں جنہوں نے ختم نبوت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث روایت کی ہیں اور اختلافِ رائے یا تاویل و تخصیص کو اس میں ظاہر نہیں فرمایا، بلکہ اس کو بعینہ اپنی ظاہری مراد میں تسلیم کیا ہے، اور چونکہ وہ احادیث مع حوالہ صفحات کتاب اور تصریح اسمائے محدثین اسی رسالے کے حصہ دوم میں گزر چکے ہیں، اس لئے اب مکرر حوالہ صفحات یا نقل عبارات بالکل زائد سمجھ کر صرف اُن حضراتِ محدثین کے اسمائے گرامی شمار کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے جن سے ہم نے روایاتِ حدیث لی ہیں:-

امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری^۱، امام المحدثین امام مسلم^۲، نسائی^۳، ابوداؤد^۴ سجستانی^۵، ترمذی^۶، ابن ماجہ^۷، امام مالک^۸، امام احمد بن حنبل^۹، طحاوی^{۱۰}، ابن ابی شیبہ^{۱۱}، ابوداؤد طیالسی^{۱۲}، طبرانی^{۱۳}، ابن شاہین^{۱۴}، ابو نعیم^{۱۵}، ابن حبان^{۱۶}، ابن عساکر^{۱۷}، حکیم ترمذی^{۱۸}، حاکم^{۱۹}، ابن سعد^{۲۰}، بیہقی^{۲۱}، ابن خزیمہ^{۲۲}، ضیاء^{۲۳}، ابو یعلیٰ^{۲۴}، محی السنۃ بغوی^{۲۵}، دارمی^{۲۶}، خطیب^{۲۷}، سعید بن منصور^{۲۸}، ابن مردویہ^{۲۹}، ابن ابی الدنیا^{۳۰}، ذیلی^{۳۱}، ابن ابی حاتم^{۳۲}، ابن النجار^{۳۳}، بزار^{۳۴}، ابوسعید باوردی^{۳۵}، عدی^{۳۶}، رافعی^{۳۷}، ابن عرفہ^{۳۸}، ابن راہویہ^{۳۹}، جوزی^{۴۰}، قاضی عیاض^{۴۱}، عبد بن حمید^{۴۲}، ابوالنصر سنجرى^{۴۳}، ہروی^{۴۴}، ابن منذر^{۴۵}، دارقطنی^{۴۶}، ابن السنی^{۴۷}، تلمیذ نسائی^{۴۸}، رویانی^{۴۹}، طبرسی^{۵۰}، فی الریاض النضرۃ، خطاب^{۵۱}، خفاجی^{۵۲}، حافظ ابن حجر^{۵۳}، حاکم^{۵۴}، علامہ عینی^{۵۵}، در شرح بخاری، قسطلانی^{۵۶}، در شرح بخاری، نووی^{۵۷}، در شرح مسلم، صاحب سراج الوہاب^{۵۸}، در شرح مسلم، سندھی^{۵۹}، در حاشیہ نسائی، شارح ترمذی^{۶۰}، شععی^{۶۱}۔

یہ ان محدثین کے اسمائے گرامی ہیں جنہوں نے ختم نبوت کی احادیث مرفوعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمائیں، اور بغیر کسی تاویل و تخصیص کے قبول کی ہیں۔ اس کے بعد اس مقدس جماعت کے چند خصوصی کلمات بھی بطور نمونہ پیش

کئے جاتے ہیں جن میں ان حضرات نے مسئلہ ختم نبوت پر روشنی ڈالی ہے۔ کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی مکتبہ کا سب سے بڑا مفت مرکز

امام الحدیث قاضی عیاضؒ کی مفصل عبارت بھی آپ نے ملاحظہ فرمائی ہے، جس میں انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر قسم کی نبوت کا اختتام قرآن و حدیث سے ثابت کرنے کے بعد یہ دعویٰ کیا ہے کہ امت کا اجماع ہے کہ یہ آیات و احادیث بالکل اپنے حقیقی اور ظاہری معنی پر محمول ہیں، ان میں کسی قسم کی تاویل و تخصیص نہیں چل سکتی۔

شیخ الاسلام ابو زرعہ عراقیؒ ”خاتم نبوت“ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:-

وَالْإِشَارَةُ بِهِ إِلَى أَنَّهُ خَاتِمُ الْأَنْبِيَاءِ. (کذا فی شرح الشمانل)

ترجمہ:- مہر نبوت سے اس طرف اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں۔

اسی طرح محدث عبدالرؤف مناویؒ اپنی شرح شمائل میں فرماتے ہیں:-

وَإِضَافَتُهُ إِلَى النَّبُوَّةِ لِأَنَّهُ آيَةُ تَمَامِهَا إِذَا الشَّيْءُ يُخْتَمُ بَعْدَ

تَمَامِهِ.

ترجمہ:- مہر نبوت کی اضافت نبوت کی طرف اس لئے ہے کہ وہ

اختتام نبوت کی علامت ہے، کیونکہ مہر کسی شے پر جب ہی ہوتی

ہے جب وہ ختم ہو چکے۔

اور حافظ حدیث علامہ ابن کثیرؒ کی طویل اور مفصل عبارت آیت خاتم النبیین

کی شرح کرتے ہوئے اسی رسالے کے پہلے حصے میں لکھی جا چکی ہے، جس میں آپ

نے نہ فقط مسئلہ زیر بحث پر ایک فیصلہ کن تقریر فرمائی ہے، بلکہ ساتھ ہی یہ بھی بتلایا

ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر مدعی نبوت کذاب و دجال ہے، خواہ کتنے

ہی خرق عادت اور کرامات و عجائبات دکھلائے۔

(تفسیر ابن کثیر ج: ۱ ص: ۸۹، طبع قدیم مع بغوی)

علامہ زرقانیؒ کی عبارت بھی پہلے حصے میں اسی جگہ گزر چکی ہے، جس میں فرمایا

ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ آخری نبی ہیں۔

علامہ قرطبیؒ نے فرمایا ہے:-

لَآنَّ بِمَوْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْقِطَعَ الْوَحْيُ.

(مواہب لدنیہ ص: ۲۵۹)

ترجمہ:- اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد وحی منقطع ہو چکی ہے۔

اور تیسری صدی کے مجدد امام طحاویؒ نے اپنے رسالہ ”عقیدہ طحاوی“ میں تحریر فرمایا ہے:-

وَكُلُّ دَعْوَةٍ بَعْدَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَغْيٌ وَهَوًى وَهُوَ الْمَبْعُوثُ إِلَى الْجَنِّ وَكَافَّةُ الْوَرَى. (عقیدہ ص: ۱۳)

ترجمہ:- اور ہر دعویٰ نبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بغاوت اور گمراہی ہے، اور آپ ہی تمام مخلوق جن و انس کے لئے رسول ہیں۔

حافظ ابن قیمؒ نے اپنے رسالہ ”الفرقان بین اولیاء الرحمن واولیاء الشیطان“ میں کئی جگہ (ص: ۶، ۱۲۳ و ۵۶ وغیرہ میں) اسی مضمون کی تصریح فرمائی ہے جن میں سے ایک عبارت یہ ہے:-

وَالْأَنْبِيَاءُ كُلُّهُمْ يَأْتِيهِمُ الْوَحْيُ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى لَا سِيَّمَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ فِي نُبُوَّتِهِ مُحْتَاجًا إِلَى غَيْرِهِ فَلَمْ تَحْتَجْ شَرِيعَتُهُ لَا إِلَى نَبِيٍّ سَابِقٍ وَلَا إِلَى لَاحِقٍ بِخِلَافٍ غَيْرِهِ فَإِنَّ الْمَسِيحَ أَحَالَهُمْ فِي أَكْثَرِ الشَّرِيعَةِ عَلَى التَّوْرَةِ وَشَرِيعَةِ التَّوْرَةِ جَاءَ الْمَسِيحُ يُكَمِّلُهَا وَلِهَذَا كَانَ النَّصَارَى مُحْتَاجِينَ إِلَى النُّبُوَّةِ الْمُتَقَدِّمَةِ عَلَى الْمَسِيحِ كَالْتَّوْرَةِ وَالزُّبُورِ وَتَمَامِ الْأَرْبَعِ وَالْعِشْرِينَ نُبُوَّةً وَكَانَ الْأَمَمُ قَبْلَنَا مُحْتَاجِينَ إِلَى الْمُحَدِّثِينَ بِخِلَافِ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ

اللَّهُ تَعَالَى أَغْنَاهُمْ بِهِ فَلَمْ يَحْتَاجُوا مَعَهُ لَا إِلَى نَبِيٍّ وَلَا إِلَى

مُحَدِّثٍ بَلْ جَمَعَ لَهُ مِنَ الْفَضَائِلِ وَالْمَعَارِفِ وَالْأَعْمَالِ
الصَّالِحَةِ مَا فَرَّقَهُ فِي غَيْرِهِ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ. (الفرقان ص: ۵۶)

ترجمہ:- سب انبیاء علیہم السلام کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے
وحی آتی ہے، بالخصوص ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو اپنی
نبوت میں کسی اور کے محتاج نہیں ہیں، اور اسی لئے آپ کی
شریعت نہ کسی نبی سابق کی محتاج اور نہ آئندہ آنے والے کی،
بخلاف آپ کے علاوہ دوسرے انبیاء کے، اس لئے کہ مسیح علیہ
السلام نے اپنی شریعت کے اکثر حصے میں توراۃ کا حوالہ دیا، اور
شریعت توراۃ کی تکمیل کرنے کے لئے خود حضرت مسیح تشریف
لائے، اور اسی لئے نصاریٰ اس شریعت کے محتاج تھے جو حضرت
مسیح سے پہلے ظہور میں آچکی تھیں، مثل توراۃ و زبور اور پوری
چوبیس نبوتوں کے، اور ہم سے پہلی اُمّیں محدثوں کی بھی محتاج
تھیں بخلاف اُمّت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے کہ نہ وہ
کسی نبی کی محتاج ہے اور نہ کسی محدث کی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے
آپ کے لئے فضائل اور علوم اور اعمال و اخلاق اس قدر جمع
کردیئے ہیں جو تمام انبیائے سابقین میں متفرق طور پر موجود تھے۔

نیز علامہ موصوفؒ نے اپنی کتاب ”زاد المعاد“ میں بھی اس مضمون پر روشنی

ڈالی ہے۔

اور محدث قسطلانیؒ شارح بخاری نے اپنی کتاب ”مواعظ لدنیہ“ میں مسئلہ
ختم نبوت کو متعدد مقامات میں تفصیلاً و اجمالاً ذکر فرمایا ہے، جس کی بعض عبارات اس
رسالے کے حصہ اول میں آیت خاتم النبیین کے ماتحت گزر چکی ہیں، اسی کتاب میں
تحریر فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی زیارت کرے
تو یہ دعا پڑھنا چاہئے:-

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ الْمُرْسَلِينَ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ.

(مواہب ج: ۲ ص: ۵۰۹)

ترجمہ:- اے رسولوں کے سردار اور انبیاء کو ختم کرنے والے آپ پر سلام۔

نیز امام الحدیث ابو نعیمؒ نے اپنی مسند صفحہ ۳ میں اور حافظ حدیث علامہ ابن تیمیہؒ نے ”جواب صحیح لمن بدل دین المسیح“ میں اور حضرت شاہ ولی اللہؒ نے ”اعتقاد الصحیح“ وغیرہ میں اس مضمون کی تصریح فرمائی ہے۔

علامہ خفاجی شفاء قاضی عیاضؒ کی شرح میں فرماتے ہیں:-

فَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ وَلَا رَسُولَ يُرْسَلُ بَعْدَهُ وَلَا فِي عَهْدِهِ.

ترجمہ:- اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نبی ہے نہ رسول، اور نہ آپ کے عہد مبارک میں۔

نیز علامہ موصوفؒ شرح شفاء میں تحریر فرماتے ہیں:-

وَكَذَلِكَ قَالَ ابْنُ الْقَاسِمِ فِي مَنْ تَنَبَّأَ وَزَعَمَ أَنَّهُ يُوحَى إِلَيْهِ وَقَالَ سَخَنُونَ وَقَالَ ابْنُ الْقَاسِمِ فِيمَنْ تَنَبَّأَ: أَنَّهُ كَالْمُرْتَدِّ سَوَاءٌ كَانَ دَعَا ذَلِكَ إِلَى مُتَابَعَةِ نُبُوَّتِهِ سِرًّا كَانَ أَوْ جَهْرًا كَمُسَيْلَمَةَ لَعَنَهُ اللَّهُ. وَقَالَ أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ: مَنْ زَعَمَ أَنَّهُ نَبِيٌّ يُوحَى إِلَيْهِ كَالْمُرْتَدِّ فِي أَحْكَامِهِ لِأَنَّهُ قَدْ كَفَرَ بِكِتَابِ اللَّهِ لِأَنَّهُ كَذَبَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْلِهِ أَنَّهُ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَلَا نَبِيَّ بَعْدَهُ مَعَ الْفَرِيَةِ عَلَى اللَّهِ.

ترجمہ:- اور ایسے ہی ابن قاسمؒ نے اس شخص کے متعلق کہا ہے جو دعویٰ نبوت کرے اور کہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے، اور یہ سخون کا بیان ہے۔ اور ابن قاسمؒ مدعی نبوت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: وہ مثل مرتد کے ہے، برابر ہے کہ وہ لوگوں کو اپنی نبوت کے اتباع کی دعوت دے یا نہ دے، اور پھر یہ دعویٰ خفیہ ہو یا علانیہ،

کہ: جو شخص یہ کہے کہ میں نبی ہوں اور مجھ پر وحی آتی ہے، وہ احکام میں مثل مرتد کے ہے، اس لئے کہ وہ قرآن کا منکر ہو گیا اور اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قول میں جھٹلایا کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر افتراء بھی باندھا کہ اس نے مجھے نبی بنایا ہے۔

اس کے بعد اس کے کفر و ارتداد کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

لَأنَّهُ مُكَذِّبٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْلِهِ الَّذِي نَقَلَهُ عَنْهُ الْيَقَاتُ: لَا نَبِيَّ بَعْدِي، أُنَى لَا يُنْبَأُ أَحَدٌ بَعْدَ نُبُوَّتِي. (خفاجی شرح شفاء ج: ۴ ص: ۴۳۰)

ترجمہ:- اس لئے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والا ہے اس قول میں جس کو ثقات نے نقل فرمایا ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، یعنی کسی کو میرے بعد جدید نبوت نہ دی جائے گی۔

اور ابن حبان فرماتے ہیں:-

مَنْ ذَهَبَ إِلَى أَنَّ النُّبُوَّةَ مُكَتَسِبَةٌ لَا تَنْقُطُ أَوْ إِلَى أَنَّ الْوَلِيَّ أَفْضَلُ مِنَ النَّبِيِّ فَهُوَ زَنْدِيقٌ يَجِبُ قَتْلُهُ.

(زرقاتی ج: ۶ ص: ۱۸۸)

ترجمہ:- اور جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ نبوت کسب کر کے حاصل کی جاسکتی ہے اور وہ منقطع نہیں ہوئی، یا یہ عقیدہ رکھے کہ ولی نبی سے افضل ہے تو یہ شخص زندقہ ہے، اس کا قتل کرنا واجب ہے۔ اور شفاء قاضی عیاض میں ہے:-

وَقَدْ قَتَلَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَرْوَانَ الْحَارِثَ الْمُتَنَبِّئِيَّ وَصَلَبَهُ وَفَعَلَ ذَلِكَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْخُلَفَاءِ وَالْمُلُوكِ بِأَشْبَاهِهِمْ وَأَجْمَعَ عُلَمَاءُ وَفَتَاهُمْ عَلَى صَوَابِ فِعْلِهِمْ

وَالْمُخَالَفُ فِي ذَلِكَ مِنْ كُفْرِهِمْ كَافِرٌ. (از انکار ص: ۴۳)
ترجمہ:- اور خلیفہ عبدالملک بن مروان نے حارث مدعی نبوت کو قتل کیا اور سولی پر چڑھایا، اور ایسا ہی معاملہ بہت سے خلفاء اور بادشاہوں نے اس جیسے مدعیان نبوت کے ساتھ کیا ہے، اور اس زمانے کے علماء نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ اُن کا یہ فعل صحیح و درست تھا اور جو ان کے کافر کہنے کا مخالف ہے وہ خود کافر ہے۔
اور شرح شفاء میں ہے:-

وَكَذَلِكَ نَكْفِرُ مَنْ ادَّعَى النُّبُوَّةَ أَحَدًا مَعَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْ فِي زَمَانِهِ كُمُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابِ وَالْأَسْوَدَ الْغَنَسِيَّ أَوْ ادَّعَى النُّبُوَّةَ أَحَدًا بَعْدَهُ فَإِنَّهُ خَاتِمُ النَّبِيِّينَ بَنَصِّ الْقُرْآنِ وَالْحَدِيثِ فَهَذَا تَكْذِيبُ اللَّهِ وَرَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَالْعِيسَوِيَّةِ. (شرح شفاء)

ترجمہ:- اور ایسے ہی ہم اس شخص کو بھی کافر کہتے ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کی نبوت کا دعویٰ کرے یعنی آپ کے زمانہ مبارک میں دعویٰ کرے جیسے مسیلمہ اور اسود غنسی نے کیا، یا آپ کے بعد کرے، اس لئے کہ آپ خاتم النبیین ہیں بتقریح قرآن و حدیث، پس دعویٰ نبوت اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب ہے مثل عیسائیوں کے۔

اور صبح الاعشی ج: ۱۳ ص: ۳۰۵ میں ہے:-

وَهَاتَانِ الْمَسْئَلَتَانِ مِنْ جُمْلَةِ مَا كُفِّرُوا بِهِ بِتَجْوِيزِ النُّبُوَّةِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي أَخْبَرَ تَعَالَى أَنَّهُ خَاتِمُ النَّبِيِّينَ.

ترجمہ:- اور یہ دونوں مسئلے بھی من جملہ ان کے ہیں جن کی وجہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جن کے متعلق حق تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ آخری پیغمبر ہیں۔

محدثین کی اس عظیم الشان جماعت کے اقوال و تصریحات آپ نے ملاحظہ فرمائیں، کیا کسی ایک نے بھی ختم نبوت میں یہ شاخ نکالی ہے کہ صرف تشریحی نبوت کا ختم ہوا ہے، غیر تشریحی یا ظنی یا بروزی قیامت تک جاری رہے گی؟ اچھا اگر محدثین سے بھی یہ ”فروگزاشت“ ہوگئی تو آگے آئیے، ہم ارباب تفسیر سے اس عقدے کا حل طلب کریں جن کی تمام تر مساعی کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن میں مراد کو اہل اور صاف طریق سے امت کے سامنے پیش کر دیں۔

طبقاتُ المفسرین

حضرات مفسرین کے اقوال مسئلہ زیر بحث کے متعلق بیشتر اسی رسالے کے پہلے حصے میں آیات ختم نبوت کے ماتحت گزر چکے ہیں، لہذا اب ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں، بلکہ صرف ان حضرات کے اسمائے گرامی شمار کر دینا کافی معلوم ہوتا ہے۔ امام التفسیر والحدیث حافظ ابو جعفر طبری، امام راغب اصفہانی، حافظ عماد الدین ابن کثیر، علامہ زنجیری صاحب کشاف، سید محمود آلوسی مفتی بغداد صاحب روح المعانی، علامہ نسفی صاحب مدارک، علامہ بغوی صاحب معالم التنزیل، حازن، امام زئی صاحب تفسیر کبیر، قاضی بیضاوی، علامہ جلال الدین سیوطی صاحب جلالین و مشور، ابوحیان صاحب بحر محیط، علامہ شربینی صاحب سراج المنیر، صاحب جمل حاشیہ مالین، شیخ محی الدین ابن عربی، علامہ شیخ محمد نووی صاحب مراح لبید، حضرت قاضی علاء اللہ پانی پٹی صاحب تفسیر مظہری، علامہ شیخ اسماعیل حقنی صاحب روح البیان، شیخ مین الدین صاحب جامع البیان، حضرت شاہ عبدالقادر صاحب موضح القرآن، ابو محمد زبہان شیرازی صاحب عرائس البیان، علامہ ثعالبی صاحب جواہر حسان، شیخ کمال بن حسین ہروی، فواتح البہیہ، علامہ ابوالسعود، علامہ احمد معرف بملاً جیون صاحب میر احمدی، تفسیر مواہب لدنیہ۔

ان حضرات کے اقوال اور تصریحات عموماً آیت خاتم النبیین کے تحت مذکور ہیں جن میں سے بعض کے اقوال اس رسالے میں درج کئے گئے ہیں اور بعض جدید ہیں، لیکن کسی ایک نے بھی کہیں یہ نہ لکھا کہ ختم نبوت سے فقط تشریحی نبوت کا اختتام مراد ہے، کوئی ظلی، بروزی نبوت کی قسم اب بھی باقی ہے۔ اس لئے ہم اور آگے بڑھ کر فقہائے اُمت سے اس کا استفسار کرتے ہیں، کیونکہ یہ جماعت بال کی کھال نکالنے اور مسئلے کے ہر پہلو اور ہر قید و شرط کو بوضاحت بیان کرنے میں مشہور ہے۔

حضراتِ فقہاء

صاحب الاشباہ والنظائر کتاب السیر والردۃ میں لکھتے ہیں:-

أَذْلَمَ يَعْرِفُ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ فَلَيْسَ بِمُسْلِمٍ لِأَنَّهُ مِنَ الضَّرُورِيَّاتِ. (اشباہ ص: ۲۹۶)

ترجمہ:- اور جب کوئی شخص یہ نہ جانے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء میں سے آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں اس لئے کہ آپؐ کا آخری نبی ہونا ضروریاتِ دین^(۱) میں سے ہے۔

اور علامہ ابن نجیم بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں تحریر فرماتے ہیں:-

وَيَكْفُرُ بِقَوْلِهِ إِنْ كَانَ مَا قَالَ الْأَنْبِيَاءُ حَقًّا أَوْ صِدْقًا، وَبِقَوْلِهِ: أَنَا رَسُولُ اللَّهِ. (بحر ج: ۵ ص: ۱۳۰)

ترجمہ:- اگر کوئی کلمہ شک کے ساتھ یہ کہے کہ اگر انبیاء کا فرمان صحیح اور سچ ہو.... الخ، تو کافر ہو جاتا ہے، اسی طرح اگر یہ کہے کہ: میں اللہ کا رسول ہوں۔

اور فتاویٰ عالمگیری ج: ۳ ص: ۲۶۳ میں ہے:-

إِذَا لَمْ يَعْرِفِ الرَّجُلُ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۱) ”ضروریاتِ دین“ وہ احکام ہیں جن کا وجود مذہب اسلام میں درجہ تو اتر کو پہنچ چکا ہو، خواہ

حکم فرض ہو یا واجب، مسنون ہو یا مباح۔ ۱۲

اٰخِرُ الْاَنْبِيَاءِ فَلَيْسَ بِمُسْلِمٍ وَلَوْ قَالَ: اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ، اَوْ قَالَ بِالْفَارُسِيَّةِ: مَنْ يَغْيِرُم، يُرِيْدُ بِهِ مَنْ يَغْيِرُم، يَكْفُرُ. ترجمہ:- جب کوئی آدمی یہ عقیدہ نہ رکھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں، اور اگر کہے کہ: ”میں رسول اللہ ہوں“ یا فارسی میں کہے کہ: ”میں پیغمبر ہوں“ اور مراد یہ ہو کہ میں پیغام پہنچاتا ہوں تب بھی کافر ہو جاتا ہے۔

علامہ ابن حجر مکی شافعیؒ اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں:-
مَنْ اٰغْتَقَدَ وَحْيًا بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَفَرَ بِاجْمَاعِ الْمُسْلِمِيْنَ.

ترجمہ:- جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی وحی کا اعتقاد رکھے، باجماع مسلمین کافر ہو گیا۔

اور ملا علی قاریؒ شرح شامل میں مہرِ نبوت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:-
وَإِضَافَتُهُ إِلَى النَّبُوَّةِ لِأَنَّهُ خُتِمَ بِهِ بَيْتُ النَّبُوَّةِ حَتَّى لَا يَدْخُلَ بَعْدَهُ أَحَدٌ.

ترجمہ:- مہرِ نبوت کی نسبت نبوت کی طرف اس لئے ہے کہ اس کے ذریعے سے محلِ نبوت پر مہر لگ چکی ہے، یہاں تک کہ اس کے بعد کوئی اس میں داخل نہ ہوگا۔

نیز علامہ دُوصوفؒ شرح فقہ اکبر ص: ۲۰۲ میں فرماتے ہیں:-

وَدَعَا إِلَى النَّبُوَّةِ بَعْدَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفْرٌ بِاَلْاِجْمَاعِ.

ترجمہ:- اور نبوت کا دعویٰ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باجماع کفر ہے۔

عجب ہے کہ مرزائی اُمت ملا علی قاریؒ پر یہ تہمت باندھتی ہے کہ وہ ختم نبوت کے قائل نہیں، بلکہ غیر تشریحی نبوت کے بعد میں جاری رہنے کو جائز سمجھتے ہیں، حالانکہ

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ وہ کس صفائی کے ساتھ اس جگہ مطلقاً دعویٰ نبوت کو کفر فرم رہے ہیں، تشریحی ہو یا غیر تشریحی۔

اور علامہ سید محمود ہفتیؒ بغداد کی مفصل عبارت پہلے گزر چکی ہے، جس کے چند جملے یہ ہیں:-

وَكُونُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ النَّبِيِّينَ مِمَّا نَطَقَتْ بِهِ
الْكِتَابُ وَصَدَعَتْ بِهِ السُّنَّةُ وَأَجْمَعَتْ عَلَيْهِ الْأُمَّةُ فَيَكْفُرُ
مُدَّعِي خِلَافِهِ وَيُقْتَلُ إِنْ أَصَرَّ. (زور المعاني ج: ۱ ص: ۶۵)

ترجمہ:- اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا ان مسائل میں سے ہے جن پر تمام آسمانی کتابیں ناطق ہیں، اور جن کو احادیث نبویہ نے نہایت وضاحت سے بیان کر دیا ہے اور جن پر امت نے اجماع کیا ہے، اس لئے اس کے خلاف کا مدعی کافر سمجھا جائے گا، اور اگر اصرار کرے گا تو قتل کر دیا جائے گا۔

اور شیخ سلیمان بخیری شرح منہاج میں ایک نظم میں تحریر فرماتے ہیں:-

خَتَمَ عَلَى كُلِّ ذِي التَّكْلِيفِ مَعْرِفَةً

الْأَنْبِيَاءِ عَلَى التَّفْصِيلِ قَدْ عَلِمُوا

ترجمہ:- ہر مکلف مسلمان پر واجب ہے کہ ان انبیائے کرام کو پہچانے جن کے اسمائے گرامی قرآن میں تفصیل مذکور ہیں۔

فِي تِلْكَ حُجَّتُنَا مِنْهُمْ ثَمَانِيَةٌ

مِنْ بَعْدِ عَشْرِ وَيَبْقَى سَبْعَةٌ وَهُمْ

ترجمہ:- انہیں ہماری حجت پچیس انبیاء علیہم السلام ہیں، جن میں سے سات کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

إِدْرِيسُ وَهُودُ شُعَيْبٌ صَالِحٌ وَكَذَا

ذُو الْكِفْلِ أَدَمُ بِالْمُخْتَارِ قَدْ خَتِمُوا

ترجمہ:- حضرت ادریسؑ، ہودؑ اور شعیبؑ اور صالحؑ اور ذوالکفلؑ،

آدم جو محمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیئے گئے ہیں۔
 اور فضولِ عمادی میں کلماتِ کفر شمار کرتے ہوئے لکھا ہے:-
 وَكَذٰلِكَ لَوْ قَالَ: اَنَا رَسُولُ اللّٰهِ، اَوْ قَالَ بِالْفَارُسيَّةِ: مَنْ
 يِّغَايِرُ مَنْ يُّرِيْدُ بِهِ يِّغَايِرُ مَنْ يِّكْفُرُ وَلَوْ اَنَّهُ جِيْنٌ قَالَ هٰذِهِ
 الْمَقَالَةُ طَلَبَ غَيْرُهُ مِنْهُ الْمُعْجِزَةُ قِيْلَ يِّكْفُرُ الطَّالِبُ،
 وَالْمُتَاَخِرُونَ مِنَ الْمَشَايِخِ قَالُوا: اِنْ كَانَ غَرَضُ الطَّالِبِ
 تَعْجِيْزُهُ وَافْتِصَاحُهُ لَا يِّكْفُرُ. (فضول ۱۳۰۰)

ترجمہ:- اور ایسے ہی اگر کہے کہ: میں اللہ کا رسول ہوں، یا فارسی
 زبان میں کہے: مَنْ یِّغَايِرُ مَنْ یُّرِيْدُ بِهِ یِّغَايِرُ مَنْ یِّكْفُرُ، اور مراد یہ ہو کہ میں پیغام لے
 جاتا ہوں تو کافر ہو جائے گا، اور جب اس نے یہ بات کہی اور
 کسی شخص نے اس سے معجزہ طلب کیا تو بعض کے نزدیک یہ
 طالبِ معجزہ بھی کافر ہو جائے گا، لیکن متاخرین نے فرمایا ہے کہ:
 اگر طالبِ معجزہ کی نیت طلبِ معجزہ سے محض اس کی رُسوائی اور
 اظہارِ عجز ہو تو کافر نہ ہوگا۔

اور خلاصۃ الفتاویٰ میں امام عبدالرشید بخاریؒ فرماتے ہیں:-
 وَلَوْ ادَّعٰی رَجُلٌ النُّبُوَّةَ وَطَلَّبَ رَجُلٌ الْمُعْجِزَةَ قَالَ
 بَعْضُهُمْ يِّكْفُرُ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنْ كَانَ غَرَضُهُ اِظْهَارُ عَجْزِهِ
 وَافْتِصَاحِهِ لَا يِّكْفُرُ.

ترجمہ:- اور اگر کسی شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے
 اس سے معجزہ طلب کیا تو بعض فقہاء کے نزدیک یہ طالبِ معجزہ
 بھی مطلقاً کافر ہو جائے گا، اور بعض نے یہ تفصیل فرمائی ہے کہ
 اگر اس نے اظہارِ عجز و رُسوائی کے لئے معجزہ طلب کیا تھا تو یہ
 کافر نہ ہوگا۔

اور تحفہ شرح منہاج میں کلماتِ کفر شمار کرتے ہوئے لکھا ہے:-

أَوْ كَذَّبَ رَسُولًا أَوْ نَبِيًّا أَوْ نَقَصَهُ بِأَيِّ مَنَقَصٍ كَانَ صَغَرَ
بِاسْمِهِ مُرِيدًا تَحْقِيقَهُ أَوْ جَوَزَ نُبُوَّةَ أَحَدٍ بَعْدَ وُجُودِ نَبِيٍّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعَيْسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ نَبِيٌّ قَبْلُ فَلَا
يَرُدُّ. (از اِکفار ص: ۴۲)

ترجمہ:- یا کسی رسول یا نبی کی تکذیب کرے یا کسی قسم کی تنقیص
کرے جیسے اس کے نام کو تصغیر کے ساتھ بہ نیت تحقیر ذکر کرے یا
کسی کی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جائز رکھے، اور
حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ سے پہلے نبی ہو چکے ہیں اس لئے
اُن کے نزول سے اعتراض نہیں ہو سکتا۔

گزشتہ عبارات فصول عمادی اور خلاصۃ الفتاویٰ جو فقہ کی متفق علیہ اور مستند
کتائیں ہیں اُن میں جس طرح یہ بتلایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد
ہر مدعی نبوت کافر و مرتد اور واجب القتل ہے، اسی طرح یہ بھی بیان کر دیا گیا ہے کہ جو
شخص اس کے دعوے کو محتمل الصدق سمجھ کر اس سے معجزہ طلب کرے وہ بھی کافر ہے،
جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کی نبوت کا
احتمال باقی نہیں، بلکہ جس وقت دعوائے نبوت کا لفظ کسی کی زبان پر آئے تو فوراً بغیر
امتحانِ مدعی اور طلبِ دلیل وغیرہ کے یقین کرنا چاہئے کہ وہ کذاب ہے، اس کے
دعوے میں صدق کا احتمال نکالنا درحقیقت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
دعوے میں کذب کا احتمال پیدا کرنا اور سینکڑوں احادیثِ نبویہ کو جھٹلانا ہے، والعیاذ باللہ۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اربابِ فتویٰ نے بھی مطلقاً نبوت کے اختتام کا
اعلان فرمایا جس میں تشریحی و غیر تشریحی سب داخل ہیں، اور پھر اسی پر اکتفاء نہیں کیا
بلکہ ہر مدعی نبوت اور ہر مدعی وحی کو کافر، کاذب، دجال قرار دیا، خواہ تشریحی نبوت کا
مدعی ہو یا غیر تشریحی کا، اس لئے اب ہم اس مسئلے کو حضراتِ متکلمین کی خدمت میں
پیش کرتے ہیں، جن کے یہاں لفظ لفظ پر بحث و تمحیص کے بازار گرم ہوتے ہیں، کہ

شاید وہ ہمیں پتہ دیں کہ غیر تشریحی نبوت کا اختتام نہیں ہوا ہے۔

حضرات متکلمین

امام الحدیث والکلام حافظ ابن حزمؒ اندلسی نے ”مل و نخل“ میں اس مسئلے کو متعدد مواقع میں روشن فرمایا ہے، ایک جگہ فرماتے ہیں:-

فَوَجَبَ الْإِقْرَارُ بِهَذِهِ الْجُمْلَةِ وَصَحَّ أَنْ وُجُودَ النَّبُوَّةِ بَعْدَهُ
عَلَيْهِ السَّلَامُ بَاطِلٌ لَا يَكُونُ الْبَتَّةَ. (مل ج: ۱ ص: ۷۷)

ترجمہ:- پس ان تمام امور کا اقرار واجب ہے، اور یہ بات صحیح طور پر ثابت ہوگئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا وجود باطل ہے اور ہرگز نہیں ہو سکتا۔

اور مل جلد: ۳ صفحہ: ۲۴۹ میں فرماتے ہیں:-

وَكَذَلِكَ مَنْ قَالَ (الِی قَوْلِهِ) أَوْ أَنَّ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا غَيْرَ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِنَّهُ لَا
يَخْتَلِفُ اثْنَانِ فِي تَكْفِيرِهِ لَصَحَّةِ قِيَامِ الْحُجَّةِ بِكُلِّ هَذَا.
ترجمہ:- اور ایسے ہی جو شخص یہ کہے کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کے بعد سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے کوئی نبی ہے تو کوئی
شخص اس کے کافر ہونے میں اختلاف نہیں کر سکتا، کیونکہ ان
سب امور پر صحیح اور قطعی حجت قائم ہو چکی ہے۔

اور یہی مضمون مل جلد: ۴ ص: ۱۹۸ اور جلد: ۱ ص: ۱۱۳ و جلد: ۴ ص: ۱۸۰

وغیرہ میں تحریر فرمایا ہے۔

نیز اسی کتاب میں ایک جگہ فرماتے ہیں:-

فَكَيْفَ يَسْتَجِيزُ مُسْلِمًا أَنْ يُثَبَّتَ بَعْدَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَبِيًّا
فِي الْأَرْضِ. (مل و نخل)

ترجمہ:- پس کوئی مسلمان اس کو کیسے جائز سمجھ سکتا ہے کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زمین میں اور کوئی نبی ثابت کرے۔

اور مثلاً علی قاریؒ کی عبارت شرح فقہ اکبر ابھی آپ نے ملاحظہ فرمائی جس میں مطلقاً دعوائے نبوت کو کفر قرار دیا ہے۔

اور امام نجم الدین عمر نسفیؒ اپنے عقائد میں تحریر فرماتے ہیں:-
وَأَوَّلُ الْأَنْبِيَاءِ آدَمُ وَآخِرُهُمْ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.
یعنی انبیاء میں سب سے پہلے آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اور علامہ تفتازانیؒ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:-

وَقَدْ ذَلَّ كَلَامُهُ وَكَلَامُ اللَّهِ الْمُنَزَّلُ عَلَيْهِ أَنَّهُ خَاتِمُ النَّبِيِّينَ
وَأَنَّهُ مَبْعُوثٌ إِلَى كَافَّةِ النَّاسِ بَلْ إِلَى الْجِنِّ وَالْإِنْسِ ثَبَتَ
أَنَّهُ آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ. (شرح عقائد نسفی)

ترجمہ:- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام اور اللہ تعالیٰ کا کلام جو آپؐ پر نازل ہوا، اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپؐ انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں اور یہ کہ آپؐ تمام انسانوں بلکہ تمام جن و انس کی طرف مبعوث ہوئے، اس سے ثابت ہوا کہ آپؐ آخری رسول ہیں۔

اور یہی مضمون علم عقائد و کلام وغیرہ کی کتب مندرجہ ذیل میں بھی مجمل و مفصل موجود ہے، جن کے فقط نام شمار کئے جاتے ہیں:-

المعتقد المنتقد ص: ۲۰۹، الاتقان للسیوطی ج: ۲ ص: ۱۲۸، مسامرہ لابن الہمام ص: ۲۰۴، مجموعۃ العقائد للیانعی ص: ۱۵، عقیدۃ العوام للشیخ احمد المرزوقی ص: ۱۲، شرح عقیدۃ العوام از علامہ نوویؒ، مسائل ابو الیث، قطر الغیث للنووی ص: ۱۵۰۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ میزان العقائد میں تحریر فرماتے ہیں:-

مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُولٌ وَخَاتِمُهُمْ.

ترجمہ:- محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہیں، اور انبیاء کے ختم کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

کرنے والے ہیں۔

اور علم عقائد کی معروف و معتمد کتاب جو ہرۃ التوحید میں ہے:-

وَخَصَّ خَيْرَ الْخَلْقِ أَنْ قَدْ تَمَّمَا

بِهِ الْجَمِيعَ رَبُّنَا وَعَمَّمَا

ترجمہ:- ہمارے پروردگار نے خیر الخلاق یعنی آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کو یہ خصوصیت دی کہ انبیاء کو آپ پر ختم کر دیا، اور آپ

کی بعثت تمام جن و انس کے لئے عام کر دی۔

اور شیخ امام عبدالسلام بن ابراہیم مالکی المذہب اس کتاب کی شرح ”اتحاف

المريد“ میں تحریر فرماتے ہیں:-

أَيُّ خَتَمٍ رَبُّنَا بِنُبُوَّتِهِ جَمِيعَ الْأَنْبِيَاءِ قَالَ تَعَالَى: وَخَاتَمَ

النَّبِيِّينَ. وَيَلْزَمُ مِنْهُ خَتَمُ الْمُرْسَلِينَ أَيْضًا لِأَنَّ خَتَمَ الْأَعْمِ

خَتَمَ لِأَخْصٍ مِنْ غَيْرِ عَكْسٍ فَلَا تَبْتَدَأُ نُبُوَّةٌ وَلَا شَرِيعَةٌ

بَعْدَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (اتحاف المريد ص: ۱۲۶)

ترجمہ:- یعنی ہمارے پروردگار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

نبوت سے تمام انبیاء کو ختم فرمادیا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ“ اور ختم نبوت سے ختم رسالت بھی لازم آتا ہے

کیونکہ نبوت عام ہے، اور عام کا ختم خاص کا اختتام بھی ہے مگر

اس کا عکس نہیں ہوتا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

بعد نہ کوئی نبوت شروع ہوگی اور نہ شریعت۔

اس میں ”لَا تَبْتَدَأُ نُبُوَّةٌ“ کے لفظ سے اس شبہ کا بھی ازالہ کر دیا کہ آخر

زمانے میں عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ختم نبوت کے منافی سمجھا جاسکتا تھا، اس لئے بتلادیا

کہ ختم نبوت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی نبوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شروع نہ ہوگی

اور عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت پہلے شروع ہو چکی ہے۔

اور شیخ عبدالغنی نابلسی شرح کفایۃ العوام صفحہ: ۱۸ میں لکھتے ہیں:-

أَوَّلُهُمْ آدَمُ ثُمَّ الْآخِرُ مِنْهُمْ بَحِيثٌ لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ وَلَا رَسُولٌ
أَصْلًا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ خَاتِمُ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ النَّبِيُّ الْبَاقِي عَلَى رِسَالَتِهِ وَإِنْ مَاتَ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى آخِرِ الزَّمَانِ وَانْقِطَاعِ الدُّنْيَا.

ترجمہ:- سب سے پہلے رسول آدم علیہ السلام، پھر ان میں سے
آخری نبی اس طرح کہ اُن کے بعد مطلقاً نہ کوئی نبی ہے اور نہ
رسول، وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں، اور آپ
ہی ایسے نبی ہیں کہ آپ کی نبوت و رسالت دُنیا میں آپ کی
وفات کے بعد بھی آخر زمانہ اور فناء دُنیا تک باقی ہیں۔

وہ لوگ جو تشریحی اور غیر تشریحی کی شاخیں نکال کر ہر عبارت کی تحریف کیا
کرتے ہیں، آنکھیں کھول کر ان عبارتوں کو پڑھیں کہ کس طرح ان حضرات نے ان
کے مکر و تحریف کا راستہ بند کر دیا ہے، کیونکہ ان دونوں عبارتوں میں نہایت وضاحت
کے ساتھ تشریحی اور غیر تشریحی ہر قسم کی نبوت کے اختتام کی تصریح کرتے ہوئے اس کی
طرف اشارہ کر دیا گیا ہے کہ ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے
بعد کسی کو منصب نبوت نہ دیا جائے گا، کسی قدیم نبی کا اپنی نبوت پر رہنا یا پھر دُنیا میں
آنا ختم نبوت کے کسی طرح معارض نہیں، اس لئے مسئلہ نزول مسیح کو ختم نبوت کا
معارض سمجھنا خاص مرزائی فہم و فراست کا اعجاز ہے۔

اور شیخ ابوالشکور سالمی تمہید میں تحریر فرماتے ہیں:-

وَقَالَتِ الرَّوَافِضُ أَنَّ الْعَالَمَ لَا يَكُونُ خَالِيًا مِنَ النَّبِيِّ قَطُّ
وَهَذَا كُفْرٌ لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ: "وَخَاتَمَ النَّبِينَ" وَمَنْ
ادَّعَى النُّبُوَّةَ فِي زَمَانِنَا فَإِنَّهُ يَصِيرُ كَافِرًا وَمَنْ طَلَبَ مِنْهُ
الْمُعْجَزَاتِ فَإِنَّهُ يَصِيرُ كَافِرًا لِأَنَّهُ لَا شَكَّ فِي النَّصِّ
فَيَجِبُ الْإِغْتِقَادُ بِأَنَّهُ لَا شَرَكَةَ لِأَحَدٍ فِي النُّبُوَّةِ لِمُحَمَّدٍ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخِلَافِ مَا قَالَتِ الرَّوَافِضُ أَنَّ عَلِيًّا

كَانَ شَرِيكَكَ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّبُوءَةِ
وَهَذَا مِنْهُمْ كُفْرٌ.

ترجمہ:- روافض کہتے ہیں کہ عالم نبی سے کبھی خالی نہیں رہے گا، اور اُن کا یہ خیال کفر ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ“ اور جو شخص ہمارے زمانے میں نبوت کا دعویٰ کرے وہ کافر ہو جائے گا، اور جو شخص اس سے معجزہ طلب کرے وہ بھی کافر ہو جائے گا، کیونکہ قرآن مجید کی نصِ قطعی میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا، اس لئے یہ اعتقاد رکھنا فرض ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں کسی کو شرکت حاصل نہیں، بخلاف عقیدہ روافض کے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریکِ نبوت تھے، اور ان کا یہ عقیدہ کفر ہے۔

اور شرح عقیدہ سفاریؒ میں ہے:-

وَمَنْ زَعَمَ أَنَّهَا مُكْتَسِبَةٌ فَهُوَ زُنْدِيقٌ يَجِبُ قَتْلُهُ لِأَنَّهُ
يَقْتَضِي كَلَامَهُ وَاعْتِقَادَهُ أَنْ لَا تَنْقَطِعَ وَهُوَ مُخَالِفٌ لِلنَّصِ
الْقُرْآنِيِّ وَالْأَحَادِيثِ الْمُتَوَاتِرَةِ بِأَنَّ نَبِيَّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ (الی قولہ) وَكَانَ ذَلِكَ مُمْتَدًّا مِنْ
عَهْدِ الْأَبِ الْأَوَّلِ الصَّفِيِّ آدَمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ إِلَى
أَنْ بُعِثَ الْخَاتَمُ النَّبِيُّ الْحَبِيبُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ. (شرح عقائد سفاریؒ ص: ۲۵۷)

ترجمہ:- اور جو شخص یہ سمجھے کہ نبوت کو شش اور سعی سے حاصل ہو سکتی ہے وہ زندیق ہے، اس کا قتل کرنا واجب ہے، اس لئے کہ اس کا یہ عقیدہ تو اس کو مقتضی ہے کہ سلسلہ نبوت کبھی ختم نہ ہو، اور یہ نصِ قرآنی و احادیثِ متواترہ کے خلاف ہے، جن میں ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا بیان کیا گیا ہے،

(اس کے بعد فرماتے ہیں) اور یہ سلسلہ اسی طرح ممتد ہوتا ہوا

چلا آیا، یہاں تک کہ نبی خاتم محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔

اور حجۃ الاسلام امام غزالیؒ اپنی کتاب اقتصاد میں مسئلہ مزید بحث کو اس طرح

صاف بیان فرماتے ہیں کہ کسی مخالف کو لب کھولنے کی گنجائش نہیں رہتی:-

إِنَّ الْأُمَّةَ فَهَمَّتْ بِالْإِجْمَاعِ مِنْ هَذَا اللَّفْظِ وَمِنْ قُرَائِنِ
أَحْوَالِهِ أَنَّهُ فُهِمَ عَدَمُ نَبِيِّ بَعْدَهُ أَبَدًا وَعَدَمُ رَسُولِ اللَّهِ أَبَدًا
وَأَنَّهُ لَيْسَ فِيهِ تَأْوِيلٌ وَلَا تَخْصِصٌ. ^(۱)

(الاقتصاد ص: ۱۲۸، طبع مصر)

ترجمہ:- بیشک امت نے اس لفظ (یعنی خاتم النبیین اور لا نبی

بعدی) سے اور قرائن احوال سے باجماع یہی سمجھا ہے کہ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابد تک نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ کوئی

رسول، اور یہ کہ نہ اس میں کوئی تاویل چل سکتی ہے نہ تخصیص۔

”اقتصاد“ کے اس صفحے میں اس عبارت سے پہلے امام غزالیؒ نے ان تمام

تاویلات کو اقسام ہدیان میں شمار فرمایا ہے جو ملحدین نے لفظ ”خاتم النبیین“ یا ”لا

نبی بعدی“ کے متعلق لکھی ہیں۔

اُرباب عقائد و کلام کے یہ تمام اقوال و تصریحات ہمارے سامنے ہیں، اور

ہماری نظریں ان میں بھی اسی مقصد کو ڈھونڈ رہی ہیں کہ کیا اس کی طرف کوئی اشارہ کرتا

(۱) ”ختم نبوت“ کے سابقہ ایڈیشن میں اقتصاد کے حوالے سے جو عبارت لکھی گئی تھی وہ درحقیقت

اقتصاد کے مضمون کا خلاصہ تھا، جو حجۃ الاسلام حضرت سیدی مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے

اپنی کتاب ”اکفار الملحدين“ میں بزبان عربی نقل فرمایا ہے، اُس وقت احقر کے سامنے اصل

کتاب اقتصاد نہیں تھی، اکفار الملحدين میں درج شدہ خلاصہ عبارت کو اصل سمجھ کر وہی خلاصہ

عبارت ”ختم نبوت“ میں نقل کر دیا گیا، بعد میں جب اصل کتاب اقتصاد سامنے آئی تو اب اس

کتاب کی اصل عبارت لکھ دی گئی ہے، مگر کوئی اہل علم اس کا انکار نہیں کر سکتا کہ پہلے جو خلاصہ مفہوم

کتاب ”اکفار الملحدين“ سے نقل کیا گیا تھا، وہ بالکل اصل کتاب کی عبارت سے سب سے پہلے جواہر مفتوحہ

ہے کہ اسلامی نصوص میں ختم نبوت سے فقط تشریحی نبوت کا اختتام مراد ہے، غیر تشریحی ہمیشہ کے لئے باقی ہے؟

لیکن اہل کلام کے کلام میں بھی ہمیں اس تفصیل و تقسیم کی طرف کوئی اشارہ نہیں ملتا جو قادیانی مرزا صاحب نے ایجاد کی ہے۔ اس کے بعد ہم نکتہ شناس صوفیائے کرام کے اقوال ہدیہ ناظرین کر کے یہی سوال پیش کرتے ہیں کہ کیا ختم نبوت میں کوئی تشریحی یا غیر تشریحی کی تفصیل ہے یا مطلقاً ہر قسم کی نبوت ختم ہو چکی ہے؟

صوفیائے کرام

عارف باللہ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اپنے عقائد نامہ میں تحریر

فرماتے ہیں:-

خاتم الانبیاء والرسل است
دیگر ہجو جزو او چو کل است
وزپئے او رسول دیگر نیست
بعد ازاں ہیچ کس پیمبر نیست
چوں در آخر زماں بقول رسول
کند از آسماں مسیح نزول
پیرو دین و شرع او باشد
تابع اصل و فرع او باشد
دین ہمہ شرع و دین او داند
ہمہ کس را بدین او خواند

شرح تعرف جس کے متعلق صاحب کشف الظنون: ”لولا التعرف لما

عرف التصوف“ فرماتے ہیں، (یعنی اگر کتاب تعرف نہ ہوتی تو لوگ تصوف کو نہ سمجھتے) اس میں مسئلہ مزید بحث کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:-

اللہ تعالیٰ ختم کرد پیغمبراں را علیہم السلام بحمد علیہ السلام چنانکہ

خدائے گفت: ”وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ“ چوں خاتم بصب خوانی مہر پیغمبراں باشد و آخر پیغمبراں و چوں خاتم بکسر خوانی مہر کنندہ باشد و آخر کنندہ و نیز پیغمبر سلام اللہ علیہ علی را کرم اللہ وجہہ گفت: ”أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ نیز گفت: ”وَأَنَا الْعَاقِبُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ الخ۔

(شرح تعرف ص: ۱۳)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم فرمایا، جیسا کہ ارشاد ہے: ”وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ“ جب خاتم کو بفتح تاء پڑھو تو معنی پیغمبروں کی مہر اور ان کے ختم کرنے والے، اور اگر بکسر پڑھو تو معنی مہر کرنے والے اور آخر کرنے والے ہوں گے، نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ: تم مجھ سے وہ نسبت رکھتے ہو جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی، مگر ہارونؑ نبی تھے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا اس لئے تم نبی نہیں۔ نیز فرمایا کہ: میں عاقب ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

اور مولانا نظامیؒ گنجوی مخزن الاسرار میں تحریر فرماتے ہیں:-

کنت نبیاً کہ علم پیش بُرد

ختم نبوت بمحمد سپرد

اور حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر غنیۃ الطالبین میں تحریر فرماتے ہیں:-

إِدْعَتْ أَيْضًا أَنَّ عَلِيًّا نَبِيٌّ (الِی قَوْلِهِ) لَعَنَهُمُ اللَّهُ وَالْمَلَائِكَةُ
وَسَائِرُ خَلْقِهِ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ وَقَلَعَ وَأَبَادَ خَضْرَائِهِمْ وَلَا
يَجْعَلُ مِنْهُمْ فِي الْأَرْضِ ذِیَارًا فَإِنَّهُمْ بِالْغَوَا فِي غُلُوبِهِمْ
وَمَرَدُوا عَلَى الْكُفْرِ وَتَرَكُوا الْإِسْلَامَ وَفَارَقُوا الْإِيمَانَ

إِلَى هَذِهِ الْمَقَالَةِ. (غنیہ، منقول از اِکفار المحدثین ص: ۴۲)
ترجمہ:- روافض نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ حضرت علیؑ نبی ہیں،
لعنت کرے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور تمام مخلوق اُن پر
قیمت تک، اور برباد کرے اُن کی کھیتوں کو، اور نہ چھوڑے ان
میں سے کوئی گھر بسنے والا، اس لئے کہ انہوں نے اپنے غلو میں
مبالغہ سے کام لیا اور کفر میں جم گئے، اور اسلام و ایمان کو چھڑایا،
اور اللہ تعالیٰ اور انبیاء اور قرآن کا انکار کیا، پس ہم اللہ تعالیٰ سے
پناہ مانگتے ہیں اس شخص سے جس نے یہ قول اختیار کیا۔

اور علامہ عارف باللہ شیخ عبدالغنی نابلسیؒ شرح فرائد میں عالی روافض کی تکفیر
کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:-

فَسَادُ مَذْهَبِهِمْ غَيٌّ عَنِ الْبَيَانِ بِشَهَادَةِ الْعَيَانِ كَيْفَ وَهُوَ
يُودِي إِلَى تَجْوِيزِ نَبِيِّ مَعَ نَبِينَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَبَعْدَهُ وَذَلِكَ يَسْتَلْزِمُ تَكْذِيبَ الْقُرْآنِ إِذْ قَدْ نَصَّ عَلَى
أَنَّهُ خَاتِمُ النَّبِيِّينَ وَآخِرُ الْمُرْسَلِينَ، وَفِي السُّنَّةِ: أَنَا
الْعَاقِبُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي. وَأَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلَى إِبْقَاءِ هَذَا
الْكَلَامِ عَلَى ظَاهِرِهِ وَهَذَا إِحْدَى الْمَسَائِلِ الْمَشْهُورَةِ
الَّتِي كَفَرْنَا بِهَا الْفَلَسِيفَةَ لَعْنُهُمُ اللَّهُ تَعَالَى. (از اِکفار ص: ۴۲)

ترجمہ:- اُن کے مذہب کا فساد محتاج بیان نہیں، بلکہ مشاہد ہے
اور کیوں نہ ہو جبکہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ہمارے آقا محمد صلی
اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یا بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو، اور اس سے
قرآن کی تکذیب لازم آتی ہے، اس لئے کہ اس کی تصریح کردی
گئی ہے کہ آپؐ خاتم النبیین ہیں اور آخر المرسلین ہیں، اور حدیث
میں ہے کہ: میں عاقب ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور
امت کا اجماع ہے یہ کلام اپنے ظاہر پر بغیر کسی تاویل و تخصیص

کے رکھا جائے، اور یہ بھی انہی مسائل میں سے ہے جن کی وجہ سے ہم نے فلاسفہ ملاعنہ کی تکفیر کی ہے۔

یہ سلوک و تصوف کے جلیل القدر ائمہ اُن روافض کو کافر قرار دیتے ہیں جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو نبی مانتے ہیں، حالانکہ خود روافض بھی اُن کے لئے مستقل اور تشریحی نبوت ثابت نہیں کرتے، معلوم ہوا کہ مطلقاً کسی قسم کی نبوت کسی شخص کے لئے تسلیم کرنا قرآن و حدیث کو جھٹلانا اور کفر صریح ہے۔

اور عارف باللہ شیخ عماد الدین اموی قدس سرہ جو اکابر اولیاء میں سے ہیں، اپنی کتاب ”حیات القلوب فی کیفیۃ الوصولی الی المحبوب“ میں مستقل طور پر طائفہ صوفیہ کے عقائد کو جمع فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:-

الْفَصْلُ الرَّابِعُ فِي شَرْحِ عَقِيدَتِهِمُ الَّتِي أَجْمَعُوا عَلَيْهَا وَمَا أَخَذُوا بِهِ مِنَ الْمَذَاهِبِ فِي فُرُوعِ الْأَحْكَامِ أَمَّا عَقِيدَتُهُمْ فَعَقِيدَةُ شَيْخِ السُّنَّةِ أَبِي الْحَسَنِ الْأَشْعَرِيِّ وَأَصْحَابِهِ مِنْ فَاتَحَتِهَا إِلَى خَاتَمَتِهَا.

(حیات القلوب بر حاشیہ قوت القلوب ج: ۲ ص: ۲)

ترجمہ:- چوتھی فصل عقائد صوفیہ کے بیان میں ہے جن پر ان کا اجماع ہو چکا ہے، اور ان مذاہب کے بیان میں جو انہوں نے فرعی احکام میں اختیار کئے ہیں، یعنی اُن کا عقیدہ تو وہی ہے جو امام اہل سنت شیخ ابوالحسن اشعریؒ اور ان کے اصحاب کا ہے، من اولہ الی آخرہ۔

اس اجمالی بیان کے بعد پھر اُن کے عقائد کو مفصلاً نقل فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:-

وَأَنَّ مُحَمَّدًا أَفْضَلُ الْأَنْبِيَاءِ وَأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى خَتَمَ بِهِ النَّبُوَّةَ.

(حیات القلوب مذکور، ج: ۲ ص: ۴)

ترجمہ:- اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء سے افضل ہیں، کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر نبوت کو ختم فرمادیا ہے۔

اور شیخ عارف باللہ تقی الدین عبدالملکؒ اپنی کتاب ”نزہۃ الناظرین“ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و خصائص شمار کرتے ہوئے مستقل طور پر ختم نبوت کو افضل ترین خصائص میں شمار کرتے ہیں، اور احادیث ختم نبوت کا ایک کافی حصہ نقل فرماتے ہیں، جو اس رسالے کے دوسرے حصے میں درج ہو چکی ہیں۔

(نزہۃ الناظرین ج: ۱ ص: ۱۵)

اور عارف باللہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ ”فتوحات“ میں تحریر فرماتے ہیں:-

فَأُخْبِرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الرُّوْيَا جُزْءٌ مِّنْ أَجْزَاءِ النُّبُوَّةِ فَقَدْ بَقِيَ لِلنَّاسِ فِي النُّبُوَّةِ هَذَا لَا غَيْرُهُ، وَمَعَ هَذَا لَا يُطْلَقُ اسْمُ النُّبُوَّةِ وَلَا النَّبِيُّ إِلَّا عَلَى الْمُشْرِعِ خَاصَّةً فَحَجَزَ هَذَا الْإِسْمُ لِمُخْصُوصٍ وَصِفٍ مُّعَيَّنٍ فِي النُّبُوَّةِ.

(فتوحات ج: ۲ ص: ۳۹۵)

ترجمہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتلایا ہے کہ (سچا) خواب اجزائے نبوت میں سے ایک جزو ہے، تو لوگوں کے واسطے نبوت میں سے یہ جزو رُویا وغیرہ کا باقی رہ گیا ہے، لیکن اس کے باوجود بھی ”نبوت“ کا لفظ اور ”نبی“ کا نام بجز صاحب شریعت کے اور کسی پر بولا نہیں جاسکتا، تو نبوت میں ایک خاص وصف معین ہونے کی وجہ سے اس نام (نبی) کی بندش کردی گئی۔

اور اسی کتاب میں دوسری جگہ ارشاد ہے:-

كَمَنْ يُوحَى إِلَيْهِ فِي الْمُبَشِّرَاتِ وَهِيَ جُزْءٌ مِّنْ أَجْزَاءِ النُّبُوَّةِ وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ صَاحِبُ الْمُبَشِّرَةِ نَبِيًّا فَتَقَطَّنْ لِعُمُومِ رَحْمَةِ اللَّهِ فَمَا تُطْلَقُ النُّبُوَّةُ إِلَّا لِمَنْ اتَّصَفَ بِالْمَجْمُوعِ فَذَلِكَ النَّبِيُّ وَتِلْكَ النُّبُوَّةُ الَّتِي حُجِزَتْ عَلَيْنَا وَانْقَطَعَتْ فَإِنَّ مِنْ جُمْلَتِهَا التَّشْرِيعُ بِالْوَحْيِ الْمَلَكِيِّ فِي

التَّشْرِيعِ وَذَلِكَ لَا يَكُونُ إِلَّا لِنَبِيِّ خَاصَّةً.

(فتوحات ج: ۲ ص: ۵۶۸)

ترجمہ:- جیسے کسی کی طرف مبشرات کی وحی آئی اور وہ مبشرات
اجزائے نبوت میں سے ہیں، اگرچہ صاحبِ مبشرہ نبی نہیں
ہو جاتا، پس رحمتِ الہیہ کے عموم کو سمجھو تو نبوت کا اطلاق اسی پر
ہو سکتا ہے جو تمام اجزائے نبوت سے متصف ہو وہ نبی ہے اور
وہی نبوت ہے جو ہم سے روک دی گئی اور منقطع ہو چکی، کیونکہ
نبوت کے اجزاء میں سے تشریع بھی ہے جو وحی ملکی سے ہوتی
ہے، اور یہ بات صرف نبی کے ساتھ مخصوص ہے۔

شیخؒ نے ان دونوں عبارتوں میں ٹھیک اسی عقیدے کا اظہار فرمایا ہے جو
جمہورِ امت اور تمام طائفہ صوفیائے کرام کی زبانی آپ سن چکے ہیں کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا عہدہ جلیلہ کسی کو عطا نہیں ہو سکتا، بلکہ جس چیز کا نام عرف
شرع میں ”نبوت“ ہے وہ بالکل منقطع ہو چکی ہے، البتہ کمالاتِ نبوت آپ صلی اللہ علیہ
وسلم کی امت کے افراد میں بہ نسبت اُمم سابقہ کے بھی زیادہ موجود ہیں، اس کا انکار نہ
علمائے ظاہر کرتے ہیں، نہ صوفیائے کرام، چنانچہ ہم حصہ اول میں اس کی تصریح بعض
آثار و احادیث سے بھی نقل کر آئے ہیں۔

نیز ان عبارتوں سے شیخؒ کے اس کلام کی مراد بھی حل ہو گئی، جو فتوحات کے
بعض دوسرے مقامات میں درج ہے کہ: ”نبوت بغیر تشریع کے باقی ہے“ کیونکہ اس
کلام کو ان عبارتوں کے ساتھ جوڑ دینے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شیخؒ نے کمالاتِ
نبوت اور مبشرات اور ولایت کو نبوتِ غیر تشریعی فرمایا ہے، جو اُن کی اپنی خاص
اصطلاح ہے۔

اور ان عبارتوں میں یہ صاف اعلان کر دیا کہ جو نبوت بغیر تشریع ہو وہ نبوت
نہیں کہلاتی، بلکہ نبوت کا اطلاق اسی وقت درست ہوتا ہے کہ جب تمام اجزائے نبوت
(جن میں تشریع بھی داخل ہے) مکمل موجود رہیں، اسلامی کتاب کا منصب ہے جو اصل تقریباً

وہی ہوا جو ایک حدیث کا مضمون ہے، جس میں ارشاد ہے کہ: ”سچا خواب اجزائے نبوت میں سے ہے“ مگر کسی کے نزدیک اس کو ”نبوت“ نہیں کہتے۔

اسی طرح شیخ کے کلام میں جب ایک طرف یہ تصریح موجود ہے کہ تشریع اجزائے نبوت میں سے ہے، اور دوسری طرف یہ فرماتے ہیں کہ نبوت بغیر تشریع باقی ہے، تو اس کا حاصل سوا اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ نبوت باقی نہیں، بلکہ بعض اجزائے نبوت باقی ہیں، جن کو نہ شرعاً نبوت کہا جاسکتا ہے نہ عرفاً، اور نہ خود شیخ اکبرؒ کی اصطلاح میں، کیونکہ وہ خود فرما چکے ہیں جب تک جزء تشریعی ساتھ نہ ہو اس وقت تک نبوت کا اطلاق جائز نہیں۔

یہاں سے مرزائیوں کے اُس فریب کی بھی قلعی کھل گئی جو انہوں نے شیخ اکبرؒ کے کلام کی آڑ لے کر مسلمانوں میں پھیلا یا ہے کہ شیخ اکبرؒ غیر تشریعی نبوت کی بقاء کے قائل ہیں، کیونکہ آپ ابھی خود شیخ کی زبانی معلوم کر چکے ہیں کہ غیر تشریعی نبوت، نبوت نہیں بلکہ بعض اجزائے نبوت ہیں۔

الغرض جس کی بقاء کے وہ قائل ہیں وہ نبوت نہیں، اور جو نبوت ہے اس کی بقاء کے قائل نہیں، اور یہی تمام اُمت کا اجماعی عقیدہ ہے، اور اسی پر ایمان واجب ہے۔

اور اگر بالفرض شیخ کی مراد ہماری سمجھ میں نہ آتی تب بھی نصوص قرآن و حدیث اور اجماع صحابہ اور جمہور اُمت کے متفقہ عقیدے کو شیخ اکبرؒ کی کسی موہوم عبارت پر شیخ کی جلالت قدر مُسلم ہونے کے باوجود ثار نہیں کیا جاسکتا۔

اور شیخ عبدالغنی نابلسیؒ شرح فصوص الحکم میں شیخ اکبرؒ کی ایک عبارت کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

وَقَدْ انْقَطَعَتِ النُّبُوَّةُ وَالرِّسَالَةُ بِنُبُوَّةِ نَبِيِّنَا وَرَسُولِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَيْثُ لَمْ يَبْقَ أَحَدٌ يَتَّصِفُ بِذَلِكَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. (شرح فصوص ص: ۸۱)

ترجمہ:- اور تحقیق نبوت و رسالت ہمارے رسول و نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ختم ہو چکی، اس طرح پر کہ کوئی ایسا شخص نہیں

باقی رہا جو قیامت تک اس وصفِ نبوت کے ساتھ متصف ہو سکے۔
 اور امام العارفین حضرت شیخ مجدد الف ثانی مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں:-
 چوں ایں فرقہ مبتدع اہل قبلہ اند در تکفیر آئنها جرأت نباید نمود
 تازمانیکہ انکار ضروریات دینیہ نمایند و رد متواتر احکام شرعیہ
 کنند، و قبولی ما علم محییہ من الدین بالضرورة نہ کنند۔

(مکتوبات امام ربانی ج: ۳ ص: ۳۸ ج: ۸ ص: ۹۰)

ترجمہ:- چونکہ یہ فرقہ مبتدع (روافض) اہل قبلہ ہے، اس لئے
 ان کی تکفیر سے اس وقت پرہیز کیا جانا چاہئے جب تک کہ
 ضروریات دینیہ اور متواتر احکام شرعیہ کا انکار و رد ثابت نہ
 ہو جائے۔^(۱)

جس میں تصریح ہے کہ جو مسئلہ اسلام میں متواتر اور ضروری الثبوت ہو اس
 کا انکار کفر ہے، اور یہ ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ مسئلہ نزیر بحث (ختم نبوت) اعلیٰ درجے
 کا تواتر لئے ہوئے ہے، اس لئے اس کا انکار حضرت مجدد کے نزدیک بھی کفر ہوگا۔
 اور اس مضمون کو شیخ اکبرؒ نے فتوحات ج: ۲ ص: ۲۵۷ میں بیان کر کے اتنا
 اور اضافہ کیا ہے:-

التَّائِيلُ الْفَاسِدُ كَالْكَفْرِ.

کہ ضروریات میں تاویل فاسد کرنا بھی مثل کفر کے ہے۔

یہ عارفین صوفیاء کے مقالات ہیں، جن میں سے چند بطور نمونہ ہدیہ
 ناظرین ہوئے، ان میں بھی آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ جمہور امت کی طرح یہ بلند پرواز
 جماعت بھی ہر قسم کی نبوت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم سمجھتی ہے اور اسی عقیدے
 کو جزو ایمان بتاتی ہے۔

علمائے امت کے ہر طبقے اور ہر جماعت میں سے چند ارکان و عمائد کی
 شہادتیں آپ کے سامنے آچکی ہیں، جن میں بغیر کسی تاویل و تخصیص اور بلا تقسیم و

(۱) اس ترجمہ کا اس جدید ایڈیشن میں اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲ نجیب غفرلہ
 کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

تفصیل کے جس چیز کا نام عرفِ شریعت میں ”نبوت“ ہے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مختتم مانا گیا ہے۔

اس کے بعد ہم انبیائے سابقین علیہم السلام اور اُمم سابقہ سے اسی دعوے کی شہادتیں پیش کرتے ہیں، جس کے آنکھ ہو دیکھے اور جس کے کان ہو سنے، وَمَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِنْ نُّورٍ۔

کتابِ قدیمہ توراۃ و انجیل میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور مسئلہ ختم نبوت پر انبیائے سابقین اور ان کی اُمتوں کی شہادتیں

www.KitaboSunnat.com

آخر میں ہم ناظرین کے سامنے کتبِ قدیمہ کے چند اوراق کھولتے ہیں، جن میں مسئلہ ختم نبوت زیر بحث پر کافی روشنی ڈال کر یہ جتلا دیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر قسم کی نبوت کا اختتام آپ کی ایک ایسی خصوصی فضیلت ہے کہ جماعتِ انبیاء میں سے آپ کے لئے طغریٰ امتیاز ہے، اور امتیاز بھی وہ کہ آپ کی تشریف آوری سے بہت پہلے دُنیا میں اس کا اعلان کر دیا گیا تھا۔

لیکن موجودہ توراۃ و انجیل چونکہ اپنے پرستاروں کے دستِ ظلم سے مسخ و فسخ اور حذف و ازدیاد کی آماجگاہ بنی ہوئی ہیں، اور ہم دیکھتے ہیں کہ آئے دن اُن کے بدلنے کے لئے کمیشن بیٹھتا ہیں، اس لئے ہم نے اس باب میں بھی اپنے علمائے سلف اور صحابہؓ و تابعینؓ کی نقلوں پر اعتماد کیا ہے جو مستند کتبِ حدیث سے اخذ کی گئی ہیں، جس کو ہم اگر اقوالِ محدثین میں داخل کرنا چاہیں تو بلا تکلف کر سکتے ہیں۔ پھر جب ہم نے اس میدان میں قدم رکھا تو ابوابِ سابقہ کی طرح یہ بھی ایک ناپیدا کنار دریا نکلا، جس کے چند موتی ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں، اور باقی کو بخوفِ تطویل حذف کیا جاتا ہے، وہی ہذا:-

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کی قوم

امام الفیثیر ابن جریر طبریؒ آیہ کریمہ: ”وَ أَخَذَ الْأَلْوَا حَ“ کے تحت ألواحِ توراۃ کا ذکر کرتے ہوئے ایک طویل حدیث کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:-

قَالَ مُوسَى: يَا رَبِّ! إِنِّي أَجِدُ فِي الْأَلْوَا حِ أُمَّةٌ هُمْ الْآخِرُونَ فِي الْخَلْقِ السَّابِقُونَ فِي دُخُولِ الْجَنَّةِ، رَبِّ اجْعَلْهُمْ أُمَّتِي. قَالَ: تِلْكَ أُمَّةٌ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ:- حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ: اے میرے رب! میں ألواحِ توراۃ میں ایک ایسی اُمت دیکھتا ہوں جو پیدائش میں سب سے آخری ہے اور دُخولِ جنت میں سب سے مقدم، اے میرے رب! ان کو میری اُمت بنادے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ: وہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہے۔

محدث ابو نعیمؒ نے بھی دلائل النبوة صفحہ: ۱۴ میں یہ روایت مفصل نقل کی ہے، نیز ابو نعیمؒ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں:-

میں آخر شب میں ایک ٹیلے پر تھا کہ یکا یک ایک بلند آواز سنی جس سے زیادہ بلند اور رسا آواز میں نے کبھی نہیں سنی تھی، دیکھا گیا تو وہ ایک یہودی تھا جو مدینہ طیبہ کے ایک ٹیلے پر ایک مشعل لئے ہوئے ہے، اس کو دیکھ کر لوگ جمع ہو گئے، اور کہا کیا ہوا؟ کیوں چلاتے ہو؟ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اس کو یہ کلمات کہتے ہوئے سنا:-

هَذَا كَوْكَبُ أَحْمَدَ قَدْ طَلَعَ هَذَا كَوْكَبٌ لَا يَطْلُعُ إِلَّا بِالنُّبُوَّةِ وَلَمْ يَبْقَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ إِلَّا أَحْمَدُ. (دلائل النبوة ص: ۱۷)

ترجمہ:- یہ ستارہ احمد طلوع ہو چکا، یہ ستارہ ہمیشہ نبوت کے ساتھ طلوع ہوتا ہے اور انبیاء میں سے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سوا

کوئی باقی نہیں رہا جو مبعوث نہ ہوا ہو۔

اور حضرت خویصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

یہود ہمارے ساتھ رہتے تھے، اور وہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے) ایک ایسے نبی کے پیدا ہونے کا ذکر کیا کرتے تھے جو مکہ میں مبعوث ہوں گے، اور ان کا نام احمد ہوگا، اور انبیاء میں سے اُن کے سوا کسی کی بعثت باقی نہیں رہی، اور یہ سب ہماری کتابوں میں موجود ہے۔ (رواہ ابونعیم فی الدلائل ص: ۱۷)

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے ابو مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ: میں ایک روز قبیلہ بنی عبدالاشہل میں گیا تھا، وہاں یوشع یہودی سے سنا کہ وہ کہتا تھا:-

ایک نبی کے پیدا ہونے کا زمانہ قریب آ گیا ہے، جن کو احمد کہا جاتا ہے، جو حرم میں پیدا ہوں گے، اور پھر کہا کہ: یہ بات تنہا یوشع نہیں کہتا بلکہ یثرب (مدینہ) کے تمام یہودی یہی کہہ رہے ہیں۔

ابو مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: میں یہاں سے فارغ ہو کر بنی قریظہ میں پہنچا، تو ایک جماعت دیکھی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کر رہی تھی، زہیر ابن باطان نے کہا کہ:-

لو کہ احمد طلوع ہو چکا ہے، اور یہ ستارہ جب ہی طلوع ہوتا ہے جب کوئی نبی پیدا ہوتا ہے، اور انبیاء میں سے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سوا کسی کی پیدائش باقی نہیں رہی، اور یہ (مدینہ) اُن کی ہجرت گاہ ہے۔ (رواہ ابونعیم فی الدلائل ص: ۱۸)

اور حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میرے والد توراۃ اور اس کلام پاک کے سب سے زیادہ عالم تھے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا، اور وہ جو کچھ جانتے تھے مجھ سے کچھ نہ چھپاتے تھے، جب اُن کی وفات قریب آئی تو مجھے بلایا اور کہا:-

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

بیٹا! تم جانتے ہو کہ جو کچھ علم مجھے حاصل تھا، میں نے تم سے کچھ نہیں چھپایا، مگر دو ورق ابھی تک میں نے تم پر ظاہر نہیں کئے تھے جن میں ایک نبی کا ذکر ہے، جن کی بعثت کا زمانہ قریب آگیا ہے، میں نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ تمہیں پہلے سے اس پر مطلع کر دوں، کیونکہ خطرہ تھا کہ کوئی کذاب اُٹھے اور تم اسی کو نبی موعود سمجھ کر اطاعت شروع کر دو، ان دونوں ورقوں کو میں نے اس طاق میں جس کو تم دیکھ رہے ہو گارے سے بند کر دیا۔

کعب احبار رضی اللہ عنہ نے (اس کا طویل دلچسپ قصہ لکھنے کے بعد) فرمایا کہ: پھر میں نے یہ دو ورق اس طاق سے نکالے تو ان میں یہ کلمات بھی لکھے تھے:-

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ خَاتِمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ.

(رواہ ابونعیم، از درمنثور ج: ۳ ص: ۱۲۲)

ترجمہ:- محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اور سب انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام

اور حضرت وہب بن منبہؓ نقل فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی، جس میں طویل کلام کے ضمن میں یہ کلمات بھی مذکور ہیں:-

إِنِّي بَاعْتُ نَبِيًّا أَمِيًّا أَفْتَحُ بِهِ أَذَانًا صُمًّا وَقُلُوبًا غُلْفًا وَأَغْنِيَا غَمِيًّا مَوْلَدُهُ بِمَكَّةَ وَمُهَاجَرُهُ بِطَبِيعَةِ وَمُلْكُهُ بِالشَّامِ (الی قوله) وَأَجْعَلُ أُمَّتَهُمْ خَيْرُ أُمَّةٍ (الی قوله) أَخْتِمُ بِكِتَابِهِمُ الْكُتُبَ وَبِشَرِيعَتِهِمُ الشَّرَائِعَ وَبِدِينِهِمُ الْأَدْيَانَ، الحديث.

(رواہ ابونعیم فی الدلائل ص: ۱۶ والسیوطی فی الدر المنثور ج: ۳ ص: ۱۱۳)

ترجمہ:- میں ایک نبی اُمی بھیجنے والا ہوں جس کے ذریعے سے میں بہرے کانوں اور بند دلوں اور اندھی آنکھوں کو کھول دوں

گا، ان کی جائے پیدائش مکہ، اور ہجرت گاہ مدینہ اور اقتدار شام میں ہوگا، (اس کے بعد فرمایا) اور ان کی اُمت کو بہترین اُمت بناؤں گا، ان کی کتاب پر آسمانی کتابیں اور ان کی شریعت پر تمام شریعتیں اور ان کے دین پر تمام ادیان ختم کر دوں گا۔

حضرت دانیال علیہ السلام

اور حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں کہ: اَرْضِ بَابِل سے بنی اسرائیل کی خلاصی کا سبب بخت نصر کا ایک طویل خواب ہوا ہے، جس میں اس نے ایک عظیم الشان بت دیکھا تھا، جس کا سر آسمان میں اور پاؤں زمین میں ہیں، اس کے اوپر کا حصہ سونے کا، اور درمیانی چاندی کا اور نیچے کا حصہ تانبے کا اور دونوں پنڈلیاں لوہے کی اور پاؤں مٹی کے ہیں، اچانک آسمان سے ایک پتھر آیا جو اس کے سر کی چوٹی پر پڑا جس سے اس کا ریزہ ریزہ ہو کر چاندی، سونا لوہا، تانبہ سب ایک ہو گیا، پھر دیکھا کہ یہ آسمانی پتھر بڑھ رہا ہے یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے اس نے تمام زمین کو گھیر لیا، اور سوائے آسمان اور اس پتھر کے کچھ نظر نہیں آتا، جس کی تعبیر اس زمانے کے نبی حضرت دانیال علیہ السلام نے مفصل بیان فرمائی، جس کے چند کلمات یہ ہیں:-

وہ پتھر جو بت کے سر پر پھینکا گیا وہ اللہ کا دین ہے، جو اس اُمت کے سر پر آخر زمانے میں ڈالا جائے گا، اور اللہ تعالیٰ ایک نبی اُمی عرب سے بھیجے گا، جس کے ذریعے سے تمام اُمم و ادیان کو زیر و زبر کر دیا جائے گا، جس طرح اس پتھر نے بت کو زیر و زبر کر دیا۔ (از دلائل البوعین ص: ۲۰)

اور یہی روایت سیوطی نے خصائص جلد ۱: صفحہ ۲۳۰ میں بھی مفصل نقل فرمائی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کی قوم کی شہادت

اور اُس کا قابل دید واقعہ

مالکؓ بادشاہ روم مقوقس کے یہاں پہنچے، مقوقس نے ہم سے پوچھا کہ: تم یہاں تک کیسے پہنچے؟ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب تو درمیان میں تھے، انہوں نے تمہیں روکا نہیں؟ ہم نے کہا کہ: ہم دریا کے کنارے کنارے چلے آئے، ہمیں بھی یہی خوف دامن گیر تھا۔

پھر اس نے پوچھا کہ: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمہیں جس دین کی دعوت دی تم نے اس کے متعلق کیا معاملہ کیا؟ ہم نے کہا کہ: ہم میں سے کسی نے بھی اُن کی دعوت قبول نہیں کی۔ اس نے پوچھا: کیوں؟ ہم نے کہا: وہ ایک نیا دین لے کر آئے ہیں جس پر ہمارے باپ دادا عامل نہیں، اور نہ بادشاہ (یعنی آپ) اور ہم اسی طریقے پر ہیں جس پر ہمارے آباء و اجداد گزر رہے ہیں۔

پھر مقوقس نے کہا کہ: اچھا اُن کی قوم (قریش) نے اُن کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ ہم نے کہا کہ: نوعمر لوگ اُن کے متبع ہو گئے، اور جو لوگ مخالف تھے انہوں نے مختلف مواقع میں کئی مرتبہ مقابلہ کیا، کبھی میدان اُن کے ہاتھ رہا اور کبھی اس نے فتح پائی۔

پھر مقوقس نے کہا کہ: کیا تم مجھے سچ سچ بتا سکتے ہو کہ وہ لوگوں کو کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ ہم نے کہا کہ: اُن کی دعوت کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں، جس کا کوئی شریک نہیں، اور ان تمام معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے آباء و اجداد پوجا کرتے تھے، اور نماز و زکوٰۃ کی تعلیم دیتے ہیں۔

مقوقس نے پوچھا: نماز اور زکوٰۃ کیا چیز ہیں؟ کیا اُن کے لئے کوئی وقت اور کوئی عدد مقرر ہے؟ ہم نے کہا: ہاں! وہ دن رات میں پانچ نمازیں پڑھتے ہیں، جن کے لئے خاص خاص نام بھی ہیں، اور وہ بینا مشقال سونے میں سے چالیسواں حصہ ادا کرتے ہیں، اسی طرح سے مفصل زکوٰۃ کے احکام سنائے۔

اس نے پوچھا کہ: پھر وہ یہ مال زکوٰۃ لے کر کہاں خرچ کرتے ہیں؟ ہم نے کہا کہ: وہ فقراء میں تقسیم کر دیتے ہیں، اور وہ صلہ رحمی اور ایفاء عہد کا حکم کرتے ہیں، اور یہ کہ سود لینا، زنا کرنا، شراب پینا حرام ہے، اور جو جانور اللہ کے نام پر ذبح نہ

کیا جائے اس میں سے نہیں کھاتے۔

مقوقس نے کہا: بیشک وہ نبی ہیں، جو تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے ہیں، اور اگر وہ قبۃ اور رُوم کے پاس تشریف لاتے تو وہ آپ کا اتباع کرتے، کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اُن کو اس کا امر فرمایا ہے۔ اور تم نے جو کچھ حالات و اوصاف اُن کے بیان کئے ہیں یہ سب وہی اوصاف ہیں جن پر انبیائے سابقین مبعوث ہوئے ہیں اور قریب ہے کہ انجام اُن کے ہاتھ ہوگا، یہاں تک کہ ایک تنفس اُن سے جھگڑنے والا نہ رہے گا، اور ان کا دین ہر اس حد تک غالب آجائے گا جہاں تک اُونٹ اور گھوڑے جاسکتے ہیں، اور جہاں تک انسانوں کی آبادی ہے، اور قریب ہے کہ ان کی قوم اُن سے نیزوں کے ساتھ مدافعت کرے گی۔

ہم نے کہا کہ: اگر تمام انسان بھی اُن کے دین میں داخل ہو جائیں تب بھی ہم داخل نہ ہوں گے۔ یہ سن کر مقوقس نے (نفرت سے) سر ہلایا اور کہا کہ: تم لہو و لعب میں ہو۔

پھر مقوقس نے پوچھا کہ: اُن کا نسب کیسا ہے؟ ہم نے کہا کہ: وہ نسب میں اشرف ہیں۔ اس نے کہا کہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور تمام انبیاء اسی طرح اپنی قوم میں شریف نسب سے بھیجے جاتے ہیں۔

پھر پوچھا کہ: اُن کے سچ بولنے کا کیا حال ہے؟ ہم نے کہا کہ: اپنی سچائی کی وجہ سے تمام عرب میں ”امین“ کے نام سے مشہور ہیں۔

یہ سن کر کہنے لگا کہ: تم اپنے معاملے میں پھر سے غور کرو، کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ تم سے سچ بولے اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولے؟

پھر کہا کہ: کن کن لوگوں نے آپ کا اتباع کیا؟ ہم نے کہا: نو عمر لوگوں نے، مقوقس نے کہا کہ: وہ اور حضرت مسیح علیہ السلام تمام انبیاء سابقین کی طرح ہیں۔

پھر پوچھا کہ: یثرب کے یہود نے اُن کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اس لئے کہ وہ اہل توراۃ ہیں۔ ہم نے بیان کیا کہ: انہوں نے مخالفت کی، تو اس نے اُن کا مقابلہ

یہ سن کر کہنے لگا کہ: وہ حاسد ہیں، حسد کی وجہ سے مخالفت کی، ورنہ وہ بھی اُن کے حال کو ایسا ہی جانتے ہیں جیسا کہ ہم جانتے ہیں۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہم اُن کے پاس سے اُٹھے، اور ایک ایسی بات سن کر اُٹھے جس نے ہمیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے منقاد و مطیع بنادیا تھا، اور ہم نے آپس میں کہا کہ: عجمی بادشاہ باوجود بُعد تعلقات کے اُن کی تصدیق کرتے ہیں اور اُن سے ڈرتے ہیں، اور ہم اُن کے رشتہ دار اور پڑوسی ہونے کے باوجود اُن کے ذین میں داخل نہیں ہوتے، حالانکہ وہ ہمیں دعوت دینے کے لئے ہمارے گھروں میں تشریف لائے۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں اسکندریہ میں مقیم رہا، اور کوئی کینہہ (گر جا) نہیں چھوڑا جس میں جا کر انہوں نے وہاں کے قبلی اور زوی پادریوں سے دریافت نہ کیا ہو کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کیا کیا صفات اپنی کتابوں میں پاتے ہو؟

کینہہ ابی غنی میں ایک بڑا مشہور پادری تھا جس کو متبرک سمجھ کر لوگ اپنے مریضوں کو دُعا پڑھوانے کے لئے اس کے پاس لاتے تھے، اور میں دیکھتا تھا کہ وہ پانچ نمازیں نہایت خشوع و خضوع سے پڑھتا تھا، میں نے اس سے دریافت کیا کہ:-

أَخْبَرْنِي هَلْ بَقِيَ أَحَدٌ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ؟ قَالَ: نَعَمْ! وَهُوَ آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ أَحَدٌ وَهُوَ نَبِيٌّ قَدْ أَمَرَنَا عِيسَى بِاتِّبَاعِهِ وَهُوَ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ الْعَرَبِيُّ اسْمُهُ أَحْمَدُ لَيْسَ بِالطَّوِيلِ وَلَا بِالْقَصِيرِ فِي عَيْنِيهِ حُمْرَةٌ، الْحَدِيثُ.

(رواہ ابو نعیم فی الدلائل ص: ۲۰، ۲۱)

ترجمہ:- مجھے بتلاؤ کہ کیا انبیاء میں سے کوئی نبی باقی ہیں؟ اس نے کہا: ہاں! اور وہی آخر الانبیاء ہیں، اُن کے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی اور نبی نہیں، وہ نبی ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہمیں اُن کے اتباع کا حکم فرمایا ہے، وہ نبی اُمی عربی

ہیں، اُن کا نام احمد ہے، نہ دراز قد ہیں نہ پست قد (بلکہ درمیانہ)، اُن کی آنکھوں میں سرخی ہے (اس کے بعد اور بہت سے اوصاف بیان کئے)۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے اس کے کلام کو خصوصاً اور دوسرے پادریوں کے کلمات عموماً یاد رکھے، اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام واقعہ سنایا اور مشرف باسلام ہو گیا، فَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى ذَلِكَ۔ ہمیں اس جگہ اس تمام واقعے سے صرف وہ سطر میں مقصود تھیں جو عربی عبارت میں نقل کی گئی ہیں، جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا کلی اختتام بتلایا گیا ہے، لیکن ناظرین کی دلچسپی کے لئے پورا واقعہ نقل کر دیا، جو فائدے سے خالی نہیں۔

اور بلال بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں ایک دفعہ تجارت کے لئے ملک شام کی طرف چلا، جب میں شام کے گرد و نواح میں پہنچا تو اہل کتاب میں سے ایک شخص ملا جس نے پوچھا کہ: کیا تمہارے یہاں کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ میں نے کہا: ہاں! اس نے پوچھا کہ: تم اُن کی صورت پہچانتے ہو؟ میں نے اقرار کیا، یہ سن کر وہ مجھے اپنے گھر لے گیا، میں اس کے گھر پہنچا، تو اندر داخل ہوتے ہی ٹھیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر نظر پڑی، ایک آدمی آپ کی پشت کے پیچھے کھڑا ہے، میں نے اس سے دریافت کیا کہ: یہ شخص جو آپ کی پشت کی جانب کھڑا ہے کون ہے؟ اس نے جواب دیا:-

إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيًّا إِلَّا كَانَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ إِلَّا هَذَا فَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ

وَهَذَا الْخَلِيفَةُ بَعْدَهُ۔ (رواہ الطبرانی کذا فی الکفر ج: ۶ ص: ۲۸۱)

ترجمہ:- بات یہ ہے کہ اس سے پہلے کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس کے بعد کوئی اور نبی نہ ہو سوائے اس کے کہ اُن کے بعد کوئی نبی نہیں، اور یہ شخص جو پیچھے کھڑے ہیں ان کے خلیفہ ہیں۔

بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: اب جو میں نے غور کیا تو پیچھے

حضرت ابراہیم علیہ السلام

امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ صحیفہ ابراہیمؑ میں لکھا ہوا ہے:-

إِنَّهُ كَانَتْ مِنْ وَلَدِكَ شُعُوبٌ وَشُعُوبٌ حَتَّى يَأْتِيَ النَّبِيُّ
الْأُمِّيُّ الَّذِي يَكُونُ خَاتِمَ الْأَنْبِيَاءِ.

(خصائص کبریٰ للسیوطی ج: ۱ ص: ۹)

ترجمہ:- آپ کی اولاد میں قبائل در قبائل ہوتے رہیں گے یہاں
تک کہ نبی اُمی آجائیں، جو خاتم الانبیاء ہوں گے۔

اور ابن جریرؒ اپنی تفسیر میں ابوالعالیہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت
ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کی:-

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ الْآيَةَ، قَدْ اسْتَجِيبَ لَكَ
وَهُوَ كَانَتْ فِي الْآخِرِ الزَّمَانِ.

یعنی اے ہمارے رب! ان میں ایک رسول بھیج الخ، تو
بذریعہ وحی اُن کو یہ جواب دیا گیا کہ آپ کی دعا قبول ہوگئی اور
وہ رسول آخری زمانے میں ہونے والے ہیں۔

اور امام بیہقیؒ بروایت عمرو بن الحکم نقل فرماتے ہیں کہ میرے آباء و اجداد سے
ایک ورق محفوظ چلا آتا تھا جو جاہلیت میں سلاً بعد نسل وراثت میں منتقل ہوتا رہا، یہاں
تک کہ دین اسلام ظاہر ہوا، پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف
فرما ہوئے تو لوگ یہ ورق آپ کی خدمت میں لائے، پڑھوایا گیا تو اس میں یہ عبارت
لکھی تھی:-

بِسْمِ اللَّهِ وَقَوْلُهُ الْحَقُّ هَذَا الذِّكْرُ لِأَمَّةٍ تَأْتِي فِي الْآخِرِ
الزَّمَانِ يَسْبُلُونَ أَطْرَافَهُمْ وَيَنْتَزِرُونَ عَلَى أَوْسَاطِهِمْ
وَيَخَوْضُونَ الْبَحَارَ إِلَى أَعْدَانِهِمْ فِيهِمْ صَلَوةٌ لَوْ كَانَتْ فِي
قَوْمِ نُوحٍ مَا أَهْلَكُوا بِالطُّوفَانِ، وَفِي عَادٍ مَا أَهْلَكُوا

بِالرَّيْحِ، وَفِي ثَمُودَ مَا أَهْلَكُوا بِالصَّيْحَةِ.

(خصائص کبریٰ ج: ۱ ص: ۱۶)

ترجمہ:- اللہ کے نام پر شروع ہے اور اسی کا قول حق ہے، یہ ذکر ہے اس اُمت کا جو آخر زمانے میں آئے گی، جن کے لباس کے اطراف چھوٹے ہوئے ہوں گے اور اپنی کمروں پر تہبند باندھیں گے اور دشمنوں کے مقابلے کے لئے دریاؤں میں گھس پڑیں گے، ان میں ایسی نماز ہوگی کہ اگر قوم نوح میں یہ نماز ہوتی تو وہ طوفان سے ہلاک نہ ہوتے، اور اگر قوم عاد میں ہوتی تو وہ طوفان سے ہلاک نہ ہوتے، اور اگر قوم ثمود میں ہوتی تو وہ ہولناک آواز سے ہلاک نہ کئے جاتے۔

جب یہ ورق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پڑھا گیا تو اس کے مضمون کو سن کر آپ خوش ہوئے۔

اور زید بن عمرو بن نفیلؒ جو علمائے اہل کتاب میں سے تھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے وفات پا گئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و صفات بیان کیا کرتے تھے، ایک دفعہ فرمایا:-

إِنِّي بَلَغْتُ الْبِلَادَ كُلَّهَا أَطْلُبُ دِينَ إِبْرَاهِيمَ وَكُلُّ أَسْأَلٍ
مِنَ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى وَالْمَجُوسِ يَقُولُ هَذَا الدِّينُ
وَرَأَاكَ وَيَسْعَتُونَ مِثْلَ مَا نَعْتُهُ لَكَ وَلَمْ يَبْقَ نَبِيٌّ غَيْرُهُ.

(خصائص کبریٰ ج: ۱ ص: ۲۵)

ترجمہ:- میں دینِ ابراہیمؑ کی طلب میں تمام شہروں میں پہنچا، اور یہود و نصاریٰ اور مجوس میں جس کسی سے پوچھتا تھا یہی جواب دیتا تھا کہ یہ دین تم سے آگے آنے والا ہے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہی اوصاف بیان کرتے تھے جو میں نے تم سے بیان کئے

اور محدث ابو نعیم حضرت سعد بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہود بنی قریظہ و بنی نصیر کے پادری، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات بیان کیا کرتے تھے، جب کوکب احمد طلوع ہوا تو سب نے متفقہ طور پر کہا:-
 اِنَّهٗ نَبِیٌّ وَّ اِنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ وَاَسْمُهُ اَحْمَدُ.

(خصائص ج: ۱ ص: ۲۷)

ترجمہ:- محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں، اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، اور آپ کا نام احمد ہے۔

نیز ابو نعیم زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ مدینہ کے ایک ٹیلے پر تھے، اچانک یہ آواز سنی:-

يَا اَهْلَ يَثْرَبَ! قَدْ ذَهَبَتْ وَاللهِ نُبُوَّةُ بَنِي إِسْرَائِيلَ هَذَا نَجْمٌ
 قَدْ طَلَعَ بِمَوْلِدِ أَحْمَدَ وَهُوَ نَبِيٌّ آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ مُهَاجِرُهُ إِلَى
 يَثْرَبَ. (خصائص ج: ۱ ص: ۲۷)

ترجمہ:- اے اہل یثرب! خدا کی قسم بنی اسرائیل کی نبوت جاتی رہی، یہ ستارہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت کے ساتھ طلوع ہوا ہے، اور وہ آخر الانبیاء ہیں، اور ان کی ہجرت کی جگہ یثرب ہے۔

امام بیہقی اور طبرانی اور ابو نعیم اور خرائطی خلیفہ بن عبیدہ سے نقل فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن محمد بن عدی بن ربیعہ سے پوچھا کہ: زمانہ جاہلیت میں تمہارے باپ نے تمہارا نام محمد کیسے رکھ دیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ: جو بات تم نے مجھ سے دریافت کی ہے، میں نے خود اپنے والد سے دریافت کی تھی، انہوں نے اس کا یہ واقعہ سنایا کہ:-

قبیلہ بنی تمیم کے ہم چار آدمی شام کے سفر کے لئے نکلے، جن میں ایک میں تھا، اور دوسرے سفیان بن مجاشع بن آدم، اور تیسرے یزید بن عمرو بن ربیعہ، اور چوتھے اسامہ بن مالک بن خندف، جب ہم ملک شام پہنچے تو ایک تالاب پر اترے، جس کے

کنارے پر درخت کھڑے تھے، ہمیں دیکھ کر ایک پادری ہمارے پاس آیا اور پوچھا: تم کون لوگ ہو؟ ہم نے کہا کہ: قبیلہ مضر کی ایک جماعت ہے، اس نے کہا:-

إِنَّمَا أَنْتُمْ سَوْفَ يُبْعَثُ مِنْكُمْ وَشَيْكَا نَبِيٍّ فَسَارِعُوا إِلَيْهِ وَخُذُوا بِحَظِّكُمْ مِنْهُ تَرُشِدُوا فَإِنَّهُ خَاتِمُ النَّبِيِّينَ.

ترجمہ:- تمہارے قبیلے میں عنقریب ایک نبی مبعوث ہونے والے ہیں، تم ان کی طرف جلدی پہنچو، اور اپنا حصہ دین ان سے لے لو، تم ہدایت پاؤ گے، کیونکہ وہ آخری نبی ہیں۔

ہم نے پوچھا کہ ان کا کیا نام ہے؟ انہوں نے ”محمد“ بتلایا، جب ہم وہاں سے واپس آئے تو اتفاقاً ہم چاروں کے چار لڑکے پیدا ہوئے، ہم میں سے ہر ایک نے اپنے لڑکے کا نام اس طمع پر ”محمد“ رکھ دیا کہ شاید یہ وہی نبی ہو جائیں۔

(خصائص کبریٰ ج: ۱ ص: ۲۳)

حضرت یعقوب علیہ السلام

ابن سعدؒ محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام پر یہ وحی نازل فرمائی:-

إِنِّي أُبْعَثُ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ مُلُوكًا وَأَنْبِيَاءَ حَتَّى أُبْعَثَ النَّبِيُّ الْحَرَمِيُّ الَّذِي تَبْنِي أُمَّتُهُ هَيْكَلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ وَهُوَ خَاتِمُ الْأَنْبِيَاءِ وَاسْمُهُ أَحْمَدُ.

ترجمہ:- میں آپ کی ذریت میں بادشاہ اور انبیاء پیدا کروں گا یہاں تک کہ حرم والے نبی مبعوث ہوں جن کی امت ہیکل بیت المقدس کو بنائے گی اور وہ خاتم الانبیاء ہوں گے اور ان کا نام

مسئلہ مزید بحث پر تمام شرعی حجتیں اور اُن کے متعلقات کافی طور پر پیش کرنے کے بعد اُن آزاد خیال لوگوں کی ضیافتِ طبع کے لئے کچھ سامانِ عقلی حکمتوں کا بھی پیش کر کے حجت تمام کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جن کے یہاں آزادی کے معنی ہی دین و مذہب سے بیزاری ہے، جنہیں قرآن و حدیث سے شفاء نہیں ہوتی، اگرچہ ایسے حضرات سے کیا توقع ہے کہ وہ ہماری عرض داشت پر بھی کان لگائیں، لیکن ۔

حجت تمام کرتے ہیں آج آسمان سے ہم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اختتامِ نبوت کی عقلی دلیلیں

مسئلہ ختم نبوت کے متعلق قرآن حکیم کا ناطق فیصلہ، احادیثِ نبویہ کی تصریحات، اجماعِ صحابہؓ اور پھر سینکڑوں علمائے سلف کے اقوال ناظرین کے سامنے آچکے ہیں، اور یہی تین اصول ہیں جن سے عقیدے کے مسائل ثابت ہو سکتے ہیں۔ چوتھے درجے میں قیاس بھی شرعی حجت ہے، لیکن اوّل تو بابِ عقائد میں قیاس محض حجت نہیں سمجھا جاتا، دوسرے قیاس فقہی معتبر ہونے کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ جس حکم کو قیاس سے ثابت کیا جاتا ہے وہ قرآن و حدیث میں مذکور نہ ہو، اور نہ صحابہ کا اجماع اس پر ہوا ہو، بلکہ یہ تینوں حجتیں جس حکم سے خاموش ہوں، صرف وہی قیاس سے ثابت کیا جاتا ہے، اس لئے قیاس فقہی اس مسئلے میں پیش نہیں کیا جاسکتا، منصوصات اور منقولات کی عقلی حکمتیں ہر وقت بیان کی جاسکتی ہیں۔

اگرچہ قرآن و حدیث اور آثارِ صحابہؓ و سلف کے اتنے بڑے ذخیرے کے سامنے آجانے کے بعد ایک سلیم الطبع سچا مسلمان تو یہی کہے گا کہ ۔

شد از حقائقِ عرفاں دلم خزینہٗ راز
گرافِ فلسفیاں کے بہ نیمِ فلس خرم

پر است گوش من از لہجہ ملک چو مسیح
کجا مشوش خاطر شود نہیق خرم

اور حقیقت یہی ہے کہ کسی مسئلے کی حقیقت اگر منکشف ہو سکتی ہے اور کسی تحقیق میں اگر شفاء صدر ہو سکتی ہے تو اس کا راستہ نور نبوت اور وحی الہی کے سوا نہیں، پائے استدلال نے کبھی اس میدان کو طے نہیں کیا، جن لوگوں نے محض اپنی عقل کو کافی سمجھ کر تحقیق کے میدان میں قدم رکھا ہے، عمر بھر ناکامی اور نامرادی کے ساتھ حیران و پریشان پھرنے کے بعد انہیں بھی وہی کہنا پڑا ہے جو دانائے روم نے فرمایا تھا۔

آزمودم عقل دور اندیش را

بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

الغرض قرآن و حدیث، اجماع اور آثارِ صحابہ پیش کرنے کے بعد کسی مسلمان کے لئے حاجت نہیں کہ عقلی حکمتیں پیش کرنے کا انتظار کرے، بلکہ اس کے نزدیک ساری عقلی حکمتیں اور عقلیں اس ایک حکمت پر قربان ہیں کہ جب ایک ذاتِ مقدس کو آفتاب سے زیادہ روشن علامات کے ذریعہ خدا کا رسول تسلیم کر لیا تو پھر جزئی حکم میں اس سے حکمت یا علت پوچھنا عقل اور حکمت کے خلاف ہے، کیونکہ وہ ایسی کامل اور مکمل عقل کا متبع ہے جس کے سامنے ساری دنیا کی عقلیں ہیچ ہیں، جس کے نشاط میں وہ کہہ اٹھتا ہے۔

افلاطون کا شکے می دید یونانے کہ من دارم

اس کا سینہ ایک ایسی حکمت سے معمور ہے جس کے سامنے ساری حکمتیں گرد ہیں۔

دلے دارم جواہر خانہ عشق است تحویش

کہ دارد زیر گردوں میر سامانے کہ من دارم

الحاصل ضرورت نہ تھی کہ شرعی حجتوں کو پیش کرنے کے بعد ہم اس میدان میں قدم رکھتے، لیکن دو وجہ سے اس کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اول تو یہ کہ نقل کو جب عقل کے ساتھ مطابق کر کے دکھلایا جاتا ہے تو یہ حکم دل میں اتر جاتا ہے، اور اس پر عمل کرنے میں مدد ملتی ہے۔ دوسرے یہ کہ مرزائیوں کی ابلہ فریب تحریفات نے جیسا

کہ قرآن و حدیث پر اپنا جال پھیلانا چاہا ہے، ایسے ہی یہ بھی ذہن نشین کرنے کی کوشش کی ہے کہ ختم نبوت کا عقیدہ عقل کے خلاف ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درجے کو گھٹانے والا ہے۔

چشمہ بد اندیش کہ بر کندہ باد

عیب نماید ہنرش در نظر

اس لئے ضرورت ہوئی کہ ان کا یہ طلسم توڑ کر عقلی طور بھی یہ دکھلادیا جائے کہ ختم نبوت عین مقتضائے عقل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ امتیازی فضیلت ہے جو آپ کی شان کو تمام انبیاء و رسل سے بڑھادیتی ہے۔

مرزائیوں نے اس باب میں بزور خطابت جو کچھ مسلمانوں کے قلوب میں ڈالنے کی کوشش کی ہے اُس کا خلاصہ دو یا تین باتیں ہیں۔

اول:- یہ کہ نبوت ایک رحمت ہے، اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم نبوت قرار دیا جائے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ رحمۃ للعالمین کے آتے ہی دُنیا سے رحمت منقطع ہوگئی، یہ اچھی برکت ہوئی کہ رحمت کا خاتمہ ہوگیا، اور قیامت تک اس کا دروازہ بند ہوگیا، اور یہ صریح توہین ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

دوم:- یہ کہ قدیم سے عادتہ اللہ اس پر جاری ہے کہ جب دُنیا میں گمراہی غالب آئی، لوگ صراطِ مستقیم سے ہٹنے لگے تو اپنی رحمتِ کاملہ سے کوئی نبی مبعوث فرمادیا۔ آج بھی جبکہ دُنیا پر ظلم و جور کی حکومت ہے، کفر و ضلالت کی گھٹائیں عالم پر چھاگئی ہیں، نبوت کی ضرورت پیدا ہوگئی، ادھر خداوند عالم کی رحمت میں کمی نہیں، اس لئے عادتہ اللہ کے مطابق ضرور کوئی نبی مبعوث ہونا چاہئے۔

سوم:- انبیائے سابقین میں سے جو اولوالعزم انبیاء گزرے ہیں، ان کے ماتحت بہت سے انبیاء انہی کی شریعت کی نشر و اشاعت کے لئے مبعوث ہوتے رہے ہیں جس سے ان کی عظمتِ شان ظاہر ہوتی ہے، کیونکہ ایک بادشاہ کے ماتحت جس قدر خود مختار سلطنتیں اور ریاستیں، رجاوے ہوتے ہیں اسی قدر اس بادشاہ کی عظمت ثابت ہوتی ہے اور شاہ کے بجائے اس کو شہنشاہ کہا جاتا ہے۔ اس فطری قاعدے کا مقتضاء

حصہ سوم

۴۳۴

ختم نبوت

بھی یہ ہے کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بجائے انقطاع نبوت کے انبیائے ماتحت کی اس قدر کثرت ہو جو انبیائے سابقین سے بھی بڑھ جائے۔

یہ چند کلمات ہیں جن کو دلفریب صورت سے مسلمانوں کے سامنے پیش کر کے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ شان اور فضیلتِ مطلقہ کے حامی ہیں، اور ختم نبوت کا عقیدہ اس کے خلاف ہے۔

ان سب باتوں کا اجمالی اور مختصر جواب تو یہ ہے کہ ختم نبوت کا عقیدہ (جیسا کہ ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں) ہم نے خود تصنیف نہیں کیا، بلکہ اس عظیم الشان رسول کے بھیجنے والے نے اور خود رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو کچھ ہمیں بتلایا ہے ہم نے تسلیم و انقیاد کو اپنا فرض سمجھ کر قبول کر لیا۔

بارہا گفتہ ام و باد دگر منگویم

کہ من گم شدہ ایں رہ نہ بخود می پویم

در پس آئینہ طوطی صفتم داشته اند

آنچہ استاد ازل گفت ہما می گویم

تو اگر بالفرض عقیدہ ختم نبوت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بڑی عظمت ظاہر نہیں ہوتی، تو کس کو حق پہنچتا ہے کہ خدا اور اس کے رسول پر زبردستی کر کے اس عظمت سے زائد کوئی عظمت آپ کے لئے ثابت کرے جو خداوندِ عالم نے آپ کو عنایت فرمائی ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ جس کو خدائے قدوس نے عقل و فہم کا کوئی حصہ عنایت فرمایا ہے وہ بلا تامل سمجھ سکتا ہے کہ ختم نبوت ایک ایسی فضیلت اور انتہائی عظمت ہے کہ ایک نبی کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی عظمت نہیں ہو سکتی، جس کی تفصیل مرزائیوں کے بیاناتِ مذکورہ کی ترتیب پر ذیل میں عرض کی جاتی ہے۔

امرِ اول کے متعلق گزارش ہے کہ نبوت کا رحمت ہونا تو مسلم ہے اور یہ بھی تسلیم کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس رحمت کے خاتم ہیں، لیکن اس سے یہ سمجھنا کہ دنیا اب رحمت سے خالی رہ جائے گی اور رحمۃ للعالمین کا وجود دنیا کے لئے (معاذ اللہ) کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

زحمت بن جائے گا، صرف مرزائی فہم اور مرزائیت کی برکات میں سے ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر رحمت کے مختلف چھوٹے چھوٹے دروازے بند کر کے ایک اتنا بڑا پھانک کھول دیا جائے جس سے سارے عالم کی تربیت اور پرورش ہو سکے تو کیا اس کو زحمت کہا جائے گا یا انتہائی درجے کی عظیم الشان رحمت؟ اور کیا یہ دُنیا سے رحمت کا انقطاع سمجھا جائے گا یا ساری دُنیا کا رحمت سے لبریز ہو جانا؟

اگر چھوٹی چھوٹی گولوں اور نالیوں کو بند کر کے ایک عظیم الشان نہر، یا معمولی وقتی اور مقامی نالیوں کو بند کر کے ایک عالمگیر جھڑی لگادی جائے تو اس کو دُنیا کے لئے خشک سالی کہا جائے گا یا حیاتِ دائم کا پیغام؟

ٹٹماتے ہوئے بے شمار چراغوں کو اٹھا کر اگر اتنا بڑا برقی گیس قائم کر دیا جائے جس کی روشنی تمام چراغوں کے مجموعے سے کہیں زائد ہو تو ان چراغوں کا ختم ہونا اور اندھیرا باعث ہوگا یا پہلے سے زیادہ روشنی کا؟ یا اُن گنت ستارے غائب ہو کر آفتابِ عالم تاب سامنے آجائے تو یہ ظلمت کا سبب ہوگا یا پہلے سے کہیں زائد نور کا؟ فَمَا لَهُمْ لَا الْقَوْمَ لَا يَكَاذُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا۔

ابتدائے عالم سے رحمتِ نبوت جزوی صورت سے محدود زمانہ اور محدود مکان کے لئے دُنیا میں آتی رہی، ایک خطے میں موسیٰ علیہ السلام خدا کی رحمت بن کر خلقِ اللہ کی تربیت کرتے ہیں، تو دوسرے میں شعیب علیہ السلام اسی خدمت کو انجام دیتے ہیں، ایک ملک میں اگر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی صورت میں رحمتِ خداوندی جلوہ گر ہوتی ہے تو دوسرے میں لوط علیہ السلام اسی رحمت کا پیکر بن کر آتے ہیں، اسی طرح زمانے کے اعتبار سے ایک زمانے میں آدم علیہ السلام ہیں تو دوسرے میں نوح علیہ السلام، ایک قرن میں ابراہیم علیہ السلام احکامِ الہی کی تبلیغ کرتے ہیں تو دوسرے میں موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے یہ خدمت سپرد ہوتی ہے۔

آخر میں یہ عنایاتِ الہیہ اور رحمتِ حق کا اقتضاء ہوتا ہے کہ اب وہ عالمگیر رحمت دُنیا میں بھیج دی جائے جو تمام رحمتوں کا سرچشمہ اور تمام انوار و برکات کا خزانہ ہے۔

وَلَيْسَ عَلَى اللَّهِ بِمُسْتَنْكَرٍ

أَنْ يَجْمَعَ الْعَالَمَ فِي وَاحِدٍ

یہ عالمگیر رحمت نبی الانبیاء سید الاولین والآخرین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ مبارکہ میں ظاہر ہوئی، جو تمام انبیاء و رسل کے کمالات کی جامع اور اس کی مصداق ہے۔

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ ید بیضا داری

آنچہ خواباں ہمہ دارند تو تنہا داری

انبیائے سابقین علیہم السلام اپنی اپنی حد میں سب شمعِ ہدایت تھے، لیکن جب یہ ماہتاب روشن ہو گیا تو سب کی روشنی اس کی روشنی میں مغلوب ہو گئی، اور اب سارے عالم کی تنویر کے لئے تنہا یہی کافی ہو گیا۔

گو شمع بکنجے بینش کز رخت امشب

کاشانہ ما را ہمہ مہتاب گرفت ست

یا یوں کہئے کہ انبیائے سابقین علیہم السلام نجومِ ہدایت تھے جو اپنی اپنی حد اور اپنے اپنے درجے کے مطابق عالم سے ظلمتِ کفر مٹانے میں مصروف تھے، ایک وہ وقت آیا کہ ارہاصت^(۱) خاتم الانبیاء کی صبح صادق نمودار ہوئی، اور پھر آفتابِ نبوت جلوہ آرا ہو گیا، تو وہ ستارے سب اپنی اپنی جگہ پر اُسی آب و تاب کے ساتھ ہونے کے باوجود آفتاب کی روشنی میں ظاہر نہیں ہو سکتے، اور اب سارے عالم کی نظریں صرف اسی کرۂ نور کو دیکھتی ہیں اور اسی کی ضیاء گستری پر عالم کے ظلمت و نور کا مدار ٹھہر گیا۔

رات محفل میں ہر ایک مہ پارہ گرم لاف تھا

صبح دمِ خورشید جب نکلا تو مطلع صاف تھا

اب کوئی مرزائی ہی ہوگا تو ان شمعوں یا ستاروں کے غائب ہونے پر ماتم

(۱) نبی کی عظمتِ شان اور سچائی ثابت کرنے کے لئے جو واقعات بطور خرقی عادت رونما ہوئے ان میں جو عطائے نبوت سے پہلے ظاہر ہوں ان کو ”ارہاص“ کہتے ہیں، اور جو بعد عطائے نبوت کے

کرے گا اور یہ سمجھے گا کہ: ”ہائے اب دُنیا نور سے خالی رہ جائے گی“ ایک بصیر انسان تو اس عالمگیر روشنی کو اپنا فخر سمجھ کر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے سوا کوئی کام نہیں کر سکتا۔

مرزائیوں سے میرا سوال

اس کے بعد میں خود مرزائیوں سے دریافت کرتا ہوں جس طرح آپ کی مزعومہ نبوت غیر تشریحی ایک رحمت ہے، اسی طرح تشریحی نبوت اور شریعت مستقلہ اور کتبِ سماوی کا نزول وحیِ ملکی وغیرہ کو غالباً آپ بھی زحمت نہ کہہ سکیں گے، بلکہ چار و ناچار رحمت ہی کہنا پڑے گا، اور ساتھ ہی آپ کو اقرار ہے کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بعد تشریحی نبوت اور شریعتِ جدیدہ کتبِ سماویہ کے نزول کا انقطاع بالکلیہ ہو چکا ہے، تو کیا جو الزام آپ ہم پر لگاتے ہیں وہی آپ پر نہیں لوٹ آیا کہ حضرت رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا کے لئے (نعوذ باللہ) انقطاعِ رحمت کا سبب ہو گئے، اگر رحمتِ شریعت کے انقطاع سے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شان اور رحمۃ اللعالمین ہونے میں فرق نہیں آتا تو غیر تشریحی نبوت کے انقطاع سے بھی نہیں آسکتا۔

الغرض نبوتِ تشریحی کی رحمت و برکت کا انقطاع جو آپ کو بھی مُسَلَّم ہے، جو آپ اس کا جواب دیں گے وہی جواب ہماری طرف سے اپنی مزعومہ غیر تشریحی نبوت کے لئے بھی خیال فرمائیں اور بس۔

اُمردوم کے متعلق مختصراً یہ گزارش ہے کہ بیشک ابتدائے عالم سے سنت اللہ یوں ہی جاری رہی ہے کہ کفر و ضلالت عالم کا احاطہ کر لے اور حق و باطل کا امتیاز نہ رہے تو خداوندِ عالم اپنی رحمتِ کاملہ سے کوئی نبی مبعوث فرما دیتے ہیں۔

لیکن موجودہ زمانے میں اس میں دو وجہ سے کلام ہے، اول تو یہ تسلیم نہیں کہ عالم کفر و ضلالت نے اس طرح گھیر لیا ہو کہ کفر و اسلام میں امتیاز نہ رہے، طالبِ ہدایت کو ہدایت کرنے والے موجود نہ ہوں، کیونکہ یہ بات جس طرح واقعات و مشاہدات کے خلاف ہے، اسی طرح حضرت خاتمیت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئی

کے بھی خلاف ہے جس میں ارشاد ہے:-

لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ عَلَى مَنْ
نَاوَاهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ تَعَالَى وَيَنْزِلَ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ.

(مسند احمد ج ۴: ص ۴۲۹ در جالہ کلہم ثقات)

ترجمہ:- میری امت میں ہمیشہ ایک جماعت حق پر قائم رہے گی
جو اپنے مقابل پر غالب رہے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا امر
آجائے اور عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں۔

ادھر واقعات و مشاہدات بتلاتے ہیں کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
کی روحانیت باوجود بعدِ زمان و مکان کے آج بھی اپنی امتِ مرحومہ کی تربیت میں
اسی طرح مصروف ہے، زمانے پر شرک و بدعات کی گھنائیں چھا جانے کے باوجود
آفتابِ نبوت کی ضیاء گستری نے دن کو رات نہیں ہونے دیا، اس قدر روشنی باقی ہے
کہ بصیر آنکھیں اچھے بُرے اور کھرے کھوٹے میں تمیز کر سکیں۔

انبیائے سابقین علیہم السلام اور ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال
ستاروں اور آفتاب کی سی ہے، آفتاب پر کتنا ہی ابر محیط ہو جائے، مگر اس کی ظلمت
شگاف شعاعیں تمام موادِ غلیظ کو پھاڑتی ہوئی عالم میں نور افشانی سے باز نہیں رہتیں، اور
ستاروں پر جب گھٹا چھا جائے تو عالم اُن کی روشنی سے محروم ہو جاتا ہے۔ ٹھیک اسی
طرح سمجھنا چاہئے کہ انبیائے سابقین علیہم السلام کے بعد جب کفر و ضلالت کا ابرِ غلیظ
عالم پر محیط ہوتا تو کفر و اسلام کا امتیاز مٹ جاتا تھا، اور اسی لئے بعثتِ نبوت کی احتیاج
ہوتی تھی، اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب وہی ضلالت کی
گھنائیں اُنھیں اور آفاقِ عالم پر چھا گئیں تو بیشک مذہبی مطلع غبارِ آلود ہو گیا، لیکن
بہر حال دن ہی رہا، اندھیری رات نہیں ہوگی۔

الغرض آفتابِ نبوت آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ضیاء گستری عالم
میں آج بھی اسی طرح وقفِ عام ہے، اس آفتاب کی شعاعیں اگر ایک زمانے تک
صدیق و فادریٰ اور ذی النورین و مرتضیٰ کی صورت میں جلوہ افروز ہیں تو آج بھی علماء
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

وصلحائے اُمت کی صورت میں اسی خدمت کو انجام دیتی ہیں جس کے لئے عہدِ قدیم میں انبیاء تشریف لاتے تھے، یہ صرف خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و فضیلت ہے کہ آپ کی اُمت کے افراد وہ کام کرتے ہیں جو انبیائے سابقین کیا کرتے تھے، سعید اور خوش نصیب لوگ اس سے آج بھی اسی طرح بہرہ اندوز ہوتے ہیں جیسے پہلے ہوتے تھے۔

ہست مجلس براں قرار کہ بود

ہست مطرب براں ترانہ ہنوز

اس لئے اس آفتاب کے ہوتے ہوئے نہ کوئی مشعل روشن ہو سکتی ہے اور نہ اس کی ضرورت۔

اور دوسرے اگر ضرورت بھی تسلیم کر لی جائے اور موجودہ زمانے کو عہدِ قدیم کے زمانہ فترت^(۱) سے کوئی امتیاز نہ رکھا جائے تو اوّل تو یہ خود سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سیادتِ مطلقہ اور نبوتِ شاملہ و عامہ کے منافی ہے، اور اس سے بھی قطع نظر کی جائے تو یہ کیا ضروری ہے کہ جب کبھی دُنیا میں کفر و ضلالت کی ظلمت عام ہو جائے تو ضرور نبی مبعوث ہوئے، کیونکہ یہ سنت اللہ اسی وقت تک ہے جب تک کہ اس کو عالم کا قیام منظور ہے، اور جب اس عالم کی اُجلِ مقدور پوری ہو جائے اور خلاقِ عالم کو یہی منظور ہو کہ اب اس قوم کا قصہ طے کیا جائے اور قیامت قائم ہو، تو پھر لامحالہ بعثتِ انبیاء کا سلسلہ قطع کرنا ضروری ہوگا، ورنہ قیامت کے آنے کی کوئی صورت ہی نہیں ہو سکتی۔

کیونکہ ادھر تو احادیث میں یہ تصریح ہے کہ قیامت اس وقت قائم ہوگی جب دُنیا میں کوئی ”اللہ، اللہ“ کہنے والا باقی نہ رہے گا، اور ادھر آپ کے خیال کے مطابق یہ ضروری ہے کہ جب لوگ خدائے تعالیٰ سے غافل ہونے لگیں تو کوئی نبی مبعوث ہو کر خدا کی یاد دوبارہ تازہ کر دے، تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ ابدالآباد تک عالم پر کوئی وقت ایسا نہ آئے جس میں کوئی ”اللہ، اللہ“ کرنے والا نہ رہے، اور جب ایسا کوئی وقت نہ آئے گا تو حسبِ تصریحاتِ احادیث قیامت بھی نہ آئے گی۔

(۱) ”فترت“ وہ زمانہ کہلاتا ہے جو ایک نبی کی وفات کے بعد دوسرے نبی کی بعثت کے درمیان ہو۔ ۱۲

خلاصہ یہ کہ غلبہ کفر و شرک اور فسق و فجور کے وقت انبیاء کے مبعوث فرمانے پر سنت اللہ جاری ہونا مُسَلَّم ہے، لیکن یہ اسی وقت تک ہے جب تک بقائے عالم مقصود ہو، اور جبکہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے اور مبعوث ہونے سے اس عالم کی پیدائش کا مقصد پورا ہو چکا تو اب قانونِ فطرت کے مطابق یہ دربار ختم ہو جانا چاہئے اور اس کی یہی صورت ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہو۔

امرِ سوم کے متعلق یہ عرض ہے کہ کسی نبی کے ماتحت یا اُن کے ساتھ دوسرے انبیاء کا مبعوث ہونا یہ اُن کی عظمتِ شان کو حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں بڑھاتا، کیونکہ تصریحاتِ قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ انبیاء علیہم السلام پہلے نبی کے کام کی تکمیل اور ان کی امداد کے لئے مبعوث ہوتے تھے، جس سے حضرت خاتمیت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ذاتی کمال کی بدولت مستغنی ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حضرت ہارون علیہ السلام کی بعثت کا جو سبب قرآن حکیم نے بیان فرمایا ہے وہ خود اسی مضمون کا شاہد ہے، فرماتے ہیں:-
سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ.

ہم تمہارے بازو تمہارے بھائی کے ذریعہ مضبوط کریں گے۔

اور خود حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کی نبوت کے لئے جو دُعا فرمائی ہے اس میں بھی اپنی بعض کمزوریوں کا عذر پیش کر کے بطور امداد اُن کو مبعوث کرنے کی درخواست کی ہے:-

وَلَهُمْ عَلَى ذَنْبٍ فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ. (الشعراء: ۱۳، ۱۴) هَارُونَ
أَخِي. اشدُّ بِهِ أَزْرِي. (طہ: ۳۰، ۳۱)

ترجمہ:- اور قومِ فرعون کا میں نے جرم کیا ہے، اس لئے مجھے خطرہ ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں۔ اس لئے میرے ساتھ میرے بھائی ہارون کو بھی مبعوث فرما دیجئے تاکہ اُن کے ذریعہ میں اپنی

حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت، ہمت اور کمالاتِ نبوت کا انتہائی درجہ چونکہ کسی اور نبی کی اعانت کا محتاج نہ تھا، اس لئے ضرورت نہ ہوئی کہ آپؐ کے ساتھ یا بعد میں کوئی نبی مبعوث کیا جائے۔

رہا یہ خیال کہ ایک بادشاہ کے ماتحت بہت سی خود مختار سلطنتیں اور ریاستیں ہونا اس کی عظمت کی دلیل ہے، اول تو نبوت کو ظاہری سلطنت پر قیاس کرنا محض بے معنی ہے اور یہی اجتہاد ہے تو عجب نہیں کہ یہ لوگ خداوندِ عالم کی عظمت اور قدرت کو بھی اس وقت تک کامل نہ مانیں جب تک کہ اس کے ماتحت اور بہت سے چھوٹے چھوٹے خدا نہ ہوں۔ (والعیاذ باللہ العلی العظیم)

اور اگر ملک الملوک کی شہنشاہی کے لئے ماتحت معبودوں کا ہونا ضروری نہیں تو اسی سلطنتِ الہیہ کے خلیفہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سیادت اور نبی الانبیاء ہونے کے لئے بھی آپؐ کے ساتھ یا بعد میں اور انبیاء کا ہونا ضروری نہیں۔ اس کے علاوہ اگر ذرا عقل سے کام لیا جائے تو ان خود مختار سلطنتوں کا وجود بادشاہ کے لئے باعثِ عظمت اس وقت ہو سکتا ہے جبکہ اُن کے تمام اختیارات اس بادشاہ کے دیئے ہوئے اور اسی کے اختیارات میں مدغم ہوں، اور جو ایسا نہیں تو ”دو بادشاہ در اقلیمے گنجد“ ایسی ہی صورتوں کے لئے مشہور ہے، اس بادشاہ میں اگر ہمت و طاقت ہے تو ایسے خود مختار کا وجود کبھی پسند نہیں کر سکتا جس کے اختیارات خود اس کی عنایات پر موقوف نہ ہوں۔

ادھر نبوت ایسی چیز نہیں کہ ایک انسان دوسرے انسان کو عطا کر دے، یا ایک نبی (خواہ وہ نبوت میں کتنا ہی بلند مرتبہ رکھتے ہوں) دوسرے کو نبی بنادیں، بلکہ یہ وہ منصب ہے جو بلا واسطہ خداوندِ قدوس کی جانب سے فائز ہوتا ہے۔

ایسی حالت میں کسی دوسرے نبی کا ساتھ مبعوث ہونا یا بعد میں اُن کے ماتحت مبعوث ہونا پہلے نبی کی زیادہ عظمت کو ثابت نہیں کرتا۔

اور اگر اس سے بھی قطع نظر کیجئے تو یہ بھی غلط ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت دوسرے انبیاء نہیں ہیں، کیونکہ بتقریحات قرآن و حدیث تمام انبیاء و

مرسلین آپ کے ماتحت اور آپ کے ہی جھنڈے کے نیچے ہیں، اور اسی بناء پر آپ کو نبی الانبیاء کہا جاتا ہے، ہاں! یہ مزید فضیلت ہے کہ اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ یا بعد میں بطور امداد انبیاء مبعوث ہوتے تھے، اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سیادتِ مطلقہ اور کمالِ مستغنی عن الاعداد کو واضح کرنے کے لئے آپ کے کل ماتحت انبیاء پہلے مبعوث ہو چکے، اور آپ سب کے بعد میں تشریف لائے، فَصَلَّى اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَلْفَ اَلْفَ صَلَوَات۔

قادیانیوں سے ایک سوال

اس کے بعد ہم مرزا صاحب اور مرزائیوں سے پوچھتے ہیں کہ اگر واقعی حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اسی پر موقوف تھی کہ آپ کے ماتحت غیر تشریحی طور پر انبیاء مبعوث ہوں تو کیا یہ ضروری نہ تھا کہ جس قدر انبیاء حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیاء کے ماتحت مبعوث ہوئے ہیں، آپ کے ماتحت اُن سب سے زیادہ مبعوث ہوتے؟ حالانکہ مرزا صاحب اپنی تصانیف میں صاف لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں میرے سوا کوئی نبی نہیں ہوا۔ تو یہ اچھی عظمت ہوئی حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ موسیٰ علیہ السلام کے ماتحت تو ہارون علیہ السلام جیسے جلیل الشان پیغمبر اور اُن کے بعد اُن کے بہت سے امثال مبعوث ہوں اور حضرت خاتمیت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت ساڑھے تیرہ سو برس میں صرف ایک نبی پیدا ہو، اور وہ بھی اس شان کے کہ اُن کی علمی، عملی، اخلاقی زندگی انہیں ایک ادنیٰ مسلمان بلکہ ایک باوقار انسان بھی ثابت نہیں کر سکتی، معاذ اللہ، یہ صریح تو ہیں ہے حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی، لَعَنَ اللہُ مَنِ ادَّعَاہَا۔

قانونِ فطرت بھی ختم نبوت کا مقتضی ہے

کائناتِ عالم پر سرسری نظر ڈالنے والا دُنیا میں دو چیزیں دیکھتا ہے، ایک وحدت، دوسری کثرت۔ لیکن جب ذرا تامل کیا جائے اور نظر کو عمیق کیا جائے تو معلوم کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ہوتا ہے کہ ان دونوں میں بھی وحدت ہی اصل الاصول ہے، جتنی کثرتیں سطحی نظر میں سامنے آتی ہیں وہ بھی کسی وحدت کے سلسلے میں بندھ کر قائم ہیں، اور جو کثرت کسی وحدت پر منتہی اور وحدت میں منسلک نہیں اس کا شیرازہ وجود منتشر ہو کر قریب ہے کہ عدم میں شامل ہو جائے، اس لئے ایسی کثرت کو موجود کہنا بھی فضول ہوگا۔

مثال کے لئے دیکھئے کہ جب ہم آسمان کی طرف نظر اٹھاتے ہیں تو اس کے محیر العقول طول و عرض میں بے شمار کثرتیں کھپی ہوئی دکھائی دیتی ہیں، لیکن جب ان کثرتوں کے سلسلے میں نظر ڈالی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کثرتیں ایک ہی مرکز کے ساتھ وابستہ ہیں، اور ایک ہی محور پر حرکت کر رہی ہیں، اور اگر ان کا سلسلہ اس وحدت پر منتہی نہ ہوتا تو یہ نظامِ سماوی کسی طرح باقی نہ رہ سکتا تھا۔

آسمان سے نیچے اتر کر موالیدِ ثلاثہ میں بھی یہی فطری قانون نافذ ہے، جمادات کے ذرہ ذرہ پر نظر ڈالو تو کس قدر بے شمار کثرتیں سامنے آتی ہیں، لیکن وہ سب بھی اسی طرح ایک وحدت میں منسلک ہیں، اور جب رشتہٗ انسلاک ٹوٹتا ہے تو اس کے لئے موت کا پیام ہوتا ہے۔

نباتات میں بے شمار شاخیں، پتے اور پھل پھول نئے نئے رنگ اور نئی نئی وضع میں کثرت کی شان لئے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، لیکن اگر ان کی انتہاء ایک جڑ کے ساتھ وابستہ نہ ہو تو فرمائیے کہ اس باغ و بہار کی عمر کتنی رہ سکتی ہے؟

حیوانات میں ہاتھ، پاؤں، آنکھ، ناک اور تین سوساٹھ جوڑوں کی کثرت موجود ہے لیکن اگر یہ سب ایک رشتہٗ وحدت میں منسلک نہ ہوں تو یہی اس کی موت ہے۔

اس کے بعد دُنیا میں تمام مشینوں، انجنوں، گاڑیوں، برقی تاروں اور واٹر ورکس کے نلوں وغیرہ وغیرہ پر نظر ڈالئے تو سب کو اسی قانونِ فطرت کی جکڑ بند سے آباد پائیں گے، اور جب کسی انجن کے کل پُرزے اُس کی رُوح (اسٹیم) سے علیحدہ ہوں، یا گاڑیوں کا باہمی ربط ٹوٹے یا برقی تاروں کا اتصال بجلی کے خزانے کے ساتھ نہ رہے، یا پانی کے نل واٹر ورکس سے منقطع ہو جائیں تو اُن کا وجود بھی بے کار ہے۔

کائناتِ عالم کی ان مثالوں پر نظر کر کے جو قانونِ قدرت ذہن نشین ہوتا ہے، نبوت اور رسالت بھی اس سے علیحدہ نہ ہونی چاہئے، بلکہ عالم کی تمام نبوتوں کا سلسلہ بھی کسی ایسی نبوت پر ختم ہونا چاہئے جب سب سے زیادہ اقویٰ و اکمل ہو اور جس کے ذریعے سے نبوتوں کی کثرت ایک وحدت پر منتہی ہو کر اپنے وجود کو قائم اور مفید بنا سکے، اور مُسَلَّم ہے کہ اس سیادت و فضیلت کے حق دار صرف حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہو سکتے ہیں، جن کی سیاست پر انبیائے سابقین علیہم السلام اور اُن کی کتبِ سادیہ اور پھر اُن کی اُمّتیں خود گواہ ہیں، جن کی تصریحات ابھی آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

اور یہی رمز ہے اس میثاق میں جو تمام انبیاء و رسل سے لیا گیا کہ اگر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پائیں تو آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی مدد کریں، ارشاد ہے:-

لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ.

ضرورت آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی مدد کریں۔

اور اس میثاق کی تصدیق و سیادت کو ثابت کرنے کے لئے خداوندِ عالم نے دو مرتبہ دُنیوی حیات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ جمع فرمایا، اور یہ سیادت اس طرح ظاہر فرمائی کہ آپ تمام انبیاء علیہم السلام کے امام ہوئے، جس کا مفصل واقعہ اسراء و معراج کے تحت میں تمام کتبِ حدیث میں صحیح و معتبر روایات سے منقول ہے، پھر آخرِ زمانہ میں انبیائے سابقین علیہم السلام میں سب سے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا صریح طور پر رقبہ بنا کر بھیج دیا، تاکہ اس میثاق پر صاف طور سے عمل ہو جائے۔

اور پھر قیامت میں شفاعتِ کبریٰ کے ذریعہ تمام انبیاء علیہم السلام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیادت واضح فرمائی جائے گی۔ الغرض عقل و حکمت اور قانونِ

کتاب و فطرت کا اجماعی حکم کہ تمام نبیائے ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر ختم ہو جائیں۔

قانونِ فطرت کی دوسری نظیر

دنیا کی اکثر چیزوں پر جب نظر ڈالی جاتی ہے تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ ایک مقصد کے پورا کرنے کے لئے سینکڑوں اسباب و آلات کام میں آتے ہیں، اور ایک زمانہ دراز ابتدائی مقدمات طے کرنے میں صرف ہوتا ہے، سب سے آخر میں اصل مقصود کی صورت نظر آتی ہے۔

مثال کے لئے درختوں کو دیکھئے اور بیج بونے کے وقت تک تمام درمیانی مراحل پر تفصیلی نظر ڈالئے تو معلوم ہوگا کہ ان تمام کاوشوں کا اصلی مقصود یہ تھا جو آج سامنے آیا ہے۔

اسی طرح تمام کائنات کی پیدائش کا اصلی مقصد اور تمام نبوتوں کا خلاصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور قانونِ فطرت کے موافق آخر میں تشریف لائے ہیں۔ اسی مضمون کو سندی شیخی و استاذی حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب صدر المدرّسین دارالعلوم دیوبند نے اس بلیغ شعر میں ادا فرمایا ہے ۔

اے ختمِ رُسل اُمتِ تو خیر الائم بود
چوں ثمرہ کہ آید ہمہ در فصلِ نصیری

تیسری نظیر

اسی طرح شاہی درباروں پر نظر ڈالو کہ ایک مدت پہلے سے اس کا انتظام کرنے کے لئے سینکڑوں بڑے چھوٹے حکام برسرِ کار آتے ہیں، لیکن ان سب کا اصلی مقصد سلطانی دربار کے لئے راستہ ہموار کرنا ہوتا ہے، اور اسی لئے جب دربار کا وقت آتا ہے اور بادشاہ تختِ سلطانی پر جلوہ افروز ہو کر مقاصدِ دربار کی تکمیل کرتا ہے تو اس کے بعد اور کسی کا انتظار باقی نہیں رہتا، اور اسی پر دربار ختم ہو جاتا ہے۔

مسئلہ زیرِ بحث میں بھی اسی طرح سلطان الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر سلسلہ

ختم نبوت

۴۴۶

حصہ سوم

نبوت کا ختم ہو جانا بالکل قانونِ فطرت اور مقتضائے عقل کے موافق ہے۔

اسی قسم کی سینکڑوں نظیریں ذرا تامل سے ہر شخص نکال سکتا ہے۔

قرآن و حدیث اور اجماعِ امت اور اقوالِ سلف اور پھر عقلی وجوہ کا جس

قدر ذخیرہ اب تک اس رسالے میں جمع ہو چکا ہے ایک بصیرت والی آنکھ اور سماعت

والے کان کے لئے کفایت سے بہت زائد ہے، اور ازلی بد بخت کا کوئی علاج نہیں۔

أرجوا أن ينفعني والمسلمين به

وہو ولی التوفیق وخیر الرفیق فی کل مضیق

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ زیر بحث یعنی ختم نبوت پر میرے گواہ

أُولَٰئِكَ أَشْهَادِي فَجِئْنِي بِمِثْلِهِمْ
إِذَا جَمَعْتُنَا بِغَلَامِ الْمَجَامِعِ

آخر میں ہم اپنے اُن گواہوں کی فہرست پیش کرتے ہیں جن کی شہادتیں اس رسالے میں موقع بموقع قلم بند ہو چکی ہیں، تاکہ ناظرین خود مقدمے کا فیصلہ کر سکیں، اور ہر شخص اپنی عاقبت کو پیش نظر رکھ کر کسی ایک جانب کو اختیار کرنے سے پہلے دیکھ لے کہ میں کس گروہ میں داخل ہوتا ہوں، اور کس کو چھوڑتا ہوں؟

خداوندِ عالم جل ذکرہ و مجدہ

سب سے پہلے خدائے جل و علا کا کلامِ پاک ہمارا گواہ ہے (وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا) جس نے نہ صرف دو چار آیتوں میں بلکہ پوری سوا آیات میں صراحتہً و اشارۃً اس مسئلے کو بیان فرما کر ہر تاویل و تخصیص کا راستہ بند کر دیا ہے، اور جن میں کسی ایک جگہ اشارہ بلکہ شبہ اور وہم بھی اس معنی کا نہیں ہوتا جو مرزا صاحب اور اُن کے قابعین نے ایجاد کئے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام

یہ برگزیدہ جماعت جس کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار سے کم نہیں، جب اُن میں سے کوئی رسول دُنیا میں آیا اس نے اپنے فرائض منصبی میں اس کو بھی اہم ترین فرض سمجھا کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور آپؐ پر ہر قسم کی نبوت کے اختتام کا اعلان کر دے، جیسا کہ بحوالہ رُوح المعانی اخذِ میثاق کی تفسیر میں گزر چکا ہے،

کہ ازل میں انبیاء علیہم السلام سے جو میثاق لیا گیا تھا، اس میں یہ بھی داخل تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے کا دنیا میں اعلان فرمادیں۔

اس لئے ہر نبی اور رسول کا فرض تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کے اعلان کے ساتھ اس کو بھی بیان کر دیں کہ آپ ہی خاتم الانبیاء ہیں، اور آپ کے بعد اور کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔

چنانچہ اس مقدس جماعت نے اس کی تکمیل کی، جن میں سے حضرات ذیل کی تصریحات اُن کی آسمانی کتب و صحائف سے ابھی نقل کی جا چکی ہیں:-

حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

اس جماعت نے بھی مطلقاً انقطاع رسالت و نبوت کی خبر دی، کوئی اشارہ بھی اس طرف نہ کیا کہ کوئی قسم غیر تشریحی یا ظلی یا بروزی پھر بھی باقی رہے گی، اُن کے بعد خود حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

تشریف لائے تو آپ نے دو سو دس احادیث میں اس مسئلے کو مختلف عبارات اور مختلف عنوانات سے مختلف مجالس میں اس طرح بیان فرمایا کہ مسئلے کا کوئی پہلو یا اس کی کوئی قید و شرط مخفی نہ رہی۔

لیکن ان تمام احادیث کے طویل دفتر میں بھی کہیں نہ بیان کیا گیا کہ اختتام نبوت سے ہماری مراد صرف شریعتِ جدیدہ کا اختتام ہے، غیر تشریحی یا ظلی، بروزی طور پر کوئی قسم نبوت کی ہمارے بعد بھی باقی رہے گی۔ اور پھر یہی نہیں بلکہ بہت سی احادیث میں صراحت ہر قسم کی نبوت کا انقطاع صاف طور پر بیان کر کے تمام اُن تحریفات کی جڑ کاٹ دی جو مرزا صاحب اور اُن کی اُمت نے ایجاد کی ہیں۔

صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین

میرے گواہوں کی چوتھی قسط صحابہ و تابعین کی وہ مقدس جماعت ہے جو انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام مخلوقاتِ اولین و آخرین سے افضل ہیں، جن میں سے ترانوے کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

حضرات کی شہادتیں اس رسالے میں قلم بند ہو چکی ہیں، لیکن ہمیں ان کے بیانات سے بھی کوئی لفظ ایسا نظر نہیں پڑتا جس میں تشریحی، غیر تشریحی، یا ظنی بروزی، یا لغوی مجازی نبوت کی تفصیل کر کے کسی قسم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی باقی بتلایا گیا ہو، بلکہ نہایت وضاحت کے ساتھ جمیع اقسام نبوت کے اختتام کا اعلان کر کے مدعی نبوت کے کفر و ارتداد کے حکم پر اجماع کیا گیا ہے۔

حضراتِ محدثین

ہمارے گواہوں کی پانچویں قسط وہ حضراتِ محدثین ہیں جنہوں نے احادیثِ نبویہ کے ایک ایک لفظ نہیں بلکہ ایک ایک زیر و زبر کی تحقیق کے لئے سینکڑوں، ہزاروں میل کے سفر قطع کئے، اور اپنی عمر کے لیل و نہار ان کے الفاظ کی تحقیق اور معانی کی تشریح میں صرف کر کے ایسا منفع اور صاف کر دیا کہ کسی شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ اس جماعت سے آڑھ حضرات کی شہادتیں اس مقدمے میں پیش کی جا چکی ہیں، لیکن ان میں بھی کسی کی زبان سے نہ نکلا کہ اختتامِ نبوت باقی ہے، بلکہ انہوں نے پہلے حضرات سے زیادہ وضاحت سے ہر قسم کی نبوت و وحی کا انقطاع اور ہر مدعی نبوت کے کفر و ارتداد کا حکم دیا۔

حضراتِ مفسرین

میرے شہداء کی چھٹی قسط حضراتِ مفسرین ہیں، جنہوں نے قرآنِ کریم کے ایک ایک حرف بلکہ زیر و زبر اور حرکت و وقف کی تشریح و تفسیر کے لئے اپنی عمروں کو وقف کر کے آیاتِ فرقانیہ کو اس طرح واضح فرما دیا کہ کسی شبہ کا راستہ باقی نہ رہے، جن میں سے پچیس حضرات کی شہادتیں اسی رسالے میں گزر چکی ہیں۔ اس مقدس جماعت نے بھی اس معمر کو حل نہ کیا جو مرزاجی اور اُن کی اُمت کا مدعا ہے، بلکہ (معاذ اللہ) اُمت کو اس گمراہی اور غلطی میں رہنے دیا جس میں اب تک تمام حضراتِ سابقین نے چھوڑا تھا، یعنی کسی نے نہ فرمایا کہ ختم نبوت سے فقط شریعتِ جدیدہ کا اختتام مقصود ہے، بعض اقسامِ نبوت اور بھی باقی رہیں گی۔

حضرات فقہائے مذاہبِ اربعہ حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ

مسئلہ زیر بحث اگرچہ اصولی مسئلہ ہونے کی وجہ سے فقہاء کے فرائض سے علیحدہ ہے، لیکن کہیں کہیں ضمنی طور پر کلماتِ کفر اور موجباتِ ارتداد کو بیان کرتے ہوئے ان حضرات نے بھی اس سے تعرض کیا ہے، جن میں سے مذاہبِ اربعہ حنفیہ، شافعیہ، مالکہ، حنبلیہ کے دس حضرات کی عبارتیں نقل کی جا چکی ہیں، جن میں ہر مدعی نبوت اور اس کی تصدیق کرنے والوں کو ہی کافر و مرتد نہیں بتلایا گیا بلکہ اس شخص کو بھی باتفاق کافر کہا گیا جو مدعی نبوت کے دعوے میں سچائی کا احتمال بھی پیدا کرے۔

یہ حضرات اگرچہ بال کی کھال نکالنے والے ہیں، مگر انہوں نے بھی کوئی تفصیل نہ فرمائی، کہ یہ سنگین جرم (کفر) صرف اس شخص پر عائد ہے جو نبوتِ مستقلہ اور شریعتِ جدیدہ کا مدعی ہو، یا اس کی تصدیق کرنے والا ہو، غیر تشریع یا ظلی بروزی یا لغوی یا مجازی طور پر اگر کوئی دعویٰ کرے یا اس کی تصدیق کرے تو وہ اس میں داخل نہیں۔

حضرات متکلمین

گواہانِ ختم نبوت کی ساتویں قط حضرات متکلمین ہیں، جن میں سے سولہ حضرات کے بیانات قلم بند کئے گئے ہیں، ان حضرات کے یہاں اگرچہ بات بات پر اور حرف حرف پر بحث و مباحثے کا بازار گرم ہے، ایک عبارت میں جتنے احتمالات عقلی طور پر ہو سکتے ہیں ان کے یہاں تقریر یا تردیداً تمام زیر بحث آجاتے ہیں، لیکن ان میں بھی کسی کے منہ سے یہ نہیں نکلا کہ ختم نبوت سے صرف شریعتِ جدیدہ و مستقلہ کا اختتام مقصود ہے، غیر تشریحی طور پر نبوت بعد میں بھی ہو سکتی ہے۔

صوفیائے کرام

آخر میں ہم وہ گواہ پیش کرتے ہیں جن کے مقالات و حالات مقامِ نبوت کے اخلال ہیں جن کے علوم و معارف کا میدان صرف اوراقِ کتب نہیں، بلکہ الہامِ کتابی اور مکاشفات بھی اُن کے مشعلِ راہ ہیں، جن میں کتب سے دینِ حضرات کی شہادتیں

ابھی درج کی گئی ہیں۔

اس نکتہ رس اور دقیقہ سنج جماعت نے بھی اُمت کو یہ اطلاع نہ دی کہ اصطلاح شریعت اور قرآن و حدیث میں جس کو نبوت کہا جاسکتا ہے اس کی کوئی قسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی باقی رہے گی، بلکہ علمائے ظاہر اہل سنت والجماعت کے عقائد اور بیانات کے مطابق انہوں نے بھی مطلقاً ہر قسم کی نبوت کو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم سمجھا اور سمجھایا۔

الغرض ابتدائے آفرینش سے آج تک انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرامؓ اور علماء و صلحاء کی بے شمار جماعتیں جس چیز کی گواہی دیتی چلی آئیں اور کسی نے اس میں تاویل و تخصیص کی شاخ نہ نکالی بلکہ اپنے اطلاق پر تسلیم کیا اور کرایا، آج اگر کوئی شخص ان سب کے خلاف اس میں تحریف کرنے لگے تو اس کے سوا کیا کہا جائے۔

سرِ خدا کہ عارف و زاہد کسے نہ گفت

در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

اور میں تو پھر وہی عرض کروں گا جو پہلے کرچکا ہوں، کہ اگر حق و ہدایت ان حضرات انبیاء و صحابہؓ و غیرہم کے راستے کے سوا کہیں اور ہے تو مجھے ایسے حق کی ضرورت نہیں، میں ایسی ہدایت سے معافی چاہتا ہوں۔

وَرَشَادِيْ اِنْ يَّكُنْ فِىْ سَلَوَتِيْ

فَدَعُوْنِيْ لَسْتُ اَرْضٰى بِالرَّشَادِ

ترجمہ:- اور میری ہدایت اگر اسی میں مضمر ہے کہ میں ان

حضرات سے علیحدہ ہو جاؤں تو تم مجھے چھوڑ دو، میں ایسی ہدایت

کا خواہاں نہیں۔

اور نہایت شرح صدر کے ساتھ کہوں گا کہ اگر ان حضرات کا اتباع گمراہی ہے تو وہ گمراہی ہی میرا مذہب ہے، مجھے اس سے زیادہ کسی چیز کی ضرورت نہیں، وَلِنَعْمَ مَا قَالَ اِشَافِعِيْ۔

إِنْ كَانَ رِفْضًا حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ
فَلْيَشْهَدْ الثَّقَلَانِ إِنِّي رَافِضٌ

ترجمہ:- اگر آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا نام رافضیت ہے تو
جن و انس گواہ رہیں کہ میں بھی ایسا رافضی ہوں۔

اگر کسی مجنوں کے نزدیک یہ سارے افضل المخلوق، خلاصہ کائنات (معاذ
اللہ) گمراہ ہیں تو میں تنہا ہدایت پا کر کیا کروں گا۔

وَمَا أَنَا إِلَّا مِنْ غَزِيَّةٍ إِنْ غَوَتْ
غَوِيْتُ وَإِنْ تَرَشَّدَ غَزِيَّةٌ أَرَشُدَ

ترجمہ:- میں قبیلہ غزیہ کا ایک فرد ہوں، اگر غزیہ سب گمراہ
ہوئے تو میں بھی گمراہ ہوں، اور اگر وہ ہدایت پر ہیں تو میں بھی
ہدایت پر ہوں۔

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

قادیانیوں کی خدمت میں ایک دردمندانہ و مخلصانہ گزارش

سب سے پہلے تو یہ حلفیہ گزارش ہے کہ واللہ باللہ ثم باللہ کہ مجھے مرزا صاحب اور اُن کے متبعین سے کوئی بغض یا عناد نہیں، اور جو اوراق اس بحث میں سیاہ کئے ہیں ان کی غرض نہ اپنی حرف دانی کا اظہار ہے، اور نہ اُن مغالطات گالیوں کا بدلہ لینا جو مرزا صاحب اور اُن کے متبعین نے ہمارے بزرگوں کو اپنی تصانیف میں دی ہیں، کیونکہ ان سب کا جواب تو ہمارے نزدیک یہ ہے:-

وَقُلْ لِّغُلَامٍ اِنْ شَتَمْتَ سُرَاتِنَا

فَلَسْنَا بِشَتَائِمِنَ لِّلْمُتَشَتِّمِ

ترجمہ:- اور مرزا غلام سے کہہ دو کہ اگر تم نے ہمارے بزرگوں کو گالیاں دیں تو دو، ہم تو گالیاں دینے والے کو گالیاں دینے والے نہیں۔

بلکہ اخلاص کے ساتھ آپ حضرات کے سامنے دینِ انبیاء اور قرآن و حدیث اور صحابہؓ و تابعینؓ اور ائمہ مجتہدینؒ اور علمائے سلف و خلف کے عقائد، مسئلہ ختم نبوت کے متعلق پیش کرنا تھا، جس میں ایک حد تک رَبِّ الْقَوٰی وَالْقَدْر نے ان ضعیف ہاتھوں اور ناکارہ دل و دماغ کو کامیاب فرمایا، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

خدا کے لئے سمجھو کہ اگر تم سب کے سب مرزا صاحب نہیں ان سے بھی کسی ادنیٰ آدمی کو نبی بلکہ خدا تسلیم کرلو، اور تمام نصوص قرآن و حدیث اور آثارِ صحابہؓ و سلف کو ٹھکرا دو تو ہمارا کیا بگڑتا ہے، اور کروڑوں کافر دُنیا میں اس سے زیادہ شریعتِ اسلام کی

ختمِ نبوت

۴۵۴

حصہ سوم

توہین کرنے والے موجود ہیں، ان میں چند ہزار کا اضافہ اور سہی، ہر شخص کو اپنی قبر میں سونا اور اپنے کئے کو بھگتنا ہے، لَہُمْ مَا كَسَبُوا وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا يُعْمَلُ الظَّالِمُونَ۔

ہاں! دل میں درد ہوتا ہے جب دیکھتے ہیں کہ اپنے دست و بازو کٹ رہے ہیں، لوگ غیروں کو اپنا بنانے میں مشغول ہیں، اور مسلمان اپنے بھی غیر ہوتے جاتے ہیں۔ خدا کے لئے اپنی جانوں اور ایمانوں پر رحم کرو، اور ان اوراق کو تعصب و خود غرضی سے علیحدہ ہو کر دیکھو، اور پھر اپنے ضمیر سے پوچھو کہ کیا ان بینات و نصوص اور براہین واضحہ کے بعد بھی کسی غیر تشریحی یا ظلی یا بروزی یا لغوی یا مجازی یا جزوی یا غیر مستقل نبوت کا وجود اسلامی روایات سے نکلتا ہے، یا ہر اس چیز کا جس کو شریعت و ملتِ اسلام میں ”نبوت“ کہا جاتا ہے، کلی انقطاع آفتاب کی طرح واضح ہو جاتا ہے؟ یہ ہماری گزارش ہے، ماننا نہ ماننا آپ کے قبضے میں ہے۔

وَمَا التَّوْفِيقُ إِلَّا مِنَ اللَّهِ وَمَا الْهُدَايَةُ إِلَّا مِنْهُ

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنْ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ مُّضِلَّاتِ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ

اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اِتِّبَاعَهُ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهُ

وقد تم بعون الله تعالى سبع عشرة من شوال المكرم ۱۳۴۵ھ

ضحوة يوم الأربعاء ۷

سبقی خطوطی فی الدفاتر برہہ

وانملتی تحت التراب رمیم

البد الضعیف

محمد شفیع الدیوبندی

۱۷ شوال ۱۳۴۵ھ

ضمیمہ نمبر ۱

مسیح موعود کی پہچان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفَى وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی:

اُمّتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے آخری دور میں بہ تقاضائے حکمتِ الہیہ دجال اکبر کا خروج مقدّر و مقرر تھا، جس کے شر سے تمام انبیائے سابقین علیہم السلام اپنی اپنی اُمتوں کو ڈراتے آئے تھے، اور حسبِ تصریحاتِ احادیث متواترہ اس کا فتنہ تمام اگلے پچھلے فتنوں سے اشد ہوگا، اس کے ساتھ ساحرانہ قوتیں اور خوارقِ عادات بے شمار ہوں گے۔

اسی کے ساتھ زمرۂ انبیاء میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص شان اور خاتم الامم کے ساتھ خاص عنایاتِ حق کے اظہار کے لئے باقتضائے حکمتِ الہیہ یہ بھی مقدّر و مقرر تھا کہ فتنہ دجال سے اُمت کو بچانے اور دجال کو شکست دینے کے لئے حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام دوبارہ اس دُنیا میں نزول فرمائیں گے جو اپنی مخصوص شانِ مسیحی سے مسیح دجال کا خاتمہ کریں گے۔

خروجِ دجال اور نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے واقعات اُمتِ مرحومہ کے آگے آنے والے تمام فتن اور واقعات میں سب سے اہم تھے، اسی اہمیت کے پیشِ نظر اپنی اُمت پر سب سے زیادہ رحیم و شفیق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان واقعات

(۱) اخرجہ ابوداؤد عن انس رضی اللہ عنہ..... کذا فی جمع الفوائد مترجم ج: ۴ ص: ۶۷۴-۱۲ منہ

کی تبیین و تعیین میں اور مسیح دجال اور مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی علامات و نشانات بتلانے میں انتہائی تفصیل و توضیح سے کام لیا ہے، تنو سے زیادہ احادیث ہیں جو مختلف اوقات میں صحابہؓ کے مختلف مجامع میں مختلف عنوانات کے ساتھ بیان کی گئی ہیں، عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات و علامات اور بوقت نزول اُن کی مکمل کیفیات کا اظہار فرمایا۔

یہ احادیث درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں، اکابر محدثین نے ان کو متواتر قرار دیا ہے، اور خبر متواتر سے جو چیز ثابت ہو اس کا قطعی اور یقینی ہونا تمام اہل عقل اور اہل دین کے نزدیک باتفاق مُسَلَّم ہے۔

ان تمام احادیثِ معتبرہ کو احقر نے اپنے عربی رسالہ ”التصریح بما تواتر فی نزول المسیح“ میں جمع کر دیا ہے، اور اس میں ہر حدیث پر نمبر ڈال دیئے ہیں، اس رسالے میں صرف حدیث کا نمبر اور کتاب کا حوالہ دینے پر اکتفاء کیا گیا ہے، اور ان شاء اللہ کسی وقت ان احادیث کو مع ترجمہ و تشریح بھی شائع کر دیا جائے گا۔^(۱) علاوہ ازیں خود قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جتنی علامات اور نشانیاں بتلائی ہیں اتنی کسی رسول اور نبی کے متعلق نہیں بتلائیں، یہاں تک کہ خود سرور کائنات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جن پر قرآن اُترا ہے ان کی بھی مادی اور جسمانی علامات و نشانات قرآن نے اس تفصیل سے نہیں بتلائے، تمام انبیاء علیہم السلام کے درمیان صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ قرآن کا یہ معاملہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں اس پر مزید درمزید اضافہ بلاشبہ اس لئے تھا کہ آخر زمانہ میں ان کا اس اُمت میں تشریف لانا مقدر و مقرر تھا۔ اس لئے ضروری سمجھا گیا کہ اُن کی علامات و نشانات اُمت کو ایسی وضاحت سے بتلا دیئے جائیں کہ پھر کسی کو کسی اشتباہ و التباس کی ادنیٰ گنجائش نہ رہے۔ اس رسالے میں جمع کی ہوئی تمام علامات و نشانات کو دیکھنے کے بعد ہر شخص یہ کہہ اُٹھے گا کہ کسی انسان کی تعیین کے لئے اس سے زیادہ نشانات و

(۱) اب یہ ترجمہ و تشریح کا کام برخوردار عزیز مولوی محمد رفیع عثمانی سلمہ مدرس دارالعلوم کراچی نے

کتاب کو سب سے پہلے ”علامات قیامت اور نزول مسیح“ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ محرم ۱۳۹۲ھ

علامات نہیں بتلائے جاسکتے۔ اور تمام انبیاء علیہم السلام میں سے اس کام کے لئے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انتخاب میں شاید یہ حکمت بھی ہو کہ اُن کی پیدائش اور خلقت و تربیت تمام بنی نوع انسان سے جدا ایک خاص معجزانہ طریق پر ہوئی ہے، اُن کے حالات کسی دوسرے انسان کے ساتھ ملتیں اور مشتبہ ہو ہی نہیں سکتے۔

الغرض قرآن و حدیث^(۱) نے آخر زمانہ میں آنے والے مسیح عیسیٰ علیہ السلام کی تعیین اور اس میں پیدا ہونے والے ہر التباس و اشتباہ کو رفع کرنے کے لئے اس قدر اہتمام فرمایا کہ اُس سے زیادہ اہتمام عادتاً ناممکن ہے، تاکہ کوئی جھوٹا مدعی اپنے آپ کو مسیح موعود کہہ کر اُمت کو گمراہ نہ کر سکے۔

لیکن شاباش ہے قادیانی مرزا غلام احمد کو کہ انہوں نے قرآن و حدیث کے اس تمام اہتمام کے مقابلے میں اکھاڑا جمادیا اور ان میں بیان کی ہوئی تمام چیزوں پر پانی پھیر کر خود مسیح موعود بن بیٹھے، اور اس سے زیادہ حیرت اُن لوگوں پر ہے جنہوں نے قرآن و حدیث اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے کے دعویدار ہوتے ہوئے ان کو مسیح موعود مان لیا، لیکن اس اُمت میں سے کسی شخص کا مسیح موعود بننا بغیر اس کے ممکن نہیں تھا کہ قرآن و حدیث کی قائم کی ہوئی تمام مضبوط و مستحکم بنیادوں کو اکھاڑ کر ایک نیا دین، نئی ملت بنائی جائے، اس لئے مرزا صاحب نے:

۱:- اُمت کے اجماعی عقیدہ اور قرآن و حدیث کی تصریحات کے خلاف یہ دعویٰ کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہو چکی، اُن کی قبر کشمیر میں ہے۔

۲:- پھر یہ دعویٰ کیا کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام دوبارہ اس دُنیا میں نہیں آئیں گے، بلکہ ان کا شبیہ و مثیل آئے گا۔

۳:- پھر وہ شبیہ و مثیل خود بننے کی کوشش جاری فرمائی۔

(۱) قرآن مجید سے نزول عیسیٰ علیہ السلام کا مکمل ثبوت حضرت الاستاذ العلامہ مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہ کی کتاب ”عقیدۃ الاسلام فی نزول عیسیٰ علیہ السلام“ میں، اور حضرت مولانا محمد ادریس صاحب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور کی کتاب ”کلمۃ اللہ فی حیات روح اللہ“ میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے، اور اس مسئلے سے متعلق احادیث احقر کے عربی رسالہ ”الصرح بما تواتر فی نزول مسیح“ میں مذکور ہیں۔ ۱۲ منہ

۴:- اور چونکہ حسب تصریح قرآن و حدیث و اجماع امت ہر قسم کی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی ہے، اب کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا، عیسیٰ علیہ السلام تو پہلے نبی ہیں ان کا آنا ختم نبوت کے منافی نہیں تھا، اگر کوئی ان کا مثل و شبیہ آئے تو مسئلہ ختم نبوت اُس کی راہ میں حائل ہوتا ہے، اس لئے اس اجماعی مسئلے کی تحریف کرنا پڑی اور نبوت کی خود ساختہ قسمیں بنا کر بعض اقسام کا سلسلہ جاری قرار دیا۔

۵:- آخر کار خود نبی و رسول بن گئے۔

۶:- دعوائے نبوت کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ جو ان کو نہ مانے وہ کافر قرار دیا جائے، اس کے نتیجے میں اپنی ایک مٹھی جماعت کے سوا امت کے ستر کروڑ مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا۔

۷:- اور یہ بھی ظاہر ہے کہ کسی مدعی نبوت کے ماننے والے اور نہ ماننے والے ایک ملت نہیں ہو سکتے، کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ کسی نبی کے ماننے والے بھی مسلمان کہلائیں اور اُس کو جھوٹا سمجھنے والے بھی مسلمان رہیں، اس طرح ملت اسلامیہ کے ٹکڑے کر کے ایک علیحدہ ملت کی تعمیر کی گئی۔ یہ سارے کفریات اس کے نتیجے میں آئے کہ قرآن و حدیث کی بے شمار تصریحات کے خلاف اپنے آپ کو مسیح موعود قرار دیا۔

اس لئے احقر نے اس مختصر رسالے میں آخر زمانہ میں آنے والے مسیح علیہ السلام کی تمام نشانیاں اور علامات بحوالہ قرآن و حدیث جمع کر دی ہیں، تاکہ ہر دیکھنے والا ایک نظر میں دیکھ لے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جو علامات بیان کی ہیں، قادیانی مرزا صاحب میں ان میں سے کوئی موجود ہے یا نہیں؟

ہم نے سہولت کے لئے ان حالات و علامات کو ایک جدول کی صورت میں پیش کیا ہے جس کے ایک خانے میں آنے والے مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی علامات ذکر کی گئی ہیں، دوسرے خانے میں ان کا حوالہ قرآن و حدیث سے دیا گیا ہے، احادیث کی عبارت طویل تھی اس لئے تمام احادیث کو مع ترجمہ کے حصہ دوم (ختم النبوة فی الحدیث) میں لکھا گیا ہے، ان پر نمبر ڈال دیئے ہیں، اس جدول میں

صرف حدیث کا نمبر لکھا جائے گا، جس کو اصل حدیث دیکھنا ہو اس نمبر کے حوالے سے کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

حصہ دوم میں ملاحظہ فرمائیں، تیسرے خانے میں مرزا صاحب کے حالات و علامات کا مقابلہ دکھانا تھا۔

مگر ہمیں تو ان علامات میں سے کوئی بھی مرزا صاحب میں نظر نہیں آئی، بلکہ صراحتہً اُس کے مخالف علامات و حالات معلوم ہوئے، مخالف حالات اور وہ بھی اتنی اور گھریلو معاملات سے متعلق اگر بیان کئے جائیں تو دیکھنے والے شاید اُس کو نہذیب کے خلاف سمجھیں۔

اس لئے ہم نے یہ خانہ سب جگہ خالی چھوڑ دیا ہے کہ مرزا صاحب کو مسیح موعود ماننے والے خدا کو حاضر و ناظر جان کر ایمان داری سے اس خانہ کو خود پر کریں۔ شاید اللہ تعالیٰ اسی کو اُن کے لئے ذریعہ ہدایت بنادیں۔

وَمَا ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ .

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

مدرس دارالعلوم دیوبند

شعبان ۱۳۳۵ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
ذَلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ.

مسیح موعود کا نام، کنیت اور لقب

۱	آپ کا نام عیسیٰ ہے، علیہ السلام۔	ذَلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ.
۲	آپ کی کنیت عیسیٰ بن مریم ہے۔	ذَلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ.
۳	آپ کا لقب مسیح ہے۔	إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِكَلِمَةٍ مِنْهُ.
۴	آپ کا لقب کلمۃ اللہ ہے۔	أَسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ.
۵	آپ کا لقب، روح اللہ ہے۔	أَسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ.

مسیح موعود کے خاندان کی پوری تفصیل

۶	آپ کی والدہ ماجدہ کا نام مریم ہے	ذَلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ
۷	آپ بغیر باپ کے بقدرتِ خداوندی صرف ماں سے پیدا ہوئے۔	أَنِّي يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمَسِّنِي بَشَرٌ.
۸	آپ کے نانا عمران علیہ السلام ہیں۔	مَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ النَّبِيِّ
۹	آپ کی نانی امراۃ عمران	إِذْ قَالَتِ امْرَأَةُ عِمْرَانَ

۱۰	آپ کے ماموں ہارون ہیں ^(۱) يَتَاخَتُّ هٰرُونَ	
۱۱	آپ کی نانی کی یہ نذر کہ اس حمل سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ بیت المقدس کے لئے وقف کروں گی۔	اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا.
۱۲	پھر حمل سے لڑکی کا پیدا ہونا۔	فَلَمَّا وَضَعَتْهَا الْاٰیة.
۱۳	پھر ان کا عذر کرنا کہ یہ عورت ہونے کی وجہ سے وقف کے قابل نہیں۔	اِنِّیْ وَضَعْتُهَا اُنْثٰی.
۱۴	اُس لڑکی کا نام مریم رکھنا۔	اِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرِیْمَ.

والدہ مسیح موعود علیہ السلام حضرت مریم کے بعض حالات

۱۵	مس شیطان سے محفوظ رہنا۔	اِنِّیْ اُعِیْذُهَا بِكَ.
۱۶	ان کا نشوونما غیر عادی طور پر ایک دن میں سال بھر کے برابر ہونا۔	وَاَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا.
۱۷	مجاورین بیت المقدس کا مریم کی تربیت میں جھگڑنا اور حضرت زکریا کا کفیل ہونا۔	اِذْ یَخْتَصِمُونَ.
۱۸	ان کو محراب میں ٹھہرانا اور ان کے پاس غیبی رزق آنا۔	كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا.
۱۹	زکریا کا سوال اور مریم کا جواب کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔	قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ.
۲۰	فرشتوں کا اُن سے کلام کرنا۔	اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْیَمُ
۲۱	ان کا اللہ کے نزدیک مقبول ہونا۔	اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ.

(۱) ہارون سے اس جگہ ہارون نبی علیہ السلام مراد نہیں، کیونکہ وہ تر مریم سے بہت پہلے گزر چکے تھے، بلکہ ان کے نام پر حضرت مریم کے بھائی کا نام ہارون رکھا گیا تھا۔ (ہکذا رواہ مسلم النسائی والترمذی مرفوعاً)۔

۲۲	ان کا حیض سے پاک ہونا۔ وَطَهَّرَكَ.	
۲۳	تمام دنیا کی موجود عورتوں سے افضل ہونا۔ الْعَلَمِينَ.	وَاضْطَفِكَ عَلَى نِسَاءِ

حضرت مسیح علیہ السلام کے ابتدائی حالات استقرارِ حمل وغیرہ

۲۴	مریم کا ایک گوشے میں جانا إِذِ انْتَبَذَتْ	
۲۵	اس گوشے کا شرقی جانب میں ہونا۔ ان کا پردہ ڈالنا۔ دُونَهُمْ حِجَابًا.	مَكَانًا شَرْقِيًّا. فَاتَّخَذَتْ مِنْ
۲۶	ان کے پاس بشکلِ انسانی فرشتے کا آنا۔ بَشَرًا سَوِيًّا.	فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا
۲۷	مریم کا پناہ مانگنا۔ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَنِ مِنْكَ.	
۲۸	فرشتے کا من جانبِ اللہ ولادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خبر دینا۔ لَا هَبَ لَكَ غُلَامًا زَكِيًّا.	
۲۹	مریم کا اس خبر پر تعجب کرنا کہ بغیر صحبتِ مرد کے کیسے بچہ ہوگا؟ يَمْسُسُنِي بَشَرًا.	أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ
۳۰	فرشتے کا من جانبِ اللہ یہ پیغام دینا کہ اللہ تعالیٰ پر یہ سب آسان ہے۔ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَى هَيْنٍ.	
۳۱	بحکمِ خداوندی بغیر صحبتِ مرد کے اُن کا حاملہ ہونا۔ فَحَمَلَتْهُ.	
۳۲	دروازہ کے وقت ایک کھجور کے درخت کے نیچے جانا۔ النَّخْلَةِ.	فَاجَاءَهَا الْمَخَاضُ إِلَى جِذْعِ

آپ کی ولادت کس جگہ اور کس طرح پر ہوئی؟

۳۳	مسکونہ مکان سے دُور ایک باغ کے گوشے میں ولادت ہوئی۔ فَاتَّخَذَتْ بِهِ مَكَانًا قَصِيًّا.	
۳۴	حضرت مریم ایک کھجور کے درخت کے تنے پر ٹیک لگائے ہوئے تھیں۔ إِلَى جِذْعِ النَّخْلَةِ.	

۳۵	ولادت کے بعد مریم کا بوجہ حیا کے پریشان ہونا اور لوگوں کی تہمت سے ڈرنا۔	قَالَتْ يَٰأَيُّهَا مِثْ قَبْلَ هَذَا وَكُنْتُ نَسِيًا مِّنْسِيًّا.
۳۶	درخت کے نیچے سے فرشتے کا آواز دینا۔	فَنَادَاهَا مِنْ تَحْتِهَا.
۳۷	کہ گھبراؤ نہیں اللہ نے تمہیں ایک سردار دیا ہے۔	أَلَا تَحْزَنُنِي قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا.
۳۸	ولادت کے بعد حضرت مریم کی غذا تازہ کھجوریں۔	تُسَاقِطُ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا.
۳۹	حضرت مریم کا آپ کو گود میں اٹھا کر گھر لانا۔	فَأَتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ.
۴۰	ان کی قوم کا تہمت رکھنا اور بدنام کرنا۔	يَمْزِيْمٌ لَّفَدْ جُنْثِ شَيْئًا فَرِيًّا.
۴۱	حضرت مریم سے رفع تہمت کے لئے من جانب اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام فرمانا اور یہ فرمانا کہ میں نبی ہوں۔	قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ إِنِّي الْكِتَابُ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا.

حضرت مسیح موعودؑ کے خصائص

۴۲	مسیح موعود کا مردوں کو بحکم خدا زندہ کرنا۔	وَأُخِي الْمَوْتَى.
۴۳	برص کے بیمار کو شفا دینا۔	أُبْرِئِ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ.
۴۴	مادر زادہ کو بحکم الہی شفا دینا۔	اَيْضًا
۴۵	مٹی کی چیزوں میں بحکم الہی جان ڈالنا۔	فَأَنْفُخْ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ.
۴۶	آدمیوں کے کھائے ہوئے کھانے کو بتا دینا کہ کیا کھایا تھا؟	وَأَبْشُرُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدْخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ.

۴۷	جو چیزیں لوگوں کے گھروں میں چھپی ہوئی رکھی ہیں اُن کو بن دیکھے بتا دینا۔	ایضاً
۴۸	کفار بنی اسرائیل کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کرنا اور حفاظتِ الہی۔	وَمَكْرُوا وَمَكَّرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ.
۴۹	کفار کے زرعے کے وقت آپ کو آسمان پر زندہ اٹھانا۔	إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ.

حضرت مسیح موعودؑ کا حلیہ

۵۰	آپ کا وجیہ ہونا	وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ.
۵۱	آپ کا قد و قامت درمیانہ ہے۔	حدیث نمبر ۱۰ بروایت ابوداؤد و ابن ابی شیبہ و ابن حبان و صحیح ابن حجر فی الفتح۔
۵۲	رنگ سفید سرخی مائل ہے۔	ایضاً
۵۳	بالوں کی لمبائی دونوں شانوں تک ہوگی۔	ایضاً
۵۴	بالوں کا رنگ بہت سیاہ چمک دار ہوگا، جیسے نہانے کے بعد بال ہوتے ہیں۔	ایضاً
۵۵	بال گھنگرا لے ہوں گے۔	ایضاً (بعض روایات میں ہے کہ سیدھے بال ہوں گے جیسا کہ حدیث نمبر ۱۵ میں ہے، ممکن ہے کہ اختلاف دو وقتوں کے لحاظ سے ہو)
۵۶	صحابہؓ میں آپ کے مشابہ عروہ بن مسعود ہیں۔	ایضاً
۵۷	آپ کی خوراک لوبیا اور جو چیزیں آگ پر نہ پکیں۔	حدیث نمبر ۷۲ رواہ دیلمی

آخر زمانہ میں آپؐ کا دوبارہ نزول

۵۸	قربِ قیامت میں پھر آسمان سے اترنا	حدیث نمبر الغایت نمبر ۷۵
۵۹	نزول کے وقت آپؐ کا لباس دو زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے۔	حدیث نمبر ۱۱۰ ابوداؤد وغیرہ۔
۶۰	آپؐ کے سر پر ایک لمبی ٹوپی ہوگی۔	حدیث نمبر ۱۳۸ ابنِ عساکرؒ
۶۱	آپؐ ایک زرہ پہنیں گے۔	حدیث نمبر ۶۸ درمنثور

بوقتِ نزول آپؐ کے بعض حالات

۶۲	دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے کندھوں پر رکھے ہوئے اتریں گے۔	حدیث نمبر ۵ مسلمؒ، ابوداؤد، ترمذی، احمدؒ۔
۶۳	آپؐ کے ہاتھ میں ایک حربہ ہوگا جس سے دجال کو قتل کریں گے۔	حدیث نمبر ۳۸ ابنِ عساکرؒ۔
۶۴	اُس وقت جس کسی کافر پر آپؐ کے سانس کی ہوا پہنچ جائے گی وہ مر جائے گا۔	حدیث نمبر ۵ صحیح مسلم۔
۶۵	سانس کی ہوا اتنی دُور تک پہنچے گی جہاں تک آپؐ کی نظر جائے گی۔	ایضاً

مقامِ نزول اور وقتِ نزول کی مکمل تعیین و توضیح

۶۶	آپؐ کا نزول دمشق میں ہوگا۔	حدیث نمبر ۵ مسلمؒ
۶۷	دمشق کی جامع مسجد میں نزول ہوگا۔	ایضاً
۶۸	جامع مسجد دمشق کے بھی شرقی گوشے میں نزول ہوگا۔	ایضاً
۶۹	نمازِ صبح کے وقت آپؐ نازل ہونگے۔	ایضاً

بوقتِ نزول حاضرین کا مجمع اور اُن کی کیفیت

۷۰	مسلمانوں کی ایک جماعت مع امام مہدیؑ کے مسجد میں موجود ہوگی، جو دجال سے لڑنے کے لئے جمع ہوئے ہوں گے۔	حدیث نمبر ۷ مسلم
۷۱	ان کی تعداد آٹھ سو مرد اور چار سو عورتیں ہوں گی۔	حدیث نمبر ۶۹ دیلمی
۷۲	بوقت نزول عیسیٰ علیہ السلام یہ لوگ نماز کے لئے صفیں درست کرتے ہوئے ہوں گے۔	
۷۳	اس جماعت کے امام اس وقت حضرت مہدیؑ ہوں گے۔	حدیث نمبر ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵،

بعد نزول آئے کتنے دنوں دُنیا میں رہیں گے؟

۷۷	آپ چالیس سال دُنیا میں قیام فرمائیں گے۔	حدیث نمبر ۱۱۷۰۱ البوداد، ابن ابی شیبہ، احمد، ابن حبان، ابن جریر

بعد نزول آپؐ کا نکاح اور اولاد

۷۸	حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم میں نکاح ہوگا۔	حدیث نمبر ۷۳ فتح الباری و نمبر ۵۸، حدیث نمبر ۱۰۱ کتاب الخطط للمقریزی
۷۹	بعد نزول آپؐ کے اولاد ہوگی۔	حدیث نمبر ۷۳ مذکور

نزول کے بعد مسیح موعودؑ کے کارنامے

۸۰	آپ صلیب توڑیں گے یعنی صلیب پرستی کو اٹھادیں گے۔	حدیث نمبر ۱ بخاری و مسلم
۸۱	خنزیر کو قتل کریں گے یعنی نصرانیت کو مٹائیں گے۔	حدیث نمبر ۱ بخاری و مسلم
۸۲	آپ نماز سے فارغ ہو کر دروازہ مسجد کھلوائیں گے اور اس کے پیچھے دجال ہوگا۔	حدیث نمبر ۱۳
۸۳	دجال اور اس کے ساتھیوں سے جہاد کریں گے۔	ایضاً
۸۴	دجال کو قتل فرمائیں گے۔	ایضاً
۸۵	دجال کا قتل ارضِ فلسطین میں بابِ لُد کے پاس واقع ہوگا۔	ایضاً
۸۶	اس کے بعد تمام دُنیا مسلمان ہو جائے گی۔	ایضاً
۸۷	جو یہودی باقی ہوں گے جن چن کر قتل کر دیئے جائیں گے۔	ایضاً
۸۸	کسی یہودی کو کوئی چیز پناہ نہ دے سکے گی۔	ایضاً

۸۹	یہاں تک کہ درخت اور پتھر بول اُٹھیں گے کہ ہمارے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہے۔	ایضاً
۹۰	اس وقت اسلام کے سوا تمام مذاہب مٹ جائیں گے۔	حدیث نمبر ۱۰۱۰۷۰ ابوداؤد، احمد، ابن ابی شیبہ، ابن حبان، ابن جریر
۹۱	اور جہاد موقوف ہو جائے گا، کیونکہ کوئی کافر ہی باقی نہ رہے گا۔	حدیث نمبر ۱۰۱۰۷۱ بخاری و مسلم
۹۲	اور اس لئے جزیہ کا حکم بھی باقی نہ رہے گا۔	حدیث نمبر ۴۴ مسند احمد
۹۳	مال و زر لوگوں میں اتنا عام کر دیں گے کہ کوئی قبول نہ کرے گا۔	حدیث نمبر ۱۰۱۰۷۲
۹۴	حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کی امامت کریں گے۔	حدیث نمبر ۴۴ مسلم، مسند احمد
۹۵	حضرت مسیح مقام فی الروحاء میں تشریف لے جائیں گے۔	حدیث نمبر ۴۴ مسلم، مسند احمد
۹۶	حج یا عمرہ یا دونوں کریں گے۔	ایضاً
۹۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر تشریف لے جائیں گے۔	ایضاً درمنثور
۹۸	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سلام کا جواب دیں گے، جس کو سب حاضرین سنیں گے۔	ایضاً

مسیح موعودؑ لوگوں کو کس مذہب پر چلائیں گے؟

۹۹	آپ قرآن و حدیث پر خود بھی عمل کریں گے اور لوگوں کو بھی اس پر چلائیں گے۔	حدیث نمبر ۵۵ اشاعہ

مسیح موعودؑ کے زمانے میں ظاہری و باطنی برکات

۱۰۰	ہر قسم کی دینی و دنیوی برکات نازل ہوں گی۔	حدیث نمبر ۵، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، مسند احمد
۱۰۱	سب کے دلوں سے بغض و حسد اور کینہ نکل جائے گا۔	حدیث نمبر ۱ مسلم وغیرہ
۱۰۲	ایک انار اتنا بڑا ہوگا کہ ایک جماعت کے لئے کافی ہوگا۔	حدیث نمبر ۵ مذکور
۱۰۳	ایک دودھ دینے والی اُونٹنی لوگوں کی ایک جماعت کے لئے کافی ہوگی۔	ایضاً
۱۰۴	ایک دودھ والی بکری ایک قبیلے کے لئے کافی ہو جائے گی۔	ایضاً
۱۰۵	ہر ڈنک والے زہریلے جانور کا ڈنک وغیرہ نکال دیا جائے گا۔	حدیث نمبر ۱۳ ابوداؤد، ابن ماجہ
۱۰۶	یہاں تک کہ ایک لڑکی اگر سانپ کے منہ میں ہاتھ دے گی تو وہ اس کو نقصان نہ پہنچائے گا۔	ایضاً
۱۰۷	ایک لڑکی شیر کو بھگا دے گی اور وہ اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچا سکے گا۔	ایضاً
۱۰۸	بھیڑیا، بکریوں کے ساتھ ایسا ہی رہے گا جیسے کتا، ریوڑ کی حفاظت کے لئے رہتا ہے۔	ایضاً
۱۰۹	ساری زمین مسلمانوں سے اس طرح بھر جائے گی جیسے برتن پانی سے بھر جاتا ہے۔	ایضاً
۱۱۰	صدقات کا وصول کرنا چھوڑ دیا جائیگا۔	ایضاً

یہ برکات کتنی مدت تک رہیں گی؟

۱۱۱	یہ برکات سات سال تک رہیں گی۔	حدیث نمبر ۶ مسلم و احمد، حاکم

لوگوں کے حالات متفرقہ جو مسیح موعود کے وقت میں ہوں گے

۱۱۲	رُومی لشکر مقام اعماق یا وابق میں اترے گا۔	حدیث نمبر ۷ مسلم
۱۱۳	اُن سے جہاد کے لئے مدینہ متورہ سے ایک لشکر چلے گا۔	ایضاً
۱۱۴	یہ لشکر اپنے زمانے کے بہترین لوگوں کا مجمع ہوگا۔	ایضاً
۱۱۵	ان کے جہاد میں لوگوں کے تین ٹکڑے ہو جائیں گے۔	ایضاً
۱۱۶	ایک تہائی حصہ شکست کھائے گا۔	ایضاً
۱۱۷	ایک تہائی شہید ہو جائے گا۔	ایضاً
۱۱۸	ایک تہائی فتح پا جائیں گے۔	ایضاً
۱۱۹	قسطنطنیہ فتح کریں گے۔	ایضاً

پہلے خروج دجال کی غلط خبر مشہور ہونا

۱۲۰	جس وقت وہ غنیمت تقسیم کرنے میں مشغول ہوں گے تو خروج دجال کی غلط خبر مشہور ہو جائے گی۔	حدیث نمبر ۷ مسلم
۱۲۱	لیکن جب یہ لوگ ملک شام میں واپس آئیں گے تو دجال نکل آئے گا۔	ایضاً

اس زمانے میں عرب کا حال

۱۲۲	عرب اس زمانے میں بہت کم ہوں گے اور سب کے سب بیت المقدس میں ہوں گے۔	حدیث نمبر ۱۳ ابوداؤد، ابن ماجہ

لوگوں کے بقیہ حالات

۱۳۳	مسلمان دجال سے بچ کر ایق پہاڑ پر جمع ہو جائیں گے (یہ پہاڑ ملکِ شام میں ہے)۔	حدیث نمبر ۱۶ احمد، حاکم، طبرانی
۱۳۴	اس وقت مسلمان سخت فقر و فاقہ میں مبتلا ہوں گے، یہاں تک کہ بعض لوگ اپنی کمان کا چلہ جلا کر کھا جائیں گے۔	ایضاً
۱۳۵	اس وقت اچانک ایک منادی آواز دے گا کہ تمہارا فریاد رس آگیا۔	ایضاً
۱۳۶	لوگ تعجب سے کہیں گے کہ یہ تو کسی پیٹ بھرے ہوئے کی آواز ہے۔	ایضاً

غزوہ ہندوستان کا ذکر

۱۳۷	ایک مسلمانوں کا لشکر ہندوستان پر جہاد کرے گا اور اس کے بادشاہوں کو قید کر لے گا۔	حدیث نمبر ۴۶ ابو نعیم
۱۳۸	یہ لشکر اللہ کے نزدیک مقبول اور مغفور ہوگا۔	ایضاً
۱۳۹	جس وقت یہ لشکر واپس ہوگا تو عیسیٰ علیہ السلام کو ملکِ شام میں پایگا۔	ایضاً
۱۳۰	بنی عباس اس وقت گاؤں میں رہیں گے۔	حدیث نمبر ۴۹ ابنِ نجار
۱۳۱	اور سیاہ کپڑے پہنیں گے۔	ایضاً
۱۳۲	اور ان کے متبعین اہلِ خراسان ہوں گے۔	ایضاً

۱۳۳	لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اعتماد پر تمام دُنیا سے مستغنی ہو جائیں گے۔	ایضاً

مسیح موعودؑ کے زمانے کے اہم واقعات

آپؐ کے نزول سے پہلے دجال کا خروج

۱۳۴	شام و عراق کے درمیان دجال نکلے گا۔	حدیث نمبر ۵ مذکور

دجال کی علامات

۱۳۵	اس کی پیشانی پر ”کافر“ اس صورت میں لکھا ہوگا: ک، ف، ر۔	حدیث نمبر ۳۱ منہاجمہ
۱۳۶	وہ بائیں آنکھ سے کانا ہوگا۔	ایضاً
۱۳۷	دائیں آنکھ میں سخت ناخن ہوگا۔	ایضاً
۱۳۸	تمام دُنیا میں پھر جائیگا، کوئی جگہ باقی نہ رہے گی جس کو وہ فتح نہ کرے۔	ایضاً
۱۳۹	البتہ حرمین، مکہ و مدینہ اُس کے شر سے محفوظ رہیں گے۔	ایضاً
۱۴۰	مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے ہر راستے پر فرشتوں کا پہرہ ہوگا، جو دجال کو اندر نہ گھسنے دیں گے۔	حدیث نمبر ۱۳
۱۴۱	جب مکہ و مدینہ سے دفع کر دیا جائے گا تو ظریب احمر میں سنجہ (کھاری زمین) کے ختم پر جا کر ٹھہرے گا۔	ایضاً

۱۴۲	اس وقت میں تین زلزلے آئیں گے جو منافقین کو مدینہ سے نکال پھینکیں گے اور تمام منافق مرد و عورت دجال کے ساتھ ہو جائیں گے۔	حدیث نمبر ۳۱ منہ احمد
۱۴۳	اس کے ساتھ ظاہری طور پر جنت و دوزخ ہوگی مگر حقیقت میں اُس کی جنت دوزخ اور دوزخ جنت ہوگی۔	ایضاً
۱۴۴	اُس کے زمانے میں ایک دن سال بھر کے برابر اور دوسرا مہینہ کے برابر اور تیسرا ہفتہ کے برابر ہوگا، اور پھر باقی ایام عادت کے موافق ہوں گے۔	ایضاً
۱۴۵	وہ ایک گدھے پر سوار ہوگا جس کے دونوں ہاتھوں کا درمیانی فاصلہ چالیس ہاتھ ہوگا۔	ایضاً
۱۴۶	اس کے ساتھ شیاطین ہوں گے جو لوگوں سے کلام کریں گے۔	ایضاً
۱۴۷	جب وہ بادل کو کہے گا، فوراً بارش ہو جائے گی۔	حدیث نمبر ۵ مذکور
۱۴۸	اور جب چاہے گا تو قحط پڑ جائے گا۔	ایضاً
۱۴۹	مادر زاد اندھے اور ابرص کو تندرست کر دے گا۔	حدیث نمبر ۳۸ طبرانی
۱۵۰	زمین کے پوشیدہ خزانوں کو حکم دے گا تو فوراً باہر آ کر اس کے پیچھے ہو جائیں گے۔	ایضاً

۱۵۱	دجال ایک نوجوان آدمی کو بلائے گا اور تلوار سے اس کے دو نکلڑے بیچ سے کر دے گا اور پھر اُس کو بلائے گا تو وہ صحیح سالم ہو کر ہنستا ہوا سامنے آجائے گا۔	ایضاً
۱۵۲	اس کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوں گے جن کے پاس جڑاؤ تلواریں اور ساج ہوں گے۔	حدیث نمبر ۱۱۳ ابوداؤد، ابن ماجہ وغیرہ
۱۵۳	لوگوں کے تین فرقے ہو جائیں گے، ایک فرقہ دجال کا اتباع کرے گا، اور ایک فرقہ اپنی کاشت کاری میں لگا رہے گا اور ایک فرقہ دریائے فرات کے کنارے پر اس کے ساتھ جہاد کرے گا۔	حدیث نمبر ۷۱ ابن ابی شیبہ، عباس بن حمید، حاکم، بیہقی، ابن ابی حاتم
۱۵۴	مسلمان ملک شام کی بستیوں میں جمع ہو جائیں گے اور دجال کے پاس ایک ابتدائی لشکر بھیجیں گے۔	ایضاً
۱۵۵	اس لشکر میں ایک شخص ایک سرخ (یا سیاہ، سفید) گھوڑے پر سوار ہوگا اور یہ سارا لشکر شہید ہو جائے گا، ان میں سے ایک بھی واپس نہ آئے گا۔	ایضاً

دجال کی ہلاکت اور اس کے لشکر کی شکست

۱۵۶	دجال جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھے گا تو اس طرح پکھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں پکھلتا ہے۔	حدیث نمبر ۱۳ مذکور

۱۵۷	اُس وقت تمام یہودیوں کو ٹھکست ہوگی۔	www.KitaboSunnat.com حدیث نمبر ۱۳۱۳

یاجوج ماجوج کا نکلنا اور ان کے بعض حالات

۱۵۸	اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو نکالے گا جن کا سیلاب تمام عالم کو گھیر لے گا۔	حدیث نمبر ۵ مذکور
۱۵۹	اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمام مسلمانوں کو طور پہاڑ پر جمع فرمائیں گے۔	ایضاً
۱۶۰	یاجوج ماجوج کا ابتدائی حصہ جب دریائے طبریہ پر گزرے گا تو سب دریا کو پی کر صاف کر دے گا۔	ایضاً
۱۶۱	اس وقت ایک نیل لوگوں کے لئے سودینار سے بہتر ہوگا (بوجہ قحط کے یا دنیا سے قلتِ رغبت کی وجہ سے)۔	ایضاً

مسیح موعود کا یاجوج ماجوج کے لئے بددعا فرمانا اور ان کی ہلاکت

۱۶۲	اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام یاجوج ماجوج کے لئے بددعا فرمائیں گے۔	حدیث نمبر ۵ مذکور
۱۶۳	اللہ تعالیٰ اُن کے گلوں میں ایک مکٹی نکال دے گا جس سے سب کے سب دفعۃً مرے ہوئے رہ جائیں گے۔	ایضاً

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جبلِ طور سے اُترنا

۱۶۴	اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کو لے کر جبلِ طور سے زمین پر اُتریں گے۔	حدیث نمبر ۵ مذکور
۱۶۵	مگر تمام زمین یا جوج مآجوج کے مُردوں کی بدبو سے بھری ہوئی ہوگی۔	ایضاً
۱۶۶	حضرت عیسیٰ علیہ السلام دُعا فرمائیں گے کہ بدبو دور ہو جائے۔	ایضاً
۱۶۷	اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا جس سے تمام زمین دُھل جائے گی۔	ایضاً
۱۶۸	پھر زمین اپنی اصلی حالت پر پھولوں اور پھلوں سے بھر جائے گی۔	ایضاً

مسیح موعود کی وفات اور اس سے قبل و بعد کے حالات

۱۶۹	حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو فرمائیں گے کہ میرے بعد ایک شخص کو خلیفہ بنائیں جس کا نام مُقعد ہے۔	حدیث نمبر ۵۵ الاشاعۃ للمرزنجی
۱۷۰	اس کے بعد آپ کی وفات ہو جائے گی۔	حدیث نمبر ۵۵ و نمبر ۱۵ مسند احمد و حافظ
۱۷۱	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر میں چوتھی قبر آپ کی ہوگی۔	ایضاً
۱۷۲	لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعمیلِ ارشاد کے لئے مُقعد کو خلیفہ بنائیں گے۔	ایضاً

۱۷۳	پھر مُقعد کا بھی انتقال ہو جائے گا۔	ایضاً
۱۷۴	پھر لوگوں کے سینوں سے قرآن اُٹھالیا جائے گا۔	ایضاً
۱۷۵	یہ واقعہ مُقعد کی موت سے تین سال بعد ہوگا۔	ایضاً
۱۷۶	اس کے بعد قیامت کا حال ایسا ہوگا جیسے کوئی پورے نو مہینے کی حاملہ کہ معلوم نہیں کب ولادت ہو جائے۔	ایضاً
۱۷۷	اس کے بعد قیامت کی بالکل قریبی علامات ظاہر ہوں گی۔	ایضاً

ذَٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ.

مسیح موعود علیہ السلام کی مکمل سوانح حیات اور عمر بھر کے کارنامے اور ان کے مسکن و مدفن کو پورا جغرافیہ اس تفصیل و تحقیق کے ساتھ قرآنی آیات اور حدیثی روایات میں جب ایک سمجھ دار آدمی کے سامنے آتا ہے تو خود بخود یہ سوال پیدا ہو جاتا ہے کہ لاکھوں انبیاء علیہم السلام کی عظیم الشان جماعت میں سے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کیا خصوصیت ہے کہ اُن کے تذکرہ کو قرآن و حدیث نے اتنی زیادہ اہمیت دی ہے کہ کسی اور نبی کے لئے اس کا عشرِ عشر بھی مذکور نہیں، یہاں تک کہ سید الاولین والآخرین خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے حالاتِ طیبات اور سیرت و شمائل بھی قرآنِ عزیز میں اس تفصیل و توضیح کے ساتھ نظر نہیں آتے، حالانکہ تمام انبیاء و رسل کی جماعت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیادت و عظمت باجماع اُمت ثابت ہونے کے علاوہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے مقاصد میں بتقرع قرآن مجید یہ بھی ایک اہم مقصد ہے کہ دُنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا اعلان فرماتے ہوئے آپ کی سیادت کا سکہ قلوب پر بٹھلادیں۔ ان حالات پر نظر کرتے ہوئے یہ یقین کرنا پڑتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تذکرے کی یہ اہمیت ضرور کسی بڑی مصلحت و حکمت پر مبنی ہے۔

پھر جب ذرا تاہل سے کام لیا جاتا ہے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ خصوصی اہمیت بھی اُن عنایاتِ الہیہ کا نتیجہ ہے جو ازل سے اُمتِ اُمیہ کی قسمت میں مقدّر ہو چکی تھی اور حضرت خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رحمۃ للعالمین کا ایک مظہر ہے، جس نے اُمت کے لئے مذہبی شاہراہ کو اتنا ہموار اور صاف کر چھوڑا ہے کہ اُس کا لیل و نہار برابر ہے، اس راستے کے قدم قدم پر ایسے نشانات بتلا دیئے ہیں کہ چلنے والے کو کہیں التباس پیش نہیں آ سکتا۔

یعنی قیامت تک جتنے قابلِ اقتداء انسان پیدا ہونے والے تھے اُن میں اکثر کے نام لے لے کر اُن کی مفصل کیفیات پر اُمت کو مطلع فرمادیں تاکہ اپنے اپنے وقت میں یہ بزرگانِ دین ظاہر ہوں تو اُمت ان کے قدم لے اور اُن کے افعال و اقوال کو اپنا اُسوہ بنائے۔

پھر ارشاد و ہدایت کے سلسلے میں چونکہ حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام نبوت کی شانِ امتیاز رکھتے ہیں، اس لئے اُن کے ذکر کی اہمیت سب سے زیادہ ہونا لازمی تھی، کیونکہ نبی کی شان تمام دُنیا سے برتر ہے، اُس کی ادنیٰ توہین و تنقیص کا اشارہ بھی کفرِ صریح ہے۔ تمام مرشدین اور مجددینِ اُمت کی شخصی معرفت میں اگر کوئی شبہ باقی بھی رہے تو بجز اس کے کہ اُن کی برکات و فیوض سے محرومی ہو، اُمت کے ایمان کا خطرہ نہیں ہے۔ بخلاف مسیح موعود علیہ السلام کے کہ اگر اُن کی علامات اور پہچان میں کوئی شبہ کا موقع یا التباس کی گنجائش رہے اور اُمتِ مرحومہ اُن کو نہ پہچانے تو یہاں کفر و ایمان کا سوال پیدا ہو جاتا ہے اور اُمت آپ کی توہین و تنقیص میں مبتلا ہو کر ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور پھر دجالی فتنوں اور یا جوج ماجوج کی بلاؤں کا شکار ہو جائے۔

اس لئے رحمۃ للعالمین کا فرض تھا کہ مسیح موعود کی پہچان کو اتنا روشن فرمادیں کہ کسی بصیر انسان کو اُن سے آنکھ چرانے کی مجال نہ رہے، خدا کی ہزاراں رحمتیں اور بے شمار دُرود اُس حریص بالمؤمنین اور رؤف و رحیم رسول اللہ علیہ وسلم پر جس نے اس مسئلے کو اتنا صاف اور روشن فرمادیا کہ اس سے زیادہ عادیہ ناممکن ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں ایک شخص کی تعریف اور پہچان کے لئے اس کا ہر نام اور ولایت

سکونت وغیرہ دو تین اوصاف بتلا دینا ایسا کافی ہو جاتا ہے کہ پھر اُس میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔ ایک کارڈ پر جب یہ دو تین نشان لکھ دیئے جاتے ہیں تو مشرق سے مغرب میں ٹھیک اپنے مکتوب الیہ کے پاس پہنچتا ہے اور کسی دوسرے کو یہ مجال نہیں ہوتی کہ اس پر اپنا حق ثابت کر دے یا چٹھی رساں سے یہ کہہ کر لے لے کہ میں ہی اس کا مکتوب الیہ ہوں۔

لیکن ہمارے آقا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف انہیں نشانات کے بتلا دینے پر اکتفاء نہیں فرمایا، بلکہ مسیح موعود کے نام کی جو چٹھی مسلمانوں کے ہاتھوں میں دی ہے اُس کی پشت پر پتہ کی جگہ ان کی ساری سوانح عمری اور شمائل و خصائل، حلیہ، لباس اور عملی کارنامے بلکہ اُن کے مقام نزول اور جائے قرار اور مسکن و مدفن کا پورا جغرافیہ تحریر فرما دیا ہے، اور پھر اسی پر بس نہیں فرمائی بلکہ آپ کا شجرہ نسب اور آپ کے متعلقین اور تبعین تک کے احوال کو مفصل لکھ دیا ہے۔

مگر افسوس کہ اس پر بھی بعض قزاق اس فکر میں ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تمام کوشش پر (خاکش بدھن) خاک ڈال کر اس چٹھی کو قبھالیں اور اس طرح دنیا میں مسیح موعود بن بیٹھیں۔

مرزائیوں سے چند سوال

مجھ کو یہ پوچھنا ہے مرزا سے یہ کبھی ہوش میں بھی آتے ہیں وہ لوگ جو ناواقفیت یا کسی مغالطے و غلط فہمی سے مرزائیت کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں، میں ان کو خدا اور اُس کے رسول کا واسطہ دے کر دلی خیر خواہی اور ہمدردی سے عرض کرتا ہوں کہ یہ دین و آخرت کا معاملہ ہے، ہر شخص کو اپنی قبر میں اکیلا جانا اور حساب دینا ہے، کوئی جتھا اور جماعت وہاں کام نہ آئے گی، خدا کے لئے ہوش میں آئیں اور عقلِ خداداد سے کام لیں اور سمجھیں کہ کیا مرزا غلام احمد صاحب انہیں اوصاف و علامات اور نشانات کے آدمی تھے جو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کی پہچان کے لئے اُمت کے سامنے رکھے ہیں۔

✽:- کیا مرزا جی کا نام ”غلام احمد“ نہیں بلکہ ”عیسیٰ“ ہے؟

- ❖:- کیا اُن کی والدہ کا نام ”چراغ بی“ نہیں بلکہ ”مریم“ ہے؟
- ❖:- کیا ان کے والد ”غلام مرتضیٰ“ نہیں، بلکہ بے باپ کی پیدائش ہیں؟
- ❖:- کیا اُن کا مولد ”قادیان“ جیسا کوردہ نہیں، بلکہ ”دمشق“ ہے؟ یا قادیان، دمشق کے ضلع یا صوبے میں واقع ہے؟
- ❖:- کیا ان کا مدفن ”قادیان“ نہیں بلکہ ”مدینہ طیبہ“ ہے؟
- ❖:- کیا اُن کے نانا ”عمران“ اور ماموں ”ہارون“ اور نانی ”حسّہ“ ہیں؟
- ❖:- کیا اُن کی والدہ کی تربیت حضرت مریم کی طرح ہوئی؟ اور کیا ان کی نشوونما ایک دن میں اتنا ہوا ہے جتنا ایک سال میں بچے کا ہوتا ہے؟ کیا اُن کے پاس غیبی رزق آتا تھا؟ کیا فرشتے اُن سے کلام کرتے تھے؟
- ❖:- کیا مرزا جی کی پیدائش جنگل میں کھجور کے درخت کے نیچے ہوئی؟
- ❖:- کیا اُن کی والدہ نے پیدائش کے بعد درخت کھجور کو ہلا کر کھجوریں کھائی تھیں؟
- ❖:- کیا مرزا جی نے کسی مُردے کو زندہ کیا ہے؟
- ❖:- کیا انہوں نے کسی برص کے بیمار یا مادرِ زاد اندھے کو خدا سے اِذن پا کر شفاء دی ہے؟
- ❖:- کیا مٹی کی چڑیوں میں بحکمِ خداوندی جان ڈالی ہے؟
- ❖:- کیا وہ آسمان پر گئے ہیں اور پھر اُترے ہیں؟
- ❖:- کیا اُن کے سانس کی ہوا سے کافر مرجاتے تھے؟^(۱)
- ❖:- کیا اُن کی سانس کی ہوا اتنی دُور پہنچتی تھی جہاں تک اُن کی نظر پہنچے؟
- ❖:- کیا وہ دمشق کی جامع مسجد میں گئے ہیں؟
- ❖:- کیا اُن کا نکاح حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم میں ہوا ہے؟

(۱) اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مرزا جی میں باوجود مسیح یا مثیلی مسیح کے دعوے کے یہ وصف نہ ہوا، ورنہ ساری دُنیا خالی ہو جاتی، کیونکہ یہود و نصاریٰ اور ہنود واقعی کافر ہیں ہی، مرزا جی کے نزدیک دُنیا کے کروڑوں مسلمان بھی کافر ہیں۔ دیکھو حقیقۃ الوحی ص: ۱۷۹، واربیعین نمبر ۴ ص: ۶، و سیرت

الابدال ص: ۴۱، انجامِ آفتہم ص: ۶۲ وغیرہ۔ ۱۲ منہ

✽:- کیا انہوں نے دُنیا سے صلیب پرستی اور نصرانیت کو مٹایا ہے یا اور ان کے زمانے میں نصرانیت کو ترقی ہوئی؟

✽:- کیا اُن کے زمانے میں اُن تین اوصاف کا دجال نکلا ہے جو بحوالہ احادیث ہم نے نقشے میں درج کئے ہیں؟

✽:- کیا انہوں نے ایسے دجال کو حربہ سے قتل کیا ہے؟

✽:- کیا انہوں نے اور ان کی جماعت نے یہودیوں کو قتل کیا ہے؟

✽:- کیا کسی نے ان کے زمانے میں پتھروں اور درختوں کو بولتے دیکھا ہے؟

✽:- کیا انہوں نے مال و دولت کو اتنا عام کر دیا ہے کہ اب کوئی لینے والا

نہیں ملتا؟ یا اور افلاس، فقر و فاقہ اور ذلت ان کے قدموں کی برکت سے

دُنیا میں پھیل گئے؟

✽:- کیا آسمانی برکات پھلوں اور درختوں میں اس طرح ظاہر ہوئیں کہ

ایک انار ایک جماعت کے لئے، ایک بکری کا دودھ ایک قبیلے کے لئے کافی

ہو جائے؟

✽:- کیا انہوں نے لوگوں کے قلوب میں اتحاد و اتفاق پیدا کیا یا نفاق و

خلاف کی طرح ڈالی؟

✽:- کیا بغض و حسد لوگوں کے قلوب سے اُٹھ گیا یا اور زیادہ ہو گیا؟

✽:- کیا بچھو سانپ وغیرہ کا زہر بے کار ہو گیا؟

✽:- کیا مرزاجی کوچ یا عمرہ یا دونوں کرنا نصیب ہوا ہے؟

✽:- کیا مرزاجی کبھی مسلمانوں کو لے کر کوہ طور پر تشریف لے گئے ہیں؟

✽:- کیا ان کے زمانے میں یاجوج ماجوج نکلے ہیں؟ کیا اُن کے مردوں

سے تمام زمین آلودہ نجاست و بدبو ہوئی اور مرزاجی کی دُعا سے بارش نے

اس کو دھویا ہے؟

✽:- کیا مرزاجی نے کسی مُتعد نامی آدمی کو خلیفہ بنایا ہے؟

✽:- کیا مرزاجی کو مدینہ طیبہ کی حاضری نصیب ہوئی؟

الغرض مسیح موعود کے حالات و نشانات کا مکمل نقشہ بحوالہ قرآن و حدیث آپ کے سامنے ہے، آنکھیں کھول کر ایک ایک نشان اور ایک علامت کو مرزا صاحب میں تلاش کیجئے اور خدا تعالیٰ نظروں سے غائب ہے تو مخلوق ہی سے شرمائیے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ چٹھی جس پر یہ نشانات اور یہ پتہ لکھا ہوا ہے، آپ کس کے سپرد کرتے ہیں؟ اور اگر کہیں غلام احمد سے مراد عیسیٰ اور چراغ بی سے مریم اور دمشق اور مدینہ سے قادیان اور نصرانیت کے مٹانے سے مراد اُس کی ترقی اور عزت سے مراد ذلت ہے، تو اس خانہ ساز مرزائی لغت پر قرآن اور احادیث نبویہ کی اس تحریف بلکہ ان کا مضحکہ بنانے کو کیا واقعی تمہاری عقل قبول کرتی ہے؟ اور کیا دُنیا میں کوئی انسان اس پر راضی ہو سکتا ہے؟ اور اگر تحریفات و تاویلات اور استعارات کی یہی گرم بازاری ہے تو پھر کیا دُنیا کا کوئی کام یا کوئی معاملہ دُرست رہ سکتا ہے؟

ہم تو جب جانیں کہ مرزا صاحب یا اُن کی اُمت کسی عیسیٰ نامی دمشق آدمی کا ایک کارڈ چٹھی رساں سے یہ کہہ کر وصول کر لیں کہ آسمان میں قادیان ہی کا نام دمشق ہے اور میرا ہی نام عیسیٰ ہے، اور چراغ بی ہی کا نام مریم ہے، کبھی یہ کہہ کر دیکھو کہ چٹھی رساں اور ساری دُنیا تمہیں کیا کہے گی؟

ہاں! مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس چٹھی کو لاوارث سمجھ کر راستے میں اڑانا چاہتے ہیں، مگر یاد رہے کہ آج بھی آپ کے وہ وارث موجود ہیں جو آپ ہی کی لکیر کے فقیر ہیں، اور اسی کو اپنی بادشاہی سمجھتے ہیں اور اسی عہد پر جان دے دینے کو اپنی فلاح دارین جانتے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے باندھ چکے ہیں۔

اگرچہ خرمنِ عمرم غم تو دادِ بباد بخاک پائے عزیزت کہ عہدِ شکست

اس لئے ہم بعون اللہ تعالیٰ بیاگِ دہل کہتے ہیں کہ مرزائی اُمت کتنا ہی زور لگائے مگر یہ والا نامہ اُسی مکتوب الیہ کو ملے گا جس کے نام آج سے تیرہ سو برس پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر فرمایا اور بروایت ابو ہریرہؓ ان کو سلام پہنچایا ہے۔

واللہ باللہ! ہمیں مرزا صاحب سے کوئی عداوت نہیں، کون چاہتا ہے کہ گھر آئے ہوئے مسیح کو اور ان کی مسیحائی کو ٹھکرا دے، بالخصوص ایسے وقت جب کہ قوم کو مسیح کی کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

سخت حاجت ہے، مگر بات وہی ہے کہ مسیح تو ماننے کے لئے تیار ہیں مگر کوئی مسیحائی بھی تو دکھلائے۔

ہوں میں پروانہ مگر شمع تو ہورات تو ہو جان دینے کو ہوں موجود کوئی بات تو ہو
دل بھی حاضر سر تسلیم بھی خم کو موجود کوئی مرکز ہو کوئی قبلہ حاجات تو ہو
دل تو بے چین ہے اظہارِ ارادت کے لئے کسی جانب سے کچھ اظہارِ کرامات تو ہو
دل کشا بادۂ صافی کا کسے ذوق نہیں باطن افروز کوئی پیر خرابات تو ہو
مسلمانو! آپ کی مذہبی غیرت و حمیت اور خداداد عقل و فہم کو کیا ہوا کہ آپ کو
مشاہدات اور بدیہیات کے انکار کی طرف بلایا جاتا ہے، اور آپ ذرا عقل سے کام
نہیں لیتے۔

اے کشۂ ستم! تری غیرت کو کیا ہوا؟

خدا کے لئے ذرا ہوش میں آؤ اور اس فتنے کے انجام پر نظر ڈالو کہ اگر یہی
مرزائی لغت اور قادیانی زبان اور اس کے عجیب استعارات رہے تو قرآن و حدیث اور
مذہبِ اسلام کا تو کہنا کیا، ساری دنیا کا گھروندہ اور عالم کا نظام برباد ہو جائے گا۔ ایک
شخص اگر زید کے گھر پر دعویٰ کرے کہ یہ میرا ہے، اور مرزا صاحب کی طرح کہے کہ
آسمانی دفتر میں میرا ہی نام ”زید“ لکھا ہوا ہے اور مالکِ مکان کی جتنی علامات اور
نشانات سرکاری کاغذوں میں درج ہیں اُن سب کا مستحق برنگِ استعارات میں ہوں،
تو بتلائیے کہ آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہوگا؟ اسی طرح اگر ایک مرد کسی غیر منکوحہ
عورت پر اسی حیلے سے اپنی بی بی ہونے کا دعویٰ کرے، یا کوئی عورت اسی مرزائی
استعارہ کے بل پر کسی غیر مرد کو اپنا خاوند بتائے، یا کوئی ملازم دوسرے ملازم کی تنخواہ
وصول کر لے، یا کوئی بھنگی بادشاہی محل میں گھس کر شاہی بیگمات کو اسی مرزائی فلسفے کی
طرف دعوت دے، یا ایک قتلِ عمد کا مجرم اپنا جرم اسی مرزائی استعارات کے ذریعہ کسی
دوسرے غریب کے سر ڈال دے اور کہے کہ آسمانی دفتر میں اسی کا نام وہ ہے جو
قاتل کے لئے لکھا ہوا ہے، تو فرمائیے کہ مرزائی اصول اور اُن کے استعارات کی دنیا
کو جائز رکھتے ہوئے کسی کو کیا حق ہے کہ ان لوگوں کی زبان بند کر سکے یا ہاتھ روک

سکے؟ اور جب نوبت اس پر پہنچ گئی تو خود سمجھے کہ دین و مذہب تو کیا، خود دنیاداری کے بھی لالے پڑ جائیں گے۔

الغرض دُنیا کے تمام معاملات بیع و شراء، لین دین، نکاح و طلاق، جزاء و سزا میں ایک شخص کی تعیین کے لئے جب اس کا نام اور ولدیت و سکونت وغیرہ دو چار وصف ذکر کر دیئے جاتے ہیں تو اس شخص کی تعیین و تمیز ایسی حتمی اور یقینی ہو جاتی ہے کہ اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہتی اور کسی دوسرے کی مجال نہیں ہوتی کہ اس کے احوال و اقوال کو اپنی طرف منسوب کر سکے اور اُس کی مملوکات میں تصرف کر سکے، نہ یہاں کوئی استعارہ چل سکتا ہے نہ مجاز، دُنیا کے تمام کارخانے اسی اُسلوب پر قائم ہیں۔ غضب ہے کہ جس شخص کے متعلق خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چار نہیں، دس بیس نہیں، ایک سو اسی علامات و نشانات اُمت کو بتلائے ہوں، اُمت کو اب بھی اُس کی تعیین میں شبہ رہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاف و صریح ارشادات کو استعارات و مجاز کہہ کر ٹال دے۔

ہرگز باور نہ آید ز روئے اعتقاد
ایں ہمہ ہا گفتن و دین پیسبرداشتن
بلکہ بلاشبہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح تکذیب اور قرآن و حدیث کو جھٹلانا ہے (نعوذ باللہ منہ)۔

یا اللہ تو ہماری قوم کو عقل دے اور عقل سے کام لینے کی توفیق دے کہ اس جیسے بدیہیات کے انکار میں مبتلا نہ ہوں۔

وَاللّٰهُ الْهَادِي وَعَلَيْهِ التَّكْلَانُ

العبد الضعیف

محمد شفیع دیوبندی غفرلہ ولوالدیہ و مشائخہ

مدرس دارالعلوم، دیوبند

شعبان ۱۳۴۶ھ

ضمیمہ نمبر ۲

دعاویٰ مرزا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی
خُصُوْصًا عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ الْمُجْتَبٰی وَمَنْ يَّهْدِيْهِ اهْتَدٰی

یوں تو مہدی بھی ہو عیسیٰ بھی ہو مسلمان بھی ہو
تم سب کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو؟

دُنیا میں بہت سے گمراہ فرقے پیدا ہوئے اور آئے دن ہوتے رہتے ہیں، لیکن مرزائی فرقہ ایک عجیب چستان ہے کہ اس کے دعوے اور عقیدے کا پتہ آج تک خود مرزائیوں کو بھی نہیں لگا، جس کی وجہ اصل میں یہ ہے کہ اس فرقے کے بانی مرزا قادیانی نے خود اپنے وجود کو دُنیا کے سامنے اس شکل و صورت میں پیش کیا ہے اور اس نے اس طرح کے دعاوی کئے کہ خود اُن کی اُمت بھی اس شبہ میں پڑ گئی کہ ہم اپنے گرو کو کیا کہیں؟ کوئی تو ان کو نبی صاحب شریعت بھی کہتا ہے، اور کوئی غیر تشریفی نبی مانتا ہے، اور کسی نے ان کی خاطر ایک نئی قسم کا نبی لغوی تراشا ہے اور ان کو مسیح موعود، مہدی اور لغوی یا مجازی نبی کہتا ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب کا وجود ایک ایسی چستان ہے جس کا حل نہیں، انہوں نے اپنی تصانیف میں جو کچھ اپنے متعلق لکھا ہے، اس کو دیکھتے ہوئے یہ متعین کرنا بھی دُشوار ہے کہ مرزا صاحب انسان ہیں یا اینٹ، پتھر؟ مرد ہیں یا عورت؟ مسلمان ہیں یا ہندو؟ مہدی ہیں یا حارث؟ ولی ہیں یا نبی؟ فرشتے ہیں یا دیو؟ جیسا کہ دعویٰ مندرجہ رسالہ ہذا سے معلوم ہوتا ہے۔

اور قوم پر تو اس قدر بھی اُمید نہ تھی کہ وہ اس امر کو تسلیم کر سکیں کہ بعد زمانہ نبوت وحی غیر تشریحی کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا اور قیامت تک باقی ہے، لیکن میرے اس دعویٰ کو..... الخ^(۱)۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مرزا صاحب ختم نبوت کے قائل تھے اور کسی نبی تشریحی یا غیر تشریحی کو نہیں مانتے تھے اور اپنے آپ کو نبی نہیں کہتے تھے اور بعد میں ارزانی غلہ نے نبی بنادیا۔ دیکھو حقیقۃ الوحی ص: ۱۲۸ و ۱۵۰۔^(۲)

اسی طرح اوائل میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے؟ وہ نبی تھے اور خدا کے بزرگ مقررین میں سے، اور اگر کوئی امر میری فضیلت کے متعلق ظاہر ہوتا تھا تو میں اس کو جزوی فضیلت قرار دیتا تھا، مگر بعد میں جو خدائے تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اُس نے مجھے اس عقیدے پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔

اس کے بعد ہم مرزا صاحب کے دعاوی خود اُس کی تصانیف سے مع حوالہ صفحات نقل کرتے ہیں، جو دعویٰ متعدد کتابوں اور مختلف مقامات پر موجود ہیں، بغرض اختصار عبارت تو ان میں سے ایک ہی نقل کر دی گئی ہے باقی کے حوالہ صفحات درج کر دیئے گئے ہیں۔

نقل عبارت مرزا مع حوالہ کتاب مرزا

مبلغ اسلام اور مصلح ہونے کا دعویٰ

یہ عاجز مؤلف براہین احمدیہ حضرت قادر مطلق جل شانہ کی طرف سے مأمور ہوا ہے کہ بنی اسرائیل کے مسیح کی طرز پر کمال مسکینی و فروتنی اور غربت و تدلل و تواضع سے اصلاح خلقی کے لئے کوشش کرے۔ (خط مندرجہ مقدمہ براہین احمدیہ ص: ۸۲)

(۲) ایضاً ج: ۲۲ ص: ۱۵۲، ۱۵۳۔

(۱) ایضاً ج: ۲۱ ص: ۶۷۔

مجدد ہونے کا دعویٰ

اب بتلادیں کہ اگر یہ عاجز حق پر نہیں ہے تو پھر کون آیا جس نے اس چودھویں صدی کے سر پر مجدد ہونے کا ایسا دعویٰ کیا جیسا اس عاجز نے کیا۔

(ازالہ اودھام ص: ۱۵۴ خورد حصہ اولی ص: ۶۶ کلاں^(۱))

محدث ہونے کا دعویٰ

اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدائے تعالیٰ کی طرف سے امت کے لئے محدث ہو کر آیا ہے، اور محدث ایک معنی سے نبی ہوتا ہے گو اس کے لئے نبوت تامہ نہیں مگر تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے۔ (توضیح المرام ص: ۱۸ خورد^(۲))

امام زماں ہونے کا دعویٰ

میں لوگوں کے لئے تجھے امام بناؤں گا تو ان کا رہبر ہوگا۔

(حقیقۃ الوحی ص: ۷۹، ضرورۃ الامام ص: ۲۴، کتاب البریہ ص: ۷۶)^(۳)

خلفۃ الہی اور خدا کا جانشین ہونے کا دعویٰ

میں نے ارادہ کیا ہے کہ اپنا جانشین بناؤں تو میں نے آدم کو یعنی تجھے پیدا کیا۔ (کتاب البریہ ص: ۷۶)^(۵)

مہدی ہونے کا دعویٰ

(اشتہار معیار الاخبار و ریویو آف رلیجنز، نومبر و دسمبر ۱۹۰۳ء وغیرہ) یہ دعویٰ مرزا صاحب کی اکثر تصانیف میں بکثرت موجود ہے اس لئے نقل عبارت کی حاجت نہیں۔

حارث مددگار مہدی ہونے کا دعویٰ

واضح ہو کہ یہ پیشین گوئی جو ابواب صحیح میں درج ہے کہ ایک شخص حارث نام یعنی حارث ماوراء النہر سے یعنی سمرقند کی طرف سے نکلے گا جو آل رسول کو تقویت دے گا جس کی امداد اور نصرت ہر ایک مؤمن پر واجب ہوگی الہامی طور پر مجھ پر ظاہر کیا گیا

(۱) روحانی خزائن ج: ۳ ص: ۱۷۹۔ (۲) ایضاً ج: ۳ ص: ۶۰۔ (۳) ایضاً ج: ۳ ص: ۷۶۔

(۴) ایضاً ج: ۱۹ ص: ۲۹۵۔ (۵) ایضاً ج: ۱۳ ص: ۱۰۵۔ کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ہے کہ یہ پیشین گوئی جو مسلمانوں کا امام اور مسلمانوں میں سے ہوگا دراصل یہ دونوں پیشین گوئیاں متحد المضمون ہیں اور دونوں کا مصداق یہی عاجز ہے۔

(ازالہ اوہام ص: ۷۹ خورد، ص: ۳۳ کلاں)^(۱)

نبی اُمتی اور بروزی اور ظلی یا غیر تشریعی ہونے کا دعویٰ

اور چونکہ وہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا وہ میں ہوں اس سے بروزی رنگ کی نبوت مجھ کو عطا کی گئی۔

(اشتہار ”ایک غلطی کا ازالہ“ منقول از ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص: ۲۶۸، چشمہ معرفت ص: ۳۲۲)^(۲)

نبوت و رسالت اور وحی کا دعویٰ

سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔ (دافع البلاء ص: ۱۱)^(۳)
حق یہ ہے کہ خدا کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کہ موجود ہیں نہ کہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ۔ (برائین احمدیہ ص: ۴۹۸، نیز یہی مضمون اربعین ص: ۴، ص: ۶، اور نزول المسیح ص: ۹۹، حقیقۃ الوحی ص: ۱۰۲ و ۱۰۷، وانجام آتھم ص: ۶۲، وحقیقۃ النبوة مصنفہ مرزا محمود ص: ۲۰۹ و ۲۱۴ وغیرہ وغیرہ کتابوں میں بکثرت موجود ہے)

اپنی وحی کے بالکل قرآن کے برابر واجب الایمان قطعی ہونے کا دعویٰ میں خدا کی تیس برس کی متواتر وحی کو رد کیسے کر سکتا ہوں، میں اس کی اس پاک وحی پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ ان تمام وحیوں پر ایمان لاتا ہوں جو مجھ سے پہلے ہو چکی ہیں۔ (حقیقۃ الوحی ص: ۱۵۰، ۲۱۱، انجام آتھم ص: ۶۲)^(۴)

سارے عالم کے لئے مدارِ نجات ہونے کا دعویٰ اور یہ کہ اپنی اُمت کے سوا اُمتِ محمدیہ کے چالیس کروڑ مسلمان کافر و جہنمی ہیں کفر دو قسم پر ہے۔ ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے انکار کرتا ہے اور

(۱) روحانی خزائن ج: ۳ ص: ۱۴۱۔ (۲) ایضاً ج: ۲۳ ص: ۳۴۰۔ (۳) ایضاً ج: ۱۸ ص: ۲۳۱۔

(۴) ایضاً ج: ۲۲ ص: ۱۵۴، ۲۲۰۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور باوجود اتمامِ حجت کے جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتاب میں بھی تاکید پائی جاتی ہے، پس اس لئے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے، اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔ (ہیئۃ الوحی ص: ۷۹)^(۱)

اور اس بات کو قریباً نو برس کا عرصہ گزر گیا جب میں دہلی گیا تھا اور میاں نذیر حسین غیر مقلد کو دعوتِ دینِ اسلام کی گئی۔ (اربعین^(۲) نمبر ۴ ص: ۱۱، یہی دعویٰ سیرت الابدال ص: ۴۱، انجامِ آہتم وغیرہ میں بھی مذکور ہے اور فرماتے ہیں:) اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لئے مدارِ نجات ٹھہرایا۔ (اربعین نمبر ۴ ص: ۶)^(۳) اور مجھے بتلایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن و حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے: ”هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ“۔ (اعجازِ احمدی ص: ۷)^(۴)

مستقل تشریحی نبی ہونے کا دعویٰ اور یہ کہ وہ احادیثِ نبویہ پر حاکم ہے جس کو چاہے قبول کرے اور جس کو چاہے ردّی کی طرح پھینک دے (اس مذکورہ بالا عبارت میں نبوتِ تشریحی کے ساتھ یہ بھی دعویٰ ہے کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے مصداق نہیں جو صریح کفر ہے، اور فرماتے ہیں) اور اگر یہ کہو کہ صاحبِ شریعت افتراء کر کے ہلاک ہوتا ہے نہ ہر ایک مفتی تو اوّل تو یہ دعویٰ بلا دلیل ہے، خدا نے افتراء کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی، ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے، جس نے اپنی وحی کے ذریعہ چند امر و نہی بیان کئے وہی صاحبِ شریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم نہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی مثلاً یہ: اَلْهَام: قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغْضُوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ ذٰلِكَ اَزْ كُلِّ لَهْمٍ، یہ براہینِ احمدیہ میں درج ہے، اور اس

(۱) روحانی خزائن ج: ۲۲ ص: ۱۸۵۔ (۲) اربعین نمبر ۴، روحانی خزائن ج: ۱۷۔ (۳) روحانی خزائن ج: ۱۷ ص: ۴۳۵۔ (۴) ایضاً ج: ۱۹ ص: ۱۱۳۔

میں اُمربھی ہے اور نہی بھی ہے اور اس میں تیس^۳ برس کی مدت بھی گزر گئی اور ایسے ہی اب تک میری وحی میں اُمربھی ہوئے اور نہی بھی الخ۔ (اربعین نمبر ۴ ص: ۶) پر فرماتے ہیں: چونکہ میری وحی میں اُمربھی ہے اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام تجدید بھی اس لئے الخ۔ (اربعین نمبر ۲ ص: ۳۶) میں بھی یہ دعویٰ موجود ہے) اور ہم اس کے جواب میں خدا کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ میرے اس دعوے کی بنیاد حدیث نہیں بلکہ قرآن اور وحی ہے جو میرے پر نازل ہوئی، ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔

(۲) (اعجاز احمدی ص: ۳۰، تحفہ گولڈویہ ص: ۱۰)

اپنے لئے دس لاکھ معجزات کا دعویٰ

اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اور اس نے مجھے بھیجا ہے اور اس نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اس نے میری تصدیق کے لے بڑے بڑے نشانات ظاہر کئے جو تین^(۳) لاکھ تک پہنچتے ہیں۔ (اور براہین احمدیہ حصہ پنجم ص: ۵۶) میں دس لاکھ تعداد معجزات شمار کی ہے، تتمۃ ہقیقۃ الوحی ص: ۶۸، ایضاً ص: ۱۳۶، ایضاً ص: ۱۳۷، براہین احمدیہ حصہ پنجم ص: ۵۶، (۵) ایضاً ص: ۵۸)

تمام انبیائے سابقین سے افضل ہونے کا دعویٰ اور سب کی توہین

بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس نے اس قدر معجزات کا دریا رواں کر دیا ہے کہ باستثناء ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی تمام انبیاء علیہم السلام میں ان کا ثبوت اس کثرت کے ساتھ قطعی اور یقینی طور پر محال ہے اور خدا نے اپنی حجت پوری کر دی ہے اب چاہے کوئی قبول کرے چاہے نہ کرے۔ (تتمۃ ہقیقۃ الوحی ص: ۱۳۶، (۶) دس: ۱۳۷)

(۱) روحانی خزائن ج: ۱۷ ص: ۴۳۵۔ (۲) ایضاً ج: ۱۹ ص: ۱۴۰۔ (۳) تتمۃ ہقیقۃ الوحی

ص: ۶۸، روحانی خزائن ج: ۲۲ ص: ۶۸۔ (۴) روحانی خزائن ج: ۲۱ ص: ۷۲۔ (۵) ایضاً۔

(۶) ایضاً ج: ۲۲ ص: ۵۷۔

آدم علیہ السلام ہونے کا دعویٰ

(لکھتے ہیں کہ:) خدا تعالیٰ نے ان کو اس کلام میں آدم علیہ السلام قرار دیا ہے: ”يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ“۔

(اربعین نمبر ۳ ص: ۲۳، نزول المسح ص: ۹۹، کتاب البریہ ص: ۸۶) (۲)

ابراہیم علیہ السلام ہونے کا دعویٰ

”وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى“ اس کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب امت محمدیہ میں بہت فرقے ہو جائیں گے تب آخر زمانے میں ایک ابراہیم پیدا ہوگا اور ان تمام فرقوں میں وہ فرقہ نجات پائے گا جو اس ابراہیم کا پیرو ہوگا۔

(اربعین نمبر ۳ ص: ۳۲، رُوحانی خزائن ج: ۱۷ ص: ۴۲۱)

حضرت نوح، یعقوب، موسیٰ، داؤد، شیت، یوسف،

اسحاق، یحییٰ، اسماعیل علیہ السلام ہونے کا دعویٰ

میں آدم ہوں، شیت ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں یعقوب ہوں، میں یوسف ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا مظہر اتم ہوں یوں ظنی طور پر محمد اور احمد ہوں۔ (حاشیہ ھقیقۃ الوحی ص: ۷۲، نزول المسح ص: ۴۲) (۳)

عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہونے کا دعویٰ

اس خدا کی تعریف جس نے مسیح ابن مریم بنایا۔ (حاشیہ ھقیقۃ الوحی ص: ۷۲، ۷۳) (۵)

(اربعین ص: ۳۱، ص: ۳۲) یہ دعویٰ تو تقریباً سب ہی کتابوں میں موجود ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہونے کا

دعویٰ اور اُن کو مغالطات بازاری گالیاں

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے (دافع البلاء ص: ۲) (۴)

(۱) رُوحانی خزائن ج: ۱۸ ص: ۷۷، ج: ۱۷ ص: ۴۱۰۔ (۲) ایضاً ج: ۱۳ ص: ۱۰۵۔ (۳) ایضاً ج: ۲۲ ص: ۷۶۔ (۴) ایضاً ج: ۱۸ ص: ۳۸۲۔ (۵) ایضاً ج: ۲۲ ص: ۷۵۔ (۶) ایضاً ج: ۱۷ ص: ۴۲۱۔ (۷) ایضاً ج: ۱۸ ص: ۲۴۰۔

خدا نے اس اُمت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے، مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر مسیح ابن مریم میرے زمانے میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں ہرگز نہ کر سکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہرگز نہ دکھلا سکتا۔ (ہقیقۃ الوحی ص: ۱۴۸، دس: ۱۵۳) (۱)

آپ کا خاندان نہایت پاک اور مطہر ہے، تین دادیاں اور نانیاں زنا کار کسی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ (حاشیہ ضمیمہ انجامِ آہتم ص: ۷)

پس اس نادان اسرائیلی نے ان معمولی باتوں کا پیشین گوئی کیوں نام رکھا۔ (ضمیمہ انجامِ آہتم ص: ۴)

یہ یاد رہے کہ آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی عادت تھی۔ (حاشیہ ضمیمہ انجامِ آہتم ص: ۵، ازالہ کلاں ص: ۳، اعجازِ احمدی ص: ۱۳، ۱۴، ازالہ اوہام ص: ۱۳۲، ۱۳۳، وکشی نوح ص: ۱۶)

نوح علیہ السلام سے افضل ہونے کا دعویٰ اور ان کی توہین

اور خدا تعالیٰ میرے لئے اس کثرت سے نشان دکھلا رہا ہے کہ اگر نوح کے زمانے میں وہ نشانات دکھلائے جاتے تو وہ لوگ غرق نہ ہوتے۔ (ہقیقۃ الوحی ص: ۱۳۷) (۲)

مریم علیہا السلام ہونے کا دعویٰ

پہلے خدا نے میرا نام مریم رکھا اور بعد اس کے ظاہر کیا کہ اس مریم میں خدا کی طرف سے رُوح پھونکی گئی ہے، اور پھر فرمایا کہ رُوح پھونکنے کے بعد مریمی مرتبہ عیسوی مرتبہ کی طرف منتقل ہو گیا اور اس طرح مریم سے عیسیٰ پیدا ہو کر ابنِ مریم کہلایا۔ (حاشیہ ہقیقۃ الوحی ص: ۷۲، حاشیہ براہینِ احمدیہ ص: ۴۹۶، وکشی نوح ص: ۴۶، ۴۷، ازالہ کلاں ص: ۱۴۳، ۱۴۸)

عبارتِ مرزا مع حوالہ کتاب و صفحات مصنفہ مرزا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برابری کا دعویٰ

یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واسطے کو ملحوظ رکھ کر اور اس میں ہو کر اور اس

(۱) ایضاً ج: ۲۲، ص: ۱۵۴، ۱۵۸۔ (۲) ایضاً ج: ۲۲، ص: ۵۷۵۔ (۳) ایضاً ص: ۷۵۔

نام محمد و احمد سے مسیٰ ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی۔ (ایک غلطی کا ازالہ ضمیمہ ھقیقۃ النبوۃ ص: ۳۶۵)۔ بارہا بتلا چکا ہوں کہ بموجب آیت اخیرین منهم لما یلحقوا بہم بروزی طور پر وہی خاتم الانبیاء ہوں۔ (اور ضمیمہ ھقیقۃ الوحی ص: ۵۸، ۷۹، ۸۱ و ۸۶ میں اکثر ان اوصاف کو اپنے لئے ثابت کیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہیں، نیز ازالہ ص: ۳۵۳ میں بھی)۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے افضلیت کا دعویٰ

(ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی تعداد صرف ہزار لکھی ہے (تحفہ گولڈویہ^(۱) ص: ۴۰) اور پھر اپنے معجزات کی تعداد براہین احمدیہ^(۲) حصہ پنجم ص: ۵۶ پر دس لاکھ بتلائی ہے) لہ خسف القمر المنیر وان لی غسا القمر ان المشترقان اتنکروا۔ اس کے لئے (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے) چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں اب کیا تو انکار کرے گا۔ (اعجاز احمدی ص: ۷۱، اس میں آپؐ پر افضلیت کے دعوے کے ساتھ معجزہ شق القمر کا انکار اور توہین بھی ہے)۔

میکائیل علیہ السلام ہونے کا دعویٰ

اور دانیال نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے۔

(^(۴) حاشیہ اربعین نمبر ۲ ص: ۲۵)

خدا کے مثل ہونے کا دعویٰ، اپنے بیٹے کے خدا کا مثل ہونے کا دعویٰ، خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ، اپنے اندر خدا کے اتر آنے کا دعویٰ، خود خدا ہونا بحالت کشف اور زمین و آسمان پیدا کرنا اور عبرانی میں لفظی معنی میکائیل کے ہیں خدا کے مانند۔

(^(۵) حاشیہ اربعین نمبر ۳ ص: ۲۵)

انا نبشرك بغلام مظهر الحق والعلی كان الله نزل من السماء

(^(۶) استفتاء ص: ۸۵)

(۱) روحانی خزائن ج: ۱۷ ص: ۱۵۳۔ (۲) ایضاً ج: ۲۱ ص: ۷۲۔ (۳) ایضاً ج: ۱۹ ص: ۱۸۳۔

(۴) ایضاً ج: ۱۷ ص: ۴۱۳۔ (۵) ایضاً ج: ۱۷ ص: ۴۱۳۔ (۶) استفتاء ص: ۷۲۔

انت منی بمنزلہ اولادی۔ (حاشیہ اربعین نمبر ۴ ص: ۱۹)^(۱)

(آپ کو الہام ہوا) آواہن۔ (جس کی تفسیر کتاب البریہ ص: ۷۶ پر خود ہی یہ کرتے ہیں کہ:) خدا تیرے اندر اُتر آیا اور میں نے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔ (پھر فرماتے ہیں) اور اس کی الوہیت مجھ میں موجزن ہے۔ (پھر فرماتے ہیں:) اور اس حالت میں یوں کہہ رہا ہوں کہ ہمیں ایک نیا نظام اور آسمان اور نئی زمین چاہئے تو میں نے پہلے آسمان و زمین کو اجالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب و تفریق نہ تھی، پھر میں نے منشاء حق کے موافق اس کی ترتیب و تفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں پھر میں نے آسمانِ دنیا کو پیدا کیا اور کہا: انا زینا السماء الدنيا بمصابیح۔ پھر میں نے کہا کہ اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے، پھر میری حالت کشف سے الہام کی طرف منتقل ہوگئی اور میری زبان پر جاری ہوا: اُردتُ أن استخلف فخلقتُ ادم انا خلقنا الانسان فی أحسن تقویم۔ یہ الہامات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے پر ظاہر ہوئے۔ (کتاب البریہ ص: ۷۸ و ۷۹، و آئینہ کمالاتِ اسلام ص: ۵۶۳، و اخبار الحکم قادیان مؤرخہ ۲۳ جنوری ۱۹۰۵ء)

مرزاجی میں حیض کا خون ہونا اور پھر اس کا بچہ ہو جانا

منشی الہی بخش کی نسبت یہ الہام ہوا یہ لوگ خونِ حیض تجھ میں دیکھنا چاہتے ہیں یعنی ناپاکی اور پلیدی اور خباثت کی تلاش میں ہیں اور خدا چاہتا ہے کہ جو اپنی متواتر نعمتیں جو تجھ پر ہیں دکھلا دے اور خونِ حیض سے جتنے کیونکر مشابہت ہو اور وہ کہاں، تجھ میں پانی ہے پاک تغیرات نے اس خون کو خوبصورت لڑکا بنادیا اور وہ لڑکا جو اس خون سے بنا میرے ہاتھ سے پیدا ہوا۔ (حاشیہ اربعین نمبر ۴ ص: ۱۹)^(۲)

حاملہ ہونا

(عبارتِ مذکورہ حاشیہ حقیقۃ الوحی و کشتی نوح ص: ۴۷ و حاشیہ براہین احمدیہ

(۱) روحانی خزائن ص: ۲۵۲۔ (۲) کتاب البریہ ص: ۸۴ و ۸۵ و روحانی خزائن ص: ۱۰۳، ۱۰۴۔

(۳) ج: ۵ ص: ۵۶۳۔ (۴) روحانی خزائن ج: ۱ ص: ۲۵۲۔

حصہ پنجم ص: ۴۹۶)۔

حجرِ اسود ہونے کا دعویٰ، بیت اللہ ہونے کا دعویٰ

(الہام یہ ہے:) یکے پائے من می بوسید ومن می گفتم کہ حجرہ اسود منم۔

(حاشیہ اربعین نمبر ۴ ص: ۱۵)

خدا نے اپنے الہامات میں میرا نام بیت اللہ بھی رکھا ہے۔

(حاشیہ اربعین نمبر ۴ ص: ۱۵، ریویو آف ریلجنز جلد: ۵ نمبر ۶ بابت اپریل ۱۹۰۲ء)

کرشن ہونے کا دعویٰ، آریوں کا بادشاہ ہونے کا دعویٰ

(حقیقۃ الوحی ص: ۸۵) آریہ لوگ کرشن کے ظہور کا ان دنوں میں انتظار کرتے

ہیں وہ کرشن میں ہوں اور یہ دعویٰ صرف میری طرف سے نہیں بلکہ خدا نے بار بار میرے پر ظاہر کیا ہے کہ جو کرشن آخری زمانے میں ظاہر ہونے والا تھا وہ تو ہی ہے آریوں کا بادشاہ۔^(۲)

(نبی اور عیسیٰ تو اپنی زبانی بن گئے مگر بادشاہت میں زبانی جمع خرچ سے کام

نہیں چلتا اس لئے پھر فرمایا:) اور بادشاہت سے مراد صرف آسمانی بادشاہت ہے۔

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ منہوت

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ

مفتی اعظم پاکستان

کی عربی تالیف احکام القرآن میں آیت فام النہجین کی تفسیر کا اردو ترجمہ
اور تفسیر معارف القرآن میں ختم نبوت سے متعلق مواد کا یکجا مجموعہ

ترجمہ و ترمیم

مولانا محمد حنیف خالد

اذا انما المعجزة في كبريائه